

وَلَا تَحْزَنْ عَلَى الْآرِثِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَى الْوَارِثِ
اگر کسی کا ارث ہو تو اس پر غم نہ کرو اور اگر کسی کا وارث ہو تو اس پر غم نہ کرو
اور جو لوگ خدا کا راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ نہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے
رزق پاتے ہیں

دہریاں کہ بلا از بک قحط آب شد
اشک در چشم پتیاں گوہر نایاب شد

فاطمہ

محمد

علی

نعم الامیر

حسین

حسن

جلد دوم

مؤلفہ

نعم الامین سرکارِ نعم الملئۃ جنابِ ناغلام حسین صاحبِ شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَا تَحْزَنْ أَلَيْسَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَكُمْ أَجْرًا أَتَىٰ عَلَىٰ أَكْثَرِ عَبْدِكُمْ حَيْثُ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ ۚ إِنَّكَ بِرُءُوسِ الْعَرْشِ الْمُنِيرِ
اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ و گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے
زق پاتے ہیں

درمیان کر بلا از بس کہ قحط آب شد
اشک و چشم یتیمان گویں ز نایاب شد

تَعْلِيمُ الْأَجْرَارِ

اَدْكَا لِيَا مَحْتَضَا وَالْاَهْلِيَا الْاَهْلِيَا

جلد دوم

مؤلفہ

نعمت الموعظین سرکار نعمت اللہ جناب مولانا غلام حسین صاحب قبلہ نعمتی ساہیوال (پاکستان)

ناشر

مکتبہ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ جی ٹی روڈ ساہیوال (پاکستان)

فتاویٰ

از قلم جناب حجتہ الاسلام اعلم العلماء الکرام آقائی السید محسن حکیم طباطبائی مجتہد اعظم
نجف اشرف عراق

عریفہ ۱ :- ۴ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ جناب آقائی آقا حضرت حجتہ الاسلام مجتہد اعظم دام ظلکم العالی
سلام علیکم ورحمۃ اللہ! عرض یہ ہے کہ میں حضور کا مقلد ہوں۔ میرا شغل زندگی صرف مجالس ہی ہے
مجھے دس دن گھر رہنے کا کبھی موقع نہیں ملتا۔ اکثر مجالس پر رہتا ہوں۔ لوگ مجھے اپنے ہاں مجلس پر
بلاتے ہیں بغیر دعوت کے میں کبھی مجلس پر نہیں جاتا میرے لئے کیا حکم ہے۔ سفر میں نماز قصر یا کہ پوری نماز
اور رمضان المبارک کے روزے کا کیا کرنا چاہیئے والسلام مع اکرام۔

خادم الثقلین غلام حسین عفی اللہ عنہ ۱۴۔۲۔۶۷

الجواب۔ بسببہ سبحانہ

نماز نام ہوگی اور روزے بھی رکھیں گے۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
دستخط ۵ مہر مبارک مجتہد اعظم ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

عریفہ ۲ :- جناب قبلہ آقائے آیۃ اللہ العظمیٰ مجتہد اعظم دام ظلکم العالی
سلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انشاء اللہ آپ معہ متعلقین غیرت سے ہرنگے مندرجہ ذیل مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔
سوال :- کیا لڑکی یعنی دختر کو لکھنے پڑھنے کا طریقہ سکھانا جائز ہے آج کل کی بچیاں پاکستان میں سکولوں اور کالجوں
میں پڑھتی ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے کہ انہیں پڑھانا درست ہے یا کہ ناجائز ہے۔

خادم الثقلین :- غلام حسین عفی اللہ عنہ مکان ۲۲ فرید مارڈن بس سٹاپ ساہیوال مغربی پاکستان ۴۰۴۰۶
الجواب۔ بسببہ سبحانہ اگر اخلاق کے فاسد ہونے اور حرام میں واقع ہونے کا موجب نہ ہو تو جائز ہے۔ فقط والسلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دستخط قبلہ محسن حکیم مجتہد اعظم ۵ مہر مبارک ۱۳۸۶ھ

عزیزہ ۳ :- اعلیٰ دورانِ افقہ زمانِ حجتہ الاسلام آیت اللہ فی العالمین حضرت مولانا محسن الحکیم طباطبائی دام ظلکم علی رئیس المومنین

سلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من المومنین جمیعاً ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انشاء اللہ آپ معہ متعلقین خیریت سے ہوں گے عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب مطلوب ہے۔

سوال ۱ :- مجالس پڑھنے کی فیس طے کر کے لیٹنا جائز ہے کیا اس مجلس کا ثواب روضہ نواں کو بھی ہوگا جس کی فیس نذرانہ اس نے طے کر کے لے لیا ہو۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، جائز ہے فی الجملہ ثواب کا حاصل ہونا قصد قربت پر مبنی ہے۔

سوال ۲ :- کیا روزِ عاشور مجلس پڑھ کر نذرانہ لینا حرام ہے۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، جائز ہے۔

سوال ۳ :- کیا آج کل کی فوج کی ملازمت جائز ہے خصوصاً پاکستان کی فوجی ملازمت کرنا۔

الجواب :- بسمہ سبحانہ، اگر حرام میں واقع نہ ہو اور مومنین کے لئے فائدہ ہو تو جائز ہے۔

سوال ۴ :- ہمارے ملک میں ذاکری حضرت اس طرح پڑھتے ہیں کہ دینِ ارحمیٰ ان کے پیچھے

بطور امداد کے آواز لگاتے ہیں جب ہم بازار سے گزرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ریڈیو کے آواز

کی طرز پر ذکر کرنے قصیدہ مدح محمد و آل محمدؑ میں پڑھنا، ہم غنا کو نہیں جانتے صرف ریڈیو کے

گیت سے ذاکر کے قصیدہ کو غنا سمجھتے ہیں کیا ایسے ذاکر کا پڑھنا، سنا، اور اس کو فیس نذرانہ

دینا اور ان کی اس فن میں کوئی امداد کرنا جائز ہے۔

خادم الثقلین : غلام حسین عفی اللہ عنہ، فرید ٹاؤن سیوال :- 20-2-68

الجواب :- بسمہ سبحانہ، اگر بقصد تلوی ہو تو حرام ہے اور اگر بقصد ترویج ہو تو جائز ہے۔ آپ کی

توفیقات میں اضافہ کے لئے دعا گو ہوں۔ فقط والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دستخط قبلہ آقائے محسن حکیم مجتہد اعظم نجف اشرف عراق۔

مہربارک

۱۳۸۸

۱۵ محرم

دیباچہ

الحمد للہ والصلوة علی اہلہا

خالق کائنات کا ہر لمحہ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میرے کریم و رحیم معبود نے مجھے نعیم الارباب کی دوسری جلد کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قارئین کرام کتاب کے مطالعہ کے بعد خود آسانی سے فیصلہ فرما سکیں گے کہ زیر نظر کتاب کو کس خوبی و خوش اسلوبی سے مرتب اور شائع کیا گیا ہے۔ ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ کوئی واقعہ تشنہ حوالہ نہ رہے۔ عربی عبارتوں پر بھی اعراب لگانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ مستند اور محقق واقعات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے ضعیف روایات سے اجتناب و احتراز کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی فاضل بزرگ میری کتاب "نعیم الارباب" سے کامل اتفاق نہ رکھتے ہوئے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کتاب میں ضعیف روایات اور غلط واقعات درج کئے گئے ہیں تو اس بزرگ کی خدمت اقدس میں بعد ادب میں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ حضور جس واقعہ کو آپ غلط اور ضعیف سمجھتے ہیں کیا تمام علماء شیعہ کا آپ سے اتفاق ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جو فتوے میرے لئے صادر فرمانا آپ خدمت دین سمجھتے ہیں وہی فتویٰ ان علمائے کرام پر، صادر فرمادیں۔ جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کہنے کو تو علمائے کرام ارشاد فرما ہی دیا کرتے ہیں کہ بعض واعظین حضرات، غلط روایات پڑھا کرتے ہیں مگر ان ضعیف روایات کے اختلافات کی ذمہ داری واعظین حضرات پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اختلافات قدیم سے علمائے کرام میں ہی چلے آ رہے ہیں۔ چند اختلافات مابین علمائے کرام درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرما کر خدا کے لئے فیصلہ ارشاد فرمادیں کہ اس میں ان واعظین حضرات کا کیا قصور ہے۔

۱۔ سانحہ کربلا میں تعداد افواج اشقیاء اور انصار حسین علیہ السلام کا تعین آج تک علمائے کرام سے نہیں ہو سکا۔

۲۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سر اطہر کے بارے میں علمائے کثرت سے اختلاف رائے ہے۔

۳۔ اہلبیت علیہم السلام کی زندان شام میں مدت قید کا تعین تحقیق سے ایک مدت تک ابھی علمائے کرام مقرر نہیں کر سکے۔

۴۔ حضرت سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی زندان شام میں وفات یا کہ ۱۱ھ ہجری میں انتقال ہوا اس بارے میں علمائے سخت اختلاف ہے۔ کچھ بزرگوں نے تو، عبدالمعین شرر کے ملک کو تقویت پہنچانے کے لئے ۱۱ھ ہجری پر زور دے کر ثابت کر دکھلایا کہ جناب سکینہ کا انتقال کسینی میں نہیں ہوا اسی طرح اکثر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جناب سکینہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

۵۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے شہزادوں کے بارے میں شدید اختلاف ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کون کونسا شریف لے گئے تھے یا کہ کربلا سے شام غریباں کو گم ہوئے تھے۔

۶۔ جناب فاطمہ صغریٰ مدینے میں رہیں یا کہ بلا میں اہلبیت کے ہمراہ تشریف لے گئی تھیں جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ کراچی نے حضرت فاطمہ صغریٰ کا بیٹے میں رہنا بیان فرمایا ہے۔

۷۔ جناب عونؓ اور محمدؓ جناب ثانی زہراؓ کے تحقیق سے زند تھے یا حضرت عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے۔ علماء شیعہ میں اس بارے میں قدرے اختلاف ہے۔

۸۔ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام بڑے تھے یا علی اکبر بڑے تھے علماء شیعہ ابھی تک ایک فیصلہ پر قائم نہیں ہو سکے۔

۹۔ حضرت موم کثوم حضرت امیر المؤمنین کی کوئی اور بیٹی تھی یا کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کا دوسرا نام موم کثوم ہی ہے۔ قدرے اختلاف ہے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہی ایک دن کا فرزند تھا جو کربلا میں شہید ہوا۔ یا کہ علی اصغر کا نام ہی عبداللہ ہے۔

۱۱۔ حضرت قائم کا عقد کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی کسی لڑکی سے کیا یا کہ نہیں اس میں اکثر علماء توفیقی میں جواب دیتے ہیں مگر جناب قبلہ حضرت مولانا سید کلب حسین شاہ صاحب مجتہد العصر لکھنؤ فرماتے ہیں کہ حضرت قائم کا عقد فاطمہ کبریٰ سے کربلا میں حضرت امام عالی مقام نے کیا تھا۔ دیکھیں مجالس الشیعہ ۱۳۷۷ تیسرا ایڈیشن۔

۱۲۔ کربلا کے میدان میں پانی ساتویں محرم کو بند ہوا یا کہ دسویں محرم کو بھی پانی خیاں اہلبیت میں موجود تھا۔

اس اختلاف کی نشاندہی میں کتاب مواظظ حسنہ کے صفحہ ۲۹۵ سے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں (۱۳) جناب ثنائی زہرا کی قبر پتھر سے شہید اختلاف ہے۔ مدینہ منورہ۔ مصر اور شام میں بتلائی جاتی ہے کیا یقیناً میں یہ اختلاف ہے یا کہ علماء کرام میں اختلاف ہے۔

(۱۴) آل محمد کیا دوبارہ قید ہوئے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف کثیر ہے جو علمائے کرام کے مابین ہے۔ (۱۵) قافلہ آل محمد قید سے رہا ہو کر پہلے کربلا تشریف لے گئے تھے یا کہ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے اس اختلاف کے موجد کون بزرگ ہیں۔

(۱۶) جناب سکینہ حضرت ام کلثوم اور حضرت عبداللہ وغیرہ کی قبریں شام کے قبرستان میں ہیں جن میں اختلاف کثیر ہے کہ یہ قبریں ان بزرگوں کی نہیں ہیں بلکہ ان کی قبور مدینہ منورہ بقیع میں موجود ہیں (۱۷) آج تک علمائے کرام سے تو یہ بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کتنی تھی اور تعداد ازدواج کیا ہے۔

● حضرات خوف طوالت و امن گیر سے در نہ میں علمائے کرام کے اختلافات کو ترتیب دے کر ایک ضمیمہ کتاب مرتب کر سکتا ہوں یہ بطور نمونہ کے چند ایک اختلافات پیش خدمت ہیں جو صرف واقعات کربلا میں مابین علمائے کرام کے پائے جلتے ہیں۔ فقہی اختلاف مثل جمعہ، جماعت، خمس، زکوٰۃ، حج وغیرہ میں تو کیا ہی کہنا، ہاں آپ ارشاد فرمادیں گے کہ یہ تاریخی باتیں ہیں ان میں اگر اختلاف ہو تو کوئی حرج نہیں۔ تاریخ میں اختلاف کا ہونا ضروری ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ اے میرے واجب الاحترام بزرگوں جب ان تاریخی اختلافات کا کوئی ہرج نہیں تو ان کو اگر کوئی مقرر، واعظ پڑھ دے تو پھر کیوں ہرج مرج ہونے لگتا ہے اور مقررین پر فتادی کذب بیانی کے کیوں صادر ہونے لگتے ہیں۔ آخر میں کتاب ”نعم الامار“ کے قارئین کرام سے میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے ہر واقعہ کو مع حوالہ کے درج کر دیا ہے۔ آپ اصل کتاب سے تسلی فرما سکتے ہیں۔ استدعا ہے کہ میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مزید توفیق عطا فرمائے کہ میں باقی ماندہ تین جلدوں کو شائع کر سکوں۔ ہاں اگر کتاب میں لغزش یا غلطی ہو تو اپنے نیک مشورہ سے حقیر کو سرفراز فرمادیں تاکہ دوسرے ادیشن میں اس کی تصحیح اور درستی ہو سکے اور اگر کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے باعث اضافہ ایمان ہو تو میرے لئے دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بحق محمد و آل محمد علیہم السلام مجھے اور میرے والدین، میرے

لواحقین کو محمد و آل محمد علیہم السلام کی نظر رحمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب
العالمین بحق محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔ خادم الثقلین علام حسین عفی اللہ عنہ

(جملہ حقوق بحق مؤلف و ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب : نعیم الابرار جلد نمبر 2

ناشر : رضا احمد تقی

طابع : مکتبہ النذیر بالقابل مسجد حیدریہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال

قیمت : 150/= روپے

اشاعت

بار اول	1,000	فروری 1976ء
بار دوم	1,000	جون 1978ء
بار سوم	1,000	مارچ 1980ء
بار چہارم	1,000	اگست 1983ء
بار پنجم	1,000	جنوری 1989ء
بار ششم	1,000	جنوری 1991ء
بار ہفتم	1,000	اکتوبر 1996ء

تصنیفات سرکار نعیم الملتہ مدظلہ اور دیگر مذہبی کتب
منلے کا پتہ :-

رحمت اللہ بک ایجنسی کاغذی بازار کھارادر کراچی

ناشریات

ان قلم فخر الواعظین عالمی جناب مولانا نذر حسین صاحب طفر مدبر سے دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

حضراتی مومنین کرام! کتاب "نعمیم الابرا" فی اذکار النبی المختار و آلہ الاطہار جو آپ کے سامنے ہے۔

○ ناشر فضائل و مصائب سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام، خطیب قوم، نعمیم ملت جناب الحاج مولانا غلام حسین صاحب زیدت مکارمہ السامیہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ اور ان کی بالغ نظری و جہد تبلیغ کی بے دلیل ہے۔

○ اس کتاب میں مؤلف موصوف کی وہ بیحد مقبول عام و خاص مجالس ہیں جو آپ پاکستان کے اہل اسلام و اہل ایمان کے عظیم الشان اجتماعات میں پڑھ کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

○ نعمیم اللہ مولانا غلام حسین صاحب کی ذات گرامی، حلقہ مومنین میں محتاج تعارف نہیں، آپ ملت شیعہ اثنا عشریہ کے مایہ ناز خطیب اور قابل فخر داعی و مبلغ ہیں۔ پشاور سے کراچی تک فرین خطابت اور تبلیغ و موعظہ میں آپ کی شہرت اور مقبولیت اظہر من الشمس اور امین من الامس ہے۔

○ مؤلف موصوف نے کثرت مجالس اور فریضہ حج کی ادائیگی کی وجہ سے اپنی عظیم الفرصتی کی بنا پر اس کتاب کی کتابت اور طباعت کی نظارت میرے سپرد فرمائی۔ میں نے کتاب کے جملہ مضامین اور تمام مجالس کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا، عناوین مجالس قائم کئے، حواشی ثبت کئے، کتاب کی افادیت اور حاجت برقرار رکھنے میں پوری پوری کوشش کی ہے۔ لہذا زیر نظر کتاب اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کی بنا پر موضوع روضہ خوانی میں یقیناً اپنی نظیر آپ ہے۔

○ کتاب "نعمیم الابرا" کی تمام مجالس تفسیر قرآن، واقعات غریبہ، نکات عجیبہ، اشارات سنجیدہ، رباعیات فریدہ، لطائف مفیدہ اور مصائب مبکیہ سے مشحون مبلوہ ہیں اور زمانہ حاضر میں مقررانہ اشارات سے مزین، مناظرانہ نوک جھونک اور حوالہ جات سے آراستہ ہیں۔ ان محتاتق کے علاوہ

ہر مجلس میں اول سے آخر تک ربط قائم اور برقرار ہے۔ بلکہ مؤلف موصوف نے جس موضوع کو شروع کیا ہے۔ اس کے کسی پہلو کو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ اس سے پہلے ردضہ غرانی کے سلسلہ میں جو کتب بھی معرض وجود میں آئی ہیں۔ ان میں سے بعض میں صرف واقعات ہیں نکات نہیں اور بعض میں فضائل تو ہیں لیکن مؤثر مصائب نہیں بعض میں مصائب تو موجود لیکن فضائل منقود ہیں مگر کتاب "تفہیم الدربار" تمام اوصاف مذکورہ کی حامل اور صفات مزبورہ کی جانت ہے۔

لہذا اس تالیف منیف کا مطالعہ کرنے والا ہر فرد ملت میری تائید کرے گا کہ یہ کتاب اس فن کی ابتداء کرنے والے مقررین و واعظین اور مبلغین و مناظرین کے لئے صرف مشعل راہ ہی نہیں بلکہ استاد کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور باقی تین بھی عنقریب طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں گی۔ انشاء اللہ

○ علاوہ ازیں مؤلف موصوف نے پہلی جلد میں میں نے مذہب شیعیوں کو قبول کیا کے ذیل میں بائیس لائینٹل سوالات "تحریر کر کے کتاب کی افادیت و اہمیت اور عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ حضرات مومنین کرام! یہ ایسے مشکل سوالات ہیں جو ناصبیوں، خارجیوں کے مومہوں میں لگام پڑھانے کا کام دیتے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان سوالات کے جوابات کوئی ناصبی، خارجی ملاں ہرگز ہرگز نہیں دے سکتا۔ ولو کان بعدہ منہم لبعض طہیرا۔

حزرة المتمسك بالثقلين مذكر حسين
مدرس دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

مصائبین مجالس

صفات مجالس

- ۲ * فتاویٰ مجتہد اعظم آقا سید حسن الطباطبائی الحکیم نجف اشرف (عراق)
- ۴ * دیباچہ از مؤلف محترم
- ۸ * تاثرات از رشحات قلم فخر الواعظین جناب مولانا نذر حسین صاحب ظفر مدرس دارالعلوم مخیر بہر گودا
- ۱۲ * پہلی مجلس :- ذکر خدا عز و اوری سید الشہداء معجزہ ہے جناب سکینہ بنت الحسین کے مصائب اور شہادت۔
- ۳۰ * دوسری مجلس :- فتح و شکست کا معیار، انبیاء علیہم السلام کی فتح، جناب سید الشہداء ربط مصائب پامالی لاشہائے شہداء، ثانی زہراؑ کا کوفہ میں خطبہ
- ۴۸ * تیسری مجلس :- علم غائب - نردار انبیاء اور علم - اکملہ معصومین اور علم غائب - حبیب بن مظاہر کے حالات اور شہادت۔
- ۶۵ * چوتھی مجلس :- لوگوں کے خلفاء کی علمی قابلیت اور سیرت و کردار - حضرت ابوذر غفاری کے حالات اور وفات، راہ دمشق میں جناب سکینہ بنت الحسین کی تنہائی اور مصائب۔
- ۸۱ * پانچویں مجلس :- اعتقاد اور عمل - عدم قبولیت دعاء کے اسباب - علی بن یقین کی وزارت کا جواز امام رضا علیہ السلام کی نیشاپور میں آمد، مصائب ثانی زہراءؑ و در شام۔
- ۹۷ * چھٹی مجلس :- ہلاکت اور انتقال کا بیان، شہاد کے واقعات، حضرت نوحؑ کی زندگی حضرت خضر کا جناب سید سجاد کی زیارت کیلئے آنا - شہید اور غیر شہید - سید اخف کی آمد اور شہادت
- ساتویں مجلس :- دین اسلام کا مفہوم، خدا مقنن دین اور رسول مبلغ دین ہے - شیر خدا کا تلواری نہ اٹھانا، جناب حسنین علیہما السلام کا وضوء کی تعلیم دینا آل محمد و اصحاب محمد و ہم، شک و یقین، یقین، مصائب جناب فاطمہ بنت الحسین۔
- آٹھویں مجلس :- جنگ خیبر - کریم - سخی - بخیل - لثیم - جنگ خندق والی دکن کا مذہب شیعہ قبول کرنا - سید زادی کا عجوسی کے ہاں مہمان ہونا۔

نویں مجلس: قرآن اور اہلبیت، نماز، سنت رسول کی ناراضگی، منہم علیہم، مغضوب علیہم، سہل بازار ۱۵۵
شام میں، مصائب درد مشق، ہندہ کا دربار میں آنا

دسویں مجلس: بغرض خلقت، انادیۃ العلم، علی بابہا کے نکات، این جبرئیل علالی و حرامی کا ۱۶۴
معیار، سادات کشی، امام حسن کا زندہ شہزادہ دلیوار میں۔

گیارہویں مجلس: انبیاء، سلف سے ترک اولیٰ، عقبہ مشرک، اور سفینہ صحابی رسول، بڑا والدین عبداللہ شیرخوار ۱۹۳
کی شہادت، پتھروں سے بچپن کی شہادت، ثانی زہراء دربار کو ذمہ

بارہویں مجلس: معصوم، مومن، کافر، منافق اور مشرک کی وضاحت، انتقال بدبختی کے بعد منافقین کہاں گئے۔ صحابہ کا ۲۱۰
احترام، معیت ایلانی و مکانی، اولیٰں قرنی، حضرت عزیٰ کا واقعہ، حضرت خلیل کا پرندوں کو بلانا، کربلا میں دو صحابیوں کی شہادت۔

تیرھویں مجلس: بیعت کی وضاحت، پہلے صراط، جہنم، اصحاب محمدؐ والی فرق، پہلوں و زبیدہ، غزوہ احد ۲۲۸
سے فرار، نوصد روپے سے اونٹ بیچا۔ معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام اور شہادت۔

چودھویں مجلس: ولادت سرکار رسالت، بخاری کی روایات اہلبیت علیہم السلام سے انحراف، معجزات امام علی نقی علیہ السلام اور شہادت ۲۴۶
پندرھویں مجلس: پیرو مشد، قبر میں جناب امیر علیہ السلام، قبر و عشر میں سوالات، علی بن الحسین کا مرعظہ، امام ۲۶۳

محمد تقی علیہ السلام کے معجزات و شہادت۔

سولہویں مجلس: داران جنت، بیت اللہ میں ولادت، فضائل جناب امام رضا علیہ السلام اور واقعات شہادت ۲۵۹

سترھویں مجلس: تحویل قبلہ، امت وسط، حجاج کے مظالم، دشمن کو تلوار دینا۔ یونانی طبیب اور امیر المؤمنین، ۲۹۵

فضائل و مناقب سرکار میں جناب امام حسن علیہ السلام اور آپ کی شہادت

اٹھارہویں مجلس: علم کی فضیلت، جنید اور بلال کی گفتگو، حصص کا موذن یہودی۔ فضائل و مناقب جناب ۳۱۳

امام جعفر صادق علیہ السلام اور آپ کی شہادت

انیسویں مجلس: جبریل کا تعظیم کرنا، منافقین کی پہچان، ابوہریرہ کا اہل الذکر سے کون مراد ہیں۔ ۳۲۲

حالات امام محمد باقر علیہ السلام اور آپ کی شہادت

بیسویں مجلس: شکر، حمد اور کفر کی تعریفات، نعت کی وضاحت، جناب فتنہ کی تین دعائیں ۳۵۲

حضرت سلیمان کی دعوت۔ بتوں، عذرا کی عظمت، فضائل و مصائب امام زین العابدین

علیہ السلام اور واقعات شہادت۔

پہلی مجلس

ذکر خدا، منکرین خدا، غزالی کا فتویٰ، عزاداری معجزہ ہے، عزاداری حسین علیہ السلام، مشیت الہی، مخالفین میں بدعات، یہودیہ لڑکی کا شفا پانا، اشتیاق میں شہوت پر عذاب، نابینا عورت بننا ہو گئی، ضعیفہ کے بیٹے کا زندہ ہونا، جناب سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کے مصائب اور شہادت در زندان شام،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ پ ۱ ط

پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو اور شکر کرو میرا اور مت کفر کرو۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات ہر وقت یاد ہیں۔ قدرت ہر آن اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ اور واقف ہے۔ انسان ساری کائنات سے چھپ کر تو کوئی عمل و فعل کر سکتا ہے مگر خالق کائنات سے ہرگز ہرگز نہیں چھپ سکتا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے چھپ کر کوئی فعل کرے۔ زبان کو علم ہی نہ ہونے دے اور یہ ہو سکتا ہے کہ پاؤں کو معلوم ہی نہ ہو اور کوئی کام انسان کرے میں کہتا ہوں کہ بندہ اپنے آپ بھی چھپ کر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات والا صفات سے چھپ کر کوئی عمل نہیں کر سکتا، قدرت کا واضح اعلان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نَحْنُ اَوْفَرُّ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْاَرَمِ ۚ پ ۱۶ ع ۱۶، ہم بہت نزدیک ہیں طرف اس کے اس کی رگ جان سے بھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

ارشاد قدرت ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّدُوْرِ پَارہ ۱۵، اللہ تعالیٰ جانتا ہے سینوں والی بات کو بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خالق کائنات ہر وقت اپنی مخلوق کی حقیقت اور کیفیت سے واقف ہے، عظمت الہی کو دامن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لَا تَاْخِذُكَ سِنَةٌ وَلَا ذَمٌّ پَارہ ۲۰ نہیں پڑتی اس کو ادھک نہ نیند تو جب اللہ تعالیٰ ہر شے سے ہر وقت واقف اور باخبر ہے تو کیوں فرمایا کہ اے میری مخلوق فَادْكُرُوْنِيْ اَدْكُمْ لَكُمْ لِيْسَ تَمِيْرَا ذَكَرْ كَرْدِیْنِ تہارا ذکر کروں گا۔

سننے شرط ہے فَادْكُرُوْنِيْ اور جو اکیلا ہے اَدْكُمْ لَكُمْ یعنی جو اللہ کو یاد کرتا ہے تو اگو بھی اللہ تعالیٰ یاد کرتا ہے معلوم ہوا کہ جزا ہے شرط کے ساتھ کہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اُسے یاد کریگا اور جو اللہ تعالیٰ کو بھول جائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو بھول جائے گا۔ کیوں مسلمانوں انسانوں میں تو لاکھوں بلکہ کروڑوں ایسے انسان ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ فرعون، شداد، قارون، صامان وغیرہم آج بھی لوگ فقر سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کے خدا کو اپنے ملک سے بھگا دیا ہے، اب مسلمانوں کے خدا کی جرأت ہی نہیں کہ ہمارے ملک میں آجائے ایسے لوگ تو یقیناً خدا کو بھول گئے تو کیا خدا نے بھی انہیں بھلا دیا اگر خدا ان کو بھلا دیتا تو سد پچاس سال شداد خدا نہ بنا رہتا، اگر ذاتِ باری تعالیٰ فرعون کو بھلا دیتی تو چار صد پچاس سال تک اعلان نہ کرتا رہتا کہ اَنَّا سَرَبْکُمْ الْاَوْحٰی پَارہ ۳۰ ع ۳۰ میں تہارا سب سے بڑا رب ہوں، ہاں اگر خدا تعالیٰ انہیں بھلا دیتا تو ایک لمحہ سے بھی پہلے نیست و نابود ہو جاتے، خدا تعالیٰ کی وافر نعمتوں کا ان کے پاس مہونا اور عیش و آرام کی زندگی مدتِ عید تک بسر کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ خدا کو اگرچہ انہوں نے بھلا دیا تھا۔ مگر اس قادر و کریم نے انہیں بھلا دیا بلکہ ہر روز رزق اور صحت عطا فرما کر واضح کر دیا کہ یہ میری بد بخت مخلوق بھی مجھے یاد ہے۔ صلوة۔ جب ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو اس آیت کا کیا ترجمہ کہ تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا، یعنی تم میرے ذکر کی حفاظت کرو میں تمہارے ذکر کی، حفاظت

کروں گا تم میرا ذکر قائم رکھو میں تمہارا ذکر قائم رکھوں گا تم میرا نام نہ مٹنے دو۔ میں تمہارا نام مٹنے
 نہیں دوں گا، تم میرا نام بلند کرو میں تمہارا نام بلند رکھوں گا۔ اس فرمان خداوندی کی رو
 سے جس جس انسان نے خالق کے نام اور توحید کو بلند اور قائم رکھنے کی کوشش کی جتنی جس
 نے توحید کو بچانے میں قربانی دی خدا نے اس کا نام اپنی مخلوق میں اتنا ہی بلند کیا۔ جس نے
 توحید کو بچانے کے لئے قیامت تک سامان کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قیامت تک
 بلند والا اور ارفع و اعلیٰ کر دیا اگر کسی نے توحید کو مٹنے سے بچایا تو خالق نے اس کا نام نہ مٹنے والا
 آج تمام مسلمان ملت خلیلؑ پر قائم و دائم نظر آتے ہیں تو یہ حضرت خلیلؑ کی محنت
 اور قربانی کا صلہ ہے۔ جناب ابراہیمؑ نے توحید کی خاطر آگ میں جانا گوارا کیا۔ نمرود جیسے جابر
 ملعون بادشاہ کے سامنے حق کی آواز کو بلند کیا۔ رضا الہی کی خاطر معصوم بچے کی گردن پر چھری
 چلانا سعادت سمجھی، خلیلؑ توحید کی خاطر مکہ جیسے شہر کو آباد کرنے کے لئے شام سے تشریف لائے
 جو ان بیوی اور معصوم بچے کو لقمہ و دق صحرا میں تعمیر اسلام کے لئے اکیلا چھوڑا قدرت کی آواز
 انہی خلیلؑ تو نے میرا نام بلند کیا میں نے تیرا نام بلند رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ابراہیمؑ اب دین
 میرا ہوگا ملت تیری ہوگی، حج میرا ہوگا اور رکن حج تیرے افعال ہوں گے میں اس بشر کا حج
 ہی قبول نہیں کروں گا جو صفاد مردہ اور منیٰ پر تمہاری یاد کو تازہ نہیں کرے گا۔ صلوة، اسی
 طرح خلیلؑ کو بلانے توحید کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ بچے جو ان بوڑھے اور مہنوں کا
 پردہ، بچیوں کی چادریں، معصوموں کے دُور اور اپنی جان خدا تعالیٰ کے نام کو زندہ رکھنے کی
 خاطر قربان کر دی تو قدرت کی طرف سے اعلان ہوا اے میرے حقیقی ذاکر حسین ابن علیؑ تو نے
 میرے ذکر کو بلند کیا اب میں تیرے ذکر کو بلند رکھوں گا، بتول کے لال تو نے میرے نام کو
 مٹنے سے بچایا۔ اب میرا فرض ہے کہ میں تیرا نام نہیں مٹنے دوں گا، زینب کے مانجائے تو نے
 میرا ذکر قائم کیا میں نے تیرا ذکر قائم و دائم کر دیا۔ اے فرزند رسول ساری دُنیا تیرے ذکر کو مٹانے
 کی ہر ممکن کوشش کرے، حکومتیں تو مٹ سکتی ہیں مگر تیرا ذکر نہیں مٹ سکتا۔ مسلمانوں ذکر
 حسینؑ مشیت الہی ہے۔ حسینی مشن کو باقی رکھنے میں قدرت کا ہاتھ ہے۔ عظمیٰ چھٹین پر
 چند اشعار سنئے۔

لا ریب یہ حدیث رسالت کا ہے
شبیہ نے رسول کا چوسا لعاب ہے
گھٹی میں جس کے فاطمہ حکمت کو گھول دے
شتر دو تن کے خوں سے شفا خانہ بن گیا
ہر چند گھر حسین کا دیرانہ بن گیا
بچوں کا غم ملایا دوائیں بنانے میں
دار الشفار بنا دیا لٹ کر حسینؑ نے
کی نذر حق، بتوں کی چادر حسینؑ نے
کس کو جہاں میں الہی فضیلت عطا ہوئی
دین خدا کا کوئی دشمن تھا خیرہ سر
دین خدا کو آگیا منہ موت کا نظر
مرنے سے دین احمد مختار نہ گئی

حکمت کا شہر میں ہوں علی اسکا باب ہے
بیٹا علی کا یہ شہر عالیجناب ہے
حکمت کے باب کیوں نہ خدا اُس پر گھول دے
بنت علی کے آنکھوں کا پیمانہ بن گیا
سلطان کر بلا کا دوا خانہ بن گیا
ایسا کوئی حکیم نہ ہو گا زمانے میں
اس کام میں لگا دیا سب گھر حسینؑ نے
گشتے بنا کے رکھے بہتر حسینؑ نے
خاکِ قدم حسینؑ کی خاک شفا ہوئی
فسق و فجور کا دیا زہر گھول کر
اللہ کے حکیم نے فی الفور لی خبر
کشتے دیئے حکیم نے بیمار نک گیا

(صلوٰۃ)

اس میں شک نہیں کہ جس تحریک کو یہ تین قوتیں بل کر مٹانا چاہیں وہ تحریک کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

۱، پاور آف ولیقہ یعنی دولت کی طاقت۔

۲، پاور آف سٹیٹ یعنی ریاست و تلوار کی طاقت۔

۳، پاور آف پولیس یعنی پروپیگنڈہ کی طاقت۔

ہر تحریک ان تین قوتوں کے سہارے سے بام عروج پر پہنچتی ہے اور جس تحریک اور مشن کو حکومت کے خزانے، جابر شہنشاہوں کی تلواریں اور علما کے پروپیگنڈے نہ جھوڑ کر مٹانا چاہیں وہ تحریک دو قدم بھی نہیں چل سکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ نمرود، فرعون، شہزاد کی خدائی تلوار اور دولت ہی کی مرہون منت ہے۔ سینکڑوں سال تک خدا بننے والے اپنے مشن کو مستحکم و مضبوط کر چکے تھے کہ ان تین قوتوں نے ادھر ماتھ جھوڑا، ادھر ان تین ہی ملعونوں کی خدائی کا

بڑا غرق ہو گیا۔ کون شریعت النفس انسان یزید، مروان، عمرو بن عاص کے مذموم کردار سے واقف نہیں ہے مگر یہ ان ہی تین قوتوں کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ آج غزالی جیسے فلسفی کا فتویٰ مسلمان فخر سے پیش کرتے ہیں کہ سائل نے غزالی سے دریافت کیا کہ کیا یزید پر لعنت کرنے والا ناسق ہے اور کیا یزید کے لئے دعائے رحمت جائز ہے۔ جی ہاں یزید پر لعنت کرنے والا ناسق گنہگار ہے اس لئے کہ عام مسلمان بلکہ جائز تک پر لعنت کرنا حرام ہے جیسا کہ حدیث پیغمبر میں وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ مسلمان کی عزت کعبہ کے برابر ہے، یزید کا اسلام ثابت ہے اور اس کا قتل امام حسینؑ کے لئے حکم دنیا یا اس سے راضی ہونا ثابت نہیں ہے پھر مسلمان سے بظنی بھی براہم۔ یہ جب تک واقعہ کی تحقیق نہ ہو اس وقت تک جس نطن ضروری ہو کر آتا ہے۔ علاوہ بریں قتل حسینؑ کفر بھی تو نہیں ہے، صرف ایک گناہ ہے رہ گیا دعائے رحمت کا معاملہ تو وہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس لئے کہ ہم نماز میں اللہُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ پڑھتے ہیں اور یزید مومن تھا۔ مومن قریش ص ۶۳ یہ صرف پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے کہ مسلمان یزید کو فخر سے مومن و مسلمان بیان کرتے ہیں اور قتل حسینؑ کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں کہ قتل حسینؑ کفر بھی تو نہیں۔ استغفر اللہ،

صرف ایک غزالی ہی نہیں جمہور اہلسنت کا فتویٰ سنئے، یزید پر لعنت نہ کرنی چاہیے یہی مذہب محققین اہلسنت والجماعت کا ہے گو بعض اعمال فسق اس سے صادر ہوئے ہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک عصمت خاصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ صحابہ و اہل بیت ہرگز معصوم نہیں ہیں موطا امام مالک ص ۴۰۶ یہ دولت اور پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ یزید کو اسامہ رسولؑ کو قتل کرنے کے بعد بھی مومن کا مومن ہی ثابت رہا۔ مسلمانو اگر یزید پر لعنت جائز نہیں تو دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں کہ جس پر لعنت کی جائے۔ دنیا کے ہر فرد سے یزید بدتر اور بدترین انسان ہے۔ مسلمانو علماء کے فتاویٰ، معاویہ و یزید کے خزانے، حجاجؑ اور متوکلؑ کی تلواریں، سر جوڑ کر جس کو مٹانے کی کوشش کرنے کے باوجود نہ مٹا سکیں وہ ہمہ عزا داری حسینؑ وہ ہے ذکر مظلوم، وہ ہے سید الشہداء کا مشن، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ ہیں مادی طاقتیں اور حسینؑ کی عزاداری — قوت روحانی ہے اور مشیت الہی اور ضار و نفع خداوندی حسینؑ کی مشن کو زندہ

حب وید رکھنے کا پروردگار عالمین کا پروردگار ہے۔ کیونکہ حسین نے خدا کے نام کو باقی رکھا اور خدا تعالیٰ پر لطف و واجب ہے کہ وہ امام حسین کے نام کو باقی رکھے۔ مسدس

جس نے کبھی چلائے تھے تیری لحد پہل اک دن تجھے ملنے اٹھا تھا بد عمل
آواز دے رہی ہے اُسے آتش و جل اپنی لحد سے اوستوکل ذرا نکل
اپنی خزاں، حسین کی فصل بہار دیکھ کافی تھی جس پہ نہر اس کا مزار دیکھ
اور کسی نے کیا خوب کہا ہے

ظالم متوکل اپنی بربادی دیکھ مظلوم کی شان فتح و آزادی دیکھ
ہل جس پہ چلائے اور منہسریں کاٹیں اُس کر بلا کی آبادی دیکھ (صلوٰۃ)
حضرات ذکرِ حسین معجزہ ہے اس کا ثبوت نیچے جو شیخی فطرت پر غالب آجائے وہ ہے
معجزہ، آگ کا کام ہے جلانا اور اگر گلزار بن جائے تو معجزہ ہوگا خشک لکڑی کا کام ہے جل جانا
اگر درخت بن کر میوے لگ جائیں تو معجزہ ہوگا لہو کا کام ہے سخت رہنا اگر کسی کے ہاتھ
میں آتے ہی موم کی مانند بن جائے تو معجزہ ہوگا۔ اور سینے سنگریزوں کا کام ہے سخت ہونا
اور نہ بولنا لیکن اگر کسی کے اشارے سے کلمہ شہادت پڑھنے لگیں تو معجزہ ہوگا بس معجزہ وہ ہے
جو فطرت پر غالب آجائے، اسی طرح اگر کسی بچہ یا جوان بیٹا مر جائے تو رفتہ رفتہ چند روز یا
سال دو سال بعد غم غلط ہو جائے گا یہ ہے تقاضہ فطرت کہ جس گھر میں کل ماتم تھا اسی گھر
میں آج شادی ہو۔ مگر عزاداری مظلوم کر بلا فطرت پر غالب ہے، مسلمانو چودہ سو سال کے بعد
بھی غم حسین تازہ ہے جو شیخی مادی قوتوں سے نہ مٹ سکی وہ ہے غم شبیر، یہی اس بات
کی دلیل ہے کہ عزاداری حسین مشیت الہی ہے اور حسینی معجزہ ہے مسدس،

تیرہ سو برس گزرے اب تک شبیر کو دنیا روئے ہے اشکوں کا سمندر بہتا ہے آنکھوں کی طہارت ہوتی ہے
دل میں ہے توفیق غم پہ آئے فریاد بنے آنکھوں میں ہے زائر ہے آنکھوں گئے توموتی ہے

شبیر تہارا کیا کہنا راضی برضائے حق رہن

گردن پہ چھری سجدے میں جہیں تکمیل اطاعت ہوتی ہے صلوٰۃ

تاریخ شاہد ہے کہ ستہ ہجری سے لے کر آج تک ہر ممکن کوشش جاری ہے کہ ذکرِ حسین

بند کر دیا جائے۔ یزید کی حکومت نے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے، خیام جلائے بچے قید کرائے، محمد کے نواسے اور ان کے انصار کے سرشہروں میں پھرائے، حکومت متوکل نے قبروں پر ہل چلائے پانی بہائے زائروں کے ہاتھ قلم کرائے سرکٹوائے، ہر دور کے علمائے فتوے لگائے رسالے چھپوائے اشتہار لگوائے ماتم شبیر کرنے والوں کے سر قلم کرائے، نکاح ٹڑوائے مگر ہر دور میں حسینی مشن معجزہ ثابت ہوا مسلمانو ذکر حسین مشیت الہی ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کونسا مذہب صرف تنظیم کے سہارے سے باقی ہے ہمیں یہ بھی علم ہے کہ کونسا مذہب حکومت کی طاقت سے پیدا ہوا ہے ہم خوب جانتے ہیں کہ کونسا مذہب صرف نمازوں کے سہارے سے زندہ ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کونسا مذہب صرف کثرت کی آڑ سے باقی ہے ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کونسا مذہب ڈاڑھیوں کی آڑ میں چل رہا ہے مگر مسلمانو بتاؤ مشن حسین کو کیا سہارا ہے۔ بیگانے تو بیگانے رہے حسینی مشن کے طرفداروں میں جگہ ہے۔ مولوی، مولوی کا دیری نظر آتا ہے، ذاکر کا ذکر سے عناد ماثمی، مجلس سے مجلس جھگڑا رہی ہے مگر ذکر حسین زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس میں قدرت کا ہاتھ ہے یہی دلیل مشن حسینی کے لئے کافی ہے کہ ذکر حسین مشیت الہی ہے ادھنہ محرم کا مہینہ قریب آیا ادھر اشتہار لگ گئے ملاں لوگوں نے چیخا شروع کر دیا، کہ بتاؤ شیعو! ماتم کرنا کس پارے میں لکھا ہے، سیاہ کپڑے کرنا کس آیت کا ترجمہ ہے شبیہ حسین نکالنا کس جگہ سے ثابت ہوتی ہے علم عباس کس پارے میں نکالنے کا حکم ہے زنجیر مارنا جائز کس آیت کا ترجمہ ہے مسلمان قرآن مجید سے ثبوت عزا داری طلب کرتے ہیں۔ ثبوت مانگنے والو مہربانی کر کے ہمیں بتاؤ کہ تراویح کس پارے میں ہیں الصلوٰۃ خیر من النوم کس آیت کا ترجمہ ہے النقیات کا طریقہ کس پارے میں ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ تَم نے کس پارے سے لیا ہے۔ درود تاج کس پارے میں ہے درود لکھتی کس پارے میں ہے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کس پارے میں ہے۔ وضو میں اُٹے ہاتھ دھونا کس پارے میں اور گردن کا مسح کس آیت کا ترجمہ ہے۔ مزاروں، پٹیلہ کی تھاپ کس پارے میں ہے قبروں پر سجدہ کرنا کس پارے میں ہے اور جلی کا حال کس پارے میں ہے۔ مسدس

مرشدوں کی تریوں پہ ناچت گانا روا مٹربوں کے شوق میں اجیسر کا جانا روا

جا کے کلیئر عرس پر ہے رقص فرمانا روا تھاپ پہ طبلے کی فوراً حال کا آنا روا
یہ منادی ہو گئی ہے عہد عالمگیر میں سخت بدعت ہے نہ جانا مجلس شبیر میں
کیوں مسلمانو مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی پر جلوس نکالنے کا حکم کس پارے میں اور پھر پورے
پاکستان میں اس پر ہڑتال کرنا کس پارے میں ہے، نماز جمعہ کی دوسری اذان کس آیت کا ترجمہ ہے
ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم تراویحاً نہیں پڑھتے تراویحاً تو روزے کے پر بنتے ہیں میں
نے عرض کی اسی لئے تو ہم نہیں پڑھتے کہ یہ روزے کے پر ہو جاتے ہیں اگر روزے کو پر لگ گئے
تو روزہ اڑ جائے گا ہم روزے کو اڑانا نہیں چاہتے بلکہ روزے کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں
تاکہ قیامت کو کام دے میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ تم نے یہ تمام چیزیں کیا قرآن پاک
سے لی ہیں تو جواب ملا کہ یہ ہمارے اماموں کا حکم ہے یہ ہم نے اجماع سے دین بنایا ہے۔ ارے
جس کو تمہارے امام کہہ دیں وہ تو دین میں داخل ہو جائے اور جس کو محمد و آل محمد کہہ دیں وہ بدعت
بن جائے بتاؤ مسلمانو مت کہ تمہارے اماموں کے گھر نازل ہوا ہے یا محمد و آل محمد کے گھر میں نازل
ہوا ہے۔ جبرئیل تیرے اماموں کے دروازے کا غلام ہے یا آل محمد کا غلام ہے فرشتہ درزی
بن کے تیرے اماموں کے بچوں کے لباس خلد بریں سے لایا ہے یا بتول کے بچوں کے لباس
لایا ہے۔ ارے رسول خدا نے تیرے اماموں کے بچوں کو کاندھوں پر اٹھایا ہے یا حسن و حسین کو
خضر سے کاندھوں پر اٹھایا کرتے تھے۔

مولوی نے کہا کہ آل محمد کو تو بس ہم ہی مانتے ہیں میں نے عرض کی مولانا اگر آل محمد کو اپنے
امام مانتے ہو تو نعمان بن ثابت، احمد بن حنبل، مالک اور شافعی کیا ہوئے اور ان بزرگوں سے
کیا رشتہ ہے یہ کس طرح دین رسول کے وارث و مالک بن گئے لوگو! غور کر کے بتاؤ کہ ان میں
کیا خوبی ہے اور آل محمد میں کیا کمی تھی کہ یہ چار بھی امام بناتے پڑے۔ ملاں کی مثال تو اس
عورت کی سی ہے جو اپنے شوہر سے جھگڑنے لگی اور کہا کہ اگر میں نے جھوٹ کہا تو خدا مجھے بیوہ
کرے اور اگر تو نے غلط کہا تو خدا تیرا سر لے، دونوں طرف سے ہی اپنا دامن پاک رکھنا مقصود ہے
اور دھرتویہ دعوت ہے کہ ہم بھی آل محمد کو مانتے ہیں بلکہ شیعوں سے زیادہ مانتے ہیں۔ اور
جب مسائل کی ضرورت پڑی تو نعمانی بن بیٹھے کہ ہم تو صرف آئمہ اربعہ کے فرمان کو ہی مانتے

ہیں آج کل جلسوں میں ملاں لوگ چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کی طرز حکومت لانا چاہتے ہیں ہم حضرت عمر کا طرز حکومت دیکھنا چاہتے ہیں مگر ہم شیعہ یہ نہیں کہتے کہ ہم آل محمد کی طرز حکومت لانا چاہتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ شیعہ حضرت علی کا دور حکومت دیکھنا چاہتے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ملک میں اصول حکومت اور قانون ملک وہ ہو جو محمد مصطفیٰ نے قائم کیا ہے ہم تو محمد کے دور کی حکومت کو دیکھنا چاہتے ہیں، محمد مصطفیٰ کے شہداء کو کیا محمد مصطفیٰ کا طرز حکومت تمہیں پسند نہیں ہے۔ رباعی

اسلام کا آئین بنانے والو کب دین کا آئین قرآن نہیں
کل کہتے تھے حسبنا کتاب اللہ آج اس پر بھی سرکار کا ایمان نہیں
صلوۃ

میں دافر دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ عزاداری حسین علیہ السلام مشیت الہی ہے جو دنیا کی کسی طاقت سے نہیں مٹ سکتی۔ مرثیہ حسین کو قائم دائم رکھنے میں قدرت کا ہاتھ ہے۔ مسلمانو مرثیہ حسین ہی معجزہ نہیں بلکہ وجود حسین علیہ السلام ذات حسین بھی معجزہ ہے حسین کا ہر فعل ہر حرکت معجزہ ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد پرندوں نے آپ کے خون اطہر سے اپنے پروں کو خضاب کیا اور تمام فریادہنگان اور نالہ و شہیون کرتے ہوئے عالم میں پھیل گئے۔

منقول ہے کہ اُن دنوں ایک مرد یہودی مدینہ میں تھا۔ جس کی بیٹی اندھی، مہری، لولی، نگری، کوڑھی اور زمین گیر تھی۔ یہودی نے اس کو شہر کے باہر ایک باغ میں رکھا تھا۔ ایک طائر خونِ مظلوم کو اپنے پروں میں لئے ہوئے اس باغ کے ایک درخت پر آکر بیٹھا، اور تمام شب گریہ و زاری اور اضطراب و بیقراری کرتا رہا۔ یہودی اس روز کسی کام کو شہر میں گیا تھا اور رات کو کسی سبب سے واپس باغ میں اپنی لڑکی کے پاس نہ آسکا۔ لڑکی بسبب تنہائی اور باپ کی جدائی کے تمام شب بیدار اور بیقرار رہی کیونکہ اس کے باپ کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ رات کو اُسے قصے سناتا تھا اور اُسے تسلی و تشفی دیتا تھا تب اسے جا کے کہیں نیند آیا کرتی تھی۔ غرض صبح کو لڑکی نے آوازِ حزین اس جانور کی سنی۔ اُفتان، خیزان اُس درخت

یہودی کی لڑکی کا شہادہ

کے پیچھے گئی اور طائر کے نالہ ہائے غمگین سُنے اسی آتما میں ایک قطرہ خون اس طائر کے پر سے ٹپکا اس کی آنکھ اور جسم پر پڑا جس سے آنکھ فوراً کھل گئی بس قطرہ خون امام مظلوم ایک معجزہ ثابت ہوا کہ لڑکی کی تمام تکالیف دور ہو گئیں اور قدرت نے اُسے مثل عورت بنا دیا۔ صلوة صبح کو جب اس کا باپ آیا کیا دیکھا کہ ایک حسین و جمیل لڑکی باغ میں پھر رہی ہے۔ یہودی نے نہ پہچانا نہ پوچھا کہ میری ایک اپا بھج بیچار لڑکی اس باغ میں مٹی لڑکی نے کہا بابا میں ہی تیری لڑکی ہوں اور اس پرندے کے پردوں سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا جس کے سبب سے اللہ نے مجھے شفا بخشی ہے۔ یہودی نے یہ سُن کر اتنا تعجب کیا کہ غش کر گیا جب ہوش میں آیا تو اٹھ کر اُس درخت کے نیچے گیا جس پر وہ طائر امام تشنہ دہن پر نالہ ریشیون کر رہا تھا اور اس پرندے کو خطاب کر کے کہا کہ تجھ کو قسم دیتا ہوں اس ذات کی جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے کہ قدرت الہی گویا ہو اور بتلا دے کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ سُن کر وہ طائر حکم خدا گویا ہوا اور اُس نے کہا کہ میں ایک روز بوقتِ دوپہر دوسرے طائروں کے ہمراہ آشیانہ میں بیٹھا تھا کہ ایک طائر ہمارے پاس آکر کہنے لگا کہ اے جانور! تم بے فکر خوش و خرم ہو اور رسول خدا کا نواسہ حسین زمین گرم کر بلا پر پڑا ہے اور اس کا سر مبارک نیزے پر اٹھایا گیا ہے اور صدم محترم پابریہ بے روا اور بے مقنعہ و چادر اسیر قومِ سنگم ہوئے ہیں جب ہم نے یہ باتیں سُنیں تو بیتابانہ اڑ کر کر بلا پہنچے کیا دیکھا کہ لاش مبارک اپنے خون میں غلطاں ہے اور خون سے غسل ہوا ہے اور جنگل کی خاک نے کفن پہنایا ہے ہم سب اس خون میں لوٹنے لگے اور مسرِ یاد و ماتم شروع کیا پھر ہر ایک طائر ایک ایک سمت کو روانہ ہوا، اور میں یہاں آیا ہوں۔ یہودی یہ سُن کر سوچنے لگا کہ جس انسان کے خونِ اطہر میں اتنا کمال و افضال ہے۔ یقیناً وہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہو گا ہاں اگر حسین ابن علی خدا کی بارگاہ میں صاحبِ قدر اور منزلت نہ ہوتا تو خون اس کا معجزہ کا کام نہ کر سکتا۔ بس یہ سوچ کر اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور اس واقعہ پر اس کی لڑکی اور پانچ سو خویش بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صلوات بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ ص ۴۵ شریعتہ المصاب ص ۲۰

روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن رباح نے ایک مرد نابینا سے دریافت کیا کہ تو کیونکر اندھا ہوا۔ اس ملعون نے کہا کہ میں معرکہ کر بلا میں اشقیاء کی طرف تھا مگر میں نے حضرت امام حسین

علیہ السلام سے قتال نہیں کیا۔ جب میں جنگ سے واپس آکر اپنے گھر میں رات کو سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مہیب نے مجھ سے آکر کہا کہ اٹھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بلاتے ہیں میں نے کہا مجھے ان سے کیا کام مگر اس مہیب نے مجھے کہینچا اور حضور کی خدمت میں حاضر کر دیا میں نے دیکھا کہ جناب رسالتاؐ محزون اور غمناک بیٹھے ہیں اور حضرت کے ہاتھ میں ایک حربہ ہے اور ایک فرشتہ شمشیر آتش ہاتھ میں لئے ہوئے، حضرت کی غلامی میں کھڑا ہے اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی تھی ان کو سزا دی جا رہی ہے میں نے یہ حال دیکھ کر کہا اتلام علیک یا رسول اللہ خدا کی قسم میں نے آپ کے فرزند کو قتل نہیں کیا اور نہ کوئی تلوار ماری ہے اور نہ نیزہ اٹھایا، تیرا لاشعراؑ نے فرمایا اے ملعون تو نے اشقیاء کے سوا اور جمعیت کو کیوں بڑھایا ہے اس کے بعد آپ نے طشت سے جو سامنے آپ کے رکھا ہوا تھا جو خون مظلوم سے مبرا تھا اس سے ایک سلاخی مہر کر میری آنکھوں میں لگائی جس سے میری دونوں آنکھیں جل گئیں بس جب میں نے آنکھ کھولی تو اندھا تھا۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ ص ۱۳۲، لہوف ص ۹۲، میں عرض کر رہا ہوں کہ سید الشہداء کا ہر قطرہ خون معجزہ ہے مگر تاثیر ظرف کے مطابق ہوتی ہے یہودی لڑکی کا ظرف اور تھا جو اُسے نور اور صحت و حسن نصیب ہوا اور دشمن آل محمدؐ کا ظرف اور تھا کہ وہ ملعون اندھا ہو گیا۔

اسی طرح ایک واقعہ اور سن لیں کتب تواریخ میں ہے کہ ابن زیاد نے جب امام حسین علیہ السلام کے سر کو اٹھایا تو ایک قطرہ خون کا اس کے زانو پر گر گیا اور وہ زانو کو توڑ کر زمین تک پہنچ گیا تھا اس خون نے اُس کے زانو میں ناسور کر دیا تھا اس کی بدبو کو چھپانے کے لئے وہ مشک و عنبر استعمال کیا کرتا تھا، ابراہیم ابن مالک اشتر نے ۲۲ ذوالحجہ ۶۶ھ ہجری مطابق ۲۰ جولائی ۶۸۶ء علاقہ موصل دریا خازر کے کنارے موصل سے پانچ فرسخ پر ابن زیاد سے جنگ کی تھی اس جنگ میں عبید اللہ ابن زیاد ملعون جو تھا وہ ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا تو اس کے اس بدبو دار سوراخ سے اس ملعون کی پہچان کی گئی تھی کیونکہ رات کے وقت اس کا سر کسی نے اتار لیا تھا۔ مختار آل محمد ص ۳۶ صلوٰۃ اس وقت تک تو میں نے یہ عرض کیا کہ حسینؑ کا ہر فعل ہر عمل ہر قطرہ خون معجزہ ہے مگر اب عرض کروں گا کہ مولائے

کائنات سید الشہداء کے لباس اقدس کا ہر تار معجزہ ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے صرف ایک ثبوت پیش کرنا ہے۔

مردی ہے کہ جب اہل حرم قیدِ یزید سے چھوٹ کر دمشق کے ایک مکان میں آئے اور صفِ ماتم بھیجی تو دمشق کی عورتیں پُرسے کے لئے سیدانیوں کے پاس آنے لگیں تو ایک نابینا عورت بھی حسین علیہ السلام کا پُرسا دینے کو آئی جو عجائبِ اہلبیت میں سے تھی، جناب زینب کے قدموں پر گر کر بے تحاشا روتی اسی وقت جو تبرکات فوجِ یزید نے کربلا میں لوٹے تھے یزید نے بھیجے اور سیدانیوں کے پاس لائے گئے۔ سیدانیوں میں کہرام مچا ہوا، سردوں سے اتاری ہوئی چادریں واپس ملیں شہیدوں کے خون آلود لباس علمِ حینی کا خون میں مچھرا ہوا پھر ریا بھی آیا ایک ایک چیز کو دیکھ کر بی بیان زار زار روتی متقی اس نابینا عورت نے کہا بی بی ان تبرکات میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے جناب زینب نے علامہ حسین سے تھوڑا سا کپڑا جدا کر کے اس عورت کو دے دیا اس نے اپنی آنکھوں سے لگا لیا اور عرض کی مولا حسین میری آنکھوں کو روشن کیجئے بقدرتِ خدا اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں صلوات مصباح المجالس جلد ۴ ص ۲۲۵ ایک مولوی صاحب نے اعتراض کر دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے ہم تو حسین کے نانا کو خاکی کہتے ہیں اور تم علامہ حسین سے نور کا منہ بیان کر رہے ہو میں نے کہا قرآنِ مہجور: فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَانْشَدَ بَصِيرًا ۝ ۵۷، پس جب آیا نو شہجری لانے والا ڈال دیا اس کرتے کو اوپر منہ اس کے کے پس ہو گیا بینا۔ مسلمانو اگر حضرت یوسف کے کرتے سے آنکھوں کو نور مل سکتا ہے تو بتوں کے لال کے علامہ کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ نور عطا کر سکتا ہے صلوات، بے معرفت شیعہ بھی فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سولے علم اور دین کے اور کوئی چیز عطا نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے

رباعی عیسیٰ ابن مریم نے مردوں کو زندہ کر دیا

ایک دو کا ذکر کیا بہتوں کو زندہ کر دیا

انفرادی اور قومی نامدوں میں فرق ہے

فاطمہ کے لال نے قوموں کو زندہ کر دیا

صلوٰۃ

مسلمانو میرا ملا آج بھی مدد کرتا ہے۔ مصرع

او بد نصیب دیکھ ذرا ان کو پکار کے

جناب قبلہ مولانا مفتی محمد عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جسے میں سپرد قلم قرطاس کرتا ہوں۔ قبلہ مفتی صاحب نظم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت سُٹاری اپنے شوہر کے ساتھ میکے سے سسرال جا رہی تھی کہ ایک پٹھان نے جو اُس پر عاشق تھا راستہ میں اُگھیرا عورت اسے آتا دیکھ کر گھبرا گئی اور اپنے شوہر سے کہا کہ تو گاڑی سے اتر کر سامنے والی جھاڑی میں چھپ جا، اُس نے ایسا ہی کیا پٹھان نے اس کی گاڑی روک کر کہا بتا تیرا شوہر کہاں ہے اُس نے کہا کہ کسی کو ضامن دے تو بتاؤں کہا جس کو تو کہے میں ضامن دے دوں عورت نے کہا جس حسین کے تعزئیے اُٹھتے ہیں اُن کو ضامن دے پٹھان نے حسین کی ضمانت دے دی عورت نے شوہر سے کہا آ جا وہ نکل آیا پٹھان نے فوراً اس کو قتل کر دیا اور گاڑی سے اتار کر عورت کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی، پٹھان نے کہا کیا دیکھتی ہے کہا میں اپنے ضامن کو دیکھتی ہوں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک نقاب پوش بزرگ گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے اور تلوار مار کر اس کا سر اڑا دیا اور ایک برگد کے درخت پر اس کی لاش لٹکا دی۔ عورت نے رو کر کہا اس ظالم نے میرے شوہر کو قتل کر دیا ہے۔ فرمایا اس کا سرتن سے ہلا کر کپڑا ڈال دے عورت نے ایسا ہی کیا آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو گیا عورت کی خوشی کی انتہا نہ رہی پوچھنے لگی آپ کون ہیں فرمایا میں وہی ہوں جس کی تو نے ضمانت لی تھی۔ مصباح المجالس جلد ۲ ص ۳۲ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ رباعی

مظہرِ رحمت کس بریابو بن گئے تنگ دستی میں دستِ خدا بن گئے

عمرِ مجسم مشکوں میں گزاری مگر ساری دنیا کے مشکل کشا بن گئے صلوة

ایک مستس پیش کر کے میں اس عنوان سے تطابق کرتے ہوئے چند فقرے مصائب

کے عرض کروں گا مستس سنئے۔

ہو نہیں سکتی پُرمی، تیری شنا زہرا کے لال تیرے سجھنے کو یا، دیران بن جنت مثال

ادنیٰ بھی اعلیٰ ہو گیا جس نے کیا اگر سوال انبیاء میں سرنگوں دیکھ کر تیرا کمال

دنیا مٹا سکتی نہیں شبیر تیرے نام کو
تا قیامت تو نے زندہ کر دیا اسلام کو

بس حسین علیہ السلام نے اسلام کو قیامت تک زندگی بخش دی جس جس نے میرے
مظلوم امام سے زندگی مانگی بتول کے لال کی دعا سے خدا تعالیٰ نے اُسے زندگی بخشی روایت
میں ہے کہ جب آل محمد کا قافلہ اسیر ہو کر شام کے قریب پہنچا تو دمشق کے تمام مرد و زن
بچے بوڑھے تماشاخی بن کر شہر سے باہر اسیرانِ آل محمد کو دیکھنے کے لئے آئے بعض کتابوں
میں ہے کہ اٹھاراں لاکھ کا ہجوم تھا اس ہجوم کو دیکھ کر حضرت سجاد کا جگر پھٹ گیا۔ جو
چالیس سال تک آنکھوں سے خون روتے رہے لکھا ہے کہ اس اژدہام میں ایک ضعیف اپنے
بچے کو حسین حسین کر کے پکارتی تھی کہ بیٹا آؤ گھر چلیں اس اژدہام میں گم ہو جاؤ گے۔
عزادار و جب جناب زینب نے اس ضعیف کے منہ سے بار بار حسین کا نام سنا تو چینیہ بار
مار کر رونا شروع کیا کہ یہ عورت تو اپنے حسین کا نام لے کر پکارتی ہے اور مجھے میرے حسین
کا نام لے کر کوئی رونا بھی نہیں دیتا۔ روایت میں ہے کہ جناب زینب نے اس ضعیف سے
فرمایا بی بی کیا تیرا حسین بھی کوئی قتل ہو گیا ہے کہا نہیں قیدن میرا حسین تو اللہ کے فضل و کرم
سے زندہ و سلامت ہے تم قیدیوں کا تماشہ دیکھنے آیا تھا، تلاش کر رہی ہوں ملتا نہیں ہے
مشکل کشائی جلد کریں، مولائے مرتضیٰ لوگو دعا کر دو کہ ملے میرا لاڈلا۔

جناب زینب نے دیکھا کہ مجھ کو ملا دے جلد خدا نور عین سے
اپنے حسین سے تجھے دنیا کا چین ہو بی بی مری طرح سے نہ تو بے چین ہو
ضعیف نے کہا کیوں قیدن کیا تیرا بھی کوئی حسین تھا فرمایا ہاں میرا حسین قتل کر دیا گیا ہے
اور تیرا حسین میرے حسین کے غم میں یہاں سے روتا ہوا گھر چلا گیا ہے۔

مجرے میں جا کے دیکھ تو اس نور عین کو تیرا حسین روتا ہے میرے حسین کو
بس یہ سن کر ضعیف اپنے گھر کو لوٹی کیا دیکھا کہ اس کاڑھا جگرے میں زار زار روتا
ہے ضعیف نے اپنے بچے کو گود میں لے کر پیار کیا اور پوچھا بیٹا تیرے رونا کا سبب کیا ہے
بچے نے کہا اماں قافلہ میں، میں نے ایک سر نوک نیزہ پر دیکھا ہے لوگ اُسے پتھر مارتے

ہیں، میں نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس مقتول کا نام بھی حسین ہے اماں مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور اس کی مظلومی پر رونے کو جی آیا ہے۔ ضعیفہ نے کہا بیٹا ہم تو اپنے مولا حضرت امام حسین علیہ السلام سے رشتہ محبت رکھتے ہیں اور وہ منہ زندر رسول مدینہ منورہ میں زندہ و سلامت ہے خدا جانے یہ کون حسین ہے جو قتل ہوا ہے، بیٹا وہ حسین تو زینب کا بھائی ہے بتو لالہ کا لال ہے حضرت علی کا محنت جگر ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ بچے نے چغتیا شروع کر دیا ہٹے حسین، اے حسین اماں یہ وہی حسین ہے میں اشیاء سے سُن کے آیا ہوں۔ کہ یہ حسین زینب کا بھائی ہے۔ زہرا کا لال ہے۔ شعر

کب جانے تو یہ کون حسین شہید ہے

زہرا کا لال سبط رسول مجید ہے

اماں زینب اجد گئی، منقول ہے کہ بچہ اس قدر رویا کہ اس کی روح پر داغ کر گئی عزادار و ضعیفہ نے اپنے مردہ بچے کو اٹھایا اور قافلہ میں آکر آواز دی۔ قافلہ والو تم میں مدینے والی زینب ہے، جناب زینب نے آواز دی انا زینب، ضعیفہ میں زینب ہوں۔ میرا دیر حسین کر بلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا یہ محمد کی بیٹیاں میرے ساتھ قید ہو کر آئی ہیں۔ ضعیفہ نے کہا شعر

غم نے کیا ہجوم میرے نور عین پر میرا حسین ہو گیا جدتے حسین پر

عزادار و، جو نہی ربا نے ماں کے ہاتھوں پر ننھی لاش دیکھی، تاب ضبط نہ رہی — منہ کر بلا کی طرف کر کے پکارے، بیٹا اصغر اگر میں مجبور نہ ہوتی تو میں بھی تیری لاش اٹھا کر سینے سے لگاتی۔ منقول ہے کہ جناب زینب حضرت سجاد کے پاس تشریف لائیں اور کہا امام زمانہ میں رسول کی بیٹی ہو کر سوال کرنے آئی ہوں، جناب سجاد نے عرض کی پھوپھی اماں میں غریب ہو گیا ہوں، محمد کی بیٹی میں اُجڑ گیا ہوں، پھوپھی اماں میرا دیر اکبر مارا گیا۔ میرے باپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے، سوال میری حالت دیکھ کر کرنا فرمایا۔ سجاد اگر نہیں پہچانا تو نانے کی امت نے نہیں پہچانا۔ امام زمانہ میں رسول کی بیٹی ہو کر سوال کرتی ہوں کہ اس مائی کا حسین زندہ کر دے، عزادار و میرے قیدی امام نے ہتھکڑیاں سنبھالیں اور باقر و سکینہ سے فرمایا کہ

ضعیف کے لئے کا زندہ ہونا

جب میں دعا کروں تو تم چھو بھی مجھ سے آئیں کہہ دینا۔ شیعو سجاد نے ہتھکڑیوں والے ہاتھ بلند کئے اور عرض کی پالنے والے تھے میری جدہ زہرا کا واسطہ اس مائی کا حسین زندہ کر دے عزا دار دابھی جناب باقر اور سکینہ نے آمین نہ کہی تھی کہ ہاتھ کی آواز آئی سجاد وہ زندہ ہو گیا سجاد نے فرمایا بی بی تیرا بچہ زندہ ہو گیا، بس اتنا سس کر بچہ اٹھ بیٹھا اور آواز دے کر کہا قافلہ والو تم میں زینب ہے۔ جناب زینب نے فرمایا بیٹا میں زینب ہوں بچہ دوڑ کر بی بی کے قدموں میں گرا اور عرض کی بی بی میں مر چکا تھا، تیرے آنے نے مجھے زندہ کیا اور فرمایا کہ میری بچی زینب کو کہنا کہ سکینہ کا خیال کرے کہیں رُل رُل کے نہ مر جائے سفینۃ البکا ص ۱۲ عزا دار وحسب کچی کے بارے میں جناب رسول خدا کو فکر تھا اور بار بار تاکید کرتے تھے وہ بچی سکینہ بنت حسین آخر زندان میں انتقال کر گئیں، بی بی زینب نے کہا، شعر

زندان کی جفا نہ اٹھی نیم جان سے آخر کو پل بسی میری بچی جہان سے

بحار میں منقول ہے کہ مولا حسین اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہ اور رباب نہ ہو وہ گھر مجھے پسند نہیں آتا۔ مگر مسلمانوں نے اہل محمد کو رُل رُل کے مارا، لکھا ہے کہ جب قید کر کے اشقیاء اہل حرم کو شام کی طرف لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک مقام پر فوج نے قیام کیا تو شمر ملعون اپنے ساتھیوں میں پانی تقسیم کرنے لگا۔ جناب سکینہ نے جناب زینب سے عرض کی کہ چھو بھی اماں میں مسلمانوں سے حجت تمام کرنا چاہتی ہوں، تاکہ کلی قیامت کے روز پیش از خدا انکار نہ کر سکیں، یہ کہہ کر جناب سکینہ نے ایک کوزہ ہاتھ میں لیا اور جہاں شمر پانی تقسیم کر رہا تھا وہاں جا کر کھڑی ہو گئیں شمر ملعون جب پانی تقسیم کرتے ہوئے جناب سکینہ کے قریب آیا تو اس نے دوسری طرف مڑ کر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جناب سکینہ اس طرف جا کر کھڑی ہو گئیں مگر شمر نے جناب سکینہ کو دیکھ کر دوسری طرف مڑ پھیر لیا۔ عزا دار جناب سکینہ علیحدہ کھڑی ہو گئیں کہ جب تقسیم کرے گا تو بچا نہ ہوا پانی مجھے دے گا۔ شیعو کیا بیان کر دیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب یہ ملعون پانی تقسیم کر چکا تو بچا نہ ہوا پانی شمر نے زمین پر ڈالتے ہوئے یہ کہا کہ تمہیں تمہارے مقررہ پانی سے زیادہ نہیں دیا جاسکتا۔ راوی کہتا ہے کہ جناب سکینہ نے جہاں شمر نے پانی پھینکا تھا اس ترائی پر اپنے آپ کو گرادیا اور ہائے پیاس کہہ کر بے ہوش

شمر ملعون کا پانی گرا

ہو گئیں۔ سفینۃ البیکار ص ۱۱۰۔

میں کہا کرتا ہوں کہ کسی کا کیا بگڑا، توحید خدا کی بچی، نبوت رسول خدا کی بچی، کعبہ کی عظمت محفوظ ہوئی، قرآن کی توقیر برقرار رہی، مسلمانوں کا کلمہ سچا اور گھر اُچھڑ گیا زہرا کا، ٹل گئی اولاد ابو طالب کی، روایت میں ہے کہ زندان میں یزید ملعون نے حکم بھیجا کہ کوئی بی بی یا بچہ ہائے حسین ہائے حسین کر کے نہ روئے، زندان کی تاریکی سے آل رسول گھبرا گئی، سب سے زیادہ تباہ حالت جناب سکینہ کی تھی باپ کے سینے پر سونے والی بچی رات کو خاک پر سوتی تھی اور اپنے باپ کی یاد میں بلبلا کر رو یا کرتی تھی تو سیدائیاں ٹرپ جاتی تھیں، لکھا ہے کہ جناب زینب سکینہ کا دل مہلانے کے لئے کربلا کی کہانی سنایا کرتی تھیں منقول ہے کہ ایک روز جناب سکینہ یاد پدر میں بہت روئیں اور بار بار جناب زینب سے عرض کرتیں کہ مجھے میرے بابا بلا دیجئے، مجھے میرے بابا اس زندان میں چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ کیوں پھونپھی اماں کیا اس ملک میں ہوا نہیں چلا کرتی۔ یہ سن کر جناب زینب نے رد کر دی بچی کو سینے سے لگایا۔ اور پیار کرتے ہوئے کہا سکینہ ہوا تو اس ملک میں بھی چلا کرتی ہے مگر ہمیں نہیں لگتی۔ بیٹی ہم نانے کی امت کے مہمان ہیں سکینہ ہم مسلمانوں سے اجر رسالت لے رہے ہیں۔ جناب سکینہ نے رد کر کہا پھونپھی اماں میں ان دونوں کی پیٹے بابا سے شکایت کروں گی۔ لکھا ہے کہ روتے روتے جناب سکینہ کی ہلکھلک گئی عقورمی دیر بعد گھبرا کر اٹھیں اور ہائے بابا اے بابا کہہ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ جناب زینب نے پوچھا سکینہ کیا ہوا کہا پھونپھی اماں میرے بابا ابھی مجھے سینے سے لگا کر کہہ رہے تھے، کہ بیٹی گھبراؤ مت تمہاری مصیبت کا وقت ختم ہو گیا کل رات تم میرے پاس آ جاؤ گی۔ عزادارو یہ سن کر سیدائنیوں میں کہرام مچا ہو گیا اور سب نے سمجھ لیا کہ سکینہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب سکینہ بھی دائمی جدائی کا داغ دے رہی ہے۔ شیعو! اپنے بابا کی یاد میں سکینہ اس قدر بے چین ہو گئی کہ غش پر غش آنے لگتے اور بار بار کہتی تھیں میرے بابا کہاں چلے گئے۔ بھیا سجاد مجھے میرے بابا سے ملا دو، میں اپنے بابا سے بیان کروں گی کہ میرا ویرا صفر پیاسا مارا گیا، مسلمانوں نے میرے وہ دُر بھی اتار لئے جو عید کے روز آپ نے پہنائے تھے لکھا ہے کہ جناب سکینہ روتی روتی ایک دم خاموش ہو گئیں۔ حضرت سجاد نے آگے

جناب سکینہ زندان شام میں

بڑھ کر بہن کی نبض پہ ہاتھ رکھا اور آواز دے کر پکارا سیدانو قریب آ جاؤ میری یتیم بہن انتقال کر گئی۔ اب کیا تھا زندان میں کہرام مچا اور ہائے سکینہ ہائے سکینہ کے بین شرع ہوئے مصباح المجالس جلد ۱ ص ۲۲۲ اب میرا عزا داروں سے ایک سوال ہے کہ آپ لوگوں میں کافی حضرات زائر بھی ہوں گے۔ آپ لوگوں نے شام کا سفر بھی کیا ہوگا آپ حضرات نے شام کے قبرستان میں جناب سکینہ بنت الحسین کا روضہ بھی دیکھا ہوگا اور زندان میں بھی گئے ہوں گے۔ ذرا حساب لگا کر تو بتائیے کہ زندان اور جناب سکینہ کے روضہ میں کتنا فاصلہ ہے جب آپ تصور فرمائیں تو بتائیں جناب سکینہ کو کفن کس کپڑے سے ملا۔ اور جنازے کے ساتھ کتنے آدمی تھے اور اگر اکیلے سجاد ہی تھے تو جس انسان کے ہاتھ بندھے ہوں اس نے جنازہ کس طرح اٹھایا ہوگا۔ میں یہی سننا ہوں کہ سکینہ کا کفن اُن کا پرانا کُترہ بنا، غسل کے وقت جب لاش پر پانی ڈالا گیا تھا تو تعجب نہیں کہ لاش سے آواز آئی ہو کہ میری لاش پر پانی نہ ڈالنا، میرا دیرا صغرِ پیا سا مارا گیا، کہتے ہیں کہ پھر سجاد نے بہن کا جنازہ سر پر رکھا اور قبرستان میں پہنچ کر کب دیکھا کہ ایک قبر بنی ہوئی ہے جس سے دو ہاتھ برآمد ہوئے اور آواز آئی بیٹا سجاد میری امانت مجھے دے دو۔ ممکن ہے کہ حضرت سجاد نے دریافت کیا ہو کہ آپ کون ہیں تو آواز آئی ہوگی میں تیری دادی فاطمہ زہرا ہوں۔ بیٹا جب سے تیرے بابا نے مدینہ چھوڑا تو میں نے بقیع چھوڑ دیا۔ بیٹا جہاں زینب جائے گی تو زہرا بھی ساتھ ساتھ ہوگی۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیُّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ۔ - پارہ ۱۵۴۔

شہادت جناب سکینہ رضی اللہ عنہا

دوسری مجلس

فتح و شکست کا معیار، فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے، حضرت آدم کی فتح،
حضرت نوح کی فتح، خلیل خدا کی فتح، حبیب خدا کی فتح، حسین بن علیؑ
سید الشہداء کی فتح مبین (رابطہ مصائب پامالی لاشہائے شہداء اور
ثنائی زہرا کا بازار کوفہ میں خطبہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَنْ يَسْتَوْكِلِ اللَّهَ دَرَسْ سُؤْلُهُ، وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْغَالِبُونَ۔ پیارہ رکوع ۱۲۔ جو کوئی درست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو اور مومنین کو یقیناً
یہی گردہ اللہ کا فتح پانے والا ہے۔ فتح اور شکست دو ایسے مشہور لفظ ہیں کہ جن سے ہر انسان
واقف و آگاہ ہے۔ آپ ہر روز اخباروں میں فتح اور شکست کے واقعات پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں
فاتح ہمیشہ اپنی فتح کے قصے دہراتے اور یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ فاتح جلوس نکالتا ہے اعلان کرتا
ہے اور قوم میں اپنی شہر بانی اور کامیابی کا اعلان کرتا ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے درس
کامرانی بیان کرتا ہے۔ حقیقت ہے کہ جن کی ماضی درخشندہ ہو، ان کا مستقبل بھی روشن اور
استوار ہوتا ہے اس سے کوئی سلیم الطبع انسان انکار نہیں کر سکتا کہ ماضی ہی مستقبل کے لئے
مشعل راہ ہوا کرتی ہے۔ جن قوموں کے سلف، بہادر، جیادے، بے باک، نڈر اور غازی و فاتح
ہوتے ہیں، ان کے خلف بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کو کامیابی و کامرانی سمجھنے کے علاوہ ساقیہ

بزرگوں کے افعال و کردار کی یاد منانا ضروری اور واجب سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس شکست خوردہ ذہنیتیں ایسی یادگاروں کی ہمیشہ مخالفت ہوا کرتی ہیں ایسی یادگاروں کے منانے پر تقض امن اور غیر شرع بیان کر کے کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

اس مسئلے کو آج کل کے السیکشن نے خوب واضح اور روشن کر دیا ہے کہ جو انسان دو ٹول سے جیت جاتا ہے وہ نتیجہ سنتے ہی خوشی منایا کرتا ہے۔ اور اپنی فتح کا اعلان کرتا ہے جلوس نکالتا ہے مگر شکست کھانے والے حضرات کو ایسا اعلان و جلوس ایک آنکھ نہیں بھاتا بلکہ وہ اپنی خفت و ناکامی سے تنگ آکر مارنے مرنے پر تل جاتے ہیں بسا اوقات اس طرح کے جلوسوں میں خوزریزی اور فسادات بھی رونما ہو جاتے ہیں یہ حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ فتح کے اعلان و جلوس سے وہی لوگ گھبراتے ہیں جو شکست خوردہ ہوں یا شکست کھانے والوں کے حمایتی و مہنوا ہوں، بس جلوس نکال کر فاتح اور مغلوب کو آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے دوسرا قدرت کا ارشاد ہے کہ وہی لوگ غالب اور فاتح ہوا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم اور مومنین سے تولا رکھتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ فتح ہمیشہ مومن کی ہوا کرتی ہے اور شکست کافر و مشرک اور منافق کا مقسوم ہے قرآن مجید کی رُو سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مومن ہمیشہ فاتح ہوا کرتا ہے اگر کسی وقت کوئی مدعی ایمان شکست کھا جائے تو سمجھو کہ یہ بندہ اس طرح کا مومن نہیں ہے جس طرح کا خدا تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی مومن کہلانا اور بات ہے اور مومن ہوتا اور بات ہے۔ رباعی۔

وادی موت ہو یا آگ کے شعلوں کا حصار تمنہ جرات و ہمت ہے بیان حیدر
ہاں پڑھو وقت کے ملحقے پہ لہو کی تحریر غیر فرار کو بلتا ہے نشان حیدر
مسلمانو فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے باطل کی کبھی فتح نہیں ہوئی دنیا کو غلط فہمی ہے
کہ باطل بھی جیت جاتا ہے ہرگز ہرگز ایسا کبھی نہیں ہوا، سنو! تاریخ انسانی میں حق اور باطل کا سب سے پہلا ٹکراؤ اس دن ہوا جس دن شیطان نے آدمؑ کی خلافت ظاہری کو چیلنج کیا ادھر آدمؑ کے جسد خاکی میں نفع رُوح ہوا، ادھر معرکہ حق و باطل آراستہ ہوا، اور اس معرکہ کا جو انجام ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، شیطان کی گردن میں ابدی لعنت کا

حضرت اکرمؐ کی فتح

طوق اور اس کے سینہ پر رحیم کا تمغہ آدیاں ہوا علاوہ اس کے کہ وہ مردود و ملعون قرار پایا بروز قیامت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تار جہنم میں بند کر دیا جائے گا اس کے برعکس آدمؑ کے فرق مبارک پر خلافت الہیہ ارضیہ کا تاج جگمگایا گیا۔ دوش پر ردائے حکومت جلوہ بار ہوئی، نبوت کی مہر انگشت مقدس کی زینت بنی۔ رسالت کا جلال جبین مبارک سے نمایاں ہوا، اور مسجد ملائکہ ہونے کا شرف آپ کی عظمت کا نقیب تھا۔ بس آدمؑ کے انجام اور شیطان کے انجام کا پر نگاہ ڈال کر فیصلہ کیجئے کہ فتح کس کی ہوئی، خلافت الہیہ کا امین کون قرار پایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون کون ہوا، بس فتح حق کی ہوا کرتی ہے۔

اور سنیئے حق و باطل کا دوسرا انکراؤ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، ایک طرف اکیلے نوحؑ تھے اور دوسری طرف پوری قوم، ایک سمت انتہائی کمزور اقلیت اور دوسری طرف بے پناہ اکثریت حق کا پرستار ایک اور باطل کے شیدائی لاکھوں، لیکن نتیجہ دُنیا نے دیکھ لیا کہ حق کے طوفان کی ایک موج نے باطل کے سفینہ کو غرق کر دیا اور کشتی نوحؑ نجات و سلامتی کا مظہر قرار پائی، سارے باطل پرست نذر اجل ہو گئے اور دنیا پر حق پسندوں کا راج اس شان سے قائم ہوا کہ نوحؑ آج تک آدمؑ ثانی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حق پسند فیصلہ دیں کہ فتح کس کی ہوئی حق کی یقیناً فتح اور باطل مغلوب و مقہور ہوا۔

حق و باطل کا تیسرا انکراؤ سرزمین نینوا پر ہوا، جہاں باطل کے پاس، حکومت کا جلال بھی تھا، عساکر کا لشکر بھی تھا، خزان کی قوت بھی تھی، اکثریت کی طاقت بھی تھی اور کانہوں کے اثرات بھی تھے اور ان کے مقابلہ میں ایک تن تنہا حق پرست تھا، جو درانہ اور شیرانہ انداز میں باطل کو دعوتِ مبارزت دے رہا تھا۔ باطل کی انتہائی کاوش یہ تھی کہ حق کی آواز کچل دی جائے مگر حق ساری دنیا پر چھا جانے کے لئے مجل رہا تھا۔ مقابلہ ہوا، باطل کی قوتوں نے ابراہیمؑ کے لئے آگ تیار کی، لیکن حق پر آپرخ نہیں آنے پائی، نمرود کی خدائی حرفِ باطل کی طرح علیا میٹ ہو گئی اور ابراہیمؑ نے نہ صرف یہ کہ سرزمین نینوا پر توحید کا پرچم لہرا دیا بلکہ اس پاس کے علاقوں میں بھی وحدانیت کے دُر صداقت کے جھنڈے گاڑ دیئے عربستان میں ان کے بڑے صاحبزادے اسماعیلؑ ان کی تحریک کے نقیب قرار پائے، شام

حضرت نوحؑ کی فتح

خلیل خدا کی فتح

میں اسحاق نے ڈیرے ڈال دیئے اور سدوم میں حضرت لوط ان کے مشن کے محافظ مقرر ہوئے پورا جزیرہ منائے عرب حق کی تحریک اور حق کی فتح کا مرکز بن گیا اور یہ مرکز اس شان سے بنا، کہ آج جبکہ نمرود اور اس کے ساتھیوں کا کوئی نام و نشان سطح ارض پر موجود نہیں ہے، ابراہیم کا تعمیر کیا ہوا مکان ان کی تحریک توحید کا سب سے تابناک اور درخشندہ نشان تسلیم کیا جاتا ہے۔ منصف مزاج حضرات فیصلہ دیں کہ فتح کس کی ہوئی۔ یقیناً جواب ملے گا کہ فتح حق کی ہوئی اور باطل حرف غلط کی طرح ہمیشہ ہمیشہ نیست و نابود ہو گیا صلوات مسدس۔

کرتے ہیں کارِ خدائی بھی خدائی میں بشر۔ کعبہ حق کی ہوئی تعمیر ان کے ہاتھ پر۔
فرق اس کے اور ان کے کام میں ہے اس قدر اس نے ہے ان کو بنایا انہوں نے اسکا گھر
کا کارکن دیکھا جو حق نے سو نپ اپنا گھر دیا
کام کے بندے تھے گھر کا گھر حوالے کر دیا
صلوٰۃ

حق و باطل کا چوتھا معرکہ سنیئے مصر کی سرزمین پر حق اور باطل میں جو تصادم ہوا وہ تاریخ انسانی میں اب زور سے لکھے جانے کے قابل ہے ایک طرف فرعون تھا جسے حکومت کا طوطا، مصری قوم کی قوت، دولت اور اس کے ترقی یافتہ علوم و فنون، سلطنت کا فخر، اور دولت کا غرور تھا، دوسری طرف ایک کبیلہ پوش اور بوریان نشین مجاہد حق تھا۔ جو ہر قسم کے ظاہری ساز و سامان سے تہی دست تھا، فرعون بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھنے اور اپنی ربوبیت تسلیم کرانے پر مصر تھا۔ مگر موسیٰ، بنی اسرائیل کو آزاد کرتے اور اس جھوٹی ربوبیت کو مٹانے پر تھے ہوئے تھے، ٹکڑا ہوا اور انتہائی سخت ہوا، نمرود سے بڑھ کر فرعون کو ایک اور طاقت حاصل تھی اور وہ تھی علم اور سحر کی قوت، لیکن جس طرح ابراہیم کے ہاتھوں نمرود کو شکست ہوئی اسی طرح سے موسیٰ کے ہاتھوں سے فرعون غرق دریا ئے ضلالت ہوا۔ مصری سلطنت ختم ہو گئی اور سرزمین شام پر بنی اسرائیل کی حکومت قائم ہو گئی، مسلمانو! فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے اور باطل کی قسمت میں ذلت و خواری ہو کرتی ہے۔

پانچواں حق و باطل کا ٹکڑا، سرزمین فلسطین پر ہوا، اب مقابلہ اور زیادہ سخت تھا۔ رومی سلطنت اور یہودی قوم دونوں حضرت مسیح کے مقابلہ میں صف آراء تھیں، سلطنت، اکثریت،

طاقت، دولت، غلبہ، اجماع غرض کیا تھا جو باطل کے قبضہ میں نہ تھا اور اس کے مقابلہ میں ایک کمزور اور مہتا انسان اللہ تعالیٰ کا سچا عید، ٹکڑا ہوا اور خوب ہوا، ایک طرف تلوار تھی اور دوسری جانب محبت، نتیجہ جو کچھ ہوا وہ دنیا پر آشکار ہے۔ یہودی ذلیل بہتے قیصر کی نسل حضرت مسیح پڑایمان لانے پر مجبور ہوئی اور خود حضرت عیسیٰ کو یہ عزت و عظمت نصیب ہوئی کہ آج دنیا کے کروڑوں عیسائی اور شتر کر وڑ مسلمان ان کا نام سنتے ہی ادب کی گردن خم کر دیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فتح حق کی ہوئی۔

حق و باطل کا چھٹا معرکہ بھی سنئے! فاران کی چوٹیوں سے حق کا آواز بلند ہوا تو پورے عرب میں بل چل مچ گئی۔ قریش کی خونچکاں تلواریں نیاموں سے نکل پڑیں۔ عرب سو رماؤں کی تیوریوں پر بل پڑ گئے، خیر کے یہودی ہوں یا تبوک کے کفار ہوں یا بحر ا کے نصاریٰ مکہ کے بت پرست ہوں یا نجد کے صائبین، سب کے سب ایک مجاہد حق کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے، مقابلہ ہوا اور بار بار ہوا، نتیجہ جو نکلا وہ قرآن مجید کے الفاظ میں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔ پٹارہ کی تصویر تھا قریش کی تلواریں کند ہو گئیں۔ یہودیوں کی سازشیں ناکام ہو گئیں، دشمنوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پورا جزیرہ نمائے عرب توحید کے نعروں سے گونجنے لگا جن کی بازگشت سے آج سارا عالم گونج رہا ہے، تباؤ مسلمانو! فتح ارجبل ابروسفیان وغیرہا کی ہے یا خدا کے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، بس ثابت ہوا کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہمیشہ مومنین ہی کا گردہ غالب آیا کرتا ہے۔ صلوة

اب مجھے واقعہ کہ بلا کے فاتح اعظم کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ معرکہ کربلا میں فاتح کون تھا اور شکست کس کے حصہ میں آئی، مسلمان ایک واہمہ کا شکار ہیں، بیگانے تو بیگانے رہے مودت اہلبیت کا دم بھرنے والے بھی اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ ظاہری فتح یزید کی ہوئی اور باطنی فتح حضرت امام حسین علیہ السلام کی تھی، یہ صرف شکستہ دل کو تسلی دینا ہے کہ باطنی فتح کا فلسفہ گھڑا گیا، مسلمانو! فتح ہمیشہ ظاہری ہوا کرتی ہے باطنی کوئی فتح نہیں ہے یہ ایک بے معنی اور بے حقیقت فلسفہ ہے جو باطنی فتح کا حربہ استعمال کیا گیا، فتح ہمیشہ ظاہری ہوا کرتی ہے اور وہ ہے مومنین کا مقسوم و مقدر سب سے پہلے یزید کا مقصد اور غرض معلوم ہونا ضروری ہے کہ یزید عید

مردار ایما کی فتح

سید اعظم کی فتح

یزید علی کی غرض

حسین بن علی کا مقصد

کیا چاہتا تھا، اور حسینؑ دانی کو نین کی کیا غرض و منشاء تھی۔ سنئے! یزید کا منشاء و مسلک یہ تھا کہ نبیؐ عربی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو ختم کر کے اپنے سلف کے قوانین کو از سر نو رواج دے کر سبذہ کی یاد کو تازہ و باقی رکھا جائے۔ بنی اُمیہ کی جہالت و گمراہی، بے دینی، ضلالت کو یزید زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے برعکس حسینؑ نے عہد کر لیا کہ اپنے کٹیل بیٹے ہم شکل پیغمبرؐ کی جوانی و دلگاہ عباسی جیسے بھائی کے بازو کٹوانے پڑے تو کٹواؤ دنگا، مجھے چھ ماہ کا علیؑ اصغر اگر راہ خدا میں دینا پڑا تو دے دنگا، مہنوں کا پردہ لٹاؤ گا۔ سکینے کے ڈر چھنواؤ دنگا، مہو بیٹیاں قید کر آؤں گا۔ حتیٰ کہ اپنی گردن بھی کٹواؤں گا۔ اپنی لاش کو گھوڑوں سے پامال کر آؤں گا، مگر ہر ممکن ہر حالت میں توحید خداوندی اور اپنے نانے کے لائے ہوئے دین کو بچاؤں گا۔ مسلمانو! یزیدؑ عنید کی غرض و منشاء اور حسینؑ کی غرض و منشاء دونوں کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ اپنے ارادے میں کون کامیاب ہوا، اور کون خائب و خاسر رہا۔ میں کہا کرتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حسینؑ ابن علیؑ اپنے مشن اور پروگرام میں ایسے کامیاب ہوئے کہ ایسی کامیابی کائنات میں کسی فرد کو نصیب نہ ہو سکی اور یزیدؑ ایسا بدنام اور ذلیل ہوا کہ لفظ یزیدؑ داخل دشنام ہو گیا۔ رباعی۔

نہ تحریریں نہ تقریریں نہ پیغام سلام اتنا زبان اہل عالم پر نہ آیا کوئی نام اتنا
وہ منزل ہے حسینؑ ابن علیؑ کے کارنامے کی کسی موضوع پہ اب تک نہیں دیکھا کلام اتنا

یزیدؑ کی غرض

میرے مولا حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے یزیدیت پر چھ کاری ضربیں لگائیں کہ قیامت تک یزیدؑ کا نام و نشان مٹا دیا، ۱۱ یزیدؑ نے اپنے گورنر ولید بن عقبہ کو خط لکھا کہ حسینؑ ابن علیؑ سے میری بیعت لے اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس دمشق میں بھیج دیا جائے، ولید حاکم مدینہ نے مروان بن حکم جیسے ملعون سے مشورہ بھی لیا اور رات کے وقت اکیلے حسینؑ ابن علیؑ علیہ السلام دارالامارہ میں تشریف بھی لے گئے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی یہ کہہ دیتا کہ حسینؑ آپ یزیدؑ کی بیعت کریں ورنہ سر قلم کر دیا جائے گا۔ حاکم مدینہ ولید بن عقبہ خاموش لگا ہوں سے میرے مولا حسینؑ کی مدینے سے تیاری و بیکتار ہا مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی، بتاؤ لوگو یزیدؑ اپنے پروگرام میں کامیاب ہوا یا حسینؑ ابن علیؑ اپنے عزم اور ارادے میں کامیاب ہوئے

حکومت کی پوری قوت دیکھتی رہی اور بتول کالال یزید کے ناپاک ارادے پر پانی پھیرتا ہوا مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گیا۔ یہ یزید پر حسین کی پہلی کاری ضرب تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں سوئی ہوئی ضمیروں نے کروٹیں بدلیں کہ کیا وجہ ہے کہ تمام صحابہ کی اولاد تو آرام سے اپنے گھروں میں خوش و خرم آباد ہے اور محمد مصطفیٰ کی بیٹیاں وطن سے بے وطن ہو رہی ہیں۔ مدینہ منورہ کے وہ مردہ دل اور بے حس لوگ جنہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر حکومت کے خلاف ذرہ بھر بھی زبان کو حرکت نہ دی، حسین ابن علی کی کاری ضرب نے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور حکومت کے خلاف بغاوت پر مسلمان متل گئے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جنگ حرہ جیسے عظیم حادثات سے مدینے کے لوگوں کو دو چار ہونا یا عبداللہ ابن عمر کی حمایت یزید میں مسلسل تقریروں کے باوجود مدینے کے مسلمانوں نے یزید پلید کی بیعت سے انکار اور خلع کیا، بناؤ مسلمانو! اس پہلی تجویز میں یزید کی فتح ہے یا حسین ابن علی کی فتح ہوئی۔ ہر منصف مزاج یہی جواب دے گا کہ حسین فاتح اور غالب رہے اور یزید مغلوب ہوا۔

دوسری ضرب سنئے کہ یزید نے تیس آدمی حاجیوں کے لباس میں مکہ روانہ کئے کہ مخلوق کے اژدہام میں شمع امامت کو گل کر دیا جائے، حکومتیں ایسی سازشوں میں اکثر کامیاب ہوا کرتی ہیں ہاں اگر یزیدی گروہ حضرت امام حسین کو حالت طواف میں شہید کر دیتے تو یزید کے لئے قتل حسین سے بری الذمہ ہونے کا عذر یہ تھا کہ طوہ عام میں کسی ناصبی یا خارجی نے قتل کیا ہو گا۔ اور یزید بظاہر حمایت حسین کا ڈھنڈورا پیٹ کر دنیا کی لعنت سے بچ جاتا۔ اس کے علاوہ کعبہ کی حرمت بھی ضائع ہو جاتی حسین ابن علی کی رزہ بین نگاہوں نے یزیدیت پر دوسری کاری ضرب یہ لگائی کہ ۸ ذوالحجہ کو احرام حج کو عمرہ سے بدل کر ساری دنیا کے سامنے حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مکہ سے صاف نکل گئے اس کے ساتھ اطراف و اکناف کے لوگ حیران رہ گئے کہ کیا وجہ کہ ساری دنیا تو حج کرنے کے لئے بیت اللہ کو آرہی ہے۔ اور دارناہن کعبہ کو اتنا ستایا گیا کہ انہیں حج تک کرنا بھی نصیب نہ ہو سکا۔ اس دوسری کاری ضرب سے یزید کی اسلام دشمنی اس طرح ظاہر بے نقاب ہوئی کہ اکثر مسلمان یزید کو اسی وقت کا فرد بے دین کہنے لگے۔

حسین ابن علی کی تیسری کاری ضرب یزیدیت پر یہ تھی کہ جو ساتی کوثر کے فرزند نے دشمن کے ایک ہزار سپاہ سے لشکر کو پانی پلا کر لگائی، کہاں ہیں شرافت انسانیت کے پرستار، کہاں ہیں میدان جہاد کے شہسوار، کہاں ہیں دشمن کو تلوار سے شکست دینے والے لوگ، کہاں ہیں بہادران میدان، مجھے سمجھائیں کہ کیا حسین ابن علیؑ کے سوا بھی کوئی ایسا بہادر چشم لک نے دیکھا ہے کہ جو اپنے دشمنوں کو اپنے ہاتھوں سے حیاتِ نوبخشے تاکہ وہ زندہ ہو کر اُسے آسانی سے قتل کر سکیں۔ ابوسفیانؑ کا وہ پانی بند کرنا بھی یاد ہے کہ جس کی وجہ سے خدا کا حبیب شعب ابی طالب میں تین سال نہایت عسرت و تنگی سے گزار چکا ہے حسینؑ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ جنگِ صفین میں معاویہ ابن ابی سفیان نے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کا پانی بند کیا تھا حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنے قاتلوں کو پانی پلا کر یہ ثابت کر دیا کہ میں ملک کی خاطر اگر جنگ کرنے نکلتا تو اس سے بہتر اور کونسا موقع تھا سپاہ سے دشمن کو آسانی سے قتل کیا جاسکتا لوگوں میں ملک گیری کیلئے مدینہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ انسانیت، شرافت اور اخلاق و دیانت کی جنگ کرنے آیا ہوں مجھے تو صرف توحید خداوندی اور احمد مختار کے لئے ہو اوروں کی حفاظت کرنا مطلوب ہے اس طرح کی اخلاقی جنگ اپنے دشمنوں کی اسلحہ صرف حسینؑ ابن علیؑ کا حصہ ہے میرے مولا کی کھلی فتح اور کیا ہو سکتی ہے کہ دشمن کے ایک ہزار لشکر نے آپ کو روکنا چاہا مگر نہ روک سکے بلکہ امام حسینؑ منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ گئے۔ جہاں کی مٹی آج سے چھپن برس پہلے نبی اکرمؐ نے اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس روز یہ مٹی سُرخ ہو جائے سمجھ لیسن کہ میرا فرزند حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ بتاؤ مسلمانو! فتح کس کی ہوئی۔ کیا فوجِ یزید حسینؑ کے ٹھٹھی بھر لشکر کو روک سکی، یا حسینؑ اپنی منزل پر رواں دواں پہنچ گئے۔

چوتھی ضرب کاری حسینؑ نے یزیدیت پر اس وقت لگائی جبکہ سرزمینِ کربلا میں پہنچ کر فرزندِ رسولؐ نے ساٹھ ہزار درہم سے زمین کو خرید کر کے خیامِ اکل محمدؐ کو نصب فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ بھتیجا عباس یہ ریاست ہماری ہے ہم اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے اس زمین کو اپنی ملکیت قرار دے رہے ہیں اگر فوجِ یزید نے ہمارے ساتھ جنگ کی تو ان سے دفاعی جنگ کرنا ہم پر واجب ہوگی اور منصف مزاج لوگ یزید کو نالام اور جابر قرار دیں گے

بتاؤ مسلمانو! یزیدؓ نے حسینؓ کے خیام دریاست پر حملہ کیا یا حسینؓ نے یزیدؓ کے علاقہ میں پہنچ کر جنگ کی تھی، بتول کے لال نے اپنی جاگیر خرید کر ثابت کر دیا کہ میں جنگ کرنے کو نہیں آیا بلکہ حالات کے ناساز ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کی ہے میں کہتا ہوں کہ اگر حسینؓ ابن علیؓ جنگ کرنے کو نکلتے تو مستورات کو ہرگز ساتھ نہ لاتے اور دشت کربلا میں زمین خرید کر اپنے آپ کو محفوظ نہ فرماتے۔ ماہرین جنگ اور ارباب دانش سے فیصلہ چاہتا ہوں کہ فرماؤ جابر ظالم کون ہے۔ اور بے قصور مظلوم کون ہے۔

پانچویں کاری ضرب میدان کربلا میں انصارِ حسینؓ نے افواجِ یزیدؓ پر لگائی کہ جس کی مثال قیام قیامت تک نہ مل سکے گی۔ ایک طرف بہتر نفوس تھے جن میں ایک سو بیس سال کا بوڑھا اور چھ ماہ کا شیرخوار بھی شامل ہے دوسری جانب کم از کم پینتیس ہزار سپاہی تھے جو ہر طرح کے اسلحہ لئے جنگ سے لیس تھے کربلا کے میدان میں آٹھ ہجری دسویں ماہ محرم سبع کو جنگ شروع ہوئی مٹھی بھر شکر تین دن کا بھوکا پیاسا اور ہزاروں کے مقابلہ میں اس جوانمردی سے لڑا کہ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا حسینؓی فوج کے بہتر نفوس نے کم از کم پینتیس ہزار کے شکر کو عصر تک روکے رکھا کئی بار اشتیاق میں مجھکڑ مچی اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمر بن حجاج زبیری کی سرکردگی میں یزیدؓ کے دس ہزار سواروں نے امام کے میسرہ پر جو صرف تیس آدمیوں پر مشتمل تھا حملہ کیا۔ کہاں دس ہزار جنگجو سپاہی اور کہاں تین دن کے بھوکے پیاسے تیس آدمی، لیکن حبیب ابن مظاہر نے اس خوبصورتی سے اس سیلے کو روکا کہ دشمن کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے اور بالآخر اسے پسپائی اختیار کرنا پڑی تاریخ اسے حملہ اولیٰ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ظہر کے وقت شمر ملعون کی سرکردگی میں دس ہزار سپاہیوں نے پشت کی جانب سے خیام حسینی پر حملہ کیا۔ لیکن یزیدؓی فوج اس حملہ میں بھی ناکام رہی اور شمر کے لشکر کو کافی جانی نقصان اٹھانے کے بعد پسپائی کا راستہ اختیار کرنا پڑا، اسی طرح نہر کے چار ہزار پاسانوں کی حضرت عباسؓ کے مقابلہ میں شکست تاریخ کی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فرزند رسولؐ نے اشتیاء سے اس قدر قیامت خیز جنگ کی کہ ہر طرف سے الامان، الامان کی آوازیں بلند ہونے لگیں، تین دن کے بھوکے پیاسے انسان

نے کم از کم دو ہزار اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔

جناب قبلہ حضرت مولانا عبدالعلی الہروی اعلیٰ اللہ مقامہ کی کتاب مواظظ حسنہ کے ص ۱۲۴

پر مرقوم ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے دس ہزار اشقیاء کو واصل جہنم فرمایا اور اشقیاء سے بچنے

منٹ جنگ اس قدر جاری رکھی کہ آپ نے مقام ذوالکفل تک جو میدان کر بلاست بارہ میل

دور سے یزیدی فوج کو ہٹا دیا، مگر جب قدرت کی طرف سے آواز آئی یَا تَيْتَهَا النَّفْسُ

الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ اِنْسِ حِجِّي اِلٰی سَرَّيْكَ سَرَّ اَضِيَّةً مَسْرُضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِلِّيِّی

فَاَدْخُلِي حَقِّي ۝ پارہ ۳۰ کو ص ۱۲۴ سے نفس مطمئنہ پھر باطن پر درگاہ اپنے کے خوش ہے تو کہ پسند کی گئی ہے

پس داخل ہو بیچ میرے بندوں کے اور داخل ہو بیچ بہشت میری کے۔ بس یہ ندائیں کر میرے مولانا نے

تلوار کو نیام میں رکھ لیا اور اپنے اس مقصد عظیم کی تکمیل پر آمادہ ہو گئے جو یزیدیت کی شہرہ رگ کو ہمیشہ

کیلئے کاٹ دینے والا تھا۔ اب بھی کوئی صاحب بصیرت کہہ سکتا ہے کہ فتح یزید کی ہوئی ہے یقیناً یہ

حسینؑ ابن علیؑ کی وہ کھلی ہوئی فتح ہے کہ جس پر جتنا بھی انسانیت ناز کرے کہ ہے حسینؑ کی چھٹی ضرب کا

یزیدیت پر علیؑ اصغرؑ کا باز۔ جسکے شہر خوار نے یزیدی فوج پر وہ اخلاقی وادبی ضرب لگائی کہ فوج اشقیائے منہ پھر کر

رونا شروع کر دیا کسی نے کیا غریب کہا ہے۔

اصغرؑ مجاہد کو مقام کے روتی ہوئی فوج شام تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیسرا مار کے

عمر بن سعد کے لشکر کا بے شیر کی تشنگی پر رد دینا اس امر کا بہت ثبوت ہے کہ اس

حسینی حربے نے دشمنوں کے دلوں میں بھی سوئی ہوئی انسانیت کو متھوڑی دیر کے لئے جگا دیا تھا

حسینؑ ابن تول کی اس کھلی فتح پر دنیا کی مقصوب نگاہیں اور یزیدؑ نواز تحریریں ہرگز ہرگز پردہ

مہیں ڈال سکتیں یہ مختصر سی چھ کاری ضربیں تھیں جن کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اس کے

بعد جنگ بظاہر تو ختم ہو گئی مگر اعلان فتح کا کام حضرت سجاد اور حسینؑ کی بہنوں نے اپنے ذمہ

لیا۔ ادھر حسینؑ ابن علیؑ کوک نیزے پر قرآن پاک کی تلاوت فرما کر حق کی فتح کا اعلان فرماتے

جاتے تھے اور ادھر رسولؐ خدا کی بیٹیاں کو فم و شام کے بازاروں میں خطبے پڑھ کر حق کی فتح

کا تعارف کراتی جاتی تھیں۔ مسلمانوں رسولؐ خدا کی بیٹیوں نے ہر مقام پر حسینؑ کے اصول و دہرائے

کو فیوں اور یزیدؑوں سے منوائے اور اہل عالم کو قیامت تک پہنچائے اور اس قدر رسولؐ اللہ کی

بیٹیوں نے حسینؑ کا تعارف کرایا کہ بیگانے تو بیگانے رہے خود یزیدؑ کی بوی منہ اور یزیدؑ کی

نفس مطمئنہ

شہادت علیؑ اصغرؑ

رہی اور یزید کا لڑکا معاویہ یزید پر لعنت کرنے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یزید ملعون کے مرنے کے بعد معاویہ ابن یزید کو جب تخت حوالے کیا گیا تو اس نے تخت کو ٹھوکر مار کر کہا کہ میں اس حکومت اور تخت پر لعنت کرتا ہوں جو اولاد رسول کے خون کو بہا کر حاصل کیا گیا ہے اس کے علاوہ یزید ملعون کا خود اپنی شکست کا اقرار کرنا ثابت ہے کہ جب یزید نے حضرت سجاد سے کہا کہ آپ مجھ سے خون بہا اپنے باپ کا لے لیں۔ کیوں مسلمانو! تاوان جنگ فاتح ادا کرتے ہیں یا مغلوب و مفتوح ادا کیا کرتے ہیں۔ یزید کا تاوان کی صورت میں خون بہا کی پیش کش کرنا، یہ اس کی شکست کی بین دلیل ہے جس سے انکار کرنا حق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے حیئن کی شریک کار بہن کو جب پیغام پہنچا کہ آپ کو اختیار ہے آپ دمشق میں رہیں یا مدینے تشریف لے جائیں تو شریکۃ الحسین نے فرمایا ابھی تک تو میں نے اپنے بھائی کا اچھی طرح سے تعارف ہی نہیں کرایا۔ لہذا پہلے ہمیں ایک مکان خالی کر کر دیا جائے اور ہر آنے والوں کو آنے کی اجازت دی جائے، اس کے بعد مدینے چلے جائیں گے پھر کیا تھا ہر گھر سے ہائے حیئن کی آوازیں بلند ہونے لگیں جسے دیکھ کر یزید گھبرا گیا اور آل رسول کو مدینے جلدی روانہ کرنے کی تجویزیں ہو گئیں۔ کیوں مسلمانو! یزید کی غرض تو تھی کہ حسین سے بیعت لی جائے، ہاں اگر حسین نے بیعت نہ کی اور اپنا سر کٹوا دیا تو کوئی کتاب پیش کی جاسکتی ہے کہ یزید نے میرے بیمار قیدی امام سے بیعت طلب کی ہو، یزید کی جرأت نہیں ہوئی کہ سجاد سے بیعت کا سوال پیدا کرے یہ ہے حیئن کی فتح عظیم اور یزیدیت کی کھلی شکست کا مختصر سا خاکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ تعارف حسین۔

شبیر کون، مرکز ایمان زندگی	شبیر کون، روح گلستانِ زندگی،
شبیر کون، فاتح عنوانِ زندگی	شبیر کون، جو ہر عرفانِ زندگی
شبیر کون، جو موت کو ہستی سے پھینکے	امداد جس سے نزع کے عالم میں دین لے
شبیر کون، قصر رسالت کا پاسبان	شبیر کون، صبر مسلسل کا آسمان
شبیر کون، ذاتِ مشیت کا رازداں	شبیر کون، باعثِ بیداری جہاں
کردار جس کا درس بقائے دوام دے	شبیر تشنگی میں جو دشمن کو جام دے

شبیر کون، دین پیمر کا جانشار
شبیر کون، جس کا ہر اک عزم پائیدار
شبیر کون، گلشنِ اسلام کی بہار
شبیر کون، باعثِ تطہیرِ روزگار
شبیر کون، غم کے سفینے کا ناسخ
شبیر کون، سر سے رعوت نکال دے
شبیر کون، راہِ صداقت کا راہنما
شبیر کون، باعثِ توقیر کر بلا
شبیر کون، روحِ نبی، جانِ مرتضیٰ

شبیر وہ جو جان کو خطرے میں ڈال دے

اُٹی ہوئی بلا کو جو سردے کے ٹال دے

اب قرآن پاک سے میرے مولا کی کامیابی و کامرانی کا اعلان بھی سُن لیجئے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكَتَبْنَا لَهُمُ الْكِتَابَ الَّذِي فِيهِ الْخُوفُ وَالْجُوعُ وَنَقْصُ مِمَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَالشُّرَكَاتِ وَالْكَافِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ مِّصْيَبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ ۱۲
البتہ آزمائش گے ہم تم کو ساتھ ڈر کے اور بھوک ۳ کے اور کمی مالوں سے اور جان سے اور پھیلوں سے میرے حبیب خوشخبری دے ان لوگوں کو جب ان کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف پھرنے والے ہیں اور پر ان لوگوں کے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی ہیں لوگ ہدایت والے۔ اب غور کرو، اور فیصلہ دو کہ ۱۱، ڈر ۱۲، بھوک ۱۳، مال کا نقصان ۱۴، جانوں کا نقصان ۱۵، اور پھیلوں یعنی اولاد کی قربانیاں۔ بیک وقت کسی نے پانچ پرچے حل فرمائے، خدا تعالیٰ کی پوری کائناتیں سوائے بتوں کے لال کے کسی نبی یا وحی نے ایک وقت میں یہ پانچوں پرچے حل نہیں کئے یہی وجہ ہے کہ قدرت نے اپنے وعدے کے مطابق ان پر درود بھیجا واجب قرار دیا، کسی کی نماز اس وقت تک درجہ قبولیت پر فائز نہیں ہوگی جب تک وہ نماز میں ان پر درود نہیں بھیجے گا۔ صلوات۔

ان پانچ پرچوں کی تشریح یہ ہے کہ میرے مولا کو دشمن کا خوف اس قدر تھا کہ خوف

کثرتِ اعداء سے اپنے خیموں کے گرد خندق کھدوا کر آگ روشن کر دی اور بھوک و تشنگی کا یہ عالم تھا کہ تین روز تک کھانا اور پانی میسر نہ ہو سکا۔ معصوم بچے تشنگی کی شدت سے تڑپتے تھے، نقصان مالوں کا اس قدر ہوا کہ اشقیانے خیموں میں آگ لگادی اور مال و اسبابِ آلِ محمد کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے سروں سے چادریں بھی اعداء اتار کر لے گئے اور بچوں کے کانوں سے دُر تک اتار کر لے گئے اور نقصان جانوں کا اس قدر ہوا کہ فرزند، بھائی، بھتیجے، بھانجے، انصار، احباب آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے، یہاں تک کہ چھ ماہ کا علیؑ اصغر بھی تیر ظلم کا نشانہ بن گیا، ان بے پناہ مصیبتوں کے آنے پر بھی زبانِ اقدس پر حمد خدا جاری تھی، دو شعر

زخمی بدن، لبوں پر ہنسی، بازوؤں میں لاش صبر و جہاد و شکر کی تصویر دیکھ لو
برہی کا پھیل، پسر کی جوانی دغا کا جوش مظلومیت میں قوتِ شبیر دیکھ لو
بس نتیجہ برآمد ہوا کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی فتح مبین ہے جس کی مثال کائنات کی کوئی فتح پیش نہیں کر سکتی

میں ایک اور نرے اختلا میں اس فتح کو بیان کر کے مجلس کو ختم کرتا ہوں لکھا ہے۔ کہ ہلاکو خان کے پوتے کا بیٹا یعنی پڑپوتا سلطان خازان خان جو پوری سنہ میں بغداد کا بادشاہ تھا اس کے دورِ سلطنت میں ایک دفعہ بروز جمعہ ایک سید نے بغداد کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد انفرادی طور پر نماز ظہر پڑھی، لوگوں نے اسے اس کا مذہب دریافت کیا، سید سمجھ گیا کہ یہ لوگ دشمنی آلِ محمد میں مجھے قتل کریں گے اس سید نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں سچ سچ بتلا دیتا ہوں مگر میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اگر کوئی میرے بارے میں دریافت کرے کہ یہ کس کی لاش ہے تو صاف صاف بتلا دینا کہ یہ فلاں مذہب اور قوم کا شخص ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر کسی نے ہم سے دریافت کیا تو ہم سچی بات کہہ دیں گے اس پر اس سید نے کہا کہ میں اولادِ رسول سے ہوں اور میرا مذہب شیعہ ہے بس اتنا سننا تھا کہ مسلمان اس غریب سید پر ٹوٹ پڑے اور اس طرح اجر رسالت ادا کیا کہ سید مسجد میں خون میں تڑپنے لگا پس مسلمان سید کو مذہبِ شیعہ کے جرم میں قتل کر کے اطمینان سے نماز ادا کرنے لگے اتفاق

سے مسجد کے قریب سے بادشاہ کی سواری گوری اور امیر طرمطار جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا اور بادشاہ کا بچپن سے خادم تھا۔ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا، اور امیر طرمطار نے مسجد میں ایک لاش دیکھی جو خون میں لت پت پڑی تھی اس نے نمازیوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے جو قتل ہوا اور کس جرم میں اس کو قتل کیا گیا ہے لوگوں نے اپنے وعدے کے مطابق کہا کہ یہ سید ہے اور اس نے ہم سے علیحدہ نماز پڑھی تھی اور اس کے شیعہ ہونے کے جرم میں اسکو قتل کیا گیا ہے امیر طرمطار کو سخت رنج ہوا کہ صرف علیحدہ نماز پڑھنے کے جرم میں سید قتل ہو گیا ہے پریشانی کے عالم میں امیر طرمطار بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے پریشانی کی وجہ دریافت کی امیر طرمطار نے تفصیل سے واقعہ کو بیان کیا کہ ایک سید اس جرم میں قتل ہو گیا کہ اس نے علیحدہ نماز کیوں پڑھی ہے اور اس کی لاش مسجد میں دیکھ کر آیا ہوں، بادشاہ نے جا کر ملاحظہ کیا اور نمازیوں سے حقیقت حال دریافت فرمائی لوگوں نے اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ مقتول سید ہے اور اس نے ہم سے علیحدہ نماز پڑھنے کے علاوہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا ہے اس لئے اسے قتل کر دیا گیا ہے، بادشاہ کو تعجب ہوا کہ علیحدہ نماز پڑھنے سے یہ سید کیوں قتل کر دیا گیا اسی وقت سید کو احترام سے دفن کیا گیا اور بادشاہ نے مذہب کی پھان بن شروع کر دی اور حقیقت مذہب شیعہ سے آگاہ ہو کر سلطان خازان خاں شیعہ ہو گیا، اس کے ساتھ ہزاروں آدمی بھی شیعہ مذہب میں داخل ہو گئے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۲۳۸ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس سید کی ڈوہنیں اپنے بھائی کی قبر پر شریف لائیں اور اگر اُسے مبارک باد دی کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہوا، اس واقعہ کو عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سید تو قتل ہو گیا مگر اب فیصلہ تو دو کہ فاتح ہے یا شکست خوردہ ہے۔ بتاؤ! مسجد کا ملاں جس نے سید کو قتل کر آیا وہ کامیاب ہوا یا خون میں لوٹنے والا قتل ہو کر چمن شیعیت میں بہا رہے آیا۔ صلوٰۃ اسی طرح میرے مولانا نے اپنے بھرے گھر کو تو لٹا دیا مگر قیامت تک یزیدیت کو مٹا کے رکھ دیا اور ہر اہل ایمان کے دل پر صداقت کی مہر نقش ہو گئی۔ مسدس۔

ہر قوم ہے جس کی شہادت کا احترام
دُنیا میں جس کا نام ہے اک مستقل پیام

اس قدر ذکر جاری ہے مقبول خاص مقام ہر اک زبان شعر و ادب میں لا مقام
تقریر نظم و نثر کی کوئی انتہا نہیں
اب تک کسی کا تذکرہ آنا ہوا نہیں

یہ حسین ابن علیؑ کی فتح کی کھلی دلیل ہے کہ ہر سپاہی ہر بہادر ہر کمانڈر، اپنی فوج
کو عظمت و جلالت سپاہ حسینیؑ یاد دلا کر میدان جنگ میں لاتے ہیں، مسلمانو! حسین ابن علیؑ
صرف فاتح ہی نہیں بلکہ فاتح قوموں کے لئے صراطِ مستقیم ثابت ہوا، میرے مولائے شہید
ہو کر دنیا کو بتلایا کہ شہید اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح میں کائنات میں زندہ و
تائید ہوں۔

بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ ص ۲ پر مرقوم ہے کہ ایک مرد اسدی بیان کرتا ہے میں نے اپنے
کھیت کو پانی لگایا ہوا تھا کہ میدان کربلا کی طرف سے مجھے مشک و عنبر کی خوشبو آئی میں حیران
تھا کہ کیا ماجرا ہے میں حقیقت حال کو معلوم کرنے کے لئے چلا جوں جوں میں میدان کربلا کے
قریب آتا تھا قوتِ شام بڑھتی جاتی تھی میں حیران تھا کہ ایسی خوشبو تو دنیا میں کہیں نہیں ہو
گی، جب میں میدان کربلا میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ متعدد لاشیں بے گور و کفن بے سر کے ریت کربلا
پر پڑی ہیں جن کے جموں سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں حیران تھا کہ یہ کسی نبی کا چمن
اُجر لگایا ہے میں نے ان لاشوں کے درمیان میں ایک لاش کو دیکھا جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے
پامال کی گئی تھی اس سے نور کی شعاعیں اُٹھ اُٹھ کر آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہیں عزادارو
تمام لاشیں پامال نہیں ہوئیں، جہاں تک میری تحقیق ہے صرف پانچ لاشیں پامال ہوئی ہیں،
باقی لاشوں کے کوئی نہ کوئی حمایتی نکل آئے اشقیانے جیب لاشوں پر گھوڑے دوڑانے
چاہے تو حر کے حمایتی نکل آئے اور عمر بن سعد سے کہہ کر حر کی لاش کو اُٹھالیا۔ پھر
حبیب ابن مظاہر کے حمایتی نکل آئے اور لاش کو اُٹھا کر علیحدہ کر لیا، اسی طرح مسلم بن
عباسؑ شامی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لاشیں اُٹھ گئیں، حتیٰ کہ حضرت
عباسؑ کی لاش بھی اُٹھ گئی، عزادارو! حضرت عباسؑ کی لاش پامال نہیں ہوئی ہاں
میرے مولا حضرت عباسؑ نے حضرت علی اکبرؑ سے کہا تھا کہ اے علی اکبرؑ میری شہادت

فصل سے خوشبو جنت

پامال لاشیں شہدائے کربلا

کے بعد میری لاش کو اشقیاء کے پاس لے جانا اور انہیں کہنا کہ یہ میرے چچا عباس کی لاش موجود ہے، جسقدر تمہارا جی چاہے اس پر گھوڑے دوڑا لو مگر فرزند رسول جگہ گوشہ بتول کی لاش کو پامال نہ کرنا، ہائے میرے غازی مولا! آپ نے ہر ممکن کوشش کی مگر اشقیاء نے فرزند رسول کی لاش کو پامال کر ہی دیا۔

عزادارانِ حسین! صرف پانچ لاشیں ہیں جن کا کوئی وارث نہ نکلا، مہینے نہیں ان کی وارث بی بی نے دوہائی دی۔ مگر ان کی مسلمانوں نے کوئی بات نہ مانی، جن لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے وہ حضرت قاسم ابن الحسن کی لاش جو پامال ہوئی بلکہ حضرت قاسم کی لاش دو مرتبہ پامال ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ جب گھوڑے سے حضرت قاسم گرے اور حضرت امام حسین کے پیچھے سے پہلے گھوڑے جناب قاسم کی لاش پر دوڑ چکے تھے۔ اور دوسری بار چچا کے ساتھ لاش پامال ہوئی ہے، دوسری لاش علی اصغرؑ کی جس کو خود مولا حسین نے چھپانے کی کوشش کی تھی، مگر اشقیاء نے نیزوں سے زمین کڑید کر معصوم کی لاش کو نکال لیا تھا، عزادارو! اگر جناب قاسم دو مرتبہ پامال ہوئے تو علی اصغر دو مرتبہ شہید ہوئے، ایک مرتبہ حرمہ کے تیر سے دوسری مرتبہ شمر کے خنجر سے اصغر کا گلا جڑا ہوا ہے اور ڈول لاشیں جناب ثانی زہرا کے فرزند عون و محمد کی تھیں جن کے حمایتی نہ نکل سکے اور پانچویں لاش میرے مظلوم امام کی تھی، جس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے، مرد اسدی کہتا ہے کہ میں لاشوں کو حیرت سے دیکھ ہی رہا تھا کہ کیا دیکھا کہ ایک شیر جانب قبلہ سے دوڑتا ہوا آ رہا ہے میں شیر کو دیکھ کر ڈر گیا کہ اب تک تو لاشیں محفوظ رہیں اب یہ جنگل کا شیر لاشوں کی بے حرمتی کرے گا، میں ڈر کے مارے ایک جھاڑی کے ساتھ چھپ گیا، شیر آیا اور اس نورانی لاش کا طواف کرنا شروع کر دیا، سات طواف کرنے کے بعد شیر نے اس لاش کے قدموں پر سر رکھا اور ایک چیخ مار کے شیر تڑپ کر مر گیا، اسدی کہتا ہے کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کیا ماجرا ہے؟ اس کے بعد وہ مرد اسدی جھاڑی سے نکل کر نورانی لاش کے قریب آیا اور کہا یَا اَیُّهَا الْمَقْتُولُ اے قبل ہونے والے خدا کے واسطے دو باتیں تو بتلا، ایک یہ کہ تو کون ہے؟ اور دوسری یہ کہ یہ شیر کون تھا جو تیری غربت کو دیکھ کر مر گیا۔ عزادارو! کٹے ہوئے گلے سے آواز آئی، عبد اللہ نہیں پہچانیں حسین ابن علیؑ ہوں

بس آنا سنا تھا کہ مرد اسدی نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو رو کر کہنے لگا مولا عباس کو کیا ہو گیا فرمایا عبداللہ عباس کو گلہ نہ دو، وہ دونوں بازو کٹا کے شہید ہو گیا، کہتے ہیں کہ ایک لاش تڑپ گئی۔

اس کے بعد عبداللہ نے عرض کیا مولا! یہ شیر کون تھا جو مر گیا فرمایا عبداللہ یہ میرے بچپن کا ساتھی تھا، مدینہ میں یہ میرے ساتھ کھیلتا تھا، جب کچھ بڑا ہوا تو لوگوں نے میرے نانے سے عرض کی کہ ہمیں حسینؑ کے شیر سے ڈر لگتا ہے میں نے شیر سے کہا ابو الحارث تو جنگل کو مکمل جا اور کر بلا کے جنگل میں قیام رکھنا، ابو الحارث ایک وقت آئے گا جب میری ماں فطہؓ میری بیٹی سکینہؓ تجھے بلائے تو آ جانا، عبداللہ ابو الحارث اس جنگل میں آ گیا ہم بھی دو محرم کو اس میدان صحرائی وارد ہوئے۔ دسویں محرم کو میرے عزیز و غارتار قتل ہو گئے، دشمنوں نے ہماری لاشوں پر گھوڑے دوڑانے چاہے تو میری فوج کے نضال وغیرہ سے کوئی نہ کوئی رشتہ دار نکلا اور عمر بن سعد سے کہہ کر لاشوں کو اٹھایا، عبداللہ ہم باپ بچہ مطلوب کے وارثوں کی دشمنی گئی (بجاء الانوار ج ۱۰ حصہ ۲ ص ۵۵) جب ہماری لاشوں پر گھوڑے دوڑانے لگے تو مجبور ہو کر میری ماں فطہؓ میری بیٹی سکینہؓ جنگل کو نکل گئیں اور آواز دی اے ابو الحارث آ، اور میرے بابے کی لاش کی حفاظت فرما، مگر ابو الحارث کے آنے سے پہلے ہماری لاشیں پامال ہو چکی تھیں، میں نے شیر سے کہا ابو الحارث اب ایسا کرنا کہ دن کو میری مظلوم بہن کے قافلہ کے ساتھ رہا کر اور رات کو اگر مجھے حال بتلایا کر، کہ کہیں زینبؓ گھبرائی تو نہیں، کسی بچے کی موت پر زینبؓ نے اتنے کو بددعا تو نہیں کر دی، ہجوم کو دیکھ کر زینبؓ کا دل تو نہیں گھبرا گیا۔ عبداللہ یہ شیر دن کو قیدیوں کے ساتھ رہتا ہے اور رات کو میری لاش کا سپرہ دیتا ہے، عبداللہ نے عرض کی مولا یہ آج کیوں آکر مر گیا ہے۔ عزا دارو! یہ سنا تھا کہ مظلوم کی لاش تڑپی اور آواز آئی ہائے غریبی ہائے غریبی، عبداللہ اس وقت زینبؓ کا قافلہ کوفہ کے بازار میں پہنچ گیا لوگوں کا ہجوم ہے مکانوں کی چھتوں پر عورتیں سوار ہیں اور ان کی بھولیوں میں پتھر ہیں، عبداللہ عہد کی بیٹیاں سر کھٹے، نثران بے کجاہ پر، وہ بازار سے گزر رہی ہیں، لوگ تماشائی بن کر کھڑے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ باغی کی بہن آگئی ہے، اس حالت کو

ابو الحارث کی موت

دیکھ کر غیرت سے شیر کا جگر بھٹ گیا اور میرے پاس آکر حال سُنا یا اور چنچ مار کے مر گیا، کہ حسینؑ تو جان اور زینبؑ جانے تیرے نانے کی انت کا ستم نہیں دیکھا جاسکتا اور ٹرپ کر مر گیا۔ عزادارو! جنگل کے حیوانوں سے تو رسولؐ زادوں کی حالت دیکھی نہ گئی مگر مسلمانوں نے اولاد رسولؐ کو ٹرلا کر مارا۔

منقول ہے کہ جب قافلہ اہل محمدؐ کا کوفہ کے بازار میں پہنچا تو کثرت ہجوم کو دیکھ کر ایک مرتبہ جناب زینبؑ نے ارشاد فرمایا چپ رہو بس اس اشارہ کی یہ تاثیر تھی اِسْتَدَّتْ الْأَكْفَافُ وَاسْكَنْتِ الْأَهْجَارُ اِسْتَدَّتْ۔ لوگوں کے سینوں میں سانس ٹک گئی، اونٹوں کی گھنٹیوں کی آوازیں تک بند ہو گئیں، کائنات میں سناٹا چھا گیا تو جناب زینبؑ نے ایک طویل خطبہ دیا، جس میں اہل محمدؐ کی طہارت و فضیلت کو بیان فرمایا اور اشقیاء پر لعن کیا سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا اُو کوفہ والو! تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو، تمہاری کوئی امید برباد آئے، تمہارے ہاتھ قلم ہوں، تمہاری تجارت برباد ہو، تم غضبِ الہی میں گرفتار ہو، تم پر ذلت و رسوائی کی مار ہو، جب جانتے ہو کہ تم نے کس کو شہید کیا ہے؟ جو نیکیوں کا بلواؤ ماویٰ تھا جو مصیبتوں کے وقت جائے پناہ تھا جو راہ ہدایت دکھانے کے لئے ایک نورانی منارہ تھا۔ جو سنت رسولؐ کا پیشوا تھا جو کشتیِ اسلام کا ناخدا تھا، جو وارثِ دینِ مصطفیٰؐ تھا، راوی کہتا ہے بخدا میں نے دیکھا کہ سب لوگ کلامِ سن کر متحیر ہو گئے اور بے اختیار رو دتے تھے اور اپنی انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے تھے ایک پیر مرد میرے پہلو میں کھڑا بہت رو رہا تھا اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ کہتا تھا میرے ماں باپ آپؐ پر خدا ہوں تمہارے بوڑھے تمام بوڑھوں سے بہتر تمہارے جوان تمام جوانوں سے افضل اور تمہاری عورتیں زنانِ عالم کی سردار، تمہاری نسل کائنات کی بہترین نسل ہے اور کبھی بھی تم عاجز و ذلیل نہیں ہو گے۔ بارالانوار جلد ۱ حصہ ۲ ص ۱۱۱ بس ان واقعات نے ثابت کر دیا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی فتحِ میں ہے اور یزیدؑ عنید پلید ہمیشہ ہمشیر کے لئے ملعون و مردود ہے۔ شعر

اسن دبدبہ سے فتح کیا روم و شام کو حکم جہاد پھر نہ ہوا تو امام کو
الْأَعْنَةُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

کوفہ میں زینبؑ علیؑ کا خطبہ

تیسری مجلس

سردار انبیاء اور علم غائب، اُمِّ اَکْبَر تہتر حروف ہیں، ائمہ معصومین کے پاس بہتر حروف ہیں، آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف تھا۔ لایطہر علیٰ علیہم اَحدُ الاَمنِ الرِّضیٰ من رَّسول کی تفسیر۔ مقام عبودیت و کلمات مناجات۔ حضرت عیسیٰ کا علم غائب، و ائمہ اہلبیت کے واقعاتہ علم غائب، من عندہ علم الکتاب کی تفسیر، چودہ ہزار عالم کا دورہ۔ حبیب بن مظاہر کا بچپن، مظلوم کر بلا کا خط۔ کر بلا میں آمد اور شہادت حبیب بن مظاہر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ لِپارہ رکوع ۷ اور کہو کہ عمل کرو پس اللہ دیکھے گا اللہ عمل تمہارے اور رسول اس کا اور مومنین۔

دنیا میں سینکڑوں قسم کے علوم ہیں۔ مثلاً علم قرآن۔ علم تفسیر۔ علم حدیث۔ علم فقہ۔ علم تاریخ۔ علم منطق، علم ریاضی، علم فلسفہ، علم معانی، علم بیان، علم صرف، علم نحو، علم جفر، علم نجوم، علم ہندسہ، علم ادب، غرضیکہ کائنات میں سینکڑوں علوم قدرت نے پیدا فرمائے ہیں، تجارت، کاشتکاری، الیکٹریک، ڈاکٹری، حکمت، انجینئرنگ وغیرہ یہ سب ہی تو علم میں شامل ہیں ان سب علوم پر قدرت نے انسانوں کو دسترس عطا کی ہے۔ کوئی انسان علم تجارت میں ماہر تو کوئی ڈاکٹری و حکمت میں حاذق، کوئی کاشتکاری میں ہوشیار تو کوئی علم ادب و فلسفہ میں فاضل ان بے شمار علوم کے ماہرین کے لئے قادر مطلق کا ارشاد ہے کہ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ اور

اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھتے ہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اس کردہ یعنی اللہ، رسول خدا اور مومنین کے پاس اتنا دافر علم ہے کہ کائنات کا کوئی فرد چاہے کسی ملک کا رہنے والا ہو اور چاہے کسی زبان میں یا کسی فن میں کوئی عمل کرے یہ ہستیاں دیکھتی ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خالق نے حد بھی نہیں قائم کی کہ یہ آج تو کائنات کے ہر عمل کو دیکھتے ہیں مگر دس سال یا پچاس سال یا سو سال کے بعد نہیں دیکھ سکیں گے بلکہ اعلان خداوندی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اور خاص مومنین ہر وقت ہر زمانہ میں دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے صلوٰۃ آج مجھے تمام علوم میں سے صرف علم غائب پر بحث کرنا ہے کہ کیا علم غائب، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام بھی جانتے تھے یا نہیں، پاکستان کے شیعہ علماء میں بھی کافی اختلاف ہے کچھ بزرگ تو یہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب تک وحی الہی یا الہام نہ ہو محمد و آل محمد کو کسی غائب کا علم ہی نہیں ہوتا، بس قدرت کی طرف سے علم حاصل کر کے یہ مخلوق خدا کو پہنچا یا کرتے ہیں اور اتنا ہی اللہ تعالیٰ انہیں علم عطا کرتا ہے۔ جتنا ان سے دنیا سوال کرے یا جس قدر انہیں ضرورت ہے اور بس۔ اور دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ جس طرح علیؑ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کائنات کے ہر ذرے اور کیفیت سے واقف و آگاہ ہے اسی طرح محمد و آل محمد علیہم السلام بھی علم غائب رکھتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور یہ اس کی مخلوق ہے اس کا علم ذاتی ہے اور آئمہ طاہرین کا علم عطائی ہے اس سلسلہ میں علمائے حق کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے میرا وظیفہ تو آل محمد علیہم السلام کے فضائل و مصائب ہی بیان کرنا ہے اور بس۔

مرومی ہے کہ یحییٰ جلیبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا مولانا! کوئی حدیث امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا تفصیل سے بیان کروں یا مجملاً تو اس نے عرض کیا کہ مجملاً ہی سہی تو امام صادق آل محمد نے ارشاد فرمایا عَلَیْ بَابِ الْهُدٰی مَثَلٌ تَقْدَمُ لَهُ كَانَ كَافِرًا وَ مَثَلٌ تَخَلْفُ عَنْهُ كَانَ كَافِرًا یعنی علی ابن ابی طالب باب ہدایت ہیں جو اس دروازے سے آگے نکل جائے وہ بھی کافر ہے اور جو اس دروازے سے پیچھے رہ جائے وہ بھی کافر ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام کا ارشاد

گرا می ہے۔ مَلَکَ فِی رَجُلَاتٍ - مُعِیْبٌ غَالٍ وَ مُبْغِضٌ قَالِ - میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے ایک وہ جو چلنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور دوسرا وہ دشمن جو مجھ سے عداوت اور بغض رکھے، ہنج ایلانہ جلد ۳ ص ۲۰۸ ہماری مجالس میں اکثر واعظین حضرات اور ذاکرین عظام علوم کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں تو اعتقادی بندہ ہوں اپنے اعتقاد کی بات کہتا ہوں یا پھر جہش بیان میں رنگ اس فقرے سے بھرا جاتا ہے اب۔۔۔۔۔ ایک بات کہتا ہے جہاں تک دین خدا کا تعلق ہے کسی واعظ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اعتقاد کی آڑ میں کچھ اپنی طرف سے یا میں ایک بات کہتا ہوں کہہ کر محمد و آل محمد علیہم السلام کے درجات کا تعین کرے یا فضائل و مصائب بیان کرے بلکہ واعظ کو یہ کہنا چاہیے کہ معصوم کا یہ فرمان ہے قرآن مجید کا یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے، تاجدار رسالت نے یوں حدیث فرمائی ہے اور بس۔ تو اس وقت میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے ارشادات سے علم غائب پر قدرے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ شاید کہ اتر جائے تیر دل میں میری بات۔ صلوة،

سنیے! کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے صفات امام میں وارد ہے۔ کہ امام ماں کے پیٹ میں لوگوں کی باتیں سُنتا ہے اور جس وقت وہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دونوں شانوں کے درمیان اور ایک روایت کے بموجب دہنے بازو پر یہ آیت لکھی تی ہے دَعَمْتُ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَ عَدْلًا لَا مَبْدُولَ لَکَلِمَتِهِمْ ج وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پیارہ رکوع ۷ اور تمہارے رب کا کلمہ از روئے صدق و عدل کے پورا ہو گیا۔ اس کے کلموں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ سُننے والا اور جلتے والا ہے اور جب امر امامت امام کے سپرد کیا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ نور کا ایک ستون اس کے لئے قائم کر دیتا ہے جس کے ذریعہ سے اپنی کل رعایا کے اعمال کو دیکھتا رہتا ہے۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول صاحب ۲۸۲ تفسیر عمدة السبعین جلد ۱ ص ۳۶۸ قرآن پاک کی آیت اور معصوم کے فرمان واجب الایمان سے صاف ثابت واضح ہو گیا کہ معصوم ہر وقت کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر نور کے ستون کے ذریعہ سے اور سنیے! عبد اللہ ابن ابان زیات (رد غن فروش) نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! آپ میرے اور میرے اہل و عیال کے حق میں دعا فرمایا کریں۔ حضرت نے جواب دیا

کہ کیا میں تمہارے واسطے دعا نہیں کرتا خدا کی قسم تمہارے اعمال شب و روز میرے سامنے پیش ہوتے ہیں، عبداللہ کہتا ہے یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی یعنی میری سمجھ میں نہ آئی، تو حضرت نے فرمایا کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ قُلْ اَعْمَلُوا فَاِتَّخِذُوا اللّٰهَ عَمَلَكُمْ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ اسے عبداللہ مومنوں سے مراد واللہ علی ابن ابی طالب اور ہم آئیں، تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ ص ۱۲۷ داؤد بن کثیر رقی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب نے خود بخود مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد جبرائیل کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے پس میں نے عملوں میں سے ایک عمل یہ بھی پایا کہ تم نے اپنے فلاں چچا زاد بھائی کا صلہ رحم ادا کیا ہے تم نے اس کی نصیبت میں مدد کی ہے اس تیرے عمل سے میں خوش ہو گیا۔ داؤد کہتا ہے کہ میرا ایک چچا زاد بھائی سید و مشرمن غذا ناصبی خبیث تھا مجھے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی خرابی حال اور فقر و فاقہ کی خبر پہنچی تو میں نے اُس کے پاس خورد و نوش کا سامان پہنچایا جب مکہ سے مدینہ پہنچا تو امام علیہ السلام نے اسی واقعہ کو دہراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری صلہ رحمی سے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ بہت جلد اس کی زندگی تمام ہو جائے گی۔ منقول احمد ص ۲۱۵

اور سنئے! صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا تم لوگ کیوں حضرت رسالت اکبر کو ناراض کرتے ہو۔ کسی نے عرض کی مولا! وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں پس وہ تمہاری برائیاں دیکھتے ہیں تو ناراض ہو جاتے ہیں لہذا تم ان کو ناراض نہ کیا کرو بلکہ نیک عمل کر کے خوش کیا کرو۔ تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ ص ۱۲۷ علامہ کلینی علیہ الرحمہ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ اسم اللہ الاعظم کے تہتر حروف ہیں ان میں سے صرف ایک حرف آصف بن برخیا وصی سلیمان کو دیا گیا تھا جس کی تعلیم کے ذریعہ سے انہوں نے چشم زدن میں ملک سبائے تخت بلقیس منگوایا تھا۔ اور تہتر سگوانے میں یہ ہر اتھا کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اس کے بعد امام نے راوی سے فرمایا اے نوفلی خداوند عالم نے ہمیں تہتر حروف کی تعلیم دی ہے اور

ص ۲۱۵

سورۃ النجمہ ۱۲۷

آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے صرف ہم سے زیادہ ایک حرف رکھا ہے یعنی تہتر حرف کا علم ذات باری تعالیٰ کو ہی ہے مطلب یہ ہے کہ امام جو چاہیں کر سکتے ہیں، ان کے لئے کوئی ردکار نہیں ہو سکتی۔ چودہ ستارے ص ۲۰۳ ومعہ ساکبہ ص ۱۲ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۱ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اس فرمان حقیقت بیان سے اگر انکار کی گنجائش نہیں تو کسی خالی بشر میں یہ قدرت و عقل اور ادراک ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ محمد و آل محمد کے کمالات کا محقق، احاطہ کر کے اس حدیث کے بعد علم غائب پر بحث کرنا چہ معنی دارد۔ جن علم پر علمائے کرام نے بحث جاری کر رکھی ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کو علم غائب کا ہونا تسلیم کیا جائے تو شرک لازم آتا ہے۔

 تو اس منطق کا کیا جواب دیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے کمالات

سے انکار کرنے والا خود کو محافظ توحید بیان کرتا ہے۔

قرآن پاک سے حضرت عیسیٰ کا فرمان سنئے! وَإِنِّي لَمَكْتُ بِنِائِهَا كَلُونَ وَمَا تَذْخِرُونَ
 فی بیوتکم پتارہ رکوع ۱۲ اور خبر دیتا ہوں میں تم کو اس چیز سے کہ کھاتے ہو تم اور جو کچھ
 ذخیرہ کرتے ہو بیچ گھروں اپنے کے۔ منقول ہے کہ چالیس آدمیوں نے اتفاق کر کے چند قسم کا
 کھانا ہر ایک کھانا دوسرے کھانے کا غیر تھا اپنے اپنے گھروں میں لائے اور اس میں سے ایک قدر
 کھایا اور باقی کو متفرق کر کے علیحدہ علیحدہ ایک جگہ رکھ دیا اور حضرت عیسیٰ سے جا کر کہا کہ ہم کو
 بتلائیں کہ ہم نے کیا کھایا ہے اور کس قدر کھایا ہے اور کتنا باقی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے
 حضرت عیسیٰ کو سب کچھ بتلا دیا اور حضرت عیسیٰ نے ہر ایک کے کھانے کی کیفیت سے انہیں آگاہ
 کر دیا۔ تفسیر عمدة السببان جلد ۱ ص ۱۲۲، مسلمانو! وہی تو علم غائب ہے کہ ہر ہم نہ جائیں اور وہ جانیں
 تو ہمارے لئے وہی تو غائب ہو گا علامہ حسین بخش صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی
 نبوت کے دلائل میں معجزات کو پیش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ سے کہا کہ ہمیں
 کوئی ایسی چیز دکھائیے جس سے ہم مان جائیں کہ آپ سچے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں
 یہ بتلا دوں کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا بچا کر گھر میں ذخیرہ کیا تو پھر میری صداقت مان لو گے۔
 کہنے لگے، بئی ہاں! اس کے بعد آپ نے ہر ایک کو تفصیل سے بتلا دیا کہ تو نے فلاں چیز اس قدر
 کھائی اور اس قدر فلاں مقام پر ذخیرہ کر کے رکھی ہے بس یہ میرے نبی ہونے کی دلیل ہے تفسیر

حضرت عیسیٰ اور علم غائب

انوار النجف جلد ۲ ص ۲۴ اسی طرح اہلسنت کے مفسرین نے بھی اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ مکتب میں رٹوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ تمہارے ماں باپ نے یہ کھانا کھایا، اور تمہارے واسطے فلاں چیز رکھی ہے رٹ کے اپنے گھروں میں آتے اور اپنے ماں باپ سے کھائی ہوئی اور رکھی ہوئی چیزوں کی کیفیت بیان کر دیا کرتے تھے۔

تفسیر حسین قادری جلد ۱ ص ۱۱۱ اس سے واضح شیئہ! قرآن مجید عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ يَشَاءُ اللَّهُ عَالِمُ الْغَيْبِ ہے پس نہیں ظاہر مطلع کرتا اور پر غائب کے کسی کو مگر جو شخص کہ پسندیدہ اور برگزیدہ ہو رسول سے۔ اس آیت سے ثابت ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرے یعنی جس کو مرتضیٰ بنائے جو مرتضیٰ ہو، لفظ إِلَّا کے بعد مَنِ ارْتَضَىٰ ہے یعنی جو مرتضیٰ ہو اس کو علم غائب عطا فرماتا ہے اسی آیت کے تحت: امام علی رضاعلیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا پسندیدہ ہیں خدا کے نزدیک اور ہم وارث ہیں جناب رسول خدا کے جس کو خدا تعالیٰ نے مطلع کیا ہے جو کچھ چاہا غائب میں سے پس جانا ہم نے جو کچھ کہہ ہوا ہے اور جو کچھ ہوگا قیام قیامت تک تفسیر عمدة السببان جلد ۲ ص ۲۶ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد میں ص ۱۱۲ اس آیت سے تو علم غائب صریحاً ثابت ہو گیا۔ بس محمد و آل محمد علیہم السلام آنا غائب جانتے ہیں۔ جتنا خدا تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ رہی یہ بات کہ کتنا عطا کیا ہے یہ کسی ملاں کے بس کا روگ نہیں کہ اس کا احاطہ کر سکے۔ صَلَوةٌ وَعِلْمٌ مَّا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ پھر دیکھو ۱۴ کی تفسیر میں ہے کہ آنحضرت کو خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور سکھایا تجھ کو کہ جو کچھ کہ نہیں جانتا تھا تو کہ وہ علم اولین اور آخرین ہے قیامت تک کا چنانچہ آنحضرت نے فرمایا کہ شب معراج کو میں زیر عرش تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں گر ا پس اس کے سبب سے میں اس قدر عالم ہو گیا کہ جو زمانہ گزشتہ میں ہو لیا ہے اور جو کچھ کہ آئندہ ہوگا قیامت تک کے حالات سے آگاہ ہو گیا۔ اور رسول خدا سے سینہ بہ سینہ ائمہ معصومین کو پہنچا ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت خاتم الانبیاء جانتے تھے۔ سب پیغمبروں کے علوم کو اور جو کچھ پہلے گزرا ہے اور جو کچھ قیامت تک واقع ہوگا اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو

مرتضیٰ رسول کو علم غائب

آئمہ اہلسنت اور علم غائب

کچھ کہ زمینوں میں ہے اور جو کچھ کہ جنت میں ہے اور جو کچھ کہ دوزخ میں ہے اور جو کچھ کہ پہلے ہو لیا ہے اور جو کچھ کہ آئندہ ہوگا قیامت تک، تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۲۶۳ حاشیہ ترجمہ مقبول احمد صاحب ص ۵۵ ان ارشادات معصومین علیہم السلام کے بعد کون مومن با ایمان آئمہ طاہرین کے علم غائب سے انکار کر سکتا ہے۔ رباعی

نبی کو وحی ہوتی ہے انہیں الہام ہوتا ہے امامت کی نگاہ میں دو جہاں کا کام ہوتا ہے
کعبہ میں ولادت اور شہادت ان کی مسجد میں خدا والوں کا وہ آغاز اور یہ انجام ہوتا ہے صلوٰۃ
قرآن مجید سے اور بھی سن لیجئے۔ لَا رُطْبَ وَلَا يَابِسُ إِلَّا فِي كُتُبِ مُبِينٍ
پارہ ۷ رکوع ۱۳ اور کوئی تزاؤ خشک ایسا نہیں کہ جس کا ذکر کھلی کتاب میں نہ ہو، جب ہر
خشک و تر کا ذکر قرآن پاک میں ہے تو ثابت ہو گیا کہ ساری کائنات کا علم کتاب مبین میں ہے اور
حضرت امیر علیہ السلام کی شان یہ ہے :- وَمَنْ عِنْدَ الْكِتَابِ۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲
ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ وَمَنْ
عِنْدَ الْكِتَابِ سے کون مراد ہے فرمایا میرا بھائی علی ابن ابی طالب المہاجر المرفیہ ص ۲۰ کسی
نے کیا خوب کہا ہے رباعی۔

کلام حق پہ ملاں کو گر اعتماد ہوتا بھلا پھر مذہب و ملت میں کیوں فساد ہوتا
وہ کیسے کہتا کہ آئمہ غائب دان نہیں علی کا صرف سلونی جوئے یاد ہوتا صلوٰۃ
منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن عیین سے فرمایا کہ امام کے نزدیک
دنیا اور تمام آسمان اور تمام زمین بس اسی طرح ہیں یہ فرما کر اپنے ہاتھ سے اپنی ہتھیلی کی طرف
اشارہ فرمایا کہ جیسے یہ ہتھیلی ہے وہ جانتا ہے تمام دنیا اور زمین و آسمان کے ظاہر و باطن کو
اور داخل اور خارج کو اور اس کے خشک کو اور اس کے تر کو۔ بحار الانوار جلد ۷ ص ۳۷۸ ،
حقائق الوسا ئط ص ۱۷ امام کے فرمان حقیقت بیان سے بھی بالکل صاف ثابت ہو گیا کہ امام کائنات
کے ہر ذرہ ذرہ سے واقف اور باخبر ہے۔ پھر ملاں بتائیں کہ علم غائب کیا چیز ہے جو آئمہ طاہرین
کو قدرت نے عطا نہیں کیا۔

اب چند واقعات پیش کرتا ہوں جس سے مزید واضح ہو جائے گا کہ محمد و آل محمد علیہم السلام

دن غزہ علم کتاب

نام امام

علم کان و مایکون سے واقف کرادیئے گئے تھے۔ منقول ہے کہ صفوان بن امیہ نے جس کا باپ امیہ اور بھائی دونوں جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے اُس نے عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر آمادہ کیا کہ مدینہ میں جا کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرے عمیر بن وہب زہر پیچھی ہوئی تلوار لے کر مکہ سے چل کر مدینہ پہنچا جب یہ آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوا تو آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ کس غرض سے آیا ہے عمیر نے جواب دیا کہ میرا بیٹا قیدیوں میں شامل ہے اُسے رہا کرانے آیا ہوں کہ آپ مجھ پر رحم کریں اور میرے بیٹے کو آزاد کر دیں آنحضرتؐ نے فرمایا تجھے تو صفوان بن امیہ نے بھیجا ہے کہ تو مجھے قتل کر کے اُس سے انعام کثیر حاصل کرے کیا یہ سچ نہیں ہے اس کے بعد حضور عمیر کو علیحدہ کر کے اور تمام کیفیت اور صفوان و عمیر کے مشورے بھی اُسے بتا دیئے کہ تم دونوں نے تو میرے قتل کی یہ ترکیب کی ہے اس پر عمیر نے اسلام قبول کیا کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس بات کی خبر سوائے صفوان اور میرے کسی تیسرے شخص کو ہرگز ہرگز نہ تھی۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی مثنیٰ المذہب ص ۱۶۲ جلد ۱ اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتب فریقین میں درج ہیں صلوة معتز ضین لوگ حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اُن اقوال کو پیش فرمایا کرتے ہیں۔ جو انہوں نے بطور اظہار عیدیت بارگاہِ احادیث میں ذکر کئے ہیں یعنی جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اِنَّهُ مِنْ قَلْبِهِ الشَّادِ وَ طُولِ الظُّلْمِ وَ بَعْدَ السَّفَرِ الْمَجَاسِ الْمَرْسِيَةِ ص ۱۸ ہائے زاد راہ کم ہے، راستہ لمبا ہے اور سفر مشکل ہے۔ اس سے مولائے مومنان وارثِ قرآن ہادی دین و ایمان حضرت علی ابن ابی طالب کے بارے میں کہتے ہیں کہ خود تو جناب کا فرمان ہے اور خالی لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں اسی طرح حضرت کافران ہے اَللّٰهُمَّ اَحْمِلْنِيْ عَلٰی عَقْوِكَ وَ لَا تَحْمِلْنِيْ عَلٰی عَذَابِكَ میرے اللہ میرے معاملہ کو اپنے کرم و عفو سے طے کرنا میں تیرے عدل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس ارشاد و امام علیہ السلام کو پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ یہ اگر کچھ کر سکتے تو اس طرح کیوں کہا کرتے یا میرے حضرت سجاد علیہ السلام کی دعاؤں کے مجموعے کو بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے سو عرض ہے کہ اس سے اور کیا بے انصافی ہوگی کہ عبد و معبود کے درمیان کی گفتگو کو دلیل قرار دیا جاتا ہے کیوں مسلمانو! اگر ایسا ہی ہے تو

اس ارشاد مصطفیٰ کا ترجمہ اور معنی کیا کر گئے حدیث صُرِيَتْ عَلَيَّ يَوْمَ الْخُسُوفِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ علی کی ایک ضربت خندق کے روز کی ثقلین کی عبادتوں سے افضل ہے پھر فرمایا نَبَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّهُ إِلَى الْكُفْرِ كُلِّهِ، کل کا کل ایمان کل کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے۔

الجباس المرضیہ ص ۹۲ بتاؤ تاجدار رسالت نے نعوذ باللہ غلط فرمایا حضرت امیر مقام عبدیت میں اپنے مالک کے سامنے عجز و انکساری کر رہے ہیں کیوں مسلمانو! یَا عَلِيَّ أَنْتَ قَسِیمُ السَّارِ وَالْجَنَّةِ، الصواعق المحرقة ص ۱۲ اسے علی توجنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے یا غلط، اگر یہ حدیث درست اور صحیح ہے تو فیصلہ کر دو کہ کیا ان ارشادات معصوم کو بطور دلیل کے پیش کیا جاسکتا ہے جو معصوم نے بارگاہ خداوندی میں بطور مناجات کے کہے ہیں، منقول ہے کہ حضرت موسیٰ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کلیم کل کسی بدترین مخلوق سے کوئی مخلوق مقام مناجات پر پہنچے آنا، دوسرے روز جب قدرت نے دریافت فرمایا کہ میری بدترین مخلوق سے کوئی لایا ہے تو حضرت موسیٰ نے عرض کی پالنے والے میں ہی تیری ساری مخلوق سے حقیر مخلوق ہوں کیوں مسلمانو! بتاؤ کیا واقعی حضرت موسیٰ ساری کائنات سے ادنیٰ اور پست ہیں، یا درجہ عبدیت کا تقاضا یہی ہے۔ حقائق الوسائط ص ۲۶ محراب میں معصوم کی آہ و زاری کو دیکھ کر کسی نے عرض کی یا مولا! کیا وجہ ہے کہ آپ اس قدر بارگاہ الہی میں گریہ و زاری کرتے ہیں، کیا آپ جنت کے وارث نہیں کیا آپ شفیع المذنبین نہیں کیا آپ ساقی کوثر نہیں تو معصوم نے ارشاد فرمایا کہ جس خالق کائنات نے ہمیں اس قدر درجات رفیعہ اور کمالات عالیہ عطا فرمائے ہیں اس کا شکر ادا نہ کیا جائے، اگر ملاں کی منطق کو تسلیم کر لیا جائے تو ساری دنیا سے زیادہ حضرت امیر المومنین محراب مسجد میں بگائے و مناجات کیا کرتے تھے تو کیا ساری دنیا سے حضرت علی معاذ اللہ زیادہ غافل تھے اب میں ایک اور آیت قرآن مجید کی پیش کرتا ہوں۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ پکارے رکوع ۱۸ اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے درحقیقی اطاعت کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت و خوشخبری ہے۔ تمام مفسرین نے بالافاق تحریر فرمایا ہے قرآن پاک میں ہر چیز کا ذکر قدرت نے کر دیا ہے یہ اور بات ہے کہ حقیقی مفسر اور وارث قرآن کی ضرورت ہے

مسلمانو! قرآن مجید میں ہر شئی کا ذکر ہے تو حضرت امیر فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ
وَ اَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ۔ ابن ماجہ ص ۱۱ منصب
امامت ص ۱۱ میں صدیق اکبر ہوں اور میں قرآن ناطق ہوں میرے سوائے کوئی یہ دعویٰ نہیں
کے گی مگر کذاب ہوگا۔ ہاں اگر قرآن پاک میں ہر شئی کا ذکر ہے تو میرے مولا کا اعلان بھی ملاحظہ
ہو۔ سَلَوْنِي مِمَّا شِغْنْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۲ آخر سے حضرت امیر
فرمایا کرتے تھے۔ إِنْ دُخِلْتُمْ طُرُقَ السَّنَوَاتِ وَمِنْ الْأَرْضِ فِي أَسْمَانِ الْوَسْطَى رَسْتَةَ زَيْنِ
کے راستوں سے بہتر جاتا ہوں۔ صلوة۔

علم غائب کے سمجھنے پر مزید ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو اعتراض
کی گنجائش نہ رہے۔ شیخ مفید علیہ رحمہ نے کتاب اختصاص میں بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص
حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے دریافت
کیا کہ تو کون ہے اُس نے کہا میں منجم بھی ہوں اور قیافہ شناس بھی۔ حضرت نے فرمایا کیا میں
تجھے ایسے مرد کا پتہ بتاؤں کہ جتنی دیر تجھے میرے پاس گزری ہے اتنی دیر میں اُس نے چودہ
ہزار عالموں کا تین مرتبہ دورہ کر لیا ہو، جن میں سے ہر عالم اس دنیا سے بڑا ہے اور وہ مرد اپنی
جگہ سے بھی نہیں ہٹا۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ مرد کون ہے تو حضرت نے فرمایا وہ میں خود
ہوں اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے بتا دوں کہ تو نے کیا کچھ کھایا ہے اور تیرے گھر میں کیا ذخیرہ
ہے۔ صلوة، حقائق العقائد ص ۳، اس پر ایک رباعی اپنے ایمان کے لئے عرض کرتا ہوں شیخ!

فرشتے در پر سلام کہتے ہیں کبھی کبھی نہیں ہر دم مدام کہتے ہیں
نبی کے بعد جو مشکل کشائے عالم ہو ہم اپنی اصطلاح میں اُسے امام کہتے ہیں
روح المصطفیٰ کے ص ۱۶۲ پر مولانا جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے
ہمراہ شہید دینا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذرانہ ارسال کئے وہ اسے
لے کر مدینے پہنچا یہاں پہنچ کر اُس نے سوچا کہ امام کے ہاتھوں میں دیناروں نے جانا ہے
لہذا انہیں پاک کر لینا چاہیئے وہ کہتا ہے کہ میں نے ان دیناروں کو جو امانت تھے شمار کیا تو
وہ ننانوے تھے میں نے ایک دینار اپنی طرف سے ان میں ملا کر گُرا کر دیا۔ جب میں حضرت

کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ سب دینار زمین پر ڈال دو میں نے تعقیبی کھول کر زمین پر ڈال دی، آنجناب نے میرے بتائے بغیر اس میں سے میرا وہی دینار جو میں نے ملایا تھا، نکال کر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ بیچنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ رکھا ہے جو ننانوے میں پورا ہوتا ہے، چودہ ستارے ص ۲، ان واقعات کے ہوتے ہوئے کون سلیم الطبع انکار کرے کہ آئمہ طاہرین غائب نہیں جانتے۔ مسلمانو! کائنات کی لاکھوں غائب چیزیں معصوم کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند ہوا کرتی ہیں۔

جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ جو حدیث کی کتاب تہذیب الاحکام اور کتاب استبصار کے بھی مؤلف ہیں۔ اپنی کتاب مصباح میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسحاق بن عبداللہ علوی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تمہارے باپ اور تمہارے تمام چچا کے درمیان یہ امر زیر بحث ہے کہ سال کے وہ کون سے روزے ہیں جن کے رکھنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور تم اسی کے متعلق مجھ سے سوال کرنے آئے ہو، اس نے کہا یا مولائے میری بات ہے، آپؐ نے فرمایا سنو! وہ چار روزے ہیں جن کے رکھنے کی تاکید ہے۔ نمبر ۱۔ یوم ولادت حضرت پیغمبر اسلامؐ سترہ (۱۷)، ربیع الاول ہے نمبر ۲۔ یوم بعثت و معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ستائیس (۲۷) رجب المرجب ہے نمبر ۳۔ یوم دخول الارض یعنی جس دن کعبہ کے نیچے سے زمین بچھائی گئی۔ اور سفینہ نوحؑ کو جو دی پر بٹھرا اور یہ پچیس^{۱۵} ذی قعدہ ہے۔ نمبر ۴۔ یوم غدیر یعنی جس دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا اور وہ انصار ذوالحجہ ہے۔ اسے عبداللہ ان دنوں میں سے کسی دن بھی اگر کوئی روزہ رکھے تو اس روزے کی برکت سے ساٹھ، ستر سال کے گناہ بخشے جلتے ہیں۔ دوسرا کبھی جلد ۲ ص ۱۲۳، چودہ ستارے ص ۲۰۳ تعجب کا مقام ہے کہ سینکڑوں ایسے واقعات معتبر کتابوں سے ملاحظہ فرمانے کے باوجود ملاں لوگ کس طرح محمد و آل محمد کے علم غائب سے انکار کر جاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی یہ فرمائے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ایسا غائب نہیں جانتے جیسا باری تعالیٰ تو اس سے کسی مسلمان ایمان کو انکار نہیں ہے کیونکہ وہ خالق ہے اور یہ اس کی مصطفیٰ و تفضیل

امام علی نقی علیہ السلام اور علم غائب

مخلوق ہے وہ دینے والا یہ لینے والے، یہ عابد وہ معبود، یہ ساجد وہ مسجد، وہ رازق یہ مزدوق، بے شک محمد و آل محمد علیہم السلام ساری دنیا کے مشکل کشا ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ہرگز یہ مخلوق ہی تو ہیں۔ رباعی۔

مراد حُب علی سے وصول ہوتی ہے علی کے صدقے سے دُعا قبول ہوتی ہے
علیؑ کے ذکر سے خوش ہیں محب لیکن منافقوں کی طبیعت ملول ہوتی ہے

(صلوات)

آخر میں میں ایک واقعہ عرض کرنے کے بعد چند فقرے مصائب کے عرض کروں گا، کتاب نور الابصار طبع مصر ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ واثق کا ایک منہ چڑھا رفیق اسباطی ایک دن عراق سے مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے خیر و خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ بتاؤ واثق باللہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے، اس نے کہا کہ میں نے اسے بسلامت پھوڑا ہے وہ بالکل خیریت سے ہے، میں اس کا بھیجا ہوا میاں آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اسباطی نے سکوت اختیار کیا اور سمجھا کہ یہ جو آپ نے فرمایا ہے بعلم امامت معلوم کیا ہے یقیناً یہ درست ہو گا پھر آپ نے کہا اچھا یہ بتاؤ ابن اثرب کس حال میں ہے اس نے عرض کی وہ اچھا اور خوش ہے بالکل خیریت سے ہے اس وقت اس کا طوطی بولتا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا اے اسباطی سنو! حکم خدا کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور قلم قدرت کو کوئی مہنیں روک سکتا۔ واثق باللہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی جگہ المتوکل خلیفہ ہو گیا ہے اور ابن الزیات قتل کر دیا گیا ہے، اسباطی نے چونک کر کہا کہ، یا حضرت یہ سب کچھ کب ہوا ہے میں تو ان سب کو خیریت سے پھوڑ کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے عراق سے نکلنے کے پھر یوم بعد یہ انقلاب آیا ہے۔ اسباطی کہتا ہے کہ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ جو کچھ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا وہی صحیح ثابت ہوا، چودہ ستارے ص ۴۴ ان تمام واقعات کے بعد بھی اگر کسی ملاں کو ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے علم غائب پر یقین نہ آئے تو اس کا علاج قدرت ہی اسی ہسپتال میں فرمائے گی جہاں آج کل البولہب اور البوہبل کا احتیاط سے علاج کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معرفت ملاؤں کی تبلیغ سے اثر لے کر مسلمانوں نے

واثق کی موت کا خبر

بتول کا چمن اُجاڑ دیا۔

عزادارو! جہاں بے معرفت لوگ موجود تھے وہاں حبیبؑ ابن مظاہر جیسے بلند اعتقاد کے لوگ بھی نظر آتے ہیں، آج مجھے جناب فقیہ آل محمد حضرت حبیبؑ ابن مظاہر کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ علامہ حسین کا شفی لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ چند بچے کھیل رہے ہیں آپ ان کے قریب گئے اور ان میں سے ایک بچے کو اٹھا کر اپنی آغوش میں بٹھالیا، اور اس بچے کی پیشانی پر بوسہ دینے لگے، ایک صحابی نے عرض کی کہ حضورؐ اس بچے میں کیا خصوصیت ہے کہ آپ نے اس کی اس درجہ قدر افزائی فرمائی ہے، آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اسے ایک دن اس حال میں دیکھا ہے کہ یہ میرے بچے حسینؑ کے قدموں کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔ یوگنین حضرات کا بیان ہے کہ وہ بچہ جی سے جناب ختمی مرتبتؑ نے پیار کیا تھا، وہ حبیبؑ ابن مظاہر ہی تھا، اصحاب الیمین ص ۲۳، چودہ ستارے ص ۱۲۔ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مظاہرؑ نے جناب رسول خدا کی دعوت کی اور لبہد ادب عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنے ساتھ اپنے دونوں بچوں کو لائیں، آنحضرتؐ نے حبیبؑ کے والد مظاہر کی دعوت کو قبول فرمایا اور مظاہر اپنے گھر واپس آکر اپنے اہل و عیال سے فرمانے لگے کہ تیاری کرو، آج جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں شہزادوں کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لادیں گے، حبیب کے والدین تو سامان دعوت کرنے میں مشغول ہو گئے اور حبیبؑ شوقِ زیارت میں اپنے مکان کی بھرت پر چڑھ کر دیکھنے لگا، شوقِ زیارت میں حبیبؑ چند قدم آگے بڑھا کہ پاؤں پھسلا اور کوٹھے سے گر کر حبیب مر گیا، ادھر حبیبؑ مرا، ادھر سے رحمتہ للعالمین اپنے دونوں بچوں کو لے کر مظاہر کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ مظاہرؑ نے اس خیال سے کہ اگر اس وقت گھر میں کہرام مچا تو آنحضرتؐ کی دعوت سے محروم ہو جاؤں گا لہذا مظاہر نے حبیب کی لاش گھر میں لے جا کر رکھ دی اور عورتوں سے کہہ دیا کہ جب تک حضورؐ کھانے سے فارغ نہ ہوں کوئی گریہ نہ کرے ورنہ ہم ایک بڑی سعادت سے محروم رہ جائیں گے، تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول خدا اپنے شہزادوں کے ساتھ مظاہر کے گھر تشریف لائے۔ جب امام حسینؑ علیہ السلام نے حبیب کو نہ پایا، تو کہنے لگے، میرا حبیبؑ کہاں ہے؟

حبیبؑ ابن مظاہرؑ

مظاہرے ضبط سے کام لیتے ہوئے عرض کی کہ وہ کہیں چلا گیا ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ممکن ہے آجائے آپ غم نہ کریں کھانا کھائیں حضرت امام حسین نے فرمایا میں حبیب کے بغیر ہرگز نہ کھاؤں گا، عزادارو! اب مظاہرے سے ضبط نہ ہو سکا اور اس کو سننے کی طرف اشارہ کیا جہاں حبیب کی لاش رکھی تھی۔ جب حبیب کی لاش کو دیکھا گیا تو گھر میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ مظاہرے تمام واقعہ عرض کیا، جناب رسول خدا نے فرمایا حبیب کی لاش کو میرے پاس لاؤ، جناب رسول خدا نے حبیب کے حق میں دعا کی شہزادوں نے آمین فرمائی اور حبیب اسی وقت زندہ ہو گیا اور مولا حسین کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا، تو مولا حسین نے حبیب کو گلے لگایا مصباح المجالس جلد ۱۰ ص ۱۰۳

عزادارو! جب کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھے تو حبیب بھی پیش پیش تھے۔ جب میرے مظلوم امام کو بلا میں پہنچے اور اشقیاء کی فوجیں آنے لگیں تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی امام حسین سے فرمایا کہ آپ بھی اپنے دوستوں کو خط لکھ کر بلا لیں، امام نے فرمایا بہن زینب اس بے کسی میں تیرے بھائی کی مدد کو کون آئے گا، اچھا میں آپ کے کہنے پر خط لکھتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ مولا کائنات نے حبیب ابن مظاہر کو خط لکھا کہ ہم کو بلا میں گھر گئے ہیں اگر ہو سکے تو زرعہ اعداء سے بچانے میں ہماری مدد کو پہنچو۔ لکھا ہے جب امام خط کو لکھ چکے تو جناب زینب کو خط کا مضمون سنایا۔ تو ثانی زہرا نے فرمایا ماں جائے میرے سلام کے بعد ایک فقرہ میری طرف سے بڑھادو، حبیب کو لکھو کہ اگر آنا ہے تو جلدی آؤ، ایسا نہ ہو کہ تاخیر میں آئے سے مظلوم کا بھرا گھر تباہ ہو جائے، یہ خط قاصد کو دے کر کوفہ روانہ کیا گیا، قاصد حبیب کے گھر پہنچا اور دق الباب کیا، اس وقت جناب حبیب اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، حبیب نے پوچھا کون ہے اُس نے کہا میں قاصد حسین ابن علی ہوں آپ کے نام ایک خط لے کر آیا ہوں، حبیب فوراً دروازہ پر آئے اور خط کو لے کر اُسے بوسہ دیا اور سینے سے لگایا مگر جب مضمون خط سے آگاہ ہوئے تو عداۃ خاموشی اختیار کی۔ حبیب کی زوجہ نے کہا فرمادیں کیا میرے مولا کا حضرت امام حسین علیہ السلام خیریت سے تو ہیں۔ حبیب نے کہا یہ خط مولا حسین ہی کی طرف سے آیا ہے۔

وہ کہ بلا میں پہنچ کر دشمنوں میں گھر گئے اور مجھے مدد کے لئے بلایا ہے، حبیب کی بیوی نے کہا مہر کیا خیال ہے کیا حضرت امام حسین کی مدد کو نہیں جاؤ گے۔ حبیب نے کہا تمام شہر کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ راستوں پر فوجوں کا پہرہ ہے اور اس کے ساتھ مجھے تیرا بھی فکر ہے کہ اگر میں قتل ہو گیا تو تیرا کیا حال ہو گا۔ اس زن مؤمنہ نے کہا حبیب! دانتے ہو تم پر کہ فرزند رسول! دشمنوں میں گھرے ہوئے تمہیں بلائیں اور تم بہانے بنانے لگو حبیب! اگر تم جانا نہیں چاہتے تو اپنی تلوار مجھے دو اور میری چادر تم سر پر رکھ لو، میں خود جا کر اپنے مظلوم امام کی نصرت کروں گی۔ عزادارو! یہ سن کر حبیب رونے لگے اور زوجہ سے کہا کہ میں نے تو صرف تمہارا جذبہ ایمانی دیکھنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرزند رسول یا دفرمادیں اور میں گھر میں بیٹھ رہوں اس پر حبیب کی بیوی نے کہا حبیب! میں بھی تیرے ساتھ جاؤں گی اور اپنی آنازادی ثانی زہرا کی خدمت کروں گی۔ لکھا ہے کہ حبیب سفر کر بلا کی تیاری میں مصروف ہوئے تو بازار میں مسلم بن عوسجہ سے ملاقات ہوئی مسلم نے کہا حبیب! تمہیں کچھ معلوم بھی ہے۔ کہ یہ فوجیں کہاں بھیجی جا رہی ہیں۔ حبیب نے کہا مسلم! فرزند رسول! کو اعداء نے کہ بلا میں گھیر لیا ہے یہ سب مولا حسین کے قتل کے سامان کئے جا رہے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ مسلم نے جو خضاب خریدا تھا اسے زمین پر پھینک دیا اور کہا حبیب! اب اپنی ریش کو نصرت حسین میں انشاء اللہ اپنے خون سے خضاب کروں گا۔ مسلم نے کہا حبیب! تمہارا کیا ارادہ ہے کہا کہ میں تو آج رات کو کہ بلا روانہ ہو جاؤں گا۔ مسلم نے کہا تم چلو میں بھی شیعان حیدر کرار کو ترغیب دے کر جلدی حاضر خدمت ہوں گا۔

منقول ہے کہ حبیب نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا لے کر ناکہ پر منتظر ہو کہ میں آتا ہوں لکھا ہے کہ جب حبیب کو تاخیر ہوئی تو غلام نے گھوڑے سے کہا کہ اگر حبیب نہ آ سکے تو میں تجھ پر سوار ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ روایت میں ہے کہ غلام کی باتیں حبیب نے سن لیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ مگر غلام ساتھ جانے پر مڑر ہوا کہ جب حبیب کہ بلا میں پہنچے اور اولاد رسول کو معلوم ہوا کہ حبیب ابن مظاہر آگیا ہے تو جناب زینب نے حبیب کو سلام کہنا بھیجا۔ کہ بھائی حبیب! محمد کی بیٹی تجھے سلام کہتی ہے تو حبیب ڈھارس مار کر رونے لگے کہ کجا غلام اور

خضاب پھینک دیا

حبیب کی کہ بلا میں آمد

گما زینب سلام اللہ علیہا کا سلام کہنا، عزا دارو! حضرت امام حسینؑ نے حبیبؑ کو سیرہ کا علمدار مقرر فرمایا اور اس بہادری سے حبیبؑ نے اس خدمت کو انجام دیا کہ ہزاروں کی فوج کو جرات نہ ہوئی کہ آگے بڑھ سکیں۔ عزا داران حسین ایک وقت ایسا آیا کہ حبیبؑ کو میدان کارزار میں جانے کی اجازت مل گئی۔ حضرت حبیبؑ کے مقابلہ کے لئے حصین بن نمیر نکلا۔ حبیبؑ نے اس کی ناک پر ایسی ضرب لگائی کہ حصین کی ناک اڑ گئی۔ حصین بدرجاس ہو کر گھوڑے سے گرے، حبیبؑ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے ساتھیوں نے اُسے فوراً اٹھایا، پس قوت ایمانی سے حبیبؑ نے فوج اشقیاء پر شیر کی طرح حملہ کیا باوجود وضعیتی اور کبر سنی کے باوجود ملا عین کو حاصل جہنم کیا۔ عزا دارو! حبیبؑ کہاں تک لڑتے ایک وقت ایسا آیا کہ حبیبؑ نے گھوڑے سے گرتے ہوئے آواز دی یا مولا اور کنی۔ اصحاب الیمین ص ۳۲

منقول ہے کہ حبیب کی آواز سن کر میرا منہ انفلوم امام حضرت عباسؑ اور جناب علی اکبرؑ کو ساتھ لے کر حبیبؑ کی لاش پر پہنچے تو دیکھا کہ رشتہ حیات باقی ہے آپ قریب بیٹھ گئے اور رو رو کر فرمایا۔ حبیب میرے پلے حبیبؑ فقیہ آل محمد حبیبؑ تم ہمیں نزعہ اعداء میں تہا چھوڑ کر جا رہے ہو، مولف مصائب المعصومین لکھتے ہیں کہ ایک بار حبیبؑ نے زمین سے سر اٹھایا، اور چہرے آثار اعزازِ نباشت نمایاں ہوئے۔ امام نے فرمایا حبیبؑ کس امر نے اس وقت تمہارے چہرے کو شکفتہ کیا عرض کی یا بن رسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جد نامدار اور اور حیدر کرار تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ حبیب جلدی آؤ حورانِ جنت تمہارے انتقام میں ہیں۔ حبیب جلدی آؤ کہ ہم تم کو کوثر سے سیراب کریں۔ یہ کہہ کر حبیب نے دم توڑ دیا۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۱۰۵

آپ لوگوں میں کافی زائر بھی تشریف فرما ہوں گے۔ اس فقیہ آل محمد کو وہ رتبہ سرکارِ حسینی سے ہلا کہ جب کوئی زائر مولا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جائے تو حرم میں داخل ہوتے ہی جناب حبیبؑ کی قبر آتی ہے۔ اور پہلا سلام زائر حضرت حبیبؑ ہی کو کرتا ہے۔ میں نے بعض علماء کرام سے یہ بھی سنا ہے کہ جب محمد کی بیٹیاں قید ہو کر کوفہ کے بازار میں آئیں تو کوفہ کی عورتیں جو جناب زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ قید ہو کر آئی تھیں ان کے لواحقین ابن

زیادہ سے اجازت لے کر چادریں لے کر آئے کہ اپنی اپنی عورتوں کے سروں پر ڈال دیں جب حبیب کی بیوی کو معلوم ہوا تو فرمایا انصار حسین کی بیویوں چادریں ہرگز قبول نہ کرنا، کیونکہ رسول زادیاں سر برہنہ بلوہ عام میں لائی جا رہی ہیں اور اس کے بعد اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا اے غیرت مسلمانو! تمہیں اپنی عورتیں تو یاد آگئیں مگر محمد کی بیٹیاں کھلے بازاروں میں سر برہنہ پھرا رہی ہیں، حبیب کی بیوی کے اس فرمان نے بازار کارنگ بدل دیا لوگ منہ پھیر کر رونے لگے اور انصار حسین کی عورتوں نے چادروں کے نیچے سے انکار کر دیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَمَّا مُتَقَلَّبٍ يَّتَفَلَبُوْنَ -

jabir.abbas@yahoo.com

چوتھی مجلس

بعض لوگوں کے خلفاء کی علمی قابلیت اور سیرت و کردار صحابی رسول
حضرت ابوذر غفاری کی جلا وطنی اور مقام رندہ میں وفات حضرت ابوذر
کی پچی کا تنہا رہ جانا اور سفر دمشق میں جناب سکینہ بنت الحسین
کی تنہائی اور ذکر مصائب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفَسَنْ يَهْدِيْكَ اِلَى الْعَقِّ اَحَقُّ اَنْ يَشْتَعَ اَمْسُ لَا يَهْدِيْ

اَلَا اَنْ يَهْدِيْ ۚ فَمَا لَكُمْ فَن كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ - پارہ ۱۱ رکوع ۹

کیا پس وہ شخص کہ راہ دکھاتا ہے طرف حق کے بہت لائق ہے اس بات کا کہ پیروی کی جائے
اس کی یا وہ شخص کہ آپ ہی نہیں راہ پاتا مگر راہ دکھانے پر پس ان دونوں میں تم کیا حکم کرتے
ہو۔ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ظلمت سے نور بہتر ہے، باطل سے حق افضل و اعلیٰ ہے۔

کذب سے صدق برتر ہے، بے دینی سے دین اچھا ہے، جاہل سے عالم افضل ہے اور نہ
جاننے والے سے جاننے والا افضل ہوا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ اور متفق علیہ مسئلہ ہے
جس سے دنیا کے کسی انسان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ عالم اور جاہل کو برابر کہنے
والے حضرات آپ کو مل جائیں مگر یہ ضمیر فروش اور چمچ گیر دھڑدار کہلاتے ہیں۔ پس یہ درندہ
سیرت انسان ہوا کرتے ہیں۔ تمیز اور بد تمیزی ان دو ہی نقطوں سے تو حیوان اور انسان کی تشخیص
ہوا کرتی ہے۔ خداوند قدوس ایسے صاف اور واضح امر کا نسل انسانی سے فیصلہ چاہتا ہے۔ کہ
اسے میری اشرف المخلوقات مخلوق۔ ذرا فیصلہ تو دو کہ راہ بتانے والا افضل ہے یا گمراہ افضل

ہوا کرتا ہے تم ان دونوں کے بارے میں کیا فیصلہ دو گے کہ کیا راہ بتلانے والا گمراہ کی پیروی کرے یا ہادی الی الحق کی گمراہ پیروی کرے۔ جہاں تک انصاف و عدل کا تقاضا ہے۔ غیرت نسل انسانی کبھی یہ فیصلہ نہیں دے گی کہ عالم جاہل کی پیروی کرے۔ مومن منافق کا مطیع ہو جائے۔ بلکہ ہر عاقل یہی کہے گا کہ محتاج کو غنی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، نہ جاننے والا جاننے والے کی پیروی کرے، بے دین کسی دیندار کی فرمانبرداری کو اپنے لئے واجب قرار دے۔ ہاں اگر اس کے برخلاف کیا گیا تو دین و دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔ صلوٰۃ۔

قطعہ۔

اے صاحبان ہوش و خرد غور تو کرو
دیکھو علی کی ذات معتمہ ہے یا مہنہیں
چہرہ خدا کا آنکھ خدا کی اور خدا کے ہاتھ
اوصاف سب خدا کے ہیں لیکن خدا نہیں

اب میں ان لوگوں کے اقوال پیش کرتا ہوں جو اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں اور آپ حضرات سے عدل و انصاف کی بھیک مانگوں گا کہ فیصلہ تو کر دو کہ ان سے پیروی کس کو کس کی کرنی چاہیے۔ لہذا اسی حکم خداوندی سے آج فیصلہ ہو جائے گا کہ کون بزرگ اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ میں سب سے پہلے اجماعی خلیفہ کی کیفیت عرض کرتا ہوں تاکہ آپ پر تحقیق واضح ہو جائے روایت میں ہے کہ جب یہ توبہ نازل ہوئی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس یا چالیس آیتیں سورہ کے اوّل کی، حضرت اوّل کو دیکر حاجیوں کا امیر بنایا اور فرمایا کہ مکہ میں جا کر تمام قریش کو ان آیات الہی سے آگاہ کر دو، اس صحابی کے جانے کے چند روز بعد حضرت علی مرتضیٰ کو بلا کر ناقہ غضباء پر سوار کر کے اس صحابی کے پیچھے بھیجا اور حکم فرمایا کہ اُن سے آیتیں لے کر تم خود پڑھ کر سنا، حضرت امیر فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور وہ واپس آگئے اور نبی اکرم سے اگر عرض کی یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا مہنہیں بلکہ جبرئیل نے اگر یہ حکم خداوندی سنایا ہے کہ یا خود جائیے یا ایسے شخص کو بھیجئے جو آپ ہی سے ہو۔ اب میں آپ لوگوں سے بصد ادب عرض کروں گا کہ اس

تیس سورہ باریت

میں کیا خامی تھی کہ خدا تعالیٰ نے چند آیات کی تفسیر و تبلیغ کا حق بھی اُس کے پاس نہ رہنے دیا مسلمانو! جو خدا و رسول کی نگاہ میں چند آیات کی تبلیغ کا اہل نہ قرار پاسکا تو وہ پُرسے دین کی اثبات کس طرح کر سکے گا۔ یہ واقعہ مندرجہ کتب میں ملاحظہ فرمادیں، تفسیر حسینی قادری جلد ۱ ص ۳۵، المجاہد المرفیہ ص ۱۰۷، تاریخ البوالفرا ص ۱۲۴، و منشور، بخاری، ترمذی، نسائی، مسند احمد، تاریخ کامل وغیرہا۔ اب فیصلہ کیجئے! ان دونوں میں سے اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے۔ بتائیے حضرت علی علیہ السلام اس صحابی کی پیروی کریں یا وہ صحابی حضرت علی کی پیروی کرے۔

اور سنئیے! سقیفہ میں بیعت ہونے کے بعد یہی صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا حاضرین! اگر تم چاہو تو دوسرے شخص کو خلیفہ بنا سکتے ہو۔ میں معصوم نہیں ہوں مجھ پر بھی شیطان مسلط ہے اگرچہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں مگر میں خوش نہیں ہوں۔ میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں یا درکنہ شیطان میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ مجھے تم پر کوئی ترجیح نہیں ہے، تاریخ الخلفاء ص ۲۹، کہاں ہیں وہ لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد ساری دنیا سے یہی صحابی افضل و بہتر ہے۔ اب ان کی مائیں یا خود اس صحابی کے فرمان کی تصدیق کریں، اب میں موطا امام مالک کی عبارت پیش کر کے اہل انصاف سے مزید انصاف چاہتا ہوں۔ عَنْ أَسْلَمَ الْأَعْدَدِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاءِ دَخَلَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَهُوَ يَجْلِسُ، بِسَائِلُهُ فَقَالَ لَهُ: عُمَرُ مَا غَفَرَ اللَّهُ لَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ هَذَا أَذْسَدُ فِي الْمَوَارِدِ۔ اسلم عدوی سے روایت ہے کہ حضرت عمر گئے ابوبکر صدیق کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے حضرت عمر نے کہا ٹھہر دیجئے اللہ تم کو البر بکرنے کہا اسی نے مجھ کو بتا ہی میں ڈالا ہے۔ موطا امام مالک ص ۷۷، ”ہذا کے دو ہی ترجمے ہو سکتے ہیں یا تو حضرت ابوبکر کا اشارہ اپنی زبان کی طرف تھا جسے کھینچ رہے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہذا کا اشارہ حضرت عمر کی طرف حضرت ابوبکر نے کیا ہو۔ بہر حال دونوں طرح کے اشارے حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے کافی دوانی ہیں۔ کیوں مسلمانو! اس بندے کی پیروی کریں جو اپنی تباہی کا مرتے وقت اعلان کر رہا ہے یا اس کی پیروی کریں جس کے سر اقدس پر ضرب لگی تو فرمایا بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ فَمَنْزِلَ رَبِّكَ الْكَعْبَةِ خدا

کی قسم علی ملت رسول اللہ پر کامیاب جا رہا ہے فرماؤ ان دونوں میں اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے، وارث ہدایت کون ہے اور محتاج ہدایت کون ہے، بتاؤ ان میں سے میرے بڑے بھائیوں کا پیر کون ہے اور حیدر کرار کے ماننے والوں کا پیر کون ہے اس بزرگ کی شان میں رسول خدا کا فرمان حقیقت بیان بھی ملاحظہ ہو اَلشَّيْءُ فِي كَذِّ الْخَفِيِّ مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ نَزْرُ الْعَصْرِ صَلَٰةُ الْبُجَالِ بَخَارِ الْمُسْلِمِ فرمایا شرک تم میں چوینٹی کی چال سے زیادہ چھپی چال چل رہا ہے تو جس کی توحید کی اپنی کیفیت یہ ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرے گا۔ دوسری طرف جناب حیدر کرار فرماتے ہیں لَوْ كُشِفَتِ الْغِطَاءُ لَمَّا اَزْدَدْتُ يَقِيْنًا لَوْجِ الْاِحْزَانِ جلد ۲ ص ۲۴ فرمایا اگر میرے سامنے سے توحید کے پردے اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہو۔ صلوٰۃ شعر آلودگان دھبہ سے شکوہ نہیں صادق کہ اب تو دیکھ لی طاہر پاک بانوں کی بیدری جب پہلے بزرگ کی حقیقت سے مطلع ہو جائیں تو دوسرے بزرگ کی بھی حقیقت ملاحظہ فرمادیں حضرت عمر نکاح کا خطبہ اچھا نہیں دے سکتے تھے ان کا خود بیان ہے کہ نکاح کا خطبہ مجھ سے بن نہیں آتا، الفاروق ص ۶۱۴، مولانا شبلی نعمانی نے ایک بہت بڑے راز کا انکشاف فرمایا ہے، مولانا موصوف الفاروق کے ص ۶۱۴ پر فقرے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر اگرچہ اکثر بر محل اور برجستہ خطبہ دیتے تھے لیکن معرکہ کے جو خطبے ہوتے تھے ان میں تیار ہو کر جاتے تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ میں خود ان کا بیان ہے کہ میں خوب تیار ہو کر گیا تھا۔ اس مقام پر میرا ایک سوال ہے کہ اس خطبہ کی تیاری جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کس وقت کی تھی، رسول خدا کے انتقال سے پہلے یا انتقال کی خبر سننے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ آنجناب کی رحلت سے پہلے انہوں نے خطبہ کی تیاری فرمائی تھی تو معاملہ اور پیچیدہ ہو جائے گا کہ انہیں کیا علم تھا کہ ہمیں ایسا خطبہ دینا ہوگا۔ مسلمانو! تیاری اس خطبہ کی خطیب کیا کرتے ہیں جس کے وقت اور ماحول کا علم ہو کہ ایسا وقت آئے گا اور مجھے اس طرح کی تیاری کرنی چاہیے خیر قارئین کرام خود اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے۔ دوسرا یہ کہ یہ صاحب رسول خدا کی رحلت کی خبر سننے ہی خطبہ کی تیاری میں لگ گئے تھے کہ مجھے ابھی امی خطبہ دینا ہے اگر اس امر کو تسلیم کیا جائے تو اس واقعہ کو زندہ درگور کرنا پڑے گا۔ جس کو آج تک مؤرخین جلی حروف سے نقل کرتے آئے ہیں

حضرت عمر کی قابلیت

کہ رسول اللہ کی رحلت کی خبر سُن کر حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھائی کہ کون کہتا ہے کہ حضور انتقال فرما گئے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں وہ معترضی دیر کے لئے خاموش ہو گئے یا خدا کے حضور میں شریف لے گئے ہیں ابھی واپس آجائیں گے۔ جس نے رسول خدا کی موت کی خبر کو بیان کیا۔ میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ کیوں مسلمانو! جس انسان کے وفات رسول اللہ کو سُن کر ہوش و حواس بھی قائم نہ رہ سکے ہوں۔ اس نے خطبے کی کب تیاری کی ہوگی۔ مجھے اس بات کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ محلہ سخی سے جوہنی حضرت ابو بکر آئے فوراً ہوش و حواس ٹھکانے لگ گئے یہ ایسا الجھاؤ ہے جس کے سنبھالنے کی آج تک یاں لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ مصرع

تن ہماں داغ داغ پمبہ کجا کجا منہم

بہر حال اس واقعے سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ نہ وہ نکاح کا خطبہ دے سکتے تھے اور نہ تیاری کے بغیر عمرؓ کا خطبہ ارشاد فرما سکتے تھے اور دوسری طرف جناب حیدر کرار کا فرمان ہے سَلَوْنِي سَلَوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُوْنِي وَفِي رِأْيِ اَعْلَمَهُ طُرُقُ السَّلَوْتِ وَمِنْ الْاَرْمَنِ تاریخ الخلفاء ص ۱ سوال کرو مجھ سے سَلَوْنِي سوال کرو مجھ سے قبل اس کے میں تم میں سے چلا جاؤں میں زمین کے راستے سے آسمان کے راستے بہتر جانتا ہوں۔ مسلمانو! فیصلہ تو دو ان دونوں میں سے کس کی پیروی کی جائے۔

آج کل بھی اکثر ملاں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر جمعہ کے روز عید ہو جائے تو ایک دن میں دو خطبے پڑنے کی وجہ سے ملک کے اعلیٰ فرد کو یا ملک پر وبال کا خطرہ ہے میں حیران تھا کہ خطبے میں تو خدا تعالیٰ کی حمد و جناب رسول خدا کی ذات گرامی پر درود و سلام اور ادا و نواہی کا حکم ہی تو ہوتا ہے یہ کونسی ایسی خطرناک بات ہے جو ملک کیلئے خطرہ بن جاتا ہے دوسری جانب ہر روز ملک میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مقام پر خطبے ہوا کرتے ہیں تو اس فلسفہ کو کھڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ کافی مدت کے بعد جب بزرگوں کے مبلغ علم کا پتہ چلا کہ انہیں ایک خطبہ یا دو تھا دوسرا خطبہ یا درکھنا ان کے بس کا رنگ نہ تھا اگر ایک دن میں جمعہ اور عید کا خطبہ دینا پڑا تو کچھ ہچکچاہٹ سی محسوس ہوتی کہ ابھی تو ایک خطبہ پڑھ کر گیا ہوں عرب ہر مگر میں چند الفاظ عربی کے نہیں بول سکتے اسلئے فتویٰ صادر فرمایا کہ دو خطبے دینے سے ملک یا صدر کیلئے خطرے کا باعث ہوتے ہیں ان بزرگوں کی خلا وادادانت کا اس روایت سے اچھا اندازہ لگ جائے گا۔ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ مَلَكَ

نہض اور عید کی نہ ہوں

عَلَى سُرَّةِ الْبَقَرَةِ ثَمَانِي سِنِينَ يَتَعَلَّمُهَا اِمَامٌ مَالِكٌ نَعَمْ فرمایا کہ عبداللہ ابن عمرؓ نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ کو یاد فرمایا اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کو یاد فرمایا اور جب ختم ہو گئی تو ایک اونٹ کو قربانی کیا، موطا امام مالکؒ اور دوسری طرف میرے مولا حیدر کرار ہیں کہ ایک قدم رکاب گھوڑے میں ڈال کر تلاوت کلام پاک شروع کرتے تھے اور دوسرے قدم تک پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے، فرمادہ ان میں ہادی کون ہے اور محتاج ہدایت کون ہے فرمادہ کس کی پیروی کی جائے۔ المجالس المرضیہ ص ۱۵۳

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اول سے کلام کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ اس کے معنی بیان کروں گا وہ میری رائے ہوگی اگر وہ رائے ٹھیک اور صائب ہے تو اللہ کا احسان سمجھا جائیے اور اگر وہ رائے خطا ہے تو میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا چاہیے میرے نزدیک تو اس سے دلدادہ والد مراد ہے مگر جس وقت حضرت ثانی خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں حضرت اول کے اس قول کی ترویج کروں۔ تاریخ الفقہ ص ۹۳ مسلمانو! جب دونوں بزرگ قرآن پاک کی ایک آیت کے لفظ کلام کا ترجمہ نہ سمجھ سکے تو وہ پورے قرآن کے وارث کس طرح بن گئے اور دوسری طرف نبی اکرمؐ فرماتے ہیں عَلَيَّ مَعَ الْعُرَاتِ وَالْقَدَافِ مَعَ عَلِيٍّ تاریخ الفقہ ص ۱۸۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے رباعی

محکم کہیں کہیں متشابہ تیرا کلام یارب عجیب رازیہ قرآن میں بھردیا
اب تک مفسروں کا اُجھنادلیل ہے دُنیا کو اہلبیت کا محتاج کر دیا

اب تیسرے بزرگ کے متعلق بھی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ تاکہ اطمینان ہو جائے منقول ہے کہ حضرت ثالث جب خلیفہ ہوئے اور خطبہ دینے کے لئے ممبر پر چڑھے تو دفعتہً ٹرک گئے، اور زبان نے یادوری نہ دی۔ اس وقت یہ عذر کیا کہ اول اور ثانی خطبہ کے لئے تیار ہو کر آیا کرتے تھے اور آئندہ سے میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ الفاروق ص ۶۱ ان کے مُربہ فخر سے انہیں غنی فرمایا کرتے ہیں یہ لقب انہیں مبارک ہو۔ مگر میرے مولا اپنے علم و عقل پر ناز ان الفاظ میں فرماتے ہیں
رَحْمَتًا قَسَمَةً الْجَبَّارِ فِينَا لَنَاعِلُهُمْ وَلَا عُدَاءَ مَالٍ

فَاتِ الْمَالِ يَفْنَىٰ عَنْقَرِيْبٍ ذَاتِ الْعِلْمِ بَاقٍ لَا يَزَالُ

تفسیر حسینی قادری جلد ۱ ص ۵۵ راضی ہوئے ہم خدا کی تقسیم سے جو اس نے ہم میں کی ہے۔
 واسطے ہمارے علم ہے اور واسطے دشمنوں کے مال پس بے شک مال فنا ہو جائے گا۔ عنقریب
 اور تحقیق کہ علم باقی ہے جو کبھی نہ زائل ہوگا۔ بتاؤ مسلمانو! ان دونوں بزرگوں میں کس کی
 پیروی کی جائے جو مال سے غنی ہے اس کی پیروی کریں یا جو علم میں غنی ہے۔ اس کی پیروی
 کریں میں دولت کو بڑا نہیں کہتا مگر دولت کے اکٹھا کرنے کی غرض سے بازار سے کھجور کی گٹھلیاں
 کسی غیر کو نہ چھنے دینا اور بات ہے اور قدرت کے خزانے کے مالک و مختار ہوتے ہوئے جو
 کی روٹیاں کھانا اور بات ہے۔ صلوة۔

ایک جماعت نے بیان کیا ہے جس میں یونس بن ظبیان، مفضل بن عمر، ابوسعید سراج
 اور حسن ابن ابی ناختہ شامل ہیں کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں
 حاضر تھے کہ امام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس زمین کے خزانے اور کُنجیاں موجود ہیں اگر میں اپنے
 پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگا کر کہوں کہ جو کچھ تم میں سونا، چاندی موجود ہے اُسے نکال دے۔ تو وہ
 ضرور نکال دے گی۔ حضرت نے ایک پاؤں سے زمین پر خط کھینچا جس سے سونے اور چاندی کے
 چشمے جاری ہو گئے۔ آپ نے بالشت برابر سونے کی ڈلی باہر نکال کر فرمایا کہ اس کو دیکھو تاکہ
 تمہیں شک نہ رہ جائے ہم نے دیکھا کہ وہ چمکتا ہوا سونا تھا پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو ہم نے
 زمین کی طرف دیکھا تو اس میں بہت سی سونے کی چمکتی ہوئی ڈلیاں ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں
 میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی چیزیں عطا کی ہیں مگر آپ
 کے شیعہ محتاج ہیں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور شیعوں کے لئے دین اور آخرت جمع
 کیا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنات التعلیم میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمنوں کو نارجہنم
 میں جگہ نصیب ہوگی۔ کنوز المعجزات ص ۲۶۹، مسلمانو! طاقت کے ہوتے ہوئے دولت کو اپنے قریب
 پڑا اگرچہ طرید رسول ہوں تقسیم کرنا اور بات ہے اور قوت کے ہوتے ہوئے توحید کی خاطر تین دن
 کا بھوکا پیاسہ رہ کر گلہ کھانا اور بات ہے ایک سداً عرض ہے۔

مجھ کو اختلاف ہے واعظ کی بات سے مانگا تھا کب حسین نے پانی فرات سے

کر سکتے تھے دھڑ دہاں آب حیات سے کرنا ہی تھا جسے کہ ملتا تھا ذات سے
 مٹھ کرے جس کی چشمہ زمزم ابل پڑے
 ممکن نہیں کہ غیروں سے پانی طلب کرے

صلوٰۃ

بتاؤ مسلمانوں! کس کی پیروی کرنی چاہیے اس کی پیروی کریں جو ہادی الی الحق ہے یا اس کی
 پیروی کریں جو خود محتاج ہدایت ہے۔ ہادی الی الحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے پیدا ہونے سے لے
 کر وقت انتقال تک ایک لمحہ بھی اللہ کی رضا کے خلاف نہ گزارا ہو جن کا ہر سانس خدا کی منشا
 کے تابع ہو جن کی گزری ہوئی زندگی کی قرآن پاک نے اگر تصدیق کر دی ہو جس کا ہر قول و فعل
 خدا کا دین بنے وہ ہے ہادی الی الحق، ارے وہ کیا ہادی بن سکیں گے۔ جن کی آخری زندگی کے
 سانس بھی خدا کی نافرمانی میں گزرے ہوں حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے چھوٹی
 چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز ختم کی اور حضرت ابو حفص کو ان کے مکان پر لائے اور نبیذ پلائی لیکن
 وہ زخمیوں کے راستے سے نکل گئی پھر آپ کو دودھ پلایا مگر وہ بھی زخموں سے نکل گیا۔ تاریخ الخلفاء
 ص ۱۳۵، خدا جانے مسلمان نبیذ کا کیا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں لغات کشوری کے ص ۵۱ سے پیش
 کرتا ہوں۔ نبیذ وہ شراب جو خردا اور جو سے بنائی جائے اور بعضوں نے بمعنی اس شراب کے
 لکھا ہے جس کو ہندی میں بوزہ کہتے ہیں، اب اہل انصاف کے لئے فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے
 کہ جس بزرگ کی آخری خوراک نبیذ خود اس کے مرید فخر سے تحریر کریں اس کی پہلی زندگی کا کیا
 مقام ہو گا یہ ایک ہی ایسے بزرگ نہیں کہ جن کو نبیذ پلائی گئی میں اور بھی ایک ادھر روایت
 پیش کر دیتا ہوں تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو۔

سنیہ ۲۵ ہجری میں حضرت ثالث نے سعد کو کوفہ سے معزول کر کے ان کی جگہ ایک صحابی

ولید ابن عقبہ بن ابی معیط کو جو آپ کی ماں کی طرف سے بھائی ہوتے تھے بھیج دیا یہ آپ پر
 پہلا الزام لوگوں نے قائم کیا کہ اپنے رشتہ داروں کی پرورش کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ ولید شریانی
 آدمی تھے ایک روز صبح کی نماز نشہ میں پڑھائی تو چار رکعت پڑھا کہ سلام پھیرا اور مقتدیوں سے
 کہنے لگے کہ تو اور پڑھا دوں۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۲، کیوں مسلمانو! آج چودہ سو سال کے بعد ہم
 لوگوں کو علم ہو گیا کہ ولید منحوس نے شراب پی کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں سے یہ بھی فرمایا کہ اگر

نہیے نبیذ پلائی

ولید نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی

تم چاہو تو اور بھی نماز پڑھائی جاسکتی ہے کیا اس کی خبر دربار خلافت تک نہ پہنچی ہوگی۔ ہاں یقیناً کوئٹہ کے لوگوں نے حضرت خلافت مآب کو بتلایا ہو گا کہ آپ کے مادر می بھائی نشہ کی حالت میں ہی نمازیں پڑھا کر ہماری نمازیں باطل کرتے ہیں۔ کیا کوئی تاریخ ایسی بھی ہے کہ جس میں تحریر کیا گیا ہو کہ ولید کو اس طرح کرنے کی یہ سزا جناب خلیفہ وقت نے تجویز فرمائی تھی اگر خلیفہ وقت نے اس صحابی کو سزا نہیں دی تو ماننا پڑے گا کہ ان مسلمانوں کے نزدیک شراب کے نشہ کی حالت میں نماز ادا کرنا کوئی برّ فعل نہ تھا۔ ورنہ حضور حضرت اپنے گورنر ولید کی گرفت فرماتے اس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد و مطلب صرف یہ ہے کہ آپ غور کر کے تلاش کریں کہ ولید کو شراب کے نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے کی کیا سزا دربار خلافت سے ملی تھی اگر نہیں ملی اور تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش نظر آئے تو ولید کے ساتھ اور بزرگ بھی اس فعل سے راضی و خوش ماتے پڑیں گے اور جب اس مقام پر پہنچ جاؤ تو فیصلہ دو کہ ان دونوں میں ہادی کون ہونا چاہیے کیا وہ ہادی ہو کہ جس کے ملک میں علی الاعلان شراب جاری تھی اور اس کے تمام قریبی رشتہ دار اسلامی ملک کے مالک بنے ہوئے تھے یا وہ جو عقیل جیسے بھائی کو بھی یہ جواب دیتا ہوا نظر آئے کہ میں ایک کوڑی بھی تیری نہیں بڑھا سکتا کیونکہ میں مسلمانوں کے مال کا امین ہوں۔ اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ چاہے ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ جو خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق ہو۔

کتاب ابوذر غفاری میں ہے کہ یہ حضرت صاحب اپنے مکان میں محصور کر دیئے گئے تو مکان کے اوپر سے بھانک کر فرمایا کہ تم میں حضرت علیؑ موجود ہیں لوگوں نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے کہا کہ سعد موجود ہیں لوگوں نے کہا کہ وہ بھی نہیں ہیں آپ خاموش ہو گئے تھوڑی دیر میں آپ نے پھر فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو حضرت علیؑ سے جا کر کہہ دے کہ وہ ہم پیاسوں کو پانی پلا دے یہ خبر حضرت علیؑ کو پہنچی آپ نے تین مشکیزے فوراً پانی کے عثمان کے ہاں بھیج دیئے۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۔ اب میں مسلمانوں کو خدا کے رسولؐ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ فرماؤ کہ یہ بندہ بہتر ہے جو حضرت سے کہہ رہا ہے کہ میں آپ کو مروان سے اچھا نہیں سمجھتا یا وہ بہتر ہے جو باوجود تعلقات ناگفتہ بہ ہونے کے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر پانی پہنچا

رہا ہے، تاریخ الخلفاء میں ہے کہ پانی اتنی مشکل سے اُن کے گھر پہنچا کہ کئی بنی ہاشم زخمی ہو گئے فرماؤ کس کو ہادی تسلیم کریں۔ ہادی الی الحق کو یا عتاج ہدایت کو۔ صلوٰۃ۔

مگر دھڑدار ملاں کب انصاف و عدل کا خیال کرتے ہیں۔ یہ تو کتابوں اور حدیثوں کی باتیں ہیں، ملاں تو قرآن مجید کی صریح نص سے انحراف کرتے ہوئے نہیں گھبراتے۔ قرآن مجید کا اعلان ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ لَهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَفَعْنَا لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ پارہ ۵ رکوع ۵۱ اور جو کوئی قتل کرے کسی مؤمن کو جان کر پس

سزا اس کی دوزخ ہے۔ ہمیشہ رہے گا نیچ اس کے اور غضب اللہ کا اور لعنت خدا کی اس پر اور تیار کیا گیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم۔ قرآن کے واضح حکم سے انکار کرنے والا، سوائے

دشمن خدا و رسول کے اور کون ہو سکتا ہے، اے مسلمانو! ذرا خدا کے واسطے غور کر کے فیصلہ تو دو کہ کیا قرآن پاک جہل اور صفین والوں کے لئے نہیں یادہ قرآن کی اس آیت وافی ہدایت سے مستثنیٰ

اور مبرا کر دیئے گئے ہیں اگر قرآن پاک تمام مسلمانوں کے لئے یکساں حکم رکھتا ہے تو سنو جنگ صفین میں حضرت علی کا لشکر نوے ہزار تھا اور صفین میں مخالفین کا لشکر تیس لاکھ تھا، اس جنگ میں

معاویہ کی فوج کے چھیانوے ہزار آدمی قتل ہوئے اور حضرت امیر علیہ السلام کی فوج سے چار ہزار شہید ہوئے یعنی جنگ صفین میں کل ستر ہزار مسلمان مارے گئے۔ المجالس المرضیہ ص ۹۵ زبیر بن بکارت نے

بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ ستائش اشخاص بدری تھے جن میں سے سترہ مہاجر اور سترہ انصار تھے اور باقی صحابہ میں سے آپ کے ساتھ ایک ہزار آٹھ سو صحابی تھے جن میں

ستر آدمی وہ تھے جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس جنگ میں اہل شام کے ستر ہزار آدمی مارے گئے تھے تذکرۃ الخواص ص ۹ اسی جنگ میں عمارؓ یا ستر اور

حضرت ادریسؓ قرنی جیسے مقدس لوگ شہید ہوئے اسی طرح جنگ جہل کا واقعہ بھی اسلام کا عجیب المیہ ہے کہ جنگ جہل میں حضرت علیؑ کا لشکر بیس ہزار تھا اور دوسری طرف کا لشکر تیس ہزار تھا اس

جنگ میں دس ہزار مسلمان قتل ہوئے تھے المجالس المرضیہ ص ۹۶ مسلمانو! صفین و جہل میں اسی ہزار مسلمان قتل ہوئے جن میں بدری بھی تھے اور صحابی بھی تھے اور بیعت رضوان والے بھی تھے

اور خدا کا حکم ہے کہ جو مومن کو عداقت قتل کرے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس پر خدا کی لعنت

مومن عداقت قتل کرے ہمیشہ جہنم میں

جنگ صفین

جنگ جہل

اور غضب ہے کیا اس آیہ کریمہ کی روشنی میں آسانی سے فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کیا محمد بن ابوبکر کا قاتل بھی رضی اللہ ہو سکتا ہے کیا حضرت اویس قرنی اور عمارؓ یا ستر کا قاتل بھی جنتی ہو جائے گا۔ کیا حضرت عائشہؓ اُم المؤمنین کا قاتل بھی خلیفۃ المسلمین کہلانے کا حقدار ہے میں حضرت عائشہؓ کے قاتل کے بارے میں تاریخ اسلام سے حوالہ پیش کرتا ہوں، سنو ۳۸ھ میں حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ فوت ہو کر حنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ مروان کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے، مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے بلا کر ایک گڑھے میں جس میں سنگی تلواریں اور خنجر وغیرہ رکھ دیئے تھے آپ کو گرا دیا آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں زخمی ہوئیں اور انہیں زخموں کے صدمے سے فوت ہو گئیں۔ تاریخ اسلام جلد ۳۸ عام ملاں کہتے ہیں کہ ہم مروان کی اس حرکت ہی کی وجہ سے اُسے اچھا نہیں کہتے مگر میں کہتا ہوں کہ جو صرف حضرت عائشہؓ کو اپنا رہنما نہ مانے وہ تو ہوا مسلمانوں کے نزدیک کافر اور جو حضرت عائشہؓ کو اس اذیت سے قتل کرے وہ ہوا صحابی مصطفیٰ کیوں مسلمانو! مروانؓ کو کس نے مدینے کا گورنر بنایا تھا کیا اس حاکم نے جس نے مروان کو مدینہ کی سرداری بخشی تھی۔ قتل عائشہؓ کے جرم میں اُس ملعون کو قتل کیوں نہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ امیر شام نے مروانؓ کو اس جرم میں معزول ہی کیا ہوتا ادھر حضرت عثمان کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے حضرت علیؓ کے مقابلہ کو چھل صفیں جیسی جنگیں رونما ہو گئیں اور اسی ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے ادھر قتل عائشہؓ پر مسلمانوں کے کانوں پر جو تک نہ رنگی یہ ہے دھڑ داری اور باطل کی پاسداری۔ صلوٰۃ۔

ملاں کہتے ہیں کہ یہ مجتہد کا استنباط ہے امیر شام نے بھی استنباط کیا اگر مجتہد استنباط سے حق کو پلے تو دہرا اجر ملے گا۔ ایک استنباط اور دوسرا حق کے واضح کرنے کا اور اگر استنباط سے حق تک نہ پہنچ سکے تو پھر ایک اجر تو ضرور مل جاتا ہے کیونکہ اس نے محنت تو کی تھی۔ لہذا امیر شام نے استنباط کیا اور ایک اجر کا مستحق ہو گیا میں حضرت معاویہ کے استنباط کو نقل کر کے ہر اہل انصاف سے انصاف چاہتا ہوں۔ ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ تم لوگوں نے عمارؓ کو قتل کیا حالانکہ میں نے رسول اللہ

حضرت عمارؓ اور حضرت حمزہؓ

بدھ کے روز نماز جمعہ

امیر شام کو یہ رسول اللہ کا لیا گیا

سے سنا تھا کہ عمارؓ سے کہہ رہے تھے کہ تجھے ایک باغی گردہ قتل کرے گا۔ امیر شام نے یہ بات سُن لی تو اس سے کہنے لگا تو ایک بے وقوف بُدھ ہے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بری بات ہمارے پاس لاتا ہے۔ جیسے اپنے پیشاب میں دبائے ہوئے ہوتا ہے کیا ہم نے عمارؓ کو قتل کیا ہے۔ عمارؓ کو تو اُس نے قتل کیا ہے جس نے اُسے میدان جنگ میں بھیجا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ جب یہ بات حضرت علیؓ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کیا جناب حمزہؓ کو رسول اللہؐ نے قتل کیا ہے کیونکہ جنگ اُحد میں دُہ ہی انہیں ساتھ لے گئے تھے۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۱ اس استنباط پر بھی امیر شام کو دوہرا نہیں تاکہ اہر تو اجر بقول طائِل ملنا چاہیے۔ استغفر اللہ پی۔ میں ان لوگوں کے لئے ایک اور معاملہ کا استنباط عرض کرتا ہوں تاکہ چلاؤ الاذہان ہو جائے۔ بخسوع مسعودی نے مروج الذهب میں نقل کیا ہے کہ امیر شام نے جنگ صفین کو جاتے ہوئے جمعہ کی نماز بدھ کے روز کو پڑھا دی اور ارشاد فرمایا کہ ہم معذور ہیں اور ایسا ہی کرنا شریعت ہے۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۲ مسلمانو اگر اس طرح کا استنباط قابلِ گرفت نہیں بلکہ ایک درجہ ثواب کا رکھتا ہے تو پھر کوئی بات ہے جس میں گرفت ہوگی بس استنباط کرو اور جو چاہو اور جیسا چاہو کرو جائز و حلال قرار دے لو صلوة۔ ان لوگوں کا ایک اور استنباط بھی ملاحظہ ہو۔ طبری میں ہے کہ ایک وفد مصر سے دمشق پہنچا تو ایک آدمی نے بھرے دربار میں امیر شام کو اسلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا تو اس نے خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیا۔ پھر کیا تھا ہر آدمی نے اسلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرنا شروع کر دیا اور ہر آدمی کو محبت۔ سلام کا جواب ملتا رہا۔ نہ کسی نے دُشمنی کے لئے ٹوکا اور نہ ہی کسی دیندار کی غیرت نے آنکھ کھولی۔ بلکہ خوشی کے مظاہرے ہوئے۔ کتاب سیاست معاویہ دیریز ص ۱۱۱ بس خداتم سے فیصلہ چاہتا ہے کہ بتاؤ ان میں سے کس کی پیروی کی جائے صلوة۔ ہمیں تو بتول کے لال نے ہدایت فرمائی ہے کہ اے میرے نانے کا کلمہ پڑھنے والو۔ خبردار! ہر ایک تکالیف کو خوشی سے برداشت کرنا پڑے تو کرو مگر پیروی حق کی ہی کرنا اور اس طرح حق کی حمایت کرنا۔ جس طرح میں نے حق کی حمایت کی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مسدس کیا گل پہ گل حسینؑ کھلاتا چلا گیا ایوانِ شام و کوثر ہلاتا چلا گیا دنیا سے کفر و شرک مٹاتا چلا گیا وحدانیت کے باغ لگاتا چلا گیا

ذره کو آفتاب بنانا چاہا گیا، خود مٹ کے نقشِ کفر مٹا چلا گیا
 جس کو یزید یوں نے دیا یا نہ حب سکا اموی حکمرانوں نے گھٹایا نہ گھٹ سکا
 عباسیوں نے لاکھ چھپایا نہ چھپ سکا ہر چند سب نے مل کر مٹایا نہ مٹ سکا
 اپنا ہی رنگ حسین جتنا چاہا گیا بندوں کو پھر خدا سے ملنا چاہا گیا

آج مجھے حق کی پیروی کرنے والے بزرگ حضرت ابوذر غفاریؓ کا ذکر کرنا ہے جس کی زندگی حق کے لئے اور موت حق کی حمایت کے لئے تھی حدیث و عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَظْلَمَ الْخَضِرَاءُ وَلَا أَظْلَمَ الْغُبَاءُ أَصْدَقَ صِدْقٍ أُرِيْتُ ذُرِّيَّةَ - حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ نیلگوں آسمان نے کبھی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور غبارِ آلود زمین نے کبھی ایسے شخص کو نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲۹۳، اس عاشقِ مصطفیٰؐ کو مسلمانوں نے طرح طرح کی تکالیف دیں حضرت ثالثؓ نے انہیں دشتِ جانے پر مجبور کیا، مگر وہاں سے امیرِ شام نے بھی ان کے کلماتِ حق سے تنگ آکر انہیں لائسنس شتر بے کبادہ پر سوار کر کے مدینہ واپس کر دیا جس سے ابوذرؓ کے پاؤں کا گوشت اڑ گیا اب مدینہ میں ابوذرؓ کا کلمہ حق جاری رہا تو عثمان نے ایک روز انہیں بلا کر دریافت کیا کہ تجھے ساری دنیا سے بہتر کونسا مقام نظر آتا ہے۔ ابوذرؓ نے فرمایا: مدینۃ الرسول، عثمان نے کہا کہ ساری دنیا سے بدتر مقام تیری نگاہ میں کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ ربذہ جہاں میں نے جاہلیت کے ایام گزارے ہیں۔ اس پر عثمان نے کہا کہ میں تجھے ربذہ ہی کی طرف جلا وطن کرتا ہوں اس کے ساتھ منادی کرادی کہ کوئی آدمی ابوذرؓ کو وداع کرنے نہ جب یہ خبر جناب امیرِ علیہ السلام کو تو آپ نے ابوذرؓ کے حق میں دلمے خیر فرمائی اور حضرت امام حسنؑ امام حسینؑ عقیلؑ اور عمارؑ یا سر حضرت امیرؑ کے ساتھ حضرت ابوذرؓ غفاریؓ کو رخصت کرنے گئے تھے تشریف لے گئے حضرت امیر المؤمنینؑ نے بہتے ہوئے آنسوؤں سے حضرت ابوذرؓ غفاریؓ کو رخصت کیا۔ عزادارو! حضرت ابوذرؓ ربذہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عثمان نے بعد ہجرت کے پھر مجھے اعرابی بنادیا۔ خدا کی قسم وہ بدورِ قیامت میرے پہلو میں خدا کے سامنے باز پرس کے

ابوذرؓ کی صداقت

لاغر شتر پر سوار کیا جانا

ابوذرؓ ربذہ پہنچے

لئے کھڑا کیا جائے گا۔ ابوذر غفاری ربذہ میں منہایت عسرت زندگی کی زندگی بسر کرنے لگے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ اُم ذر ایک لڑکا ذر نامی ایک بچی اور چند دُنیاں بھی تھیں روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً ایک بیماری جسے نقاذ کہتے ہیں یہ جانوروں کے لئے مثل طاعون کے ہوتی ہے آئی جس سے آپ کی تمام دُنیاں مر گئیں اور آپ کو فاقے پہ فاقے آئے لگے کچھ عرصہ کے بعد آپ کے لڑکے ذر نے انتقال کیا۔ باپ کو نو جوان بیٹے کا کافی صدمہ ہوا روایت میں ہے کہ چند روز کے بعد ابوذر کی زوجہ نے بھی انتقال کیا۔ اب صرف باپ بیٹی رہ گئے عزادار! حضرت ابوذر کو اکثر فاقے آئے لگے، ایک دفعہ تین دن کا فاقہ آیا، دونوں باپ بیٹی جھگ کو نکل گئے کہ کہیں سے گھاس لے آئیں اور گزراوقات سہ جائے۔ ابوذر غفاری کی لڑکی راوی ہے کہ جب ہم جھگل میں پہنچے تو گھاس کو بھی نہ پایا میرا باپ نہایت کمزور ہو چکا تھا، ایک مقام پر پہنچ کر میرے باپ نے بت بچ کی اور سر نہ بنا کر سو رہے۔ میں نے عرض کیا بابا یہ کیا ہے فرمایا بیٹی میری موت کا وقت آگیا ہے۔ میرے مرنے کے بعد میرے مُنہ کو میری عبا سے چھپا دینا اور سر راہ جا کر بیٹھا جب کوئی قافلہ آئے تو انہیں میری موت کی خبر کرنا تاکہ وہ مجھے غسل و کفن دیں اور دفن کریں۔ عزادار! حق کے حمایتی نے دم توڑا اور معصوم بچی نے تیجج ماری ہائے بابا ہائے بابا اس پردیس میں میرا کون ہے آخر معصومہ اپنے باپ کو عبا سے چھپا کر سر راہ جا کر بیٹھی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد عراق کی طرف سے ایک قافلہ آیا جس میں عبد اللہ ابن مسعود و حجر بن عدی اور مالک اشتر بھی تھے۔ بچی نے قافلہ والوں کو دیکھ کر سر میں خاک ڈالی، اور کھڑی ہو گئی اور آبادان بلند فرمایا قافلہ والو! تم میں کوئی رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والا ہے لوگوں نے پہچانا کہ یہ تو ابوذر غفاری کی بچی ہے دوڑ کر لگے سے لگایا، بچی نے رد کر کہا لوگو رسول اللہ کا صحابی میرا بابا غربت میں انتقال کر گیا ہے۔ خدا کے لئے غسل و کفن اور دفن میں میری مدد کرو! بس اتنا سنا تھا کہ صحابی دوڑ پڑے اور ابوذر کی میت کو سنبھالا۔ روایت میں ہے کہ مالک اشتر نے ابوذر غفاری کو چار ہزار درہم کا کفن پہنایا۔ اور بعد دفن ابوذر غفاری کے ان کی بچی کو مدینہ لا کر آل محمد کے حوالے کیا۔ ہائے اس وقت مجھے ایک اور سچی یاد آگئی۔ لوائح الاحزان جلد ۲ ص ۲۸۵، المجالس المرضیہ ص ۱۷۲ جس کو باپ کی لاش سے ملنے مار کر جُدا کیا گیا ہائے سکنہ تیری مظلومی۔

وفات حضرت ابوذرؓ

ابوذرؓ کی بچی

عزادارو! اس وقت مجھے ایک روایت کو عرض کرنا ہے۔ آپ تحمل سے سماعت فرمادیں
مصطفیٰ مظلوم کربلا نے تحریر فرمایا ہے کہ بحر المصائب میں ہے کہ آل رسول کا قافلہ جب کربلا سے
شام کی طرف روانہ ہوا تو دوران سفر میں شمر علیہ اللعن نے عسقلان پر پہنچ کر قیام کا حکم دیا کیونکہ
یہاں سردار شیریں چشمے تھے، روایت میں ہے کہ اشقیاء کے خیمے لگ گئے اور محمدؐ کی بیٹیاں
دھوپ پر بیٹھ گئیں۔ آل محمدؐ کی ایک معصومہ بچی جسے شدت کا بخار تھا اٹھی اور ایک خاردار جھاری
کے نیچے لیٹ گئی اور بخار کی شدت سے بچی غش کھا گئی، تھوڑی دیر کے بعد شمر ملعون نے ایک
غلط افواہ کی بنا پر قافلہ کو جلدی چلنے کا حکم دیا۔ عزادارو! اس عجلت سے قافلہ چلا کہ مستورات
بچے نہ سنبھال سکیں ایک فرسخ کے فاصلے پر جب پہنچے تو جناب زینبؓ کو معلوم ہوا کہ میرے بھائی
کی بچی بچھڑ گئی ہے۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا بیٹا سجاد میرے بھائی کی نشانی رہ گئی ہے قافلہ
رک دو۔ عزادارو! ادھر قافلہ رکا اور معصومہ نے غش سے آنکھ کھولی تو قافلہ نظر نہ آیا معصومہ
کا دل بیٹھ گیا۔ بچی روتی ہوئی ایک ٹیلے پر چڑھ گئی اور منہ کربلا کی طرف کر کے آواز دی بابا
سائے ساتھی چھوڑ کر چلے گئے۔ تعجب نہیں کہ حضرت معصومہ نے حضرت عباسؓ کو آواز دی ہو
یا عمّاء اور کنی۔ منقول ہے کہ جس طرف قافلہ گیا تھا، بچی قافلے کے پیچھے دوڑی۔ پاؤں میں
پھلے اور چھالوں میں خون اتر آیا، معصومہ فریاد کرتی ہوئی جا رہی تھی، کہ دُور سے قافلہ نظر آیا
راوی کہتا ہے کہ جب قافلہ رکا تو زہر بن قیس ملعون بچی کی تلاش کو دوڑا۔ اس ملعون کے تیز
دیکھ کر راوی نے خیال کیا کہ یہ ملعون معصومہ کو مارے گا۔ ایک قیدی پر دیس کا عالم بخار کی
شدت اور قافلے کی جدائی کی وجہ سے بچی پہلے ہی مرنے کے قریب ہو گئی، اس کے ساتھ مخوس
شکل کو دیکھ کر بچی مرجائے گی۔ یہ سوچ کر راوی بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ عزادارو! جب معصومہ
نے دُور سے اُس مخوس کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئی اور منہ مدینے کی طرف کر کے آواز دی یا جلاہ اور کنی
نانادشن آگیا میری مدد کو جلدی پہنچ جاؤ۔ منقول ہے کہ زہر بن قیس ملعون بچی کے قریب آیا کہ جلدی
سے گھوڑے سے اُترا اور ہاتھ کو بلند کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے جلدی سے گھوڑا اچھوڑا اور
زہر بن قیس سے کہا خبردار تو نے اس معصومہ کو کچھ کہا تو تیرا سر قلم کر دوں گا۔ اس یتیم معصومہ
نے تیرا کیا بگاڑا ہے، عزادارو! جب بچی نے راوی کو مخلص دیکھا تو دوڑ کر راوی کے پیچھے کھڑی

ہو گئی اور ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مرد خدا اس ظالم سے بچا لے میں اپنے نانا محمد مصطفیٰ سے تیرے لئے جنت کی سفارش کر دی گی۔ روایت میں ہے کہ زجر بن قیس نے ہاتھ روک لیا اور راوی سے کہا کہ اسے جلدی قافلہ میں لے چلو منقول ہے کہ معصومہ نے زجر ملعون سے فرمایا کہ اگر تو نے واقعی مجھے قتل کرنا ہے تو ایک مرتبہ پھوپھی آتاں سے ملا دو، ایک مرتبہ سیاد کی زیارت تو کر لوں، بعد میں قتل کر دینا یہ سُن کر راوی کا دل بھر آیا اور ہائے حسین ہائے حسین کی اور معصومہ سے فرمایا کہ معصومہ آپ فکر نہ کریں آپ ہر طرح سے محفوظ اور امان میں ہیں۔ وہ دیکھو قافلہ قریب آ گیا ہے۔ مظلومہ کو بلا ص ۳۱۵، اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مَنَقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

پانچویں مجلس

اعتقاد اور عمل، محبانِ اہلبیت سے سید سجاد کی وصیت، دعا کی عدم قبولیت کے اسباب۔ علی بن یقطین کی وزارت کا جواز۔ شتر بان سے بحکم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام معافی طلب کرنا۔ ظالم حاکم کے لئے مچھلیوں کا مہیا ہونا۔ خمس کی اہمیت۔ توبہ کا طریقہ۔ امام رضا علیہ السلام کی نیشاپور میں آمد۔ کلیم اللہ کا ایک بیکردار کو شہر بدر کرنا۔ سعید بن عبد اللہ کی شہادت۔ انوار مقدسہ کی آمد ثانی زہرا کی زندان شام میں مناز۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَسَبَّ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَاصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ط
إِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ہاں پس جو کوئی توبہ کرے پیچھے ظلم اپنے کے اور نیکی کرے
پس تحقیق اللہ سہرا آتا ہے اوپر اس کے یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ رفیع الدین)

ایمان اور عمل کے لحاظ سے دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ گروہ جن کا اعتقاد بھی درست ہے اور عمل بھی دوسرا وہ گروہ جن کا نہ عمل ٹھیک اور نہ اعتقاد درست تیسرا وہ گروہ جن کا اعتقاد غلط اور عمل درست، چوتھا وہ گروہ جن کا ایمان و اعتقاد درست اور عمل بے کار ان چاروں گروہوں کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ ان میں سے جنت میں کونسا گروہ جلائے گا۔ اور دوزخ کن لوگوں کا حق ہے سینے! پہلا گروہ جن کا ایمان و اعتقاد بھی درست ہے اور عمل بھی ٹھیک ہے یہ لوگ یقیناً جنت میں جائیں گے ان کے بارے میں بھی بحث کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ خدا کی رحمت سے یقیناً فیضیاب ہوں گے دوسرا گروہ جن کا اعتقاد و دونوں غلط یہ لوگ یقیناً جہنم میں جائیں گے۔ ان کے بارے میں بھی بحث کی ضرورت نہیں ہے یہ یقیناً آخرت کو نامراد ہی رہیں گے بحث تو صرف دو گروہوں کے متعلق ہے ایک وہ جن کا ایمان و اعتقاد غلط اور عمل درست

اس کے بارے میں بھی تمام مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ ان کی بخشش ناممکن اور محال ہے، کیونکہ عمل مؤخر ہے اور ایمان مقدم ہے۔

پاکستان میں میوہسپتال اور سرگنگرام ہسپتال بنوانے والے دونوں مسلمان نہ تھے۔ ایک انگریز تھا اور دوسرا ہندو، دونوں نے وہ کام کیا کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے قیمتی جانوں کی حفاظت کا سامان مہیا کیا۔ اس سے بہتر اور کیا نیک عمل ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود کون مسلمان ہے جو یہ کہہ دے کہ دونوں جنت میں جائیں گے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ ہر مفتی کہے گا بے شک ان کے عمل اچھے تھے مگر بخشش کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ اس طرح کی اور سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ کافروں اور مشرکوں نے کام تو اچھے کئے مگر اعتقاد درست نہ ہونے کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے۔ صلوٰۃ۔ بس صرف جو متاگردہ ہے کہ جس کا ایمان و اعتقاد درست اور عمل بے کار ہیں یہ کہاں جائے گا۔ مسلمانو! اس گروہ کے لئے یقیناً جنت ہے مگر مگر خدا جلنے انہیں کب جنت ملے گی۔ ایمان و اعتقاد کی بلندی کی وجہ سے تو انہیں دوزخ میں نہیں جانا ہوگا۔ یقیناً صاحب ایمان فردوس میں کاساکن ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ بڑے اعمال کی سزا بھی اُسے ضرور بھگتنا پڑے گی۔ بس کچھ تو جہنم میں جلنے کے لئے جائیں گے اور کچھ لوگ صاف ہونے کے لئے دوزخ کا منہ دیکھیں گے۔ مثلاً لکڑی آگ میں جلنے کے لئے ڈالتے ہیں اور کپڑا بھیٹی پر میل نکھانے کے لئے دھرا جاتا ہے۔ بس جتنی زیادہ میل ہوا کرتی ہے۔ اتنی ہی بھیٹی تیز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر صاحب ایمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی میل عصیاں کو ملاحظہ کر کے اپنے لئے بھیٹی تجویز کرے کہ کتنی دیر میں عصیاں کا میل دھل اور نکھر سکتا ہے مسلمانو! بد اعمال مومن اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن ضرور تعیم جنت میں جائے گا۔

ہاں! بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ مولانا ہم دعا مانگتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے۔ سو عرض ہے کہ پانچ بندوں کی دعا اگر قبول نہ ہو تو ان کی اپنی کوتاہی ہے کیونکہ خداوند قدوس کے دربار قدس میں خجاست کی کوئی گنجائش نہیں، سنیے! پانچ بندوں کا قلب خجس ہے ان کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ ان کی خجس آواز دربار الہی سے ہرگز نہیں ٹکراتی،

وہ دروازہ اجابت تک ہی نہیں پہنچتی ہیں ان پانچ آدمیوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کئے دیتا ہوں۔

جس کا پیشہ حرام ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی، پیشہ حرام مثلاً شراب بنانا یا بیچنا، سنیّا بنانا، مردوں کی ڈاڑھی مونڈنا، جہر کی قسم کی چیزیں خرید کرنا یا بیچنا۔ مثلاً گڑیاں بنانا وغیرہ، یعنی جس کا پیشہ حرام ہوگا اس کا قلب بے نور ہوگا۔ اس کی دعائیں اتنی قوت ہی نہیں کہ دربار الہی تک پہنچ سکے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت عجماد قید سے رہا ہو کر مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی خدمت میں پُرسہ کے لئے حاضر ہوئے اور امام کو پُرسہ دینے کے بعد عرض گزار ہوئے کہ مولا ہمارے لئے کوئی حکم ہو تو ارشاد فرماویں۔ مسلمانو! میرے مولانا نے خون کے آنسو روتے ہوئے فرمایا لوگو! اگر تم کچھ میری مدد کرنا چاہتے ہو تو تین کام نہ کرنا۔ عرض کی مولا وہ تین کام کون سے ہیں۔ امام نے فرمایا: شراب نہ پینا، کیونکہ جب میں یزید ملعون کے دربار میں پہنچا تو وہ میرے سامنے شراب بھی پیتا تھا اور میرے باپ کے سر کے ساتھ بے ادبی بھی کرتا تھا۔ جب کبھی شراب کا ذکر آتا ہے تو مجھے یزید عنید کا دربار یاد آجاتا ہے۔ دوسرا فرمایا کہ مسلمانو! ڈاڑھی نہ مونڈنا فرمایا جب میں دربار شام میں یزید کے سامنے پیش ہوا تو وہ کم بخت تازی ڈاڑھی مونڈ دیا اگر تخت پر بیٹھا تھا۔ ڈاڑھی منڈے کو دیکھ کر یزید یاد آتا ہے۔ پھر فرمایا لوگو تیسرا کام یہ ہے کہ شرطخ نہ کیونکہ یزید بد بخت دربار میں شرطخ کھیل رہا تھا اور میں رسول اللہ کی مہو بیٹیوں کو لے کر اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا، پس شرطخ کا ذکر آتے ہی مجھے دربار یزید کا منظر یاد آجاتا ہے۔ اب کون شیعہ مسلمان ہے جو اپنے قیدی امام کی اس اپیل پر غور نہ کرے۔ شریعت مصطفیٰ میں تو شراب حرام ہے اور مسلمان کا ایثار دیکھئے کہ شریعوں کو رحمتہ اللہ علیہ کے خطابات سے نوازا کرتے ہیں خیر میں عرض کر رہا تھا کہ جس کا پیشہ حرام ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی۔ دوسرا اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی جس کی ملازمت حرام ہو، یعنی جابر حاکم کی ملازمت حرام ہے سودی کا دربار کرنے والے کی ملازمت حرام ہے، شراب والی دکان کی ملازمت حرام ہے چلے کتنی ہی محنت سے ملازم کام کیوں نہ کرے۔ خون پسینہ ایک کر کے سارا دن بوتلیں صاف کرے۔ اگر کوئی تشریف

آدمی آجائے تو اسے بطور غمنہ مالک کی اجازت سے چند گھونٹ شراب کے پیش کر دے یہ ب
حرام ہے، جابر حاکم کی ملازمت صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اپنی قوم کی حفاظت کرے گا،
اور ان کے جائز حقوق سے انہیں محروم نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ ایسی ملازمت یقیناً بہت بڑا
ثواب ہے جہاں اپنے مومن بھائیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا مقصود ہو۔

میں یہاں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جو میرے مقصد بیان کو اجاگر کرتا ہے۔ صلوة، روایت
میں ہے کہ ہارون رشید کی حکومت میں علی بن یقطین وزیر اعظم تھا جو عجمان اہلبیت میں سے تھا
علی بن یقطین نے کئی بار امام عالی مقام حضرت موسیٰ کاظم سے عرض کی کہ مولائیں اس جابر حاکم
کی ملازمت نہیں کرنا چاہتا اگر آپ اجازت دیں تو میں ملازمت چھوڑ دوں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
فرمایا کرتے تھے کہ علی بن یقطین ملازمت کٹے جاؤ تیری وجہ سے ہمارے شیعوں کے کافی حد تک
حقوق محفوظ ہیں۔ امام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران حج ہمیں علی بن یقطین کی وفاداریاں یاد
آگئیں تو میں اس کے حق میں دعا کرنے لگا اور اس قدر دعا کو طول دیا کہ مکہ معظمہ سے
مدینہ منورہ کے آنے تک میں علی بن یقطین کے حق میں دعائیں کرتا آیا اس سے اندازہ لگائیں کہ
نگاہ امام میں علی بن یقطین کا کیا مقام ہے اس علی بن یقطین کے پاس کوہ سے ابراہیم نامی شتر بان
کسی عرض کو لے کر بغداد پہنچا چونکہ علی بن یقطین ایک بڑی حکومت عرب و عراق وغیرہ کا وزیر اعظم
تھا اس لئے شتر بان ابراہیم غریب کی اس تک رسائی نہ ہو سکی۔ تین چار روز کے بعد جب ملاقات
بھی ہوئی تو علی بن یقطین نے ابراہیم کو مال دیا کہ پھر کبھی تشریف لائے گا۔ آخر مالوس ہو کر ابراہیم
واپس آگیا کچھ عرصہ کے بعد علی بن یقطین حج کے ارادے سے مکہ گیا اور واپسی پر مدینہ منورہ میں
زیارت نبوی کے بعد امام عالی مقام کی بارگاہ میں شرف یاب ہوا تو امام نے اپنا رخ پھیر لیا،
اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اگر تیرے پاس ابراہیم کے لئے وقت نہیں ہے تو ہمارے
پاس تیرے لئے وقت نہیں ہے علی بن یقطین کو جب واقعہ یاد آیا تو امام کے قدموں پر گر کر
عرض کی مولا میری غلطی کو معاف فرمائیں۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ حضور نے فرمایا جب تک ابراہیم
شتر بان راضی نہ ہوگا اس وقت تک میں راضی نہیں ہو سکتا۔ علی بن یقطین نے عرض کی مولا کہاں
کوہ اور کہاں مدینہ اس کے پاس پہنچنے تک میں کہاں آپ کی ناراضگی برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ نے

علی بن یقطین اور امام غفر

شتر بان سے مسافری طلب کرنا

نے فرمایا علی تم اس پہاڑ پر چلے جاؤ وہاں ایک ناتھ تجھے ملے گی اس کو میرا سلام کہہ دینا اور میرا حکم اُسے پہنچانا کہ تمہیں جلدی کو فہم پہنچانے تو فوراً کو فہم پہنچ جائے گا وہاں سے معافی لے کر اُسی پر سوار ہو کر ابھی میرے پاس آ جانا چنانچہ علی بن یقظین باعجاز امام مدینہ سے کو فہم پہنچا اور شتر بان کا گھر تلاش کر کے اس کو دروازے پر بلایا وہ خوف زدہ تھا کہ شاید مجھے کوئی سزا دینا چاہتا ہے جو نبی ابراہیم باہر نکلا علی بن یقظین نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا شروع کی۔ شتر بان نے اُسے معافی دے دی معافی کی سند یہ قرار پائی کہ علی بن یقظین زمین پر لیٹ گیا اور ابراہیم شتر بان نے اپنا گرداؤ قدم اس کے رُخسارے پر رکھ کر نشان کر دیا پس وہ معافی لے کر باعجاز امام اسی وقت مدینہ واپس آیا اور امام نے بھی اسے معاف کر دیا اور فرمایا اے علی بن یقظین یاد رکھو اگر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کرو گے تو یہ ملازمت ناجائز اور حرام ہے۔ تفسیر الوار النجف جلد ۵ ص ۵۵

میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ملازمت بھی حلال و جائز ہو اور پیشہ بھی جائز تو تیسرا ہے مصرف حرام پس جس کا مصرف حرام ہوگا۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ مثلاً حلال رزق لے کر سنیما چلا گیا یا ناچ گھر جے آجکل کلب کا نام دیا گیا ہے۔ چلو چندہ ہی دے دیا یا جیسا کہ ہمارا دستور ہے، بیاہ شادی پر خُدا رسولؐ کو اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں کہ ہمارے نوجوان بیٹے کی شادی ہے ہم نے ناچ گانا ہی تو کرنا ہے آپ چھ ماہ تک چھٹی کریں، ایسے خرچ کرنے والے کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی ایک بزرگ نے فرمایا مولانا ہم نے کئی ایسے آدمی دیکھے ہیں جن میں تمام عیوب بھی ہوتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی خدا منظور و قبول فرماتا ہے۔ میں نے جو اباً عرض کیا کہ حضور بخت قبولیت دعا سے ہے وافر رزق سے نہیں ہے۔ کیا نمرود۔ فرعون۔ شداد۔ قارون۔ بلعام البہل وغیرہم جو بڑے مالدار اور امیر وغنی تھے کیا ان کی دعائیں قبول ہوا کرتی تھیں ہرگز ہرگز نہیں یہ تو ڈھیلا رسا دیا گیا ہے تاکہ حجت تمام ہو جائے لوگو! خدا کسی ملعون کی دعا قبول نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ کل قیامت کو کوئی عُذر نہ کر سکیں۔

رایت میں ہے کہ ایک مومن متقی بیمار ہوا تو حکیم نے کہا کہ فلاں نسل کی مچھلی لے آؤ تاکہ تمہیں دوا تیار کر کے دی جائے موسم بھی مچھلیوں کا تھا، قدرت نے تمام مچھلیوں کو حکم دیا کہ گہرے

پانی میں چلی جاؤ۔ لوگوں نے کافی کوشش کی مگر مچھلی حاصل نہ ہو سکی اور وہ مومن کافی عرصہ تک بیمار رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بادشاہ بدکار بیمار ہوا۔ حکیم نے اس کے لئے بھی اسی نسل کی مچھلی تجویز کی کہ اس میں دوا تیار کرنا پڑے گی۔ لہذا اس مچھلی کو مہیا کیا جائے موسم بھی مچھلیوں کا بہترین تھا مگر قدرت نے مچھلیوں کو حکم دیا کہ کنارے جالگو بس اس ظالم بدکار کے لئے آسانی سے مچھلی مل گئی۔ اس زمانے کے نبی نے بارگاہ الہی میں عرض کی کہ پالنے والے کیا وجہ ہے کہ دشمن کو بے موسم بھی مچھلی عطا کر دی اور دوست کو موسم میں بھی محروم رکھا گیا۔ پیغمبر کو وحی ہوئی کہ دوست کو بیمار رکھ کر اس کا درجہ بڑھانا مطلوب تھا اور دشمن کو بے موسم نعت عطا کر کے حجت تمام کرنی تھی۔ تاکہ قیامت کو اپنے وافر انعامات کی ناشکری پر اسے سزا دی جائے۔ صلوٰۃ، میں نے عرض کیا ہے کہ پیشہ حرام، ملازمت حرام، اور مصرف حرام ان تین گروہوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اب چوتھا سنیئے جس کی دعا قبول نہ ہوگی وہ ہے اُجرت حرام یعنی پیشہ بھی جائز و حلال۔ ملازمت بھی جائز اور مصرف بھی جائز مگر جو اُجرت لے رہا ہے اس کا اُسے یقین کُل ہے کہ مالک مجھے حرام اُجرت دے رہا ہے اگر پھر ایسی اُجرت لے لی تو اُجرت حرام بھی ہے اور کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ مثلاً ملازم کو یقین کامل ہے کہ میری محنت نوکری کی اُجرت جو مجھے گائے سمیٹس یا بکری وغیرہ زمیندار دے رہا ہے یہ چوری کی ہے اگر اُس نے زمیندار سے ایسی اُجرت وصول کرنی تو حرام ہوگی۔ لہذا حلال ملازمت کی حلال اُجرت لینی چاہیئے۔

اب پانچواں گروہ سنیئے کہ جس کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی وہ ہے غاصب مسلمانو! غاصب سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے آج تک ملتِ شیعہ غاصبوں کا رونار د رہی ہے۔ فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر مالک کو معلوم ہو جائے کہ درزی نے میری قمیض میں دو گزدھاگ کسی کا غصب کر کے لگایا ہے تو اس قمیض کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے یہی نہیں فقہا بیان کرتے ہیں کہ اگر تمہارے وضو کا پانی بہہ کر کسی ایسے آدمی کی زمین ملکیت میں جاتا ہے اور وہ اس پر راضی نہیں تو وہ وضو درست نہیں ہے ایسے وضو سے نماز پڑھنے میں اشکال ہے۔ فقہانِ دین فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی حلال رزق مہیا کر کے حج پر خرچ کرے حاجی کا لباس بھی پاک ہو۔ سفر بھی بے خطر ہو، اور ارکان حج بھی صحیح طریقے پر بحال لائے۔ ہاں! جو مال حج پر خرچ کیا ہے وہ ہے

تو اپنے گارڈ سے خونِ پسینہ کی کمائی کا نتیجہ، مگر اس سے خمس نہیں نکالا گیا۔ لہذا اس کا حج درست و جائز نہیں کیونکہ مال ایسا پاک نہ تھا، جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ جس مال سے خمس نہ نکالا جائے اُسے چلے کتنی ہی دیا ننداری سے کیوں نہ کمایا ہو وہ پاک اور حلال نہیں ہوتا، شیعو! اگر ایک آدمی کے غاصب کی دعا قبول نہیں تو خمس میں تو چھ ہستیوں کا حق ہے اس کی دعا کیسے قبول ہو جائے گی، خمس کے حقدار چھ ہیں۔ خدا، رسول، امام، سید فقیر، سید غنی، سید مسکین۔ خمس ادا نہ کرنے والے کے گریبان میں قیامت کو چھ ہستیوں کا ہاتھ ہوگا،

اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ - ان پانچ قسم کے لوگوں کا ایمان و اعتقاد کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، ان کی دعا قبول نہ ہوگی، معصوم فرماتے ہیں کہ دولت کمانے کی غرض سے حد سے تجاوز نہ کرو، کہیں قیامت کے دن یہی دولت دبال دبال بن جائے مسلمانو! ہر بشر کو ملتا تو وہی ہے جو اس کا مقصوم ہے، حلال اور حرام انسان خود کر لیتا ہے، روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ امیرِ اسلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے، کہ راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا آپ نے ایک مقام پر ایک آدمی کے سپرد گھوڑا کر کے نماز ادا کرنا شروع کی اور دو درہم جیب سے نکال کر رکھ دیئے کہ جس نے میرا گھوڑا سنبھال رکھا ہے اُسے اُجرت کے طور پر ادا کر دوں گا۔ ادھر گھوڑا پکڑنے والے نے سوچا کہ کیوں میں خواہ مخواہ گھوڑے کی حفاظت کرتا رہوں اس نے گھوڑا باندھ دیا ہے اور اس کی کانٹھی یعنی زین اتار کر بازار میں دو درہم کو بیچ کر بھاگ گیا، جناب امیرِ مہاراجہ سے فارغ ہوئے اور دو درہم ہاتھ میں لے کر جب گھوڑے کے قریب آئے تو کیا دیکھا کہ گھوڑے کا پاسبان زین سمیت غائب ہے۔ آپ دونوں درہم ہاتھ میں لئے بازار میں تشریف لائے اور ایک دوکان سے زین خریدنا چاہی، دوکاندار نے عرض کی کہ ابھی ایک آدمی دو درہم کو یہ زین فروخت کر گیا ہے۔ آپ دو درہم دے کر یہ زین خرید لیں۔ حضور نے دو درہم دوکاندار کو دے کر وہی زین لے لی اور فرمایا کہ لوگو اس کی قسمت میں دو درہم بکھے تھے اگر چند لمحہ صبر کرتا تو حلال کسے مل جاتے۔ مگر اس نے حرام خود کر لئے ہیں۔ بس رزق وہی ملتا ہے جو قدرت نے مقصوم کیا ہے حلالِ حرام کرنے میں ہم فاعلِ مختار ہیں صلوة

اتنی طویل بحث کے بعد یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اگر آج بھی کوئی انسان مُنبتہ ارادہ کر لے

کہ میں آئندہ رزق حلال حاصل کروں گا۔ سابق کی ہوئی لغزشوں سے توبہ کر لے تو خدا فرماتا ہے
 اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور خدا تعالیٰ کی سب
 سے بڑی کرمی یہ ہے کہ اس نے توبہ کرتے والے کی اجابت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ مگر یہ یاد رہے
 کہ توبہ ایسی کرنی چاہیے جس طرح معصوم کا فرمان ہے منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام
 جب نیشاپور کی طرف تشریف لارہے تھے تو حجتیان آل محمد نے امام علیہ السلام کی آمد کی خبر
 سُن کر اپنے مکانات اور لباسوں میں خاص اہتمام شروع کیا۔ ہر شیعہ نے اپنے گلی کوچوں کی
 صفائی کرنا شروع کی۔ مکانوں کی پانی اور سفیدی کا انتظام و اہتمام دیکھ کر ایک غیر شیعہ نے ایک
 محب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ اس قدر انتظام و اہتمام کر رہے ہیں کہ جیسے
 شہنشاہ کی آمد کی خبر ہے محب آل محمد نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ شہنشاہ کون و مکان وارث
 زمین و زمان امام دو جہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری ہے اس لئے اس
 نواسہ رسولؐ کی تشریف آوری پر ان کی زیارت کو ہم لوگ جائیں گے یاں وجہ لباس پاک و
 پاکیزہ اور نئے تیار کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے والا چونکہ امام علی رضاؑ کی ذات والا صفات سے
 واقف نہ تھا اُس نے تو اپنے پیرومرشد اور امام ہی دیکھے تھے، تعجب سے کہا کہ ہمارے بھی تو
 رہنما آیا کرتے ہیں مگر ہم نے اس قدر کبھی اہتمام نہیں کیا۔ محب آل محمد نے کہا کہ تم لوگوں کے
 رہنماؤں اور ہمارے رہنماؤں میں بڑا فرق ہے کہا کہ کیسے؟ محب نے کہا کہ تمہارے امام وہ ہیں
 جن کو تم نے بنایا ہے اور ہمارے امام وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے بنایا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا تعارف کرایا ہے۔ اُس غیر شیعہ نے کہا کہ جب آپ کا مولا تشریف
 لائے تو مجھے بھی اطلاع کرنا تاکہ میں بھی اس کی زیارت کر سکوں، الحاصل جب امام علیہ السلام
 نیشاپور میں وارد ہوئے تو بے شمار دنیا شوق زیارت کے لئے آگے بڑھی، دستداران آل محمد
 کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی، اس روز اس محب آل محمد نے اپنے پڑوسی کو ساتھ لیا اور حضرت
 کی زیارت کو چلے لاکھوں کا ہجوم دیکھ کر وہ غیر شیعہ جو حیرت تھا کہ کون بزرگ ہے جس کے شوق
 زیارت کے لئے بے شمار دنیا جمع ہو رہی ہے۔ بس لوگ انتظار میں کھڑے ہی تھے کہ حضرت کی
 سواری نمودار ہوئی اس وقت آپ قاطر پر سوار تھے جس کا تمام ساز و سامان نقری، تمام المحدثین

بجہ

امام علی رضا نیشاپور میں

حافظ ابو زرہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے اور ان کے پیچھے اہل علم اور محدثین کی ایک عظیم جماعت آرہی تھی۔ لوگوں نے بایں کلمات امام علیہ السلام کی خدمت میں گزارش کی۔ اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام اماموں کے امام، اے مرکز پاکیزگی، آپ کو اپنے جد نامدار جناب رسول خدا کی عظمت کا واسطہ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار سے فیضیاب فرمائیے! اور کوئی حدیث اپنے جد کی ارشاد فرمائیے یہ استدعاء سن کر آپ نے اپنی سواری کو روکا، اور اپنے چہرہ انور سے پردہ اٹھایا۔ حاضرین نے جو نہی وہ نورانی چہرہ فرزند رسول کا دیکھا، سینوں میں دل بے تاب ہو گئے۔ دو زلفیں روئے انور پر مانند گیسوئے مشک بوئے جناب رسول خدا صلعم چھوٹی ہوئی تھیں۔ زائرین کو یارائے ضبط نہ رہا۔ سب کے سب بے اختیار ڈھاریں مار کر رونے لگے کچھ زمین پر گر کر لوٹنے لگے۔ بعض سواری کے گرد پیش گھومنے اور چکر لگانے لگے اور مرکب کی لجام فرین کو بوسے دینے لگے گویا حاجی کعبہ کا طواف کر رہے ہیں غرضیکہ عجیب طرح کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھتے دیکھتے نہ تھکتے تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اس کے بعد علماء و فقہا کی کثیر جماعت نے عرض کی فرزند رسول کچھ ارشاد فرمائیے۔ پس میرے مولانا نے خدا کی حمد و ثناء اور درود سہر کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحَسِبْتُ لَهُ الْجَنَّةُ لَكِنَ يَشْرُطُهَا وَشَرُّهُ طَهَا وَأَنَا مِنْ شَرِّ طَهَا، لوگو جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس پر جنت واجب ہو گئی لیکن کچھ شرطوں کے ساتھ اور ان شرطوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ علمائے تاریخ نیشاپور کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرد دو اتوں کے علاوہ چونتیس ہزار فہدان کھل گئے اس کے بعد امام علیہ السلام نے حلال و حرام کے مسائل بیان فرمائے۔ اور دینا ہمہ تن گوش سننے لگی، محب آل محمد کے پڑوسی غیر شیعہ کی زندگی کا پہلا دن تھا کہ اس نے امام کا کلام اثر بیان سنی آخر میں امام نے گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم سنایا، امام کے کلام معجز نما سے متاثر ہو کر اس غیر شیعہ نے محب آل محمد سے کہا کہ اپنے امام سے دریافت کر دو کہ اگر میں بھی توبہ کروں تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو جائے گی، محب آل محمد نے کہا کہ اؤ امام علیہ السلام سے ہی دریافت کر لیتے ہیں۔ دونوں مل کر امام کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور توبہ کرنے کے بارے میں عرض کی اس غیر شیعہ نے کہا کہ میں نے ساری زندگی لوگوں کی لوٹ کھسوٹ پر ہی گزاری ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے امام نے فرمایا جس طرح میں کہوں اگر اس طرح توبہ کرے گا تو ضرور توبہ قبول ہوگی، اس گنہگار نے عرض کیا کہ جس طرح آپ ارشاد فرمائیں گے میں اس طرح توبہ کر چکا، امام نے فرمایا اگر تو توبہ کر چکا تو میں تیری جنت کا ضامن ہو چکا۔ اس کے بعد امام نے توبہ کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ جس کسی کا مال کھایا یا لوٹا ہے اس کو واپس کر کے اس سے معافی حاصل کرنا اور جو لوگ نہ مل سکیں ان کی طرف سے ان کا مال راہِ خدا میں خرچ کرنا تاکہ اس کا ثواب اُن کے نامہ اعمال میں درج ہو۔ مسلمانو! توبہ یہ تو نہیں کہ ساری زندگی دنیا کو لوٹا رہے جب ضعیفی آگئی کمر جھک گئی بصارت ختم ہو گئی ہاتھ پلنے لگے کانوں نے جواب دے دیا گھر والے بات نہ سُنیں اس وقت مسجد میں جا بیٹھا، میرے اللہ میری توبہ یہ تو خدا کو فریب دینا ہے توبہ یہ ہے کہ جس کا کھایا یا نقصان کیا ہے ان سے معافی لی جائے، مالکوں کو راضی کرنے کے بعد مالک حقیقی سے گڑگڑا کر دعا کی جائے اے ستار العیوب بحق محمد و آل محمد میری توبہ قبول فرمایا ہے توبہ حقیقی، الغرض وہ گنہگار امام عالمی مقام سے توبہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھر آیا اور اپنا تمام سامان چونکہ سب حرام طریقہ سے حاصل کیا ہوا تھا لوگوں کو واپس کرنا شروع کیا جس مال کے دارت نہ مل سکے اس کو مالکوں کی طرف سے تصدق کر دیا۔ یہاں تک کہ محبت آل محمد سے پہننے کا لباس عاریتہ حاصل کر کے اپنا تمام لباس بھی راہِ خدا میں دے دیا، سب کچھ دینے سے بعد اب حلال روزی کمانے لگا، کچھ عرصہ کے بعد محنت و مشقت کرنے پر بیچار ہو گیا اور اس تندرستی نے طول پکڑا کہ زندگی کی امید جاتی رہی، جب مرنے لگا تو اتفاق سے محبت آل محمد کے پان ہی تھا، تائب آل محمد تے محبت آل محمد کو قریب بلا کر کہا کہ بھائی جو تیرے امام نے میرے ساتھ جنت کا وعدہ کیا تھا وہ امام نے پورا کر دیا، یہ کہہ کر تائب آل محمد مر گیا، غسل و کفن اور دفن کے بعد یہ محبت آل محمد امام عالمی مقام کی خدمت میں طوس حاضر ہوا، اور حضور سے زیارت کی استدعا کی امام عالمی مقام جس لباس میں گھر تشریف فرما تھے اسی سے باہر تشریف لائے اور باہر آتے ہی ارشاد فرمایا کہ بھائی تیرے پڑوسی سے جو ہم نے جنت کا وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پورا کر دیا۔ کیونکہ اس نے اپنے وعدے کے

ایک آدمی کا تائب ہونا

جنت حاصل کرنا

مطابق توبہ کی ہے۔ صلوٰۃ مسند امام رضاؑ مطبع مصر ۱۳۴۱ھ، چودہ ستارے ص ۳۴
 غالباً یہی وجہ ہے کہ میرے مولا کو امام خامن کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر اس
 طرح توبہ کی جائے تو خدا رسول بھی راضی ہوتے ہیں اور یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔

معاذ بن جبل نے رسول خدا صلعم سے عرض کی کہ حقیقت توبہ کیا ہے آنجناب نے فرمایا
 کہ گناہوں سے اس طرح توبہ کرے کہ پھر گناہوں کی طرف رجوع نہ کرے، جیسے شیرستان کی
 طرف رجوع نہیں کرتا بعد دوہنے کے۔ اللہ اکبر منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
 علیہ السلام نے ایک اعرابی کو سنا کہ وہ بار بار کہتا ہے میرے اللہ میری توبہ، جناب امیرؑ نے
 فرمایا جلدی جلدی توبہ کرنا جھوٹوں کی سی توبہ ہے، اس نے عرض کی مولا توبہ کس طرح کی جائے
 فرمایا توبہ کی چھ شرطیں ہیں۔ ۱، پشیمانی گزشتہ گناہوں پر ۲، جو فرائض مثل نماز روزہ وغیرہ
 کے نہیں بجالائے ان کو ادا کرے ۳، جن آدمیوں کے حقوق جو اپنے ذمہ رکھتا ہے ان
 کو ادا کرے کہ اُن لوگوں کو پہنچ جائیں ۴، معافی مانگے ان لوگوں سے جن کا کچھ رہ گیا
 ہے یا کسی کو بتایا یا کسی کی غیبت کی ہے ۵، ارادہ مصمم ہو کہ آئندہ گناہ نہ کرے گا،
 اور ہرگز نہ کرے۔ ۶، اپنے نفس کو اطاعت خداوندی میں اس طرح تلخی کا مزہ چکھائے
 جس طرح نافرمانی خدا کی شیرینی کا مزہ چکھایا تھا پس یہ توبہ کامل ہے صلوٰۃ تفسیر عمدة البیان جلد ۱
 ص ۲۲۵، اب میں دنیا کی بے ثباتی پر مثنوی کی طرز پر چند اشعار سپرد قلم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ پند و
 نصیحت کا مجموعہ ثابت ہو گا۔ مثنوی

ہے یہ دنیا بے وفا پُر مسکرو فن	نوجوان اتنی نظر یہ پیرو زن
ابتداء سے انتہا تک کہ نظر	ہو گئے برباد کیسے نامور
دیکھ وہ دار اسکندر ہیں کہاں	ہیں کہاں دربار لشکر شاہ جہاں
چھوڑ گئے دیران کہ خالی مکان	وستم و سہراب جیسے پہلوان
آدمؑ، ادریسؑ، موسیٰؑ نہ رہے	یوسفؑ، یعقوبؑ، عیسیٰؑ نہ رہے
سرور کو نین رحلت کہ گئے	اس جہاں فانی پہ وہ بھی نہ رہے
کیوں تو ہے مغرور اس کے حُسن پر	آج کل جادے گا تو بھی چھوڑ کر

یار اس کے پیار میں دل مت لگا
کیونکہ کر دیتی ہے یہ حق سے جدا

آخر میں اس رحیم و کریم کے کرم اور بخشش کا ایک واقعہ درج کر کے مجلس کو ختم کرتا ہوں مجالس المتقین میں منقول ہے کہ جناب موسیٰ کے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک نوجوان فاسق و فاجر تھا، کہ اس کے فسق و فجور سے لوگ تنگ آکر اکثر دعائیں کرتے تھے کہ پائے دلے اس ظالم کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ، آخر کار حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اس بدکار کو اس شہر سے باہر نکال دو ایسا نہ ہو کہ اس کی معصیت کی وجہ سے اس سرزمین پر کوئی بلا نازل ہو۔ جب حکیم اللہ نے اس کو شہر سے نکال دیا تو وہ گنہگار دوسرے قریب میں چلا گیا۔ پھر وحی الہی ہوئی کہ اس کو یہاں سے بھی نکال دو بس وہ اس قریب سے بھی نکالا گیا، آخر تنگ آکر اس گنہگار نے صحراء میں جہاں نہ بستی تھی نہ آبادی، ایک غار میں سکونت اختیار کی، آخر ایک روز وہ بیمار ہوا اور بہ سبب نہ ہونے کسی مونس و مددگار اور تیمار دار کے اس کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی، جب اس کی حالت نازک ہو گئی تو پیشانی خاک پر رکھ کر اپنی بے کسی اور غربت و تنہائی اور ذلت پر زار زار رونے لگا اور یوں مناجات کی کہ اے میرے مالک و خالق اگر میری ماں بالین نہ ہوتی تو میرے حال پر رحم کھاتی اور میری غربت و ذلت پر گریہ زاری کرتی۔ اگر میرا باپ میرے پاس ہوتا تو مجھ کو غسل و کفن دیتا اور اگر میرے بچے اور میری بیوی میرے پاس ہوتے تو جنازے پر روتے۔

يَا رَبِّ اِذَا قَطَعْتَنِي وَفَرَّقْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ الدُّنْيَا وَرَوْحَتِي وَادِّدْنِي فَلَا تَقْطَعْ عَنِّي مِنْ رَحْمَتِكَ۔ يا اللہ جب تو نے میرے ماں باپ سے اور زن و فرزند سے مجھے جدا کر دیا اور ان کے دیدار آخری سے بھی مجھے محروم رکھا تو رب اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا، پس خداوند رحم الرحیم نے دو عورتیں اس کی زن و مادر سے مشابہ اور ایک فرشتہ اس کے باپ کی صورت کا اور کچھ غلمان اس کی اولاد کے مشابہ بھیجے جو سب اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے جب اس جوان نے آنکھ کھولی تو اپنے پاس ماں باپ اور بیوی بچوں کو دیکھ کر دل کو تسکین ہوئی اور اسی عالم میں دار فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہو گیا، ادھر اس نے رحلت کی ادھر رب العزت کی جانب سے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا۔ يَمُوسٰى اِنَّكَ قَدْ مَاتَ

تعمد اللہ کا ایک بندہ کو بیکار کرنا

اے حکیم اللہ میرا بچہ

وَلَيْ مِّنْ أُولَٰئِكَ فِي مَوْضِعٍ كَذَآءٌ حَبَّ إِلَيْهِ فَعَسَلَهُ وَكَفَّنَهُ
وَصَلَّ عَلَيْهِ وَادْفَنَهُ۔ اے موسیٰ فلاں قریب کے غار میں ہمارا ایک حب مر گیا ہے
خود جا کر اُسے غسل کفن و دوا نمازہ جنازہ پڑھ کر دفن بھی کرو۔ حضرت کلیم حکم خداوندی پا کر
جو اس مقام پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہی جوان فاسق ہے جسے شہر بدر کیا تھا مردہ پڑا ہے
متحیر ہو کر عرض کی، بار الہی! یہ میت تو اس جوان کی ہے جسے تیرے حکم سے شہر سے نکال
دیا گیا تھا، حکم ہوا کلیم بے شک وہی جوان ہے مگر اس نے آخری وقت میں خلوص دل سے
توبہ کر کے میری طرف رجوع کیا اور ہم نے اسے اپنے رحم و کرم سے بخش دیا۔ صلوة، لوائح الاثران
جلد ۱ ص ۲۶۵، اللہ اکبر۔

کائنات میں خدا کی فرمانبرداری کرنے والوں کی کمی نہیں ہے، دیکھتے ہیں تو کہ بلا آور، دنیا
داروں کے لئے کہ بلا والے درس عبرت دے گئے ہیں کہ ظہر کا وقت ہو تو ابو ثمامہ صیداوی نے
خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کی مولا ظہر کی نماز کا وقت ہے دل چاہتا ہے کہ یہ آخری نماز
جماعت سے ہو جائے، بس اتنا سنا تھا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ذُکِرَتْ الصَّلَاةُ جَعَلَكَ
اللَّهُ مِنَ الْمُصَلِّينَ یعنی تو نے نماز کو یاد کیا خدا تجھے نماز گزاروں سے اٹھائے اور آسمان کی
طرف سر بلند کر کے فہرست کیا پانے والے سن رہا ہے میرا چنا ہوا کیا کہہ رہا ہے، اس کے بعد
امام نے حکم دیا کہ صفیں تیار کرو اور آپ نے خود اذان کہی مگر اشقیاء کی طرف سے جنگ جاری
ہی رہی امام علیہ السلام نے زہیر ابن القین اور سعید ابن عبد اللہ حنفی کو فرمایا کہ تم دونوں
میرے آگے کھڑے ہو جاؤ تاکہ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ادا کیا جاسکے، امام کا حکم سنتے ہی دونوں
صحابی حضور کی صف کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے جدھر سے تیرا تے تھے سعید بن عبد اللہ
آگے بڑھ کر اپنے سینے میں لیتے ادھر کائنات کا بے مثال امام اپنی مٹھی بھر جماعت کو کائنات
سے انوکھی نماز پڑھاتا رہا، اور ادھر دشمن کے تیر سعید بڑھ بڑھ کر اپنے سینے پر لیتے رہے،
روایت میں ہے کہ ادھر امام کی نماز تمام ہوئی ادھر تیرہ تیر کھا کر سعید بے ہوش ہو کر گر پڑے،
المجالس المرضیہ ص ۳۹، شہید انسانیت ص ۱۰۰، بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۱ ص ۲۵۵، اہل بیت،
کہتے ہیں کہ امام مظلوم نے سعید کا سر اپنی گود میں رکھا، سعید نے آنکھ کھول کر عرض کی مولا! کیا

میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ امام نے فرمایا بھائی سعید تم میرے ساتھ جنت میں ہو گے اس لئے بعد سعید نے عرض کی مولا میرے سر ہانے ایک بزرگ رو رہا ہے۔ فرمایا سعید میرا نانا ہے میرا اسلام کہہ دو عرض کی مولا! میری دائیں جانب ایک بزرگ رو رہے ہیں، فرمایا سعید میرا بابا ہے میرا اسلام کہہ دو، سعید نے عرض کی مولا میری بائیں جانب ایک بزرگ کھڑے ہیں، فرمایا بھائی حسن ہے میرا اسلام کہہ دو۔ عزادار! سعید نے سامنے کی طرف جو نگاہ کی رو کر کہا مولا کوئی بی بی سیاہ برقعہ پہنے رو رہی ہے۔ فرمایا سعید پاؤں کیچنے لے میری ماں زہرا ہے۔ جو میں مظلوم کے ساتھ ہر وقت ہے ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض کر دے کہ کس طرح ان انوار مقدس نے درود فرمایا جواباً عرض ہے کہ علامہ حسین بخش صاحب نے اصحاب الیمین کے ص ۱۶۳ پر لکھا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے بکر بن عمران کو کہا کہ شکم کا سر قلم کر کے لے آ تو وہ آپ کو مکان کی چھت پر لے گیا، جب شکم کو قتل کرنا چاہا تو ہاتھ شل ہو گئے اور وہ نیچے اتر آیا، دوسرا آدمی بھیجا گیا جب اُس نے تلوار جلانے کا ارادہ کیا تو حضرت رسالت مآب کو دیکھا کہ وہ سامنے تشریف فرما ہیں، خوفزدہ ہو کر گر گیا اور وہیں گر گیا، پھر ایک شامی کو مامور کیا جس نے مسلم کو شہید کیا تھا اگر رسول خدا یہاں تشریف لا سکتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ سعید بن عبد اللہ کی لاش پر بھی اپنے پورے کنبہ کے ساتھ تشریف لے گئے ہوں، عزادار!

سعید بن عبد اللہ حنفی وہ بزرگ ہیں جن پر معصوم کی بارگاہ سے زیارت ناحیہ مقدسہ میں سلام وارد ہے اور قائم آل محمد نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ زیارت کا ترجمہ یہ ہے میرا اسلام ہو سعید بن عبد اللہ حنفی پر جس کو امام حسینؑ نے چلے جانے کی اجازت دے دی تھی، لیکن اس نے جواب میں عرض کیا تھا خدا کی قسم اگر میں جان لوں کہ قتل ہوں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر جلایا جاؤں گا، پھر سوا میں میرے ذرات کو پراگندہ کیا جائے گا اور میرے ساتھ ستر مرتبہ یہ سلوک کیا جائے گا۔ تب بھی آپ سے جُدا نہ ہوں گا۔ اور آپ پر جان قربان کر دوں گا، اور اب آپ کو کیوں کر بھڑوں کہ جب مجھے علم ہے کہ صرف ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے اور اس کے بعد دائمی اور سرمدی باعزت زندگی ہوگی، جس کے لئے کوئی فنا نہ ہوگی، خدا ہمیں آپ کے ہمراہ شہداء میں جگہ دے اور ہمیں اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت کرامت فرمائے۔ اصحاب الیمین ص ۵۵ اس کلام

معصوم سے اندازہ لگائیں سعید کتنا بلند و ارفع انسان تھا

عزادارو! میں نے آپ کو کر بلا کی ایک نماز یاد دلائی ہے، اب جی چاہتا ہے کہ مجلس کو ختم کرنے سے پہلے ایک نماز زندان شام کی بھی سنا دوں، تاکہ بات مکمل ہو جائے۔ غور سے سننا محمد کی بیٹی کی نماز ہے جبکہ کو تھام کر بیٹھنا کیونکہ اس نماز کی کیفیت کو سن کر حضرت سجادؑ نہ سنبھل سکے، بلکہ میرا فیدی امام غش کھا گیا تھا۔ روایت میں ہے کہ ایک روز بیمار کر بلانے جناب ثانی زہرا کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور گھبرا گئے طوق و زنجیر سنبھالے ہوئے پھوپھی کے پاس تشریف لائے اور عرض کی پھوپھی اماں میں آج کیا دیکھ رہا ہوں کہ آپ جیسی زاہدہ، عابدہ، مخدّرہ عصمت و طہارت بیٹھ کر نماز ادا کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بیماری کے عالم میں بھی آپ ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتی تھیں، آج کے سوا آپ کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا فرمایا علیؑ بن حسین بیٹا اس کی وجہ نہ پوچھو تم کمزور ہو تمہارے دل میں اتنی تاب نہیں کہ اس غم کی داستان کو سن کر اپنے دل کو قابو میں رکھ سکو، جب زیادہ اصرار کیا تو جناب زینبؑ نے حضرت اُمّ کلثومؑ سے فرمایا مہن کوڈرا بیمار بھتیجے کا بازو تو تھام لو ایسا نہ ہو کہ سجاد کو غش آجائے۔ عزادارو! جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹا سجاد جب سے ہم قید خانہ میں آئے ہیں نیز یہ ملعون کی طرف سے جو کھانا آتا ہے وہ اتنا کبھی نہیں آیا کہ ہم سب کو کافی ہو، بیٹیاں اپنے حصّہ کا کھانا اب تک بچوں کو کھلاتی رہی ہوں اور خود ناقے کئے ہیں جب تک بدن میں طاقت رہی کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی رہی، اسے قیدی بیٹا! اب زینبؑ میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں عزادارو! بس اتنا سنتا تھا کہ حضرت سجادؑ ایک مرتبہ ہائے غریبی ہائے غریبی ہائے بے کسی کہہ کر غش کھا گئے، ہائے ظالموں نے آل رسولؑ کو ستانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا، مصباح المجالس ج ۲ ص ۲۷۲، جلد ۴ ص ۳۱۳، لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ سخت روایت نہ پڑھا کر دو، کیوں عزادارو! ہم آپ کے لئے سہل اور نرم روایتیں کہاں سے لائیں جناب قبلہ حضرت مولانا سید محمد باقر اعلیٰ الشہ مقامہ کی کتاب المجالس المرضیہ کے ص ۵۷ پر علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک ذاکر نے مجلس میں بیان کیا کہ جب شمر ملعونؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پاک کو جُدا کر چکا تو اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ گرد بلند ہوئی سامعین میں سے کسی نے روک دیا کہ

اتنی سخت روایت نہ پڑھو، اس پر ذکر خاموش ہو گیا، رات کو غمزدہ ہو کر سویا تو عالم خواب میں امام مظلوم کی زیارت نصیب ہوئی، ذکر سے حضور نے پریشانی کا سبب دریافت کیا، تو اس نے واقعہ عرض کیا کہ مولا آج مجلس میں میں نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور لوگوں نے پڑھنے سے روک دیا ہے۔ عزادارو! امام مظلوم نے فرمایا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سن سکتے حالانکہ میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم ہوا ہے۔ کیوں مسلمانو! میرے مولا کی لاش پر گھوڑے تھیں دوڑائے گئے یہ کوئی ظلم کم ہے، محمد کی بیٹیوں کی چادریں اتاری گئیں۔ سکیٹے بلی کے در چھینے گئے۔ خیام کو آگ لگی، سجاد کو ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور ہزاروں کے ہجوم میں خدرات اہل محمد کو بازاروں میں برہنہ پھرایا گیا، یہی وجہ تھی کہ سجاد ساری زندگی خون روتا رہا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيُّ مُتَقَلِّبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔

چھٹی مجلس

ہلاکت اور انتقال کا بیان، مرض سے پہلے دواء، شہاد کی پیدائش اور موت، جنت شہاد کا نامعلوم ہونا، حضرت نوح کی زندگی، حضرت خضر کا سید سجاد کی زیارت کیلئے آنا، شہید اور غیر شہید، حضرت حنظلہ غیل اللہ، حذیفہ یامانی کی میت، شیعہ و حق کی میت، بشر حافی کی عظمت، سید اخنف (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کی شہادت کُلُّ نَفْسٍ ذَا رُفْقَةٍ لِّلْمَوْتِ ط پارہ ۱۲ رکوع ۱۸ ہر ذی روح موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ بلاغت و فصاحت کا قاعدہ ہے کہ بات موقع کے مطابق کی جائے ہر وہ بات جو موقع و محل کے مطابق نہ ہو چاہے کتنی ہی اچھی اور بہتر کہیں نہ ہو عقلاً اُسے ہرگز پسند نہیں کرتے، میں کہتا ہوں ساری کائنات سے افضل و اکمل کلام الہی ہے اگر اسے بھی موقع و محل کے خلاف تلاوت کیا جائے تو لوگ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں اس کی وضاحت اس مثال سے کرتا ہوں۔ سنئے! میرے ایک دوست کے ہاں۔ مدت کے بعد لڑکا پیدا ہوا، گھر میں سرت کی لہر دوڑ گئی۔ افرادِ خانہ خوشی و انبساط سے پھولے نہیں سماتے، لوگ لڑکے کی مبارک بادی دے رہے تھے کہ میں بھی خوشی میں مبارک بادی کے لئے پہنچ گیا اور دوست کو مبارک بادی دے کر بچے کو دیکھ کر میں نے خوشی میں اگر دعائیں سنوئے محبت سے کہا کہ ایک مرتبہ سب بھائی سورۃ فاتحہ تو تلاوت کریں، فرماؤ کیا جواب ملے گا، ہاں یقیناً قرآن مجید کی تلاوت باعث برکت و خیر و خوبی ہے مگر موقع کے خلاف دنیا والے قرآن پاک کی تلاوت سنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور سنئے میرے ایک دوست کے اٹھارہ سالے نوجوان کی شادی ہو رہی تھی، قوم و قبیلہ

زیارات کا محل

کے افراد رسوم شادی میں شریک تھے اور دُلہا میاں پر ماں بہنیں سو جان سے قربان ہو رہی تھیں کہ میں نے محبت سے کہا کہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ تو پڑھ لیں یقیناً تجھے جواب نقد ملے گا جو میری برداشت سے باہر ہوگا۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ کلام مقدس جیسی بابرکت اور خیر و خوبی کی آیات بھی اگر موقع کے مطابق نہ ہوں تو دنیا والے سنتے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لہذا عقلاء ہمیشہ موقع کے مطابق ہی گفتگو کرتے اور سنتے ہیں۔ صلوٰۃ

چونکہ یہ فاتحہ خوانی کی مجلس ہے لہذا مجھے موت کے ہی بارے میں عرض کرنا ہے۔ ویسے میں بے ربط باتیں کرنے کا عادی بھی نہیں ہوں آج مجھے موت کے ذائقہ اور موت سے بچنے کا طریقہ عرض کرنا ہے۔ سنیئے اور غور سے سنیئے! ہاں اس حقیقت کو بھی سنی لیں کہ قدرت نے ہر ایک بیماری اور مرض کا علاج بیماری کے پیدا ہونے سے پہلے مہیا فرمایا ہے، بیماری بعد میں پیدا ہوتی ہے اور علاج قدرت والا پہلے مہیا فرماتا ہے کوئی مرض ایسا نہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے علاج نہ مہیا کیا ہو۔ مولانا الطاف حسین حالی کا ایک مسدس ملاحظہ ہو۔

کسی نے یہ یقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہے کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہدیان سمجھیں

بس ایسے مریض کا کوئی بھی علاج نہیں کہ حکیم دوا تجویز کر رہا ہو اور مریض حکیم کو ہدیان کی تہمتیں لگا رہا ہو۔ باقی دنیا کی ہر مرض کا علاج قدرت نے پیدا فرما دیا ہے۔ صلوٰۃ،
لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی ارسطو کے پاس آکر کہنے لگے کہ حکما کا یہ قول ہے کہ مرض سے پہلے قدرت علاج کو پیدا کرتی ہے کیا یہ درست ہے ارسطو نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے علاقہ میں ایک نئی بیماری پیدا ہوئی ہے جس کا علاج ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا فرمادیا
اس کا علاج کونسا ہے ارسطو نے کہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج تو پیدا فرمایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس علاج کا سراغ نہ لگا سکیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ چونکہ آپ بہت بڑے حکیم ہیں آپ ہی ہمیں علاج تلاش کر کے ثابت کریں کہ علاج مرض سے پہلے پیدا ہوتا ہے۔

اس پر ارسطو ان لوگوں کے ساتھ ان کے گاؤں میں تشریف لائے اور بہت سے چرواہوں کو اکٹھا کر کے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی نے کوئی نئی بوٹی دیکھی ہو جو پہلے جنگل میں کبھی نظر نہ آئی ہو۔ اس پر ایک بوڑھے چرواہے نے کہا کہ میری ساری زندگی مویشی چرانے میں گزری ہے و دایک سال گزرے ہیں کہ میں نے ایک نئی بوٹی دیکھی ہے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ارسطو نے اُسی بوٹی کو منگو کر جب اس کا نسخہ تیار کیا تو وہی نئی بیماری کا علاج ثابت ہوا۔

سبحان اللہ

جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر مرض کا علاج مرض کے پیدا کرنے سے پہلے مہیا فرماتا ہے تو سنئے! موت تو ایک مرض بلکہ سنگین مرض ہے، کیا قدرت نے اس کا علاج نہ پیدا کیا ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی علاج پیدا فرمایا ہے۔ مسلمانو! موت تو ہر مرض سے سنگین مرض ہے، قرآن پاک نے اس مرض کو لفظ یقین سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے حَتَّىٰ أَتَىٰ الْيَقِينَ۔ پارہ ۲۹ رکوع ۱۶، یہاں تک کہ آئی ہم کو موت، چونکہ قاعدہ الہی ہے کہ علاج پہلے پیدا کرتا ہے اور مرض بعد میں تو موت کا علاج وہ ہوگا جو موت سے پہلے ہو قرآن سنئے! الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ۔ پارہ ۲۹ رکوع ۱ وہی تو اللہ ہے جس نے موت اور حیات کو خلق فرمایا حضور موت بھی مخلوق اور حیات بھی مخلوق جو ان سے پہلے پیدا ہوا ہوگا وہ ہے اس کا علاج اب حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنئے! اَدُلُّ مَا خَلَقَ اللهُ لِنُورِي۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ نیایع المودة صلا صلوٰۃ، ہاں، میں عرض کر رہا تھا کہ موت نہایت سنگین مرض ہے۔ موت کی گرفت سے کوئی نہ بچ سکا۔ بڑے بڑے ظالم و جابر۔ فاتح و غالب، متکبر و متعظم اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کہاں ہیں دارا سکندر کہاں ہیں، بخت نصر اور ہلاکو خان چنگیز کہاں ہیں، نمرود، فرعون کہاں ہیں، شداد، ہامان، کہاں ہیں۔ بابر و جہانگیر کہاں ہیں، قارون و یونس کہاں ہیں، رستم و ہر اب کہاں ہیں، محمود و ایاز کہاں۔ متوکل حجاج ملعون موت نے ہر ظالم کی گردن کو مردب کر خاک میں ملا دیا، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ نظم

دارا میاں رہا نہ سکندر میاں رہا اور بخت نصر کا بھی نہ وہ خانماں رہا

جاتے رہے جہاں سے سارے علاقہ
شد: بھی ارم کو بنا کر چلا گیا
نمروڈ کو جلا دیا آتش نے مرگ کی
سلجوقیوں کا اب نہیں لیتا ہے کوئی نام
نابود و نیست ہو گئے سارے اکاسرہ
جو رہی اُمیہ اور عباسیوں کا ظلم
نوشیرواں کا عدل نہ حاتم کی جو دہ ہے
اچھے کو بُرے کو سبھی کو زوال ہے
وہ کیا ہونے جو کرتے تھے دعویٰ خدائی کا

وہ ان کا حشم اور نہ وہ زور و توان رہا
زندہ نہ کوئی دہر میں شاہ کیاں رہا
فرعونوں کا بحر فنا میں مکاں رہا
ساسانیوں کا بھی نہیں نام و نشان رہا
باتی دیالمہ کا نہ خورد و کلاں رہا
دیکھو تو اب زمانے میں ہے وہ کہاں رہا
وہ حکم نادری نہ وہ زور یلاں رہا
صفوی رہے نہ اور وہ چنگیز خاں رہا
سب خاک ہو گئے نہ کوئی جادواں رہا

جیتا رہے گا نہ کوئی دنیا میں جُز خدا

ہم کیا رہیں گے جب نہ شبہ مُرسلان رہا

حضرت انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کی ایک مُرباعی ملاحظہ ہو

کہاں تخت اور کہاں تاج ہیں وہ جو اوج پہ تھے زیر زمین آج ہیں وہ
قرآن لکھ لکھ کے وقف جو کرتے تھے اک سورۃ الحمد کے محتاج ہیں وہ

صلوٰۃ

مسلمانوں دو قوتیں ہیں جن سے ہمارا واسطہ ہے یہ قوتِ امام اور دوسری قوتِ شیطان،
امام چاہتا ہے کہ مخلوق خدا کو موت یاد رہے تاکہ مرتے وقت ایمان سلامت ہو۔ شیطان
چاہتا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو موت بھول جائے تاکہ مردود ہو کر مرے شیطان دوسرے ڈالتا ہے
اور طولِ زندگی کی تسلیاں دیتا ہے اگر بچے کو باپ نے بھول کر کہہ دیا کہ کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
کہ خدا وحدہ لا شریک ہے۔ تو شیطان عورت کے دل میں یہ پروگرام مرتب کرتا ہے کہ بچے کی
ماں بول اٹھتی ہے۔ ہائے ہائے ابھی تو منہ سے دودھ کی بُراتی ہے اگر دس بارہ سال کی عمر
والے بچے کو کہیں باپ نے خدا و رسول کا کلمہ پڑھنے کو کہا تو عورت نے شوہر کے سامنے رو
کر کہا ابھی تو میرے بچے کے کھیل کود کے دن ہیں ابھی سے ملاں بنانے لگے ہو۔ اور اگر جوانی

شیطان کے دوست

کے زمانے میں کسی بزرگ نے کہہ دیا کہ بیٹا کبھی کبھار نماز بھی پڑھ لیا کرو تو جوان کی ماں گلے کا ہار بن گئی ہائے ہائے کیسے بد بختوں میں ہم پھنس گئے ابھی تو میرے بچے نے جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی۔ پھر بال بچوں کی فکر پڑ گئی، اگر کسی دنت کان میں حَسْبَى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ۔ کی آواز بڑھ گئی تو شیطان نے سبق پڑھایا کہ ابھی تو نے پوتوں کی شادیاں کر فی ہے۔ فلاں گاؤں میں ایک صد بیس سال کا آدمی زندہ بیٹھا ہے۔ دنیا کے دھندوں سے فارغ ہو کر خدا کی بارگاہ میں توبہ کر لوں گا میں نے کونسا جلدی مرنا ہے، شاید میں نے مرنا بھی ہے یا نہیں۔ یہ ابلیس کا پروگرام ہے جو موت کو بھلانے کی تجویزیں کرتا ہے۔

کتاب قصص الانبیاء کے ص ۲۵۹ پر ہے کہ شب معراج جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے آسمان پر پہنچے تو ملک الموت نے حاضر ہو کر آپ کی زیارت کی آنجناب نے عزرائیل سے دریافت فرمایا کہ کبھی کسی کی روح کو قبض کرتے ہوئے تجھے ترس بھی آیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ دو مرتبہ روح کو قبض کرتے ہوئے میں بھی رو پڑا تھا فرمایا وہ کونسا مقام ہے اور کس کی روح کو قبض کرتے ہوئے تو رو پڑا تھا تفصیل سے بیان کر ملک الموت نے عرض کی مولا ایک بار ایک کشتی سمندر میں رواں دواں جا رہی تھی کہ قدرت کا حکم ہوا کہ کشتی کو پر مار کر غرق کر دو، میں نے کشتی کو پر مار کر توڑ دیا سوائے ایک عورت کے تمام آدمیوں کی رومیں میں نے قبض کر لیں۔ وہ عورت ایک تختے پر بچ گئی اس عورت کو سمندر کی لہروں پر تین دن گزر گئے۔ تین دن کے بعد اس عورت کا حمل وضع ہوا۔ قدرت نے اُسے ایک لڑکا دیا، جب بچہ پیدا ہوا تو قدرت کا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح بھی قبض کر لے یا رسول اللہ اس عورت کی روح کو قبض کرتے ہوئے میں رو پڑا تھا کہ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے اس ایک دن کے بچے کا کون وارث اور محافظ ہے اور دوسری مرتبہ شداد کی روح کو قبض کرتے ہوئے میں حیرت میں ڈوب گیا تھا کہ اس نے ایک لاکھ آدمی تین سو سال تک جنت کی تعمیر پر لگا رکھے تھے جس کی خود خالق کائنات نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔ اَرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ہ پارہ ۳ ذکوع ۱۴ ارم ستونوں والے کے وہ جو نہیں پیدا کیا گیا مانند ان کے بیچ شہروں کے۔ مگر شداد کو اس جنت میں قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا، جنت کے تیار ہونے پر جب یہ جنت کے دیکھنے کیلئے

دروازہ بہشت پر آیا کہ قدرت کا حکم ہوا کہ اس ملعون کی رُوح قبض کر لے کیونکہ ملعونوں کو جنت میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے، جب ملک الموت نے یہ واقعہ سنایا تو قدرت کی طرف سے وحی ہوئی میرے حبیب یہ میری قدرت کا ملکہ کرشمے ہیں کہ جو بچہ سمندر کی لہروں پر اکیلا رہ گیا تھا، میں نے اس کے ساتھ یہ احسان کیا کہ سمندر کی لہروں کو حکم دیا کہ تختے کو کنارے لگا دو، بچہ تختے پر کنارے لگا۔ میں نے ایک پرندے کو حکم کیا کہ بچے کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے ڈال دے پھر میں نے ایک ہرنی کے دل میں بچے کی اُلفت ڈالی کہ وہ اس بچے کو دودھ پلائے۔ یہی خالق نے گرمی سردی بیماری سے بھی بچے کو محفوظ رکھا، تین سال کے بعد ایک قافلہ کہیں چلا، وہ رستہ بھول کر ادھر آگئے اور ایک انسانی شکل کے بچے کو پا کر ساتھ لے گئے میں نے اس بچے کو صحت اور جوانی وافر عطا کی اور دنیا کی بادشاہت سے سرفراز کیا میرے حبیب یہ وہی شہاد ہے جس نے میرے مقابلے میں جنت بنائی اور خدائی دعوے کئے۔ اللہ اکبر

روایت میں ہے کہ عبد اللہ ابن طلحہ نے اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن میں اس جنت کو دیکھا تھا جس کا معاویہ کے سامنے ذکر ہوا تو اُس نے کعب الاحبار کو بلا کر حال دریافت کیا اُس نے کہا یہ جنت ہے جو شہزادے صحرائے عدن میں بنوائی تھی، معاویہ نے کافی کوشش و تلاش کی کہ وہ جنت مل جائے مگر قدرت نے دنیا کی آنکھوں سے غائب کر رکھی تھی مسلمانو! جس اللہ نے اتنی بڑی جنت کو دنیا سے غائب کر رکھا ہے اسی اللہ نے میرے بارہویں امام کو دنیا میں غائب کر رکھا ہے صلوٰۃ، حیات القلوب جلد ۱۹، تفسیر حسینی قادری جلد ۲ ص ۶۲، یہ ہے شیطان کا پروگرام کہ موت بھلا دیتا ہے۔ اب امام کا پروگرام سنئے؛ کہ امام کو کشن کرتا ہے کہ مخلوق خدا کو موت یاد رہے تاکہ انہیں جنت نصیب ہو، معصوم کافران ہے کہ تیری زندگی کے صرف تین ہی دن ہیں ایک کل جو گزر گیا اب چاہے ساری کائنات خرچ کر دے یہ واپس نہیں آئے گا، لہذا کسی گزرنے والے وقت کو ضائع نہ گزرنے دے دوسرا کل صبح کا دن جو آنے والا ہے مگر ہزاروں ایسے ہیں کہ جن کا صبح نہیں آئے گا، صبح سے پہلے ہی موت کی گرفت میں پھنس جائیں گے کہیں تیرا بھی ان ہی میں شمار نہ ہو، تیسرا آج کا دن ہے لہذا اسی میں جو کرنا ہے ذکر خدا کر لے اور یہی موقع تیرے لئے غنیمت ہے۔ اللہ اکبر۔

جنت شہزاد

زندگی کے تین دن

روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو تین چار مرتبہ دیکھا کہ سر سجدے میں رکھے دو رہا ہے۔ حضرت کلیم نے اس سے دریافت فرمایا کہ میں جب بھی یہاں سے گزرتا ہوں تجھے عبادت الہی میں ہی مشغول پاتا ہوں کیا تیرا کوئی مکان اور گھر نہیں ہے۔ اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے حضرت دانیال ملے تھے اور انہوں نے فرمایا کہ تیری زندگی صرف چھ سو سال ہے میں نے خیال کیا کہ اتنی کم عمر کے ہوتے ہوئے مکان بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو ذکر الہی ہی میں گزار دو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر اٹھائی ہزار سال تھی جب ملک الموت حاضر خدمت ہوئے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں کیسے گزاری آپ نے فرمایا گویا ایک مکان کے دو دروازے تھے، ایک سے داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا، ملک الموت نے عرض کیا مولا آپ نے تو کوئی معقول مکان بھی تعمیر نہیں کیا۔ آپ کی اولاد سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو لوہے کے مکان بنائیں گے فرمایا ان کی تو عمریں لاکھوں برس کی ہوں گی۔ عرض کی نہیں بلکہ یہی ساٹھ ستر سال کی زندگیوں ہوں گی۔ فرمایا خدا کی قسم اگر میری زندگی اتنی ہوتی تو میں ایک ہی سجدے میں گزار دیتا۔ سبحان اللہ صلوٰۃ۔

میرے چوتھے امام علی زین العابدینؑ پچھنے میں کیلئے سفر حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ابراہیم بن ادہم کی نگاہ پڑی۔ ابراہیم بن ادہم نے خیال کیا کہ یہ جنگلی اور صحرا وسیع و عریض اور یہ واکا کیلاتنہا چلا جا رہا ہے، ابراہیم نے قریب جا کر سلام کیا اس شہزادے نے سلام کا جواب دیا، ابراہیم کہتا ہے میں نے کہا لڑکے کہاں کا ارادہ ہے فرمایا خدا کے گھر جاتا ہوں۔ میں نے کہا شہزادے تم بچے ہو تم پر تو حج نہ واجب ہے اور نہ سنت، جواب دیا یا شیخ! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مجھ سے کم عمر کے لوگ بھی مرجاتے ہیں، موت جہان بوڑھے اور بچے کی تمیز اور رعایت نہیں کرتی، میں نے کہا آپ کے پاس تو زادراہ بھی نہیں ہے فرمایا زہد میرا زادراہ ہے میں نے کہا سواری بھی تو نہیں ہے فرمایا تو کل میری سواری ہے میں نے کہا شہزادے اتنے طویل سفر میں کوئی چیز کھانے کو تیرے پاس نہیں ہے جواب دیا شیخ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تجھے اپنے گھر دعوت دے اور تو اپنے گھر سے کھانا ساتھ لے جائے۔ میں نے کہا نہیں فرمایا جس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وہی میرے کھانے اور پانی وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ ایک

الکتب عامہ

حضرت اربع علیہ السلام

حضرت علی بن الحسین اور حضرت خضرؑ

بزرگ نہایت حسین و جمیل تشریف لائے جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے اس لڑکے پر ادب سے سلام کیا اور معانقہ فرمایا میں نے بڑھ کر اس جوان سے پوچھا قسم ہے آپ کو اس خدا کی جس نے آپ کو یہ حسن و صورت عطا کیا ہے تو یہ بتائیے کہ یہ لڑکا کون ہے۔ اُس نے کہا کیا تو نہیں پہچانتا، یہ علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ پھر میں اس لڑکے کے پاس آیا، اور کہا کہ آپ کو قسم ہے اپنے آبائے طاہرین کی بتائیے یہ بزرگ کون تھے فرمایا یہ خضر ہیں جو ہر روز ہمارے پاس سلام کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ صلوة، لواحج الا حزان جلد ۱ ص ۱۰۹ چودہ سترے

اب میں موت کی قسمیں عرض کرتا ہوں۔ مسلمانو! موت ہر ذی روح کو ایک طرح کی نہیں آتی کچھ لوگ مرتے ہیں تو ہلاک ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انتقال کرتے ہیں۔ انتقال کا ترجمہ اور ہے اور ہلاکت کا ترجمہ اور ہے۔ اسے میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں غور فرمادیں اگر گھاس کو کاٹ کر جلا دیا جائے تو راکھ ہو جائے گا۔ پہلے گھاس تھا اب راکھ ہو کر ہلاک ہو گیا یعنی نباتات سے جمادات ہو گیا اعلیٰ سے ادنیٰ ہو گیا اور اگر گھاس بکری کو کھلا دیں تو انتقال کر گیا۔ پہلے نباتات تھا اب جزو حیوان ہو گیا یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ ہو گیا اگر بکری مر جائے تو ہلاک ہو گئی۔ حیوان سے جمادات ہو گئی، اسی طرح اگر انسان بغیر دلائے اہل محمد کے مر گیا تو ہلاک ہو گیا اور اگر اہل محمد کی دلاہر مرانوا انتقال کر کے شہید ہو گیا، یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ ہو گیا حدیث مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا۔ مودۃ القربی ص ۱۲،

المعالم المرضیہ ص ۳۲، ص ۳۲۸، تفسیر الوار الخف جلد ۱ ص ۲۳ و ص ۲۳۱، صلوة۔ ہلاکت پر ایک اور مثال بھی واضح ہو ایک دھوبی گھاٹ پر کپڑے دھو کر خشک کرنے کے لئے سبزے پر ڈالتا گیا، سبزے کا پلاٹ ختم ہو گیا اور چند کپڑے ململ کے بچ گئے جو اُس نے میری کے کانٹوں پر ڈال دیئے اور اطمینان سے کپڑے دھونے میں مشغول رہا۔ اچانک اُسے معلوم ہوا کہ آندھی سر پر آگئی وہ کپڑے اکٹھے کرنے کے لئے بھاگا جو کپڑے سبزے پر ڈالے تھے انہیں کونے سے پکڑ کر سر کایا تو فوراً صیغ و سالم ہاتھ میں آگئے اور جو کپڑے میری کے کانٹوں پر تھے انہیں پکڑ کر زور سے کھینچا تو تار تار ہو گئے بس سبزے والے کپڑوں نے انتقال کیا اور کانٹوں والے کپڑے ہلاکت کی بمعین چڑھ گئے بس جو انسان دنیا کے کھیل میں مشغول رہا اور موت سے بے نیاز رہا۔ وہ ہلاک ہوتا ہے اور جو صرف

ہلاکت اور انتقال کی مثالیں

آل محمد کی عطا کی ہوئی تعلیم پر زندگی بسر کرتا رہا، اس نے انتقال کیا کیونکہ اس کا دنیا میں رہنا ایک مسافر خانہ میں رہنے کے برابر تھا۔ صلوٰۃ

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے جناب صادق علیہ السلام سے عرض کی یا بن رسول اللہ کہیں کعبہ سرحدوں پر فوجوں میں بھڑپیں ہو جاتی ہیں کیا وہ سب مرنے والے شہید ہیں۔ فرمایا نہیں اگر کوئی محمدؐ و آل محمدؐ کی دلا پر مرا چاہے گھر میں مرا شہید مرا، اور اگر آل محمدؐ کے بغض پر مرا چاہے جنگ میں مرا کافر مرا، بس شہادت اس کو نصیب ہوگی جو خدا اور رسولؐ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے مرے گا صلوٰۃ۔ کلام پاک میں بھی خداوند قدوس نے دو طرح کی موت کا ذکر فرمایا

ہے ۱۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَمْوَاتٌ لَكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔ پارہ ۲ رکوع ۳ خدا کے راستے میں قتل ہونے والوں کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں ہے۔ قدرت کا ارشاد ہے تمہارے مریں تو مردے اور تمہارے مریں تو شہید مریں تو کوثر کے پانی سے ملائکہ غسل اگر دینے کو فخر سمجھیں روایت میں ہے کہ حضرت حنظلہؓ کی شادی عبد اللہ ابن ابی بن سلول کی لڑکی سے میدان احد کی لڑائی سے ایک روز پہلے ہوئی تھی۔ رات کو عروس سے بہتری کی صبح کو کان میں آواز آئی کہ حضورؐ پر نور مشرکین مکہ سے لڑنے کی تیاری کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔ حضرت حنظلہؓ سیدھے مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہنچے اور مسجد کی دہلیز کچھ کر دعا مانگی اَللّٰهُمَّ لَا تُرَدِّدْ بَنِي اَهْلِ مِیْرَةِ اللّٰهِ جَمْعَ ابِ مِیْرَةِ اَهْلِ کِی ط ف نہ پلٹانا یہ دعا مانگ کر حضرت حنظلہؓ جس نے کل ایک مشہور منافق عبد اللہ ابن ابی بن سلول کی لڑکی سے شادی کی تھی وہاں یہ درست ہے کہ کبھی کبھی مومن بھی منافقوں کی لڑکیاں لے لیا کرتے ہیں (میدان احد میں لڑا دشمن نے سینے میں نیزہ مارا یہ نیزہ کھا کر زور دلائے نغمہ میں آگے بڑھا۔ نیزہ سینے سے پشت کی طرف نکل گیا مگر گرتے گرتے اپنے قاتل کو جہنم پہنچا دیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب حضرت حنظلہؓ کی لاش تلاش کی گئی تو دو کافروں کی لاشوں کے نیچے سے لاش ملی تو کیا دیکھا کہ اس کے لیے لیے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے آنحضرتؐ نے اس کا نام غسیل اللہ لکھ کر تدار دیا اب حضرت حنظلہؓ اس لقب سے پکارے

شہید اور غیر شہید

حنظلہ غسیل اللہ لکھ

جاتے ہیں۔ مسلمانو یہ بھی ایک موت ہے کہ فرشتے اگر غسل دیتے ہیں۔ تفسیر انوار الثبت جلد ۲ ص ۲۸، کوکب دری ص ۲۵۵۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کی صرف روحانی زندگی کا ہی اعلان نہیں فرما رہا بلکہ ارشاد ہوتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُحْيِيهِمْ ذُرِّيَّتُكَ يَدْعُوكَ إِذْ تُرَى الْوَدَّعِ اللَّهُ كَيْفَ رِاسْتِے میں قتل ہونے والوں کو مرے ہوئے مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔ جناب صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تم شہیدوں کو دیکھ لو تو اسی طرح پہچان لو جس طرح دنیا میں انہیں پہچانتے تھے۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد نیز جنگ احد میں عبداللہ ابن عمر بن حزام شہید ہوا تھا۔ جس کی قبر میدان احد میں ہی بنادی گئی تھی۔ ۳۶۶ء میں بارش کی زیادتی کی وجہ سے قبر کے ضائع ہونے کا فکر لاحق ہوا تو حکومت وقت نے حکم دیا کہ شہداء احد کی لاشیں نکال کر کسی اونچی جگہ دفن کر دی جائیں۔ جب حضرت عبداللہ مذکور کی قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ شہید زندوں کی طرح اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سو رہا ہے۔ جب اس کے ہاتھ کو علیحدہ کرنا چاہا تو عبداللہ بن عمر بن حزام نے فرمایا کہ میرے ہاتھ کو نہ ہلاؤ۔ میرے سینے میں نیزہ لگا تھا اس کے درد کی وجہ سے ہاتھ سینے پر رکھا ہوا ہے۔ تاریخ داؤدی جلد ۱ ص ۱۸۷ شاہ نامہ اسلام جلد ۴ ص ۳۶ یہ ہیں۔ وہ لوگ جو مرتے ضرور ہیں۔ مگر ہلاکت نہیں ہوتے بلکہ انتقال فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ۔ میں نے یہ بھی پڑھا ہے کہ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان کی وفات پر انہیں بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے دفن کیا گیا تھا۔ تیرہ سو سال بعد پانی کے سیلاب کی زیادتی کی وجہ سے کہ صحابی رسولؐ کی قبر پانی میں گھر کر معدوم نہ ہو جائے۔ حاکم وقت کے حکم سے ۱۹۳۲ء میں لاش مقدس کو نکالا گیا تو ابھی کفن بھی میلانہیں ہوا تھا۔ اس محافظ رسولؐ رازدار مصطفیٰ۔ پاسان محمد کی شکل و صورت کو دیکھ کر معلوم کیا کہ آنحضرت کے زمانے کی شکل و صورتیں اس طرح کی ہوا کرتی تھیں۔ اس واقعہ کی خبر اخباروں میں بھی دی گئی اور امین محمد حضرت حذیفہ کی میت کا فوٹو بھی اخباروں میں شائع ہوا تھا۔ مجالس شیعہ ص ۱۶۹۔ سبحان اللہ یہ ہے انتقال اور عظمت ممکن ہے کہ کوئی بزرگ

عبداللہ شہید احد

حذیفہ یمانی کی میت

اعتراف کریں کہ کسی سنی کتاب کا حوالہ تو نہیں دیا گیا اور حوالے کے بغیر ملاں تو ماننا ہی نہیں اعتبار و یقین صرف لکھے ہوئے پر نہیں میاں جی کرتے ہیں۔

حکایت ہے کہ ایک زمیندار اپنے ملازم سے کثرت سے کام لیتا تھا ایک کام کرنے کا حکم دیا ابھی وہ پورا کرنے ہی نہ پاتا کہ دوسرا حکم صادر کر دیا۔ ایک روز ملازم نے کہا کہ حضور آپ مجھے پورے ایک دن کے کاموں کی فہرست بنا کر دے دیا کریں۔ تاکہ علی الترتیب اطمینان سے کام کرتا رہا کروں۔ زمیندار نے کہا بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ دوسرے دن ملازم کو فہرست ملی کہ سب سے پہلے میرا حقہ بھرنا پھر بستر سنبھال کر رکھنا۔ پھر ناشتہ کرنا۔ پھر گھوڑے پر زین کنا اور میرے ساتھ فلاں گاؤں میں جانا وغیرہ وغیرہ ملازم نے حکم کی تعمیل کر دی اور ناشتہ کرانے کے بعد گھوڑا تیار کر کے زمیندار کے حوالے کیا۔ زمیندار گھوڑے پر سوار ہوا اور ملازم کو ساتھ لے کر گاؤں کی طرف چلا اتفاق سے راستہ میں گھوڑا دیکا اور زمیندار کا ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا۔ اور دوسرا قدم رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا ڈر کر دوڑا۔ زمیندار کچھ زمین پر اور کچھ گھوڑے پر اور لگا ملازم کو دہائی دینے کہ گھوڑا روک، گھوڑا پکڑ، ملازم فہرست نکال کر دیکھنے لگا۔ کہ کیا لکھا ہوا ہے کہ جب گھوڑا ڈرے تو پکڑنا۔ جب فہرست میں نہ ملا تو کہا دفع ہو مڑتا ہے تو مڑ جا فہرست میں کہیں نہیں ہے کہ گھوڑا بھلے تو پکڑنا ہم تو بھائی لکھے ہوئے پر ہی عمل کریں گے۔ بس یہی دطیرہ آج کے ملاں کا ہے کہ کسی کتاب کا حوالہ دو۔ لو میں آج کے ملاں کو آجکل کے ایک فاضل مجتہد کی کتاب کا حوالہ دے دیتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو! اور انصاف کرو۔

کتاب احسن الفوائد ص ۳۵ پر جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ جناب ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی علیہ الرحمہ کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا۔ طبرستان کے قریب شہزادہ عبدالعظیم حسنی کے مصافات شہر میں ایک شہر میں مدفون ہوئے۔ ۱۲۳۸ھ جبکہ ایران میں فتح علی شاہ قاجار کی بادشاہت تھی، بارش کی وجہ سے جناب شیخ مذکور کی مرقہ میں شکاف پڑ گیا۔ اس کی اصلاح کی غرض سے

شیخ صدوق کی تصانیف

جو معمار مقبرہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ نیچے ایک سرداب میں حضرت شیخ صدوق مدفون ہیں اور ان کی لاش بالکل صحیح سلامت موجود ہے اور اس قدر لاش محفوظ ہے کہ ابھی ہاتھوں پر مہندی کے نشانات بھی باقی ہیں۔ جو شیخ صاحب کے ہاتھوں پر انتقال کے وقت تھے۔ مسلمانوں اگر ایک عالم دینی کی لاش بارہ سو سال تک صحیح و سالم رہ سکتی ہے تو اصحاب رسول کی لاش تو یقیناً درست و سلامت باکرامت رہی ہوگی۔ صلوٰۃ، چونکہ یہ ایک شیعہ عالم ہے ممکن ہے کوئی دوسرا بزرگ اعتراض کر دے کہ ہماری کتابوں میں تو کوئی ایسا واقعہ موجود ہی نہیں ہے کہ مرنے کے بعد بھی کوئی اس طرح رہ سکتا ہے اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

روایت میں ہے کہ بُشر حافی ایک صوفی بزرگ گزرے ہیں ان کی توبہ کا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت بُشر کے مکان پر ناچ گانا ہو رہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مکان کے قریب سے گزر ہوا۔ اتفاق سے بُشر کی کنیز مکان سے باہر کچھ چھلکے پھینکنے کو نکلی تو امام علیہ السلام نے دریافت کیا کہ بی بی یہ کس کا مکان ہے۔ خادمہ نے عرض کی یا بن رسول اللہ یہ تو ایک مشہور مالدار بُشر کا مکان ہے۔ آپ نے فرمایا بُشر غلام ہے یا آزاد ہے کنیز نے عرض کی کہ میرا مالک کیوں کسی کا غلام کہلائے۔ حضور میرے مالک کے تو نہراؤں غلام ہیں۔ امام نے فرمایا! کہ کیا وہ جہنم اور حساب و کتاب عشرے سے آزاد ہو گیا ہے۔ کنیز جواب دیتے بغیر واپس ہو گئی۔ ادھر بُشر مکان سے دیکھ رہے تھے کہ میری کنیز کس سے باتیں کر رہی ہے۔ کنیز کے آنے پر بُشر نے اس سے دریافت کیا کہ تو باہر کس سے باتیں کر رہی تھی۔ خادمہ نے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام تھے کہا وہ کیا کہتے تھے کہا انہوں نے پوچھا کہ بُشر غلام ہے یا آزاد، تو میں نے کہا کہ میرا مالک کیوں کسی کا غلام ہو اس کے تو سینکڑوں غلام ہیں بُشر نے کہا کہ پھر انہوں نے کیا فرمایا، کہا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہاں کام تو آزاد لوگوں جیسے ہی کر رہا ہے۔ شاید عشرے کے حساب کتاب سے فارغ ہو گیا ہوگا اور قدرت نے جہنم سے آزادی کا پروانہ اسے عطا کر دیا ہوگا۔ بس اتنا سننا تھا کہ بُشر کے دل پر چوٹ لگی،

اور امام کے پیچھے بھاگا اور حضور کے قدموں پر گر کر عرض کی یا بن رسول اللہ میں آزاد نہیں غلام ہوں۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اس کے بعد بشر نے خالص توبہ کی لکھا ہے بشر نے جس وقت امام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی، پاؤں سے ننگا تھا۔ پھر ساری زندگی جوتی نہیں پہنی، لوگ کہتے کہ آپ جوتی پہن لیں تو فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت امام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی، پاؤں سے ننگا تھا۔ اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اب اس کا نام دنیا میں بشر حافی مشہور ہو گیا اور بلند حی ایمان یہ تھی کہ بغداد کے گلی کوچوں میں جانور پیشاب گوبر نہیں کرتے تھے کہ نائب آل محمد کا گزر ہوگا۔ کہیں اس کے پاؤں نجس نہ ہو جائیں۔ عیسیٰ مکی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ بغداد آیا تو رات کو مجھے خواب آیا کہ میرے سر پر عرش ہے اور میں اُسے اٹھائے جا رہا ہوں جب خواب سے بیدار ہوا تو سوچا کہ اس خواب کی تعبیر کس سے دریافت کی جائے۔ سوچ بچار کے بعد خیال آیا کہ بغداد میں تو نائب آل محمد رہتا ہے صبح بشر حافی سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کروں گا۔ صبح کو جب وہ مکان سے باہر نکلا تو بازار میں چند آدمیوں کو روتے دیکھا دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ دیکھو بازار میں گوبر پڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج نائب آل محمد بشر حافی انتقال کر گئے ہیں۔ جب عیسے ان لوگوں کے ساتھ مل کر بشر کے مکان پر آیا تو معلوم ہوا کہ واقعی بشر حافی نے انتقال کیا ہے لوگ بشر حافی کو غسل دینے میں مشغول تھے۔ عیسے مکی کہتا ہے کہ میں بھی مشایعت جنازہ کے لئے مٹھ گیا۔ جب لوگ جنازہ لے کر چلے تو میرے دل میں بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی نائب آل محمد کو کاندھا دوں مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر میں جنازے کے نیچے ہو گیا۔ ادھر میں جنازے کے نیچے ہوا تو ادھر بشر حافی نے آواز دے کر فرمایا عیسے تیرے رات والے خواب کی یہی تعبیر ہے۔ سبحان اللہ صلوٰۃ۔ مسلمانو! یہ تو نائب آل محمد کا کامقام ہے خود آل محمد کیسے ہوں گے۔ اللہ اکبر، بس ثابت ہوا کہ ہر مرنے والے کی موت ایک طرح کی نہیں ہوا کرتی۔ کچھ لوگ مر کر ہلاک ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انتقال کرتے ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر ۴ پر فرید الدین عطار کی توبہ کی وجہ یہ تحریر کی گئی ہے کہ ایک روز فرید صبح کے وقت دکان کھول کر اشیاء ترتیب دینے میں مشغول تھے کہ ایک ملنگ نے اگر صدادی اور چند مرتبہ شَیْئاً لِلّٰہِ کہا مگر فرید نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برابر دکان کو درست کرنے اور چیزوں کو بالترتیب رکھنے میں مصروف رہے تب اس ملنگ نے کہا کہ تم کیسے عجیب آدمی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح مرو گے۔ فرید نے جواب دیا کہ جس طرح تم مرو گے فقیر نے کہا تم میری طرح مر سکتے ہو۔ فرید الدین عطار نے فرمایا کیوں نہیں میں تیری ہی طرح مروں گا۔ تب ملنگ نے اپنا کاسہ ایک طرف رکھ کر زمین پر لیٹ کر کہا کہ اے میں مر رہا ہوں تو بھی مر کے دکھلا ایک مرتبہ یا اللہ کہا اور فقیر مر گیا۔ آپ نے دونوں طرح کی موت سُن لی کہ ایک ہلاکت ہے اور دوسرا انتقال ہے۔ بہر حال مرنا ضرور ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا انجام بخیر ہو۔ حضرت دبیر اعلیٰ اللہ مقامہ کی رُباعی سنئے !

رحمت کا تیری امیدوار آیا ہوں مُنہ ڈھانپے کفن بے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا یار گناہوں نے سپیدل تابوت میں کاڈھوں پہ سوار آیا ہوں
بس موت کا علاج ہے دلاستے محمد و آل محمد اگر آل محمد کی دلا ہوگی تو اس کی موت
لاکھ زندگیوں سے افضل اور بہتر ہوگی۔ بلندی موت کی آخری منزل سنیں۔

روایت میں ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لے کر پیار فرما رہے تھے کہ یکدم چہرہ انور پر طلال آیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے، حضورؐ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ صحابہ کرام میں بھی آہ و بکاء کی آوازیں بلند ہوئیں، آخر صحابہ نے حضورؐ پر نور سے عرض کی۔ یا رسول اللہ اس قدر رونے کا سبب کیا ہے فرمایا۔ اَنَا فِیْ جَبْرِئِیلَ مَا أَخْبَرَنِیْ بِاَیِّ اُمَّتٍ مِّنْقَلُ وَاَکِدِیْ الْحُسَیْنَ۔ میرے پاس آکر جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میری امت کے لوگ میرے بچے حسینؑ کو نہایت بے دردی سے قتل کریں گے اور یہ مٹی بھی گر بلا کی مجھے لا کر دی ہے کہ جس روز سُرخ خون کی طرح ہو جائے گی اس روز میرا فرزند شہید ہو جائے گا۔ پس

جو کوئی اس بے کسی اور تشنگی میں میرے فرزند ولید حسین کی مدد کرے گا تو جَعَلَ اللہُ
لَهُ ثَوَابَ سَبْعِينَ شَهِيدًا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایگا۔
عزادارو! اس واقعہ کو سن کر آنحضرتؐ کے ایک صحابی سید اخفؓ نے دل میں
عہد کر لیا کہ میں ہر ممکن مظلوم کو بلا حضرت امام حسینؑ کی نصرت میں اپنا سر کٹاؤں گا۔
پس اس عہد کو چند روز ہی گزرے تھے کہ آنحضرتؐ نے کفار سے جنگ کرنے کا تیاری
کا حکم صادر فرمایا۔ سید اخفؓ بھی حضورؐ پر تور کے ہمراہ کفار سے جنگ کرنے کو چلا لڑائی
کے دوران اخفؓ کسی کافر کے ہاتھ سے شدید زخمی ہو گئے۔ تاجدار رسالتؐ اخفؓ کی
لاش پر تشریف لائے کہ اخفؓ وفم توڑ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اخفؓ کو جنت کی خوشخبری
دی اور فرمایا اخفؓ اگر کوئی تمنا آرزو باقی ہے تو بیان کرو، اخفؓ نے عرض کی،
یا رسول اللہ! آپ کی نظر رحمت سے ہر انسان اپنی دلی مراد کو پاتا ہے اور میں باوجود
رحمتہ للعالمین کی شرف باریابی کے اپنے ارادے پورے کئے بغیر محروم جا رہا ہوں آنحضرتؐ
نے فرمایا اخفؓ اپنے ارادے کو بیان کرو تو تیری تمنا پوری کی جائے گی۔ اخفؓ نے دم
توڑتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص
میرے فرزند امام حسینؑ کی نصرت میں شہید ہوگا۔ اسے ستر شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ مولامیری
تمنا تھی کہ میں حسینؑ کی نصرت میں جان دیتا مگر یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ خدا جانے وہ زمانہ
کب آئے گا کہ حسینؑ مَیْمَن ناصب کی آواز بلند کرے گا۔ میری آرزو تمنا تو یہ تھی
کہ میں بتول کے لال کی نصرت میں جان دیتا مگر آج پیمانہ زندگی لبریز ہو گیا، عزادارو!
جب آنحضرتؐ نے اخفؓ کی تمنا سنی تو اخفؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ارشاد
فرمایا اخفؓ اب تم اطمینان سے سو جاؤ، واقعہ کر بلا کہ تو کافی عرصہ باقی ہے۔ ہاں میں
رحمتہ للعالمین ہو کر وعدہ کرتا ہوں کہ جب میرا مظلوم فرزند میدان کر بلا میں آواز استغاثہ
بلند کرے گا تو تجھے دوبارہ قدرت زندگی عطا فرمائے گی اور کر بلا میں تجھے پہنچانے کا انتظام
بھی کیا جائے گا۔ پس اخفؓ رسول اللہؐ کا وعدہ سن کر اطمینان کی نیند سو گیا۔ عزاداران
حسینؑ اس واقعہ کو نصف صدی سے کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا کہ محمد مصطفیٰؐ کی امت کے

سید اخفؓ کی تمنا

علماء نے فتوے صادر کر دیئے کہ راکب دوش رسول کو شہید کرو اور رسول کی بھوپٹیوں کو بازاروں اور درباروں میں بے مقنعہ و چادر بھراؤ۔ ادھر سفینہ اسلام کے ناخانے توجید اور اسلام کی بقا اور نبوت مصطفیٰ کی حیات نو کی تیاری کے لئے بہشت^(۲۷) نفوس کا انتخاب فرمایا اور مدینۃ الرسول سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ تشریف لائے مگر نانہ کی امت نے:-

(وَمَنْ دَخَلَ كَانَ امْتًا) پارہ ۱۷ رکوع ۱۷ جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا) اس امن والے مقام پر امن سے نہ رہتے دیا۔ میرا مظلوم امام آٹھ ذی الحجہ کو حج کے احرام کو عمرہ سے بدل کر بیت اللہ کو آخری سلام کر کے عراق کی طرف روانہ ہو گیا اور ۲ محرم ہجری ۱۱ سالہ کو اپنی مٹھی بھر فوج ظفر موج کو لے کر دار در کربلا ہوئے۔ ساتویں محرم کو مسلمانوں نے محمد کی بیٹیوں کا پانی بند کر دیا۔ دسویں محرم کو باطل کی بے پناہ طاقت سے عزم و استقلال کے بے مثال پیکروں نے وہ جنگ کی کہ قیامت تک اس کی مثال مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے باطل کی چٹانیں مظلوموں کے غلوں کی لہروں میں بہہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں۔ سدس بے درد کی حسرت کو نکلتے نہیں دیکھا کاغذ کی ناؤ کو کبھی چلتے نہیں دیکھا ظالم کو کبھی پھلتے پھولتے نہیں دیکھا ٹھوکر یہ وہ ہے کہ سنبھلتے نہیں دیکھا وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں

اسے ظالم تو ہی بنا زور پڑیڈ آج کہاں ہے

عزادارو! دسویں محرم کو حق و باطل کا معرکہ ہوا۔ میرا مظلوم امام ہنگام عصر تک لاشیں اٹھا اٹھا کے لاتار ہا اور محمد کی بیٹیاں لاشیں سنبھالتی رہیں۔ ایک وقت وہ آیا کہ میرے مولا نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور فرمایا۔ هَلْ مِنْ نَاصِيَةٍ يَنْصُرُنَا كُوفِي هِيَ جُمُيْ مظلوم کی مدد کرے اذْ نَادَاهُ مَلَكٌ قَدْ يَا اخْتَفَتْ اَخْبِئْ مَا وَعَدْتَ اِنَّ ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ وَحِيدٌ غَرِيبٌ بَيْنَ الْاَعْدَاءِ فِي طَيْفٍ كَرِيْلًا ناگاہ ایک فرشتے نے آواز دی اٹھ لے اخف آج روز وعدہ وفا کی کا ہے آج فرزند رسول بیکس تنہا زلف اہل جفا میں گرفتار ہے۔ فرشتے کی آواز سن کر سید اخف نے آنکھ کھولی تو فرشتے نے کہا کہ تیرا امام تجھے کربلا میں بلا رہا ہے۔ پس اخف کفن کو سنبھال کر بھاگا۔ اور

قرآن کی آیت وَلَوْ اَنْتُمْ قَدْ اَنْتَسَيْتُمْ بِهٖ الْاَنْجِبَالُ اَذْقُطَعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ ج
اَذْكُلَعَبِهٖ الْمَوْثِقُ بَيْنَ اِلَہِ الْاَمْرِ مَحْبَبَتًا پارہ ۳۲ رکوع ۵۷ کو تلاوت کرتا ہوا
چشم زدن میں میدان کر بلا میں پہنچا کیا دیکھا کہ ایک طرف ہزاروں انسان خوشی کے تقارے
بجا رہے ہیں اور دوسری طرف چند خیمے ہیں جن میں معصوم بچوں کی آواز آتی ہے۔
ہائے پیاس ہائے پیاس، سید اخنفتؑ نے مولا حسینؑ کے خیم کا ایک چکر لگایا
کوئی مرد ہو تو اس سے دریافت کیا جائے۔ عزادارو! جب کوئی آدمی نہ بلا، تو اخنفتؑ
نے ایک مرتبہ خیمہ کی چوب کو پکڑ کر گریہ کیا کہ مولا مجھے بلا کر کہاں تشریف لے گئے۔
جو یہی اخنفتؑ کی آواز بلند ہوئی۔ خیمہ سے ایک بی بی نکلی جس نے اخنفتؑ سے فرمایا
میرے مانا کے صحابی آگئے ہو، بس اتنا سنا تھا کہ اخنفتؑ کی چیخ نکل گئی اور دریافت
کیا بی بی آپ کون ہیں؟ اور میں رسول اللہ کا صحابی ہوں، فرمایا سید اخنفتؑ میں
زہرا کی بیٹی زینب ہوں، میرے جد کے صحابی میرا بھرا گھر تباہ ہو گیا۔ عزادارو! آل
محمد کے بچوں نے جب سنا کہ رسول اللہ کا کوئی صحابی نصرت حسینؑ کو آگیا ہے تو بچوں
نے اخنفتؑ کا دامن پکڑ لیا العطش العطش کی آوازوں کو بلند کرنا شروع کیا۔ اخنفتؑ نے
عرض کی بی بی فرزند رسول کہاں ہیں؟ فرمایا ابھی وہ میدان کو گئے ہیں اور مجھے فرما گئے ہیں
کہ ماں جانے زینبؑ میرے جد کا صحابی آئے گا۔ اسے جلدی میرے پیچھے بیچ دینا، تاکہ
اس کی بھی آرزو پوری ہو جائے، عزادارو! اخنفتؑ روتا ہوا میدان کو چلا دیکھا کہ حضرت
امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اتر چکے تھے اور آخری سجدے کی تیاری فرما رہے
تھے کہ اخنفتؑ نے قریب جا کر کہا اَلَسَدُّمُ عَلَیْکَ یَا بُنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی حَبِیْکَ
وَاَبِیْکَ وَاُمِّیْکَ وَاَخِیْکَ شَعِیْبُو اَخْنَفٌ کَا سَلَامُ مِنْ کَرَمِیْرِ مَظْلُوْمِ اِمَامِ نَہ
سراٹھا کر فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا شَہِیْدُ۔ فرمایا اخنفتؑ آگئے ہو، عرض کی
مولا یہ کیا ہو گیا۔ فرمایا اخنفتؑ نانے کی امت نے مودۃ القربی کا اجر دیا ہے۔
مسکن ہے کہ میرے مظلوم امام نے اخنفتؑ کو اٹھ کر ملنا چاہا ہو، مگر میرا امام اس قدر
نخیف ہو چکا تھا کہ اٹھ نہ سکے امام نے فرمایا اخنفتؑ جاؤ اور اپنے ارادہ کو پورا کرو، بس

سید اخنفتؑ کا کر بلا میں آنا

اخف میدان میں اشقیاء سے جنگ کرنے لگا بہت سے ملعونوں کو واصل جہنم کر کے خود درجہ شہادت پر فائز ہو گیا۔ مگر عزادارو! میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ اخفؒ نے گھوڑے سے اترتے ہوئے اپنے مظلوم امام کو پکارا ہو۔ ارے اخفؒ کیونکر پکارتا وہ تو جانتا تھا کہ حسینؑ اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ میری مدد کو نہ آ سکے گا۔ ادھر اخفؒ کا گھوڑے سے گرنا تھا ادھر محمدؐ کی بیٹی نے مدینے کو منہ کر کے فرمایا نانا آپ کے صحابہؓ کی مدد سے بھی میرا مظلوم ویر نہ بچ سکا خلاصۃ المصاب ص ۱۶۲ اور مناقب ابیطالب جلد ۲ ص ۱۸۳۔

الْأَلْعَنَةُ اللَّهُ عَلَى الْقَدِيمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ مننے والوں سے سنا کہ سید اخفؒ کی دلائلِ حسینؑ میں آواز آرہی تھی۔ مسدس

پنہاں ہماری موت میں ہے رازِ زندگی
انجام ہے ہمارا آغا زِ زندگی
بجائے رہے گا یونہی یہ سازِ زندگی
نوک سنوں پہ آئے گی آوازِ زندگی
ہم موت کو حیات کا عنوان بتائیں گے
مرتا نہیں شہید ہم مر کر بتائیں گے
جناب سید اخفؒ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کے طور پر رباعی عرض ہے
راہِ حق میں موت بھی ہنس کر قبول کی
لیکن بچائی اُبرد وین رسولؐ کی
اپنے عمل سے تو نے جہاں کو بتا دیا
ہوتی ہے اس طرح سے حفاظتِ اصول کی

ساتویں مجلس

دین اسلام کا مفہوم، خدا متقن دین اور رسول مبلغ دین ہے، دین میں جبر نہیں، حضرت علی علیہ السلام نے تلوار کیوں نہ اٹھائی، حنین علیہا السلام کا وضو کی تسلیم دینا، آل محمد اور اصحاب محمدؐ، وہم، شک، ظن، یقین وغیرہ، اعلم امت علی ہیں، یہ حیوان بکرا ہے یا کتا، کافر کی کھوپڑی پر عذاب، حضرت عیسیٰ بن زید کی بیٹی کی وفات، مصائب جناب فاطمہ بنت الحسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ - وَهُوَ مِنَ الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرِ بَيِّنَاتٍ بَارَئَةً رَّكْعَةً عِلًا، اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے دین پس ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا، اس سے اور وہ بیچ آخرت کے خمارہ پانے والوں سے ہے۔

دنیا میں کچھ لفظیں ایسی ہیں جو کثرت سے نکلتی جاتی ہیں، کثرت سے سنی جاتی ہیں۔ کثرت سے پڑھی جاتی ہیں اور کثرت سے بولی جاتی ہیں۔ مگر باوجود اتنے تعلق اور واسطہ کے ان کے حقیقی معنی و مقصود کو سمجھنے کی چنڈاں کو شمش نہیں کی جاتی۔ انہی لفظوں میں لفظ اسلام بھی ہے آپ جس مسلمان سے سوال کریں گے کہ آپ کا دین کیا ہے فوراً کہے گا

اسلام، جیسا اسلام کے معنی کیا ہیں کہ اسلام، حضور جو دین اسلام کے معنی نہ بتا سکا وہ نہ اسلام پر نہ وہ اُس لام پر مسلمانو! سمجھو کہ اسلام کے معنی کیا ہیں؟ اور اسلام کس طرح حاصل کیا جاتا ہے آج مجھے دین اسلام کے معنی عرض کرنے ہیں کہ دین کیا پمیز ہے اور اس کا مالک و خالق کون ہے اور دین کہاں سے ملتا ہے۔ قرآن سنئے: مَا لِكُ يَكْفُرُ الْكَافِرِينَ یعنی مالک ہے دن جزا کا تو دین کا ترجمہ ہوا جزا۔ بدلہ۔ معاوضہ، عوض و اجرت، بس دین میں معاوضہ ہوگا یعنی عوض اور بدلہ ہوگا۔ تران مجید سنئے:-

كَمْ يَكْفُرُ الْكَافِرِينَ كَمْ يَكْفُرُ الْكَافِرِينَ - وَمَنْ يَكْفُرْ يَكْفُرْ لِنَفْسِهِ إِنَّهُ لَكَا فِرٌ -

پارہ ۳۰ رکوع ۲۶ - جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے بھی دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر

برائی کرے گا اسے بھی پالے گا ثابت ہوا کہ دین وہ صحیح ہے جس میں ہر نیکی و بدی

کا بدلہ ملے گا یہ ہے معاوضہ والا دین۔ بتاؤ مسلمانو! یہ بدلہ و معاوضہ اور عوض کون دے

گا۔ کب کوئی دلی، غوث، قطب، ابدال، قلندر، سالک، خلیفہ امام یا نبی دے گا۔ ہرگز ہرگز

نہیں بلکہ قیامت کو صرف اور صرف معاوضہ بدلہ، عوض، اجرت، خدا تعالیٰ ہی کی

ذات والا صفت والا دے گی۔ جیسا کہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مَا لِكُ يَكْفُرُ الْكَافِرِينَ کیوں؟

مسلمانو! جس دین کا بدلہ خدا تعالیٰ ہی دے گا اس دین کو بنانے والا کون ہوگا۔ بس جو اجرت

دعویٰ دینے کا حق رکھتا ہے وہی تو دین کو بنائے گا۔ حضور دین کا بنانا کام اللہ کا مقبض

دین ہے خدا اور مبلغ دین ہے رسول جیسا کہ یا آيَةُ الْاِسْلَامِ يَلْغِي مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ

مِنْ رَبِّكَ پارہ ۶ رکوع ۱۲ اے میرے رسول تبلیغ کر اُس کی جو تیرے رب نے

تیری طرف نازل کیا ہے مسلمانو! دین بنانا نبی کا کام بھی نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے

اور سنئے:- اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ پارہ ۳۰ رکوع ۱۳ میرے حبیب آپ تو صرف ڈرانے

والے ہی ہیں۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ كُنْتَ عَلَيْهِمْ بِبَصِيطٍ پارہ ۳۰ رکوع ۱۴

میرے حبیب آپ تو صرف نصیحت ہی کرنے والے ہیں آپ ان پر وار و غم نہیں لگائے

گئے میں کہتا ہوں نبی دین کو بنائے گا بلکہ انداز بیان بھی نہیں بدل سکتا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ فرمایا میرا حبیب تو صرف اور صرف آیات خدا کی تلاوت کرتا ہے۔

سنیے! بیان کرنے کے چار طریقے ہیں، اول اپنا کلام کرنا جیسا کہ میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں یہ میرا کلام کہلائے گا۔ دوم۔ غیر کے کلام کو اپنے لفظوں میں ادا کرنا، یعنی ترجمہ کرنا، اس سے بسا اوقات مطلب بدل ہی نہیں جاتا بلکہ بالکل مفقود بھی ہو جاتا ہے قرآن پاک سے ہی مثال سن لیجئے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ میرے حبیب کو اللہ ایک ہے حالانکہ احد کا ترجمہ ایک نہیں ہے بلکہ یکتا ہے حضور ایک وہ ہوتا ہے جس کے دو آدمے ہو سکیں یا دو آدموں کے مجموعے کو ایک کہتے ہیں۔ مثلاً دو اٹھنیوں کا ایک روپیہ یا ایک روپے کی دو اٹھنیاں خدا تعالیٰ ایسا ہرگز ہرگز ایک نہیں ہے۔ میرا خالق ایک نہیں بلکہ احد یعنی یکتا ہے بلکہ احد کا ترجمہ ہماری زبان میں ہو سکتا ہی نہیں۔ یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو واحد بھی تو کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جس کا معنی ایک ہے سو عرض ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے لئے لفظ واحد استعمال ہوا ہے وہاں صرف واحد ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ (وہ واحد کہ جس کا کوئی شریک نہیں) آپ کو ملے گا اکیلا واحد ہرگز نہ ہوگا۔ یقیناً میرا خدا یکتا ہے کہ جس کے نہ دو آدمے ہو سکتے ہیں اور نہ وہ ترکیب سے ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسرا کلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کے کلام کو اسی کے لفظوں میں ادا کیا جائے۔ صرف لہجہ میں تبدیلی واقع ہو، اس طرح بھی مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ لہجہ کی تبدیلی کلام کے رخ کو بدل دیتی ہے مثلاً مرید نے پیر صاحب سے عرض کی کہ حضور فرمادیں میرے گھر میں لڑکا ہوگا یا لڑکی، پیر صاحب نے تعویذ لکھ کر دیا اور اس پر صرف یہ تین حرف تھے (لڑکی نہ لڑکا) اور کہا جب بچہ پیدا ہو تو تعویذ کو کھول کر دیکھنا جو کچھ آج لکھ رہا ہوں وہی کچھ پیدا ہوگا، اب ان تین لفظوں کی ادائیگی بدلنے سے چار معنی ہو سکتے ہیں۔ غور فرمادیں لڑکی نہ۔ لڑکا اس طرح کی ادائیگی سے لڑکا ثابت ہو گیا، دوسری طرح لڑکی نہ لڑکا، اب معلوم ہوا کہ پیر صاحب نے لڑکی کی پیدائش کی خبر تحریر فرمائی تھی اگر محنت پیدا ہوا تو پھر بھی پیر صاحب دلی ہی رہے کہ انہوں نے تو فرمایا تھا لڑکی نہ لڑکا یعنی محنت ہوگا اور اگر اسقاط ہو گیا تو پیر صاحب کی ولایت پھر بھی برقرار رہی یعنی پیر صاحب نے تو تحریر فرمایا ہی دیا تھا کہ لڑکی نہ لڑکا یعنی اسقاط ہوگا

اس طرح کے ہزاروں پیر دنیائے بنائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو پیروں نے اپنے جال اور دام میں پھنسایا، اب چوتھا طریقہ کلام کا عرض کرنا ہے وہ ہے تلاوت یعنی غیر کے کلام کو اُسی کے الفاظ و لہجہ انداز میں بیان کرنے کا نام ہے تلاوت تو بس قدرت کا ارشاد ہے۔ **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ** پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ وہ ذات ہے جس نے اُمیّین میں رسول کو بھیجا جو آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اے نبی دین کیا بنائے گا بلکہ لہجہ و بیان کو بھی نہیں بدل سکتا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ یتو فعل مضارع ہے جو حال و استقبال کے معنی میں ہے یعنی قدرت کا فرمان ہے کہ میرا حبیب تلاوت کرتا ہے اور تلاوت کرتا رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حافظہ پر خدا تعالیٰ کو اتنا اعتبار و یقین ہے کہ اپنے حبیب کے کلام کو اپنا کلام فرمایا۔ قرآن پاک جو قیامت تک کے لئے قانون ہے اس کو تورات کی طرح ایک مرتبہ نازل نہیں فرمایا، بلکہ تھوڑا تھوڑا کبھی مسجد میں، کبھی میدان میں، کبھی کبھی سفر میں کبھی حضر میں، کبھی عرش پر، کبھی فرش پر اور کبھی تو دُش دُش دن ترک کاتب کا بھی انتظام نہ ہوتا تھا اور حضور اکرمؐ مہنتوں کے بعد وحی لکھواتے تھے۔ اندازہ لگائیے کہ حضور پر نورؐ کا ذہن کتنا پاک اور اعلیٰ ہے کہ خالق کائنات تلاوت کی سند فرما رہا ہے میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ یہ کلام میرا ہے تو دنیا کیونکر اعتبار نہ کرتی۔ کون تھا؟ جو جھٹلاتا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے دنیا میں تو اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ شاعر کی اولاد اپنے باپ کے کلام کو اپنا کلام بیان کرتی ہے حالانکہ انہیں یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کلام کو کسی نے پہلے اپنے پاس محفوظ کر رکھا ہو۔ باوجود اس خوف ندامت کے پھر بھی لوگ دوسروں کے کلام کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ اُس نے لال کو تو یہ بھی خطرہ نہ تھا کہ کوئی ٹوک کر کہہ دے گا کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا ہے، حبیب خدا کی کتنی دیانت بند ہے کہ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ فرما رہا ہے۔ کہ میرا حبیب تو لہجہ بھی نہیں بدلتا بلکہ تلاوت کرتا ہے۔ اسی لئے تو کسی مقبول شاعر نے بلندیِ مصطفیٰ کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے رباعی

دینی

دینی جبر نہیں

امیر المؤمنینؑ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی

کوہ دھو کر آئے ہیں یا بوسیدہ مکان چاندیں ہیں زندگی کے آثار کچھ عیاں چاند میں ہیں کچھ کے ردس مگر میں تو یہی سمجھا ہوں اے محمد تیرے قدموں کے نشان چاند میں ہیں بس دین وہ ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ بنائے گا اور محمد مصطفیٰ پہنچائے گا اور امام جس کو بچائے گا، باقی ساری بے دینی ہوگی۔ میں آج اس دین کے چند قواعد عرض کرتا ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے محمد نے پہنچایا ہے اور حسینؑ ابن علیؑ نے بہنوں کی چادریں دے دے کر بچایا ہے۔ سنیئے اور انصاف سے اس کا جواب تلاش کر کے مجھے سمجھاؤ کوئی مولوی مفتی، محدث، مفسر، مورخ مجھے قرآن پاک سے یہ دکھلائے کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہے اسے قتل کر دو۔ تختہ ارض پر ایک انسان بھی ایسا نہیں کھلا سکو گے جو قرآن پاک سے ثبات کرے کہ جو لا الہ الا اللہ نہ پڑھے اسے قتل کر دیا جائے بلکہ قرآن پاک میں تو ہے لَا أَكْفَرُ فِي الدِّينِ پارہ ۳ رکوع ۲۴ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اس آیہ کریمہ کے شان نزول کے بارے میں بعض مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ تاجر وارد مدینہ ہوئے انہوں نے حصین انصاری کے دو بیٹوں سے راہ درسم قائم کی اور انہیں نصرانیت کی دعوت دی پس وہ دونوں نصرانی ہو گئے اور ان لوگوں کے ساتھ شام چلے گئے اس واقعہ کی حصین انصاری نے رسول خدا کو خبر دی کہ کسی طرح ان دونوں لڑکوں کو واپس لا کر اسلام لانے پر مجبور کیا جائے تو قدرت کی طرف سے حکم ہوا کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۳ ص ۱۳۔ مسلمانو! جب شریعت محمدیہ میں خدا و رسول کے دشمن کو قتل کرنا جائز نہیں، تو علی المرتضیٰ پر اپنے دشمنوں کو قتل کرنا کیونکر جائز ہو جاتا۔ بتائیے آج جو کافر و مشرک ہیں یہ خدا تعالیٰ کے دشمن ہیں کہ ہمیں یقیناً مشرکین اور کفار خدا کے دشمن ہیں۔ ہاں اگر کافر و مشرک خدا کے دشمن ہیں تو اللہ تعالیٰ پر فتویٰ لگاؤ کہ تلوار کیوں نہیں اٹھاتا۔ اگر اپنے دشمنوں کو دافر رزق دے کر خدا خاموش رہ کر اپنی توحید بچا سکتا ہے تو علی بھی اپنے دشمنوں سے درگزر کر کے اپنی امامت کو بچا سکتا ہے۔ دھڑدار ملاں کو اس فرمان خدا کا جواب دینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے فَمَنْ شَاكَ فَلْيُؤَايِنْ وَمَنْ

شَاءَ فَلْيُكَفِّرْ بَارِهٖ ۱۵ رکوع ۱۶، پس جس کا جی چاہے مومن رہے اور جس کا جی چاہے کافر بن جائے۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ بتاؤ مسلمانو! تلوار سے اسلام پھیلانا کہاں جائز ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کس نبی نے تلوار کے زور سے دین کو پھیلایا ہے۔ مسلمانوں خدا تعالیٰ کا فضل و کرم اور شفقت و رحم ملاں کی طرح نہیں ہے کہ جو مولوی صاحب کو اعلیٰ حضرت نہ کہے وہ کافر ہو جائے۔

روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو ہر ممکن سمجھایا مگر نوسو پچاس برس مسلسل محنت کرنے کے بعد آخر تنگ آکر بد دعا کی۔ ساری دنیا زیر آب ہو گئی، اس چوڑی چکلی ساری زمین پر چند نفوس بچ گئے جنہوں نے کشتی نجات کو وسیلہ قرار دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پانی ختم ہو گیا۔ دنیا پھر نئے سرے سے آباد ہونا شروع ہوئی ایک مرتبہ قدرت کی طرف سے حضرت جبریل جناب نوح کے پاس پیغام لائے کہ اے نبی اللہ، خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ مٹی کے چند برتن تیار کر کے انہیں آدے میں پکائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی جب برتن تیار ہو گئے تو جبریل نے عرض کی کہ خدا کا حکم ہے کہ آپ ایک برتن کو اٹھا کر زمین پر زور سے ماریں تاکہ ٹوٹ جائے، حضرت نے ایک برتن کو اٹھا کر پھینکا کہ برتن ٹوٹ گیا، حکم ہوا کہ دوسرا برتن بھی اسی طرح اٹھا کے پھینکو جب قدرت کی طرف سے تیسرے برتن کے توڑنے کا حکم ہوا تو حضرت نوح نے جبریل سے فرمایا کہ اے جبریل اگر اسی طرح سدا برتن ہی توڑنے ہیں تو پر مار کے تو ہی توڑ دے میں نے بڑی محنت سے بنائے ہیں ان کے توڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ قدرت کی طرف سے آواز آئی۔ اے میرے حبیب اپنے مٹی کے بنائے ہوئے لوٹے اتنے پیارے کہ توڑنے کو جی نہیں چاہتا اور میری مخلوق کو بد دعا کے ساری غرق کرادی کبھی خیال تک نہ آیا، اے نوح اگر میری تمام مخلوق میری عبادت میں دن رات سر بسجود رہے تو میرا سنوتا کچھ نہیں اور اگر تمام دنیا نافرمانی کرنے لگ جائے تو میرا بگڑنا کچھ نہیں، مجھے کسی کتاب سے تو دکھلاؤ کہ خدا کا حکم ہو کہ مخلوق خدا کو جبراً کلمہ پڑھاؤ ہر گز ایسا کہیں نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہے

حضرت نوح کے بیان

أَذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ بِآرِهِ ۱۲ دسمبر ۲۲ بلاؤظف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت کے اور نصیحت نیک کے اور جھگڑا کرو ان سے ساتھ اس چیز کے کہ وہ بہت بہتر ہے۔

میں معصومین علیہم السلام کا طریقہ تبلیغ عرض کرتا ہوں تاکہ اس طریقہ سے آج کے ملاح کی تبلیغ کا طریقہ کر کے حق و باطل کا آسانی سے فیصلہ کیا جاسکے۔ صلوٰۃ۔

روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نے دیکھا کہ ایک آدمی وضو کر رہا ہے جو بالکل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے دونوں بھائیوں نے بزرگ کے غلط وضو کو دیکھ کر اس اعرابی سے فرمایا کہ اے شیخ ہمارا دونوں بھائیوں کا وضو کے بارے میں اختلاف ہے آپ ہم دونوں کا وضو دیکھ کر فیصلہ تو کریں کہ ہم میں سے کس کا وضو صحیح ہے اس کے بعد پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام نے اعرابی کے سامنے وضو فرمایا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی وضو کیا۔ دونوں شہزادوں کا طریقہ وضو دیکھ کر شیخ صاحب نے کہا! شہزادو تم تو فرزند رسول ہو تمہارا طریقہ وضو کیونکر غلط ہوگا حضور وضو کرنے کا طریقہ تو میرا ہی غلط ہے۔ اب میں نے آپ دونوں کا طریقہ وضو دیکھ کر اپنا وضو صحیح کرنا سیکھ لیا ہے۔ مسلمانو! شہزادوں نے اس اعرابی کو وضو کرنے کا طریقہ کس حسن و خوبی سے سمجھا دیا، سبحان اللہ! رسول کے طریقہ تبلیغ کو بطور نمونہ مشت از خروارے پیش کیا گیا ہے ورنہ اس موضوع پر تو میرے جیسا ہے علم انسان بھی ضعیف کتاب تیار کر سکتا ہے۔ صلوٰۃ۔ یہ شہزادوں کی از حد کرمی اور ستاری ہے کہ اس بزرگ کا نام تک کسی کو نہیں بتلایا کہ کہیں اس کو ندامت و خجالت نہ ہو۔

مصباح المجالس جلد ۴ ص ۵۷۔ آج کا ملاح دین کو غلط انداز میں پیش کرتا ہے۔ انہوں کو کافر کہنے والو ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب بھارت کی پاکستان کے ساتھ جنگ چھڑی تھی تو کیا بھارتی سپاہیوں نے صرف شیعہ ہی قتل کئے تھے اور دیوبندی حضرات دوست سمجھ کر چھوڑ دیئے گئے تھے یا بریلوی حضرات کو ہی قتل کیا جاتا تھا اور الحمد للہ چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا۔ ہندو دشمن کی نگاہ میں لکڑالہ۔ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ

حسین علیہما السلام کا وضو

کافر کہنے والو ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب بھارت کی پاکستان کے ساتھ جنگ چھڑی تھی تو کیا بھارتی سپاہیوں نے صرف شیعہ ہی قتل کئے تھے اور دیوبندی حضرات دوست سمجھ کر چھوڑ دیئے گئے تھے یا بریلوی حضرات کو ہی قتل کیا جاتا تھا اور الحمد للہ چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا۔ ہندو دشمن کی نگاہ میں لکڑالہ۔ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ

رَسُولُ اللّٰهِ کہنے والے سب ایک تھے ایک دوسرے کو کافر کہنے والو کافر تھیں ایک سمجھتا ہے یا در کھو خدا نہ کرے اگر پھر بھی کبھی ایسا موقع آگیا تو کافر پھر بھی تھیں ایک ہی خیال کرے گا۔ مہندو کی تلوار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کہنے والے پر چلتی ہے۔ شیعہ سنی، بریلوی، دیوبندی نہیں پڑھتی۔ مسلمانوں جب تم مرنے پر ایک ہو تو جینے میں ایک کیوں نہیں ہوتے شعر

سبھی کچھ ہو رہا ہے اس ترقی کے زمانے میں

الہی کیا غضب ہے۔۔۔۔۔ انسان نہیں ہوتا (صلوٰۃ)

ہاں اگر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے منکر کا قتل کرنا قرآن و حدیث سے نہ ملے تو چلو کوئی صاحب یہ دکھلا دے کہ جو مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ نہ کہے اس کو قتل کر دو۔ ارے جب خدا تعالیٰ کے لئے نہیں تو نبی کے لئے کہاں ملے گا تاجدار رسالت کا تو فرمان ہے اَنَسَلِمُوْا مَن سَلِمَ النَّاسُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِۦ وَ اِٰسَآئِهِۦ۔ بخاری شریف جلد ۹ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے انسان محفوظ رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کافر جزیہ اور مسلمان زکوٰۃ دے کر حضور کے ملک میں اکٹھے رہتے تھے۔ او بے مروت مسلمان نبی کا فرمان بھی دیکھ اور اپنا فتویٰ اور اعلان بھی دیکھ غیروں کا گمان بھی دیکھ ملک کا نقصان بھی دیکھ اور اس بارے میں حدیث اور قرآن بھی دیکھ، قرآن مجید میں تو اخلاقِ مصطفیٰ کو اس طرح اُجھا کر کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے عبد اللہ ابن ابی بن سلول جیسے مشہور منافق دشمن خدا اور رسول کی نماز جنازہ تک پڑھا دی، حالانکہ حضور پر نور کو بھی یہ یقین تھا کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی، یہ ہے رواداری اسلام سبحان اللہ! کیوں مسلمانوں جب خدا کا حبیب اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کرتا تو علی المرتضیٰ اپنے دشمنوں کو کیوں قتل کرے اگر محمد مصطفیٰ منافقوں سے درگزر کر کے محمد مصطفیٰ رہ سکتا ہے تو علی المرتضیٰ بھی منافقوں سے درگزر کر کے علی المرتضیٰ رہ سکتا ہے صلوٰۃ

کتنے تعجب کی بات ہے کہ لوگ اس مقدس انسان کو اپنے دشمنوں سے لڑا دیکھنا

چاہتے ہیں جس نے تمام مسلمانوں کے سامنے عمرو بن عبدود جیسے ملعون کو محض اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ اُس نے حضرت علی کے چہرہ انور سے گستاخی کی تھی، جب صحابہ کرام نے حضرت علی سے استفسار کیا تو فرمایا کہ عمرو کی اس حرکت سے مجھے غصہ آگیا تھا مگر میری تلوار میری ذات کے لئے نہیں اٹھتی، بلکہ خدا و رسول کے دشمنوں کے لئے نایام سے نکلا کرتی ہے۔ صلوٰۃ، عظمت حیدر گزار اور حسنین علیہم السلام کی شان میں رباعی سنئے!

علی دلی کے پسینے سے پھول بنتے ہیں انہیں کے نقش قدم سے اصول بنتے ہیں
 تو ان کے باپ دادا کی منزلت نہ پوچھ جن کے بچوں کے مرکب رسول بنتے ہیں
 منقول ہے کہ ایک مرد شامی حضرت امام حسن علیہ السلام کو گالیاں دینے لگا آنحضرت نے ضبط و تحمل سے کام لیا اور جب بکواس ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا اے شخص اگر تو بھوکا ہے تو میں تیرے لئے کھانا لاؤں اور اگر کپڑا درکار ہو تو تجھ کو کپڑا کر دوں اگر مقروض ہے تو تیرا قرضہ ادا کر دوں۔ اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہے تو تیری مصیبت کو دُور کروں اگر سواری کی ضرورت ہو تو سواری مہیا کر دوں۔ کوئی اپنی حاجت ہو تو بیان کر۔ امیر سے ساتھ چل اور میرا مہمان ہو وہ شامی حضرت کے ساتھ چلا آیا اپنے عمدہ عمدہ کھانے اس کو کھلائے پھر چار ہزار درہم اس کو عطا کئے یہ دیکھ کر شامی رونے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا رقم کی کمی کی وجہ سے روتا ہے شامی نے کہا حضور ایسا نہیں ہے بلکہ اپنی غلطی پر روتا ہوں کہ میں نے آپ کو نہ سمجھا اللہ یَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ پارہ ۸ رکوع ۲ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ رسالت کے لئے کونسا ظرف مناسب ہے۔ حضور آپ تو خلق کے امام منصوص من اللہ ہیں۔ اس کے بعد وہ شامی حضور کے دوستوں میں شامل ہو گیا اور امام حسن علیہ السلام نے اس کی خطا کو معاف فرمادیا۔ مضیاح المجالس جلد ۲ ص ۵۷
 تو یہ ہے معصوم کا کردار، ملاں لوگ معصوم علیہ السلام کے اخلاق و کردار کو اپنے کردار کے آئینہ میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے ہی تو مذہبی افتراق پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں میں ذکر کر رہا تھا کہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ جو رسول اللہ کو نہ مانے اُسے

قتل کر دو۔ مسلمانوں انبیاء علیہم السلام کے گمروں میں تو کافرہ عورتیں بھی نظر آتی ہیں قرآن
 سنیہ! ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتٍ زَوْجَةٍ وَامْرَأَتٍ لُّوطٍ
 کَانَتَا تَخْتَصِمَانِ مَعَهُ عِبَادَنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتْهُمَا پاره ۲۵ رکوع ۲۰ بیان کی
 اللہ نے مثال واسطے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے عورت زوج کی اور عورت لوط کی تھیں
 دونوں ہمارے بندوں کی بیویاں جو صالحین تھے پس خیانت کی ان دونوں نے، اس فرمان
 خداوندی نے تو تمام جھگڑے ہی ختم کر دیئے کیوں مسلمانو! جب حضرت لوطؑ ماویٰ العزم پیغمبر
 اپنی بیوی کافرہ کو تلوار کے زور سے اسلام پر لانے کا حق نہیں رکھتا تو اور کسی کو کیا حق
 حاصل ہے کہ تلوار کے زور سے دنیا کو مسلمان کرے، لوگو! اگر حضرت علیؑ تلوار اٹھا کر جنگ
 کرتے تو اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا جواب دیتے اور کس آیت کی رو سے دنیا کو
 جبراً اسلام پر اکٹھا کرتے، پس ثابت ہوا کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے کیونکہ دین کا تعلق
 دل سے ہے اور دل پر تلوار سے حکومت نہیں کی جاسکتی بلکہ تلوار سے تو سر جھکائے
 جاسکتے ہیں دل تو نہیں جھکائے جاسکتے ہیں کہتا ہوں کوئی آدمی مجھے قرآن و حدیث
 سے کہیں یہ دکھلا دے کہ جو حضرت ابوبکرؓ یا حضرت علیؓ المرتضیٰ کو نہ مانے اسے قتل
 کر دو ہرگز ہرگز نہیں دکھلا سکو گے جب خدا اور رسول کے نہ ماننے پر قرآن و حدیث
 میں کسی کا قتل ثابت نہیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت حیدر کرار کے نہ ماننے والے کا
 قتل کہاں سے ثابت کر دے گی یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؓ نے کسی کو کچھ نہ کہا نہ ہری کہتا ہے
 کہ تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت تو نہ کی
 اور نیرید بن معاویہ کی بیعت کر لی تذکرۃ الخواص ص ۴۹، اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا
 کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے جس کا جی چاہے مومن بنے اور جس کا جی چاہے کافر ہو
 جائے بس قیامت کو ہی باز پرس ہوگی کہ تو نے اس دین کو کس دلیل سے اختیار کیا تھا۔
 صلوة ملاں کی خدمت میں رباعی عرض ہے۔

دستور تیرا اسوۂ شبیر نہیں ہے اسلام تیرا تخریب ہے تعمیر نہیں ہے
 ہر اک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کے فتوے اسلام تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے

صلوٰۃ محمد و آل محمدؐ، بس دین وہ ہوگا جسے اللہ بنائے گا جسے محمد مصطفیٰؐ پہنچائے گا اور امام وہ ہوگا جو دین کو بچائے گا۔

تو اب یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ دین اللہ کا بنایا ہوا دین ہے۔ اور یہ خدا کا بنایا ہوا ہے مشکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک تو ہم جا نہیں سکتے درنہ خدا تعالیٰ ہی سے پوچھ لیتے کہ پائے والے تو ہی بتا کہ کونسا دین تیری ذات نے پسند فرمایا ہے ہم خدا تک جا نہیں سکتے کیونکہ آدمیت خطرے میں اور خدا ہم تک آ نہیں سکتا اگر وہ آئے تو جو حید خطرے میں، اگر ہماری محفل میں اگر یہ فرمائے کہ میں تمہارا خدا ہوں تو یہی تو اس کی توحید کے باطل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جو دکھائی دے گا وہ کوئی شئی ہوگا عرض و طول والا جسم ہی تو ہوگا ادھر قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کَیْسَ کَیْمَلِہٖ شَیْءٌؕ پارہ ۲۵ ص ۱ اس کی مانند کوئی شئی نہیں ہے اسی طرح رسول خدا بھی ہم سے ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو ہے کہ مجاہد ہو گئے تاجدار رسالت ہماری محفل میں تشریف نہیں لائے اور اپنی پاک و پاکیزہ محفل میں بٹانا کسی کو پسند نہیں فرماتے ہاں اگر کسی مقدس انسان کو بلا بھی لیتے ہیں تو وہ واپس آ کر نہیں بستا تا کہ حضورؐ پر نورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ خدا کا پسندیدہ دین ہے جو میں نے دنیا تک پہنچایا تھا اب خدا اور رسولؐ تک تو ہماری رسائی نہیں پھر جس سے ہی دین دریافت کرو گے وہ تو یہی کہے گا کہ میں نے اپنے استاد سے سنا ہے انہوں نے کتاب میں لکھا ہے بس دو گروہ ہیں ایک کا سلسلہ سند اصحاب محمدؐ تک پہنچتا ہے اور دوسرے کا سلسلہ سند آل محمدؐ تک پہنچتا ہے کسی نے دین کی تسلی اصحاب سے کر لی اور کسی نے دین کی تسلی آل محمدؐ سے کر لی، جنہوں نے دین کی تسلی اصحاب رسولؐ سے کی انہیں کہتے ہیں اہلسنت والجماعت اور جنہوں نے دین کی تسلی آل محمدؐ سے کر لی انہیں کہتے ہیں شیعہ اہلسنت اصحاب سے باہر نہیں جاتے اور اہل شیعہ آل محمدؐ سے باہر نہیں جاتے۔ اصحاب والو تمہیں اصحاب محمدؐ مبارک ہوں اور آل والو تمہیں آل محمدؐ مبارک ہوں مگر یاد رکھو جتنا عرصہ کوئی محمد مصطفیٰؐ کے پاس رہا اتنا ہی تو دین بتائے گا۔ اصحاب زیادہ سے زیادہ تیس برس رسول اللہ کے ساتھ رہنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں، اصحاب رسول اللہ کے

کے ساتھ مسجد میں تو رہ سکتے ہیں مگر گھر میں تو نہیں جاسکتے نبی اکرم کے زمانہ میں تین گروہ تھے اصحاب رسولؐ جو رسولؐ اللہ کا ساتھ گھر سے باہر دے سکتے ہیں مگر گھر میں نہیں رہ سکتے ادھر گھر کی ڈیوڑھی اتنی ادھر اصحاب کی منزل ختم ہو گئی دوسرا گروہ ازدواج رسولؐ وہ آنحضرت کے ساتھ رہ سکتی ہیں مگر گھر کی چار دیواری تک ادھر ڈیوڑھی کا دروازہ آیا ، ادھر ازدواج کی منزل ختم اصحاب اندر نہیں آسکتے اور ازدواج باہر نہیں جاسکتی تیسرا گروہ ہے آل محمد کا یہ اتنا بلند معیار اور اختیار رکھتا ہے کہ جہاں محمدؐ ہوگا وہاں یہ ہوں گے ، سفر حضر ، گھر ، مسجد ، عرش ، فرش ہر جگہ ساتھ رہ سکتے ہیں ، میں کہتا ہوں کہ اتم سلمہ منجیسی بیوی کو اِنَّكَ عَلَيَّ الْخِيَرِ کہہ کر چادر سے ہٹایا جاسکتا ہے مگر آل محمدؐ کو چادر سے کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی بلکہ آیتہ تطہیر ان کی آمد کی انتفازیں رکھتی ہیں کہ وہی ہے ادھر آل محمدؐ کے کل افراد چادر کے نیچے داخل ہوئے ادھر آیت تطہیر نے بڑھ کر استقبال کیا صلوٰۃ بس آل والو تمہیں آل محمدؐ مبارک اور اصحاب والو تمہیں اصحاب محمدؐ مبارک ہوں ، صلوٰۃ ، رباعی عرض ہے ۔

الوتراب کافی ہے نعمت بے حساب کافی ہے

ان کا ہوگا حساب محشر میں کہتے ہیں جو کتاب کافی ہے

لوگو اصحاب زیادہ سے زیادہ تینس سال رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے اور علیؑ وہ ہے کہ علیؑ کی آنکھ کھلی تو گو در رسولؐ اللہ میں اور رسولؐ اللہ کی آنکھ بند ہوئی تو علیؑ المرتضیٰ کی گود میں ۔ خیال فرماؤ کہ کس کو زیادہ موقعہ نبی اکرم کے پاس رہنے کا نصیب ہوا ۔

اور اس کے علاوہ ضروری ہے کہ سُننے والے کا حافظہ بھی درست ہو ورنہ کلام مصطفیٰ سن کر بھی یاد نہیں رکھ سکیں گے ہر صحابی کا حافظہ ایک جیسا نہ تھا قرآن مجید کی گواہی سنو : وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ جَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنفًا ۚ پارہ ۲۶ رکوع ۶ اور بعض ان میں سے ایسے شخص ہیں کہ سُننے میں طرف تیرے ، یہاں تک کہ جب باہر نکلتے ہیں تیرے پاس سے ۔ کہتے ہیں ، واسطے ان لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم کیا کہا تھا اس نے ابھی ، حضرت امیر المؤمنینؑ

علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول خدا کے پاس ہوتے اور حضرت ہم کو وحی کی باتیں سناتے تو میں ان کو یاد رکھتا اور واللہ اوروں کو کچھ بھی یاد نہ رہتا اور جب آنحضرت کی خدمت سے اٹھ کر باہر آتے تو مجھ سے ہی دریافت کیا کرتے کہ آنحضرت نے ابھی ابھی کیا فرمایا تھا۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب ص ۱۰۱۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان اب اس آیت کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی کامل انسان ہی سے رسول اللہ کی باتیں دریافت کی جائیں، ورنہ معاملہ غلط ملط ہو جائے گا۔ لوگو! کامل اعتبار والے انسان کو تلاش کرو سنو! اعتبار کی بھی سات قسمیں ہیں۔

(۱) دہم ہاشک (۳) ظن (۴) یقین (۵) علم یقین (۶) عین یقین (۷) حق یقین۔ ان سات قسموں کی قدرے تشریح کرتا ہوں، تاکہ راوی کی حقیقت واضح ہو جائے۔ پہلا دہم: اس کو یوں سمجھو کہ ذہن میں دو پڑے ہیں ایک طرف کبھی خیال آتا ہے کہ خدا واحد لا شریک ہے اور اکثر بھی خیال کا فرما رہتا ہے کہ خدا واحد لا شریک نہیں ہے یعنی دونوں پڑوں میں سے اگر باطل کا پڑ اوزنی ہو تو سمجھو کہ یہ وہی انسان ہے وہی انسان ہمیشہ باطل کی حمایت ہی کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ایک مرتبہ ہمارے ملک کے مشہور شاعر جو پیش لے دہم کا ترجمہ یوں واضح کیا جو شش نے کہا: کہ میں نے ایک بار خدا تعالیٰ کی ذات کا شکوہ لکھا! سننے والوں نے خوب داد دی اور راز دار الہی بیباک انسان کا خطاب عطا فرمایا، پھر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار میں شکوہ عرض کیا، لوگوں نے عاشق رسول اور رند کے لقب سے سرفراز فرمایا، پھر میں نے صحابہ کرام کا شکوہ لکھا بس سننے والوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور ہر طرف سے رافضی شیعہ بے دین کافر تک کے خطابات ملاں لوگوں نے غایت فرماتے، یہ ہے حقیقت دہم یاد رکھو مسلمانو! کسی وہی انسان سے رسول اللہ کا دین نہ سیکھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

دوسری قسم ہے۔ شک جس کے دونوں پڑے برابر ہوں اسے کہتے ہیں شک یعنی اگر دن میں دس مرتبہ خیال آئے کہ آمنہ کا لال خدا کا رسول ہے تو دس مرتبہ ہی خیال آئے کہ محمد اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہے۔ مسلمانو! اگر نماز میں شک ہو جا۔ مے کہ یہ پہلی رکعت ہے

یاد دوسری تو نماز باطل ہے اور اگر نبوت میں شک ہو جائے تو اس کا دین کیونکر نہ باطل ہوگا
یاد رکھو شک المزاج انسان نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے شک چاہے حدیث میں ہو یا خبر میں
خندق میں ہو یا توبہ میں ہو شک احد کے میدان میں ہو یا قلم و دوات کے بیان میں ہو۔
بہر حال شک المزاج انسان اس قابل نہیں کہ اس سے دین سیکھا جائے۔ ر. صلوة۔

تیسری قسم ہے ظن قرآن سنو! يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِّنَ
الظَّنِّ اِنَّ كَبْفَ الظَّنِّ اَشَدُّ پاره ۲۶ رکوع ۱۲ اے لوگو جو ایمان لائے ہو پھر
ظن سے تحقیق بعض ظن گناہ ہے ظن کا ترجمہ صبح یہ ہے کہ حق کا پڑا ورنی ہو یعنی کبھی
کبھی یہ خیال آجائے کہ رسول خدا نبی نہیں ہیں اور اکثر یہ خیال رہے کہ محمد مصطفیٰ خدا کے
رسول ہیں تو جس انسان کے ادراک و حافظہ کی یہ کیفیت ہو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس
سے بچو یہ جتنا بھی بلند ہو گیا شرک چوینٹی کی چال پھر بھی چلتا ہوا ہی نظر آئے گا۔ صلوة
چوتھی قسم ہے یقین مگر یہ بھی قابل اعتراض ہے قابل اعتبار نہیں قرآن سنو!
حَتّٰى اٰتٰنَا الْيَقِيْنَ پاره ۲۶ رکوع ۱۶ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی باوجود موت
کے یقین ہونے کے پھر بھی یقین کامل نہیں ہے ہم سب مسلمان جانتے ہیں کہ ایک روز
مزدور مرنا ہے یہ دنیا مسافر خانہ ہے آٹے دن ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے لواحقین اور
رفقاء کو دفن کرتے ہیں مگر گناہ سے احتراز نہیں کرتے بلکہ مرنے کی تیاری بھی ہے
اور گناہ جھوٹ زنا بدکاری بھی ہے یقین ذات باری بھی ہے اور بحر عصیان میں غوطہ
زنی جاری بھی ہے۔ یہ یقین کی منزل نہ ہونے کے برابر ہے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا
تعالیٰ کی ذات نظر نہیں آتی اس لئے گناہ کرنے پر غافل انسان تل جاتا ہے میں کہتا ہوں
یہی تو یقین کی کمزور منزل ہے۔ میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں اگر ملازم کو معلوم ہو
جائے کہ سامنے والے مکان جس کے دروازے پر چاقو لگی ہے اس کے اندر میجرسٹریٹ
بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہے کیا اس دروازے کے سامنے ملازم رشوت لے سکے گا ہرگز ہرگز
نہیں کیونکہ اُسے یقین ہے کہ میں چاقو سے نہیں دیکھ سکتا مگر میجرسٹریٹ مجھے پس پردہ دیکھ
رہا ہے اگر ہمارا خدا تعالیٰ پر اتنا بھی یقین ہوتا جتنا ملازم کو میجرسٹریٹ کا ہوتا ہے۔ تو ہم سے

کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا، ہاں بے دھڑک گناہ کئے جانا ہی تو یقین پر کامل یقین نہ ہونے کی دلیل ہے۔

پانچواں ہے علم الیقین قرآن میں: **لَوْ تَقَابَلُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ** کاش کہ تم جانو علم یقین سے۔

چھٹی قسم ہے۔ **عِلْمُ الْيَقِينِ** قرآن: **لَتَرَدُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ** پارہ ۳۰ رکوع ۲۴ البتہ دیکھو گے تم اس کو دیکھنا یقین کا۔

ساتویں قسم ہے حق الیقین متراکب سنو! **إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ**۔

تحقیق وہ ہے حق یقین پارہ ۲۴ رکوع ۱۶ میں ان آیات کریمہ سے یہ ثابت کر رہا ہوں کہ سب سے اعلیٰ و ارفع منزل ہے حق الیقین کی میں مثال سے وضاحت کرتا ہوں، میں نے ایک آدمی سے سنا کہ فلاں مقام پر آگ ہے یہ ہے منزل یقین کی، اُس جگہ تے دھواں اٹھتا دیکھا تو یہ علم الیقین کی منزل ہو گئی۔ آگ کے شعلے نکلتے دیکھے تو یہ منزل ہے عین الیقین کی آگ کو استعمال کیا تو یہ ہے حق الیقین کی منزل بس دین اس سے لیٹنا کہ جس کا ادراک اور حافظہ حق الیقین کی منزل پر ہو، ورنہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے مسلمانوں ساری کائنات میں صرف اور صرف میرے مرلا کا ہی فرمان ہے۔ **لَوْ كُشِفَ**

الْغُطَاءُ كَمَا اِذْ ذُوْتُ يَقِيْنًا لَوَالِجِ الْاِحْزَانِ جلد ۲ صفحہ ۲۴ اگر میرے سامنے سے توحید کے تمام پردے جو عبد و معبود کے درمیان ہیں اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین و ایمان میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہوگا۔ صلوٰۃ، یہ ہے حق و یقین کی اصل منزل، الشاکر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے کہ **هَذَا مَا زَكَيْتُ رَسُوْلُ اللهِ زَكَاةً رَحْمَةً**۔ رسول اللہ نے مجھے علم اس طرح بھریا کہ جس طرح کبوتر اپنے بچے کو دانا بھرتا ہے سبحان اللہ۔ محافل و مجالس ص ۲ چودہ سارے صفحہ ۱۶ مجالس شیعہ ص ۱۶، یوں نہیں فرمایا کہ جس طرح ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اس میں فرق یہ ہے کہ دودھ تحلیل ہو کر بچے کے جسم میں جاتا ہے اور اس میں تیز و تبدیل کا ہونا ضروری ہے مگر طائر اپنے بچے کو بعینہ پوری امانت ادا کرتا ہے اس

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی وضاحت

میں تغیرات نہیں ہوتے اسی طرح رسول اللہؐ نے حضرت امیر علیہ السلام کو اسی طرح علم عطا فرمایا، جس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عنایت ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ تابعین و رسالت نے فرمایا عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَعْلَمُكُمْ اُمَّتِي مِنْ بَعْدِي عَلِيٌّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ۔ سلمانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ تر صاحب علم علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ مودۃ القربی ص ۶۲ اب تیری مرضی ہے اس سے دین کا علم حاصل کر جس کو حضورؐ نے سب سے زیادہ عالم قرار دیا ہے یا ان لوگوں سے دین حاصل کرے جو خود محتاج علم ہیں میں ایک اور فرمانِ مصطفیٰ پیش کر کے دامنِ تقریر سمیٹ لیتا ہوں، حدیث عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِلْمُ عَشْرَةٌ اَحْزَاءُ فَلَا تُحِطُّ عَلَيَّ مِنْهَا ثَلَاثَةٌ وَهُوَ بِالْجُزْءِ الْعَاشِرِ اَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ ابْنِ عَبَّاسٍ سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے دس حصے کئے اس میں سے نو حصے خاص علیؑ کو عطا فرمائے اور دسواں حصہ سب مخلوق پر تقسیم کیا مگر اس دسویں حصہ سے بھی ساری دنیا سے زیادہ علیؑ کو حصہ علم ملا مودۃ القربی ص ۶۳ صلوة رباعی عرض ہے۔

ادھر تو اک زمانہ معترض مشکل کشائی کا نصیبی نے اُدھر کلمہ پڑھا معجز نائی کا نبوت حیدر گزار کو آتی تو کسبیا ہوتا اما کایہ عالم ہے کہ دھوکا ہے خدائی کا دنیا نے ہر چند کوشش کی کہ کس وقت علیؑ کے منہ سے نکل جائے کہ یہ مسئلہ مجھے نہیں آتا، آگاہ ہم بھی کہہ سکیں کہ اگر ہمیں گھر سے دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہو کر تو، محقق تو علیؑ کو بھی تو فلاں مسئلہ نہیں آیا تھا لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی سوچ سمجھ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا علیؑ ایک مسئلہ بڑا مشکل پیش آیا ہے آپ اس کو حل فرمادیں آپ نے فرمایا کہہو کونسا مسئلہ مشکل ہے۔ عرض کی یا علیؑ ایک بکری نے بچہ جنا ہے اس کی آدھی تنگی بکرے کی ہے اور آدھی کتے کی طرح ہے فرمادیں حلال ہے یا حرام ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ تو بالکل آسان ہے اس بچے

کو پانی ڈالو اگر کتے کی طرح پانی کو چاٹے تو حرام ہے ورنہ حلال ہے عرض کی یہ تو کر کے دیکھ لیا ہے کبھی پانی کو کتے کی طرح چاٹتا ہے اور کبھی دیگر جانوروں کی طرح پیتا ہے۔ فرمایا اُسے غذا ڈال کر دیکھو کھانے کے بعد جگالی کرے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے عرض کی یہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے کبھی جگالی کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا، ان کا پر دلا م تھا کہ ہر بات کے دونوں پہلو تسلیم کرتے جائیں گے آخر تنگ اگر کہہ دے گا کہ میں نہیں جانتا مگر انہیں یہ یقین نہ تھا کہ یہی وہ ہستی ہے جس پر خود علم کو ناز ہے، آپ نے فرمایا اسے بولنا دیکھو اگر کتے کی طرح بھونکے تو حرام ہے اور اگر بکرے کی طرح بولے تو حلال ہے کہا کبھی کتے کی طرح بھونکتا ہے اور کبھی بکرے کی طرح بولتا ہے فرمایا اسے بیٹھا دیکھو اگر حلال جانور کی طرح بیٹھنے وقت اگلے پاؤں زمین پر پہلے رکھتے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے عرض کی کبھی حلال جانور کی طرح بیٹھا ہے اور کبھی حرام جانور کی طرح بیٹھا ہو۔

فرمایا اُسے پیشاب کرتے ہوئے دیکھو اگر کتے کی طرح پیشاب کرے تو حرام ہے اور اگر حلال جانور کی طرح پیشاب کرے تو حلال ہے کہا کبھی کتے کی طرح کرتا ہے اور کبھی دیگر جانوروں کی طرح پیشاب کرتا ہے آپ نے فرمایا اُسے ریوڑ کے ساتھ چھوڑ کر دیکھو آگے رہے یا ریوڑ کے درمیان رہے تو حلال ہے اور اگر پیچھے رہے تو حرام ہے کیونکہ کتا ہمیشہ پیچھے ہی رہتا ہے عقلمند جانور ہے کہ اگر حملہ آور آگیا تو میں پیچھے سے ہی بھاگ جاؤں گا کتا ددھی تو کام کرتا ہے یا بھونکتا ہے یا بھاگتا ہے بھونکنے پر آجائے تو مالک کے روکنے سے رکنا ہی نہیں اور اگر بھاگنے پر آجائے تو مالک کی ایک نہیں سننا۔ انہوں نے کہا یا علیؑ ریوڑ میں چھوڑ کر بھی دیکھ لیا کبھی آگے کبھی درمیان اور کبھی ریوڑ کے پیچھے لگ جاتا ہے فرمایا جاؤ اس کو ذبح کر دو اگر ادھڑی نکلے تو حلال ہے اور اگر صرف انتڑیاں نکلیں تو حرام ہے اب نہیں کہتے کہ کبھی ادھڑی نکلتی ہے اور کبھی انتڑیاں نکلتی ہیں۔ صلوٰۃ۔

کتاب موت کا منظر مرنے کے بعد کیا ہو گا کہ ص ۱۲۶ پر تحریر کیا گیا ہے کہ ایک مجوسی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے پاس تین مردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں، اُس نے کہا کہ اے عمر تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام

کے سوا کسی دوسرے دین پر مے گا تو وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ عمر نے کہا کہ بے شک ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ کا فرمان صحیح ہے یہ سن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سر میری بہن کا ہے یہ تینوں مجوسی دین پر مے ہیں میں اپنا ہاتھ ان کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی یعنی تمہارے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہیے کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں، یہ سن کر حضرت عمر نے سکوت اختیار کیا اور اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا، جب حضرت علی تشریف لائے تو حضرت عمر نے کہا اے مجوسی اس اپنے اعتراض کو ذرا دھڑا دے اس نے اعتراض کو دہرایا۔ اعتراض سن کر حضرت علیؑ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا، جب حاضر کیا گیا تو آپ نے اس مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ تو سرد ہیں حضرت علی نے پھر فرمایا اچھا تو لوہے کو پتھر پر مار۔ جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چمکاری نکل پڑی اس پر حضرت علی نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا ا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے اسی طرح وہ اس چیز پر تاد رہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس اور معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہا ہے ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تو اس کی گرمی محسوس نہیں کرتا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ صلوة مسئلہ خدا کے واسطے فیصلہ تو کر کہ ان دونوں نمبرگوں میں کس سے دین حاصل کرنا مفید ثابت ہوگا سائل سے پوچھیں یا اس سے دریافت کریں جو درس الہی سے مسند علم پر فیضیاب نظر آتا ہے۔

ایک واقعہ اور سن لو۔ حضرت سعید بن نصیب کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ مدینے کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؑ نے قبر والوں پر سلام کر کے فرمایا اے قبروں میں سونے والو تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم تمہیں بتلائیں۔ سعید کہتا ہے کہ

ہم نے قبرستان سے ولیم السلام کی آواز سنی اور یہ جواب سنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ اے امیر المؤمنین آپ فرمادیں ہمارے بعد کیا ہوا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں لو جن لوگوں سے تم اپنی بیویوں کو پردے میں رکھتے تھے اُن سے تمہاری بیویوں نے شادی کر لی تمہارے مال بٹ گئے تمہاری اولاد یتیموں میں شامل ہو گئی اور تمہارے مکانوں میں تمہارے دشمنوں نے سکونت اختیار کر لی یہ سن کر ایک مرد نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا مولا ہمارے کفن پارہ پارہ ہو گئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے کھالیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ آنکھیں بہہ کر رخساروں پر آ گئیں اور ہمارے سروں میں کیڑوں نے سکونت کر رکھی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے اس کو پالیا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہوا۔ کتاب مرنے کے بعد کیا ہوگا ۱۲۵ھ بحوالہ تاریخ نیشاپوری۔ بس دین اسی سے لینا چاہیے جو مردوں سے بھی کلام کروا سکے۔ نہ کہ ان لوگوں سے علم حاصل کریں جو خود محتاج ہدایت ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیائے اپنی مرضی کا دین بنایا اور خدا کے معین کو رُلّا کر مارا۔

منقول ہے کہ حضرت زید بن علی زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن کے فرزند عیسیٰ بن زید حکومت کے خوف کی وجہ سے کوفہ میں ہی روپوش ہو گئے۔ اور کافی عرصہ کے بعد آپ نے کوفہ میں ہی ایک عورت سے شادی کر لی آل محمد کی دنیا اس قدر دشمن ہو گئی تھی کہ حضرت عیسیٰ بن زید نے اپنی بیوی تک کو اپنا حب و نسب نہ بتلایا کہ ہم کس خاندان سے ہیں جناب عیسیٰ نے ایک امیر خوشحال مالدار سقے کی ملازمت اختیار کر لی تھی کہ اس کے لئے اونٹ پر دُور سے پانی لایا کرتے تھے اسی اثنا میں حضرت عیسیٰ بن زید کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئی اور جس سقا کے ہاں آپ ملازم تھے اس کا ایک لڑکا بھی جوان تھا ایک دن سقا اور اس کی زوجہ نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے لڑکے کی شادی اپنے ملازم عیسیٰ کی لڑکی سے کرنا چاہیے اگرچہ وہ ہمارا ملازم ہے مگر زہد و تقویٰ اور عفت و پاکبازی اور اطاعت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد سقا کی عورت نے جناب عیسیٰ بن زید کی بیوی سے رشتہ کے بارے میں ذکر کیا کہ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو اپنی بچی کا رشتہ ہمارے لڑکے کو دیدیں یہ نہایت

ہی مناسب و بہتر ہے چونکہ سقا جس کے ہاں عیسیٰ ملازم تھے وہ ان کے خاندانی حالات سے واقف نہ تھا اور نہ ہی عیسیٰ کی بیوی کو علم تھا کہ میرا شوہر اولاد بتول سے ہے جب عیسیٰ کی بیوی کو رشتہ کا پیام ملا تو وہ بارے خوشی کے پھول گئی کہ اس کو کبھی گمان بھی نہ تھا کہ اس غریب کی لڑکی کی شادی ایسی جگہ ہوگی جس کے ہاں اس کا شوہر ملازم ہے عیسیٰ کی بیوی نے سقا کی عورت سے کہا کہ میں اپنے خاوند سے رات کو ذکر کروں گی اور رشتہ آپ لوگوں کو دے دیں گے۔ عزادار دبا جب رات کو جناب عیسیٰ گھر تشریف لائے تو بیوی نے خوشی سے بھی کے رشتہ کے بارے میں سقا کے لڑکے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ اتنا اچھا لڑکا ہمیں مل گیا ہے۔ مجھے تو گمان بھی نہ تھا کہ ہم غریب لوگوں کی لڑکی کا رشتہ اتنے بڑے مالدار لوگوں کے ہاں ہو جائے گا۔ بس بیوی سے رشتہ کا واقعہ سن کر عیسیٰ گھر آگئے اور ضبط نہ کر سکے ایک مرتبہ بیچ نکل گئی اور تین مرتبہ فرمایا! ہائے غیرت ہائے غیرت ہائے غیرت افسوس ایسا زمانہ اولاد رسولؐ پر آگیا کہ ان کی بچی ایک سقے کے ساتھ منسوب ہونے لگی رو کر درگاہِ خدا میں عرض کی پالنے والے ہم نے ہر طرح کی مصیبت برداشت کی مگر یہ ہمارے بس کا رنگ منہیں کہ بتولؑ کی اولاد کی غیر مردوں سے شادی کی جائے۔ عزادار دبا حضرت عیسیٰؑ کی دعا کے الفاظ تھے کہ پالنے والے میری اس بچی کو کو اٹھالے ورنہ اولاد رسولؐ پر ایک آفت ٹوٹ پڑے گی ادھر عیسیٰؑ کی دعا کے الفاظ ختم ہوئے ادھر بچی نے انتقال فرمایا۔ جہانِ حسینؑ بچی کا دم توڑنا دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ ڈھارس مار کر رونے لگے جناب عیسیٰؑ کے بعض احباب جو ان کے واقف و ہمراز تھے کہا کہ اگر ہم سے کوئی پوچھتا کہ روئے زمین پر کون شجاع تر ہے تو ہم تمہارا ہی نام بتاتے اور تم ایک لڑکی کے مرنے پر اس قدر گریہ و زاری کرتے ہو کہ لوگوں میں اس بچی کے مرنے پر منہیں روتا بلکہ سادات کی غربت پر روتا ہوں کہ یہ بچی پیدا ہوئی اور جوان ہو کر مر بھی گئی مگر اسے معلوم نہ ہو سکا کہ میں فاطمہ زہراؑ کی پوتی ہوں۔ (لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۲۳)

ہائے اولاد رسولؐ اللہ کے ساتھ مسلمانوں نے کیا برا سلوک کیا۔ فاطمہ بنت حسین فرماتی ہیں کہ بعد شہادت اپنے پدر بزرگوار کے خیمہ پر کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اب یہ ظالم

عیسیٰ بن مریم کی بچی کی وفات

ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار
 نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہماری طرف بڑھا اور نیزہ کی نوک سے مخدرات کو زخمی
 کرنے لگا۔ اس حالت کو دیکھ کر بچوں اور عورتوں میں کہرام مچ گیا ایک کے پیچھے دوسری
 چھپتی پھرتی اور پناہ ڈھونڈتی تھیں۔ آخر اس ملعون نے بیبیوں کے سروں سے چادریں
 چھین لیں اور ہاتھوں سے کسنگن اتار لئے فاطمہ بنت الحسین فرماتی ہیں کہ میں خوف
 سے کانپنے لگی اور اپنی پھوپھی اُمّ کلثوم کو ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اتنے میں وہ شقی
 میری طرف چلا میں خوف سے مہاگی اور پکارا **وَجَدَا وَجَدَا** مگر اس شقی نے پہنچ کر ایسا نیزہ میری پشت پر مارا کہ میں منہ کے بل گر پڑی اس نے
 میرے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے اور میرے سر سے چادر بھی اتار لی پھر وہ ملعون
 دوسرے خیموں کی طرف چلا گیا میرے رخسارہ پر خون جاری تھا اور میں بے ہوش ہو گئی
 جب ہوش آیا تو دیکھا کہ میری پھوپھی میرے سر ہانے بیٹھی رو رہی ہے میں نے کہا
 پھوپھی کوئی چادر ہو تو دو میرا سر برہنہ ہے نہ پایا میٹھی چادر کہاں اشقیا چادریں اتار
 کر لے گئے۔ فاطمہ بیٹی میرے سر پر بھی چادر نہیں ہے بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے
 مہاجی علی زین العابدین کو دیکھا کہ منہ کے بل غش کھا کر زمین پر پڑے ہیں ٹھوک پیاس
 اور بیماری کی وجہ سے اتنی طاقت نہیں کہ اٹھ کر بیٹھ سکیں۔ **لَوَاعِجُ الْاَحْزَانِ جُلْدُ ۲ ص ۲۳۸**
ابجاہ الانوار جلد ۱۰ حصہ ۱ ص ۲۶۹ - اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ
سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنِّیْ مُتَكَلِّبٌ يَّتَقَلَّبُوْنَ -

آٹھویں مجلس

الحمد کی تشریح، ذوالفقار کا نازل ہونا، جنگ خیبر کی غنیمت سے مسلمانوں کا مالدار اور غنی ہو جانا، کریم بنخی بنخیل لثیم کی وضاحت، جناب امیر کا تمام پیغمبروں کی امداد کرنا، جنگ خندق کی تفصیل اور نکات، والی دکن کا مذہب شیعہ قبول کرنا، ایک سید زادی کا مجوسی کے ہاں مہمان ہونا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاسٌ شَدِیْدٌ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَنْصُرُهُ وَ رُسُلَهُ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّمٌ عَزِیْزٌ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹ اور ہم نے خاص لوہا نازل کیا جس میں سخت خوف بھی ہے اور لوگوں کے فائدے بھی اور یہ غرض بھی کہ اللہ یہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی غائب میں مدد کون کرتا ہے بے شک اللہ قوت و غلبہ ہے (ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ)

اللہ تعالیٰ نے اکثر چیزیں زمین سے پیدا کی ہیں اور چند چیزیں آسمان سے بھی نازل فرمائی ہیں۔ تمام چیزیں نہ زمین سے پیدا ہوئیں اور نہ تمام اشیاء آسمان سے قدرت نے نازل کی ہیں۔ قرآن سنئے! وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً پارہ ۱۳ رکوع ۸ ہم نے پانی کو آسمان سے نازل کیا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ پارہ ۳۰۔ تحقیق قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک زمین سے پیدا نہیں ہوا بلکہ

اُدھر سے نازل ہوا ہے اور سنیے! قُلْ مَنْ يَزِدُّكُمْ مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 پارہ ۲۲ رکوع ۹ کہہ کہ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمانوں سے اور زمین سے معلوم ہوا کہ رزق آسمان
 سے بھی نازل ہوتا ہے۔ وَ أَشْرَفْنَا عَلَىٰ عَمَلِكُمُ الْمَوْتِ وَالشَّلَوٰی پارہ ۱ رکوع ۷ اور نازل کیا
 ہم نے تم پر موت و سلویٰ۔ ان چند اشیاء میں سے جو قدرت نے آسمان سے نازل فرمائی
 ہیں ان میں ایک خاص لوہا بھی ہے۔ وَ أَشْرَفْنَا الْحَدِيثَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ۔ ہم
 نے خاص لوہا نازل کیا جس میں خوف یعنی رعب سخت ہے۔ بتاؤ مسلمانوں جو لوہا آسمان سے
 نازل ہوا، اس کی شکل و صورت کیسی تھی؟ بدعت تھی، گن بھتی، توپ بھتی یا کلہاڑا تھا۔ برچھا
 تھا یا چاقو تھا یا رن بھتی یا پتھوڑا تھا بتاؤ کس شکل میں تھا جو لوہا آسمان سے نازل ہوا۔ سرگز
 نہ بتا سکو گے ہاں اگر نہ بتا سکو تو نہ کہا کہ وہ کتران کافی ہے ان سے دریافت کرو جو قرآن
 کے مالک و وارث ہیں۔ صلوٰۃ

منقول ہے کہ جنگ بدر کے روز تاجدار رسالت کے ایک صحابی جناب عکاشہ بن محض
 کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ نبی اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض پر داز ہوئے۔ کہ
 یا رسول اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت نے ایک لکڑی کو اٹھایا ادھر لکڑی کا دست
 نبوت میں آنا تھا کہ تلوار بن گئی۔ آنحضرت نے عکاشہ کے حوالے کی اور انہوں نے جنگ جاری
 رکھا۔ کنور المعجزات ص ۳۴۔ مگر جب جنگ احد میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹی کیونکہ جناب
 امیر علیہ السلام نے نو مرتبہ تلوار کو ٹیڑھا ہونے پر سیدھا فرمایا تھا آخر ٹوٹ گئی۔ تلوار کو
 پھینک کر حضورؐ سے اگر عرض کی۔ یا رسول اللہ ہتھیار نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ مولا میری تلوار
 ٹوٹ گئی آنحضرت کی اپنی کمر میں دو تلواریں تھیں۔ نہ اپنی کمر سے تلوار نکال کر عطا فرمائی اور نہ
 ہی معجزے سے تلوار ناکر عنایت فرمائی اُدھر میدان کی حالت ناگفتہ بہ ہے کہ جس سے بھاگ جانا
 بھی مہادری کی دلیل بن رہا ہے۔ پتھوڑی دیر تو جناب حیدر کرار خاموش رہے۔ یہاں تک
 کہ آسمان سے جبرئیلؑ تلوار لے کر حاضر ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین کو اُدھر سے قدرت نے
 ذوالفقار بھیجی اور مولا علیؑ نے جنگ جاری رکھا میں تو یہی سمجھا ہوں کہ چونکہ پہلوان اُدھر کا
 تھا لہذا دنیا کا ہتھیار اس کے دست ید الہی کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جدھر کا پہلوان

تھا اور یہی سے ہتھیار بھینچا۔ صلوٰۃ۔ تلوار اُتے ہی اپنی بلندی کا کلمہ پڑھوا لیا۔ سنو! خدا کا کلمہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور محمد مصطفیٰ کا کلمہ ہے مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ علی کا کلمہ لَا فَتْحَ إِلَّا عَلَيْنَا اور تلوار کا کلمہ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ۔ صلوٰۃ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرئیل آسمان وزمین کے درمیان سنہری کرسی پر بیٹھ کر اُحد کے روز فرماتے تھے لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ لَا فَتْحَ إِلَّا عَلَيْنَا تفسیر انوار النجف جلد ۴ ص ۴ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۸، تفسیر عمدة البیان جلد ۳ ص ۳۶۳، حاشیہ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی صاحب ص ۸۶۳، حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب ص ۱۰۷۹۔ مودۃ القریٰ ص ۵۱۔

جنگِ اُحد میں ذوالفقار نازل ہوئی تو جنگ کے خاتمہ کے بعد کسی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ تو ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہی احسان ہے کہ اس نے ذوالفقار کو جلدی نازل فرما دیا اگر چند لمحہ ذوالفقار نہ آتی تو یہ مشرکین تو ہمیں تعاقب کر کے مدینہ میں بھی نہ چھوڑتے۔ آنحضرت نے فرمایا لوگو! صحابی اور علیؑ میں یہی تو فرق ہے جو بتلانا مقصود تھا صحابی کی آخری منزل ہے کہ وہ محمدؐ سے پاتے ہیں اور علیؑ کا یہ دنار ہے کہ خدا تعالیٰ سے منگواتے ہیں صلوٰۃ ۹۶۵ء کی جنگ میں کسی سنی بھائی نے دو شعر لکھے جن کو بے معرفت شیعہ لوگوں نے بھی بڑے اہتمام سے مجالس میں پڑھنا شروع کیا۔ وہ اشعار یہ تھے

ہر سپاہی لڑ رہا تھا نشانِ حیدر کی طرح
ٹینک اڑتے تھے ہر ایں بابِ خیبر کی طرح
توپ کے دہانے سے آتی یہ صداقتی بار بار
لَا فَتْحَ إِلَّا عَلَيْنَا لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

مگر السید تصدق حسین صاحب تصدق شیرازی بطرزِ رباعی اس کا جواب خوب تحریر فرماتے ہیں۔ تصدق کی رباعی سنئے۔

مرگئی دنیا علیؑ بننے کی جھوٹی آس میں

فرق ہے کچھ سورۃ توحید اور الناس میں

حیدر کرار سے تشبیہ دینا ہے گناہ
ہاں جھلکتی شان حیدر کی فقط عباس میں

(صلوٰۃ)

جب الحمد یعنی خاص لوہا جو آسمان سے نازل ہوا وہ تو ذوالفقار ثابت ہو گیا۔ لو
اب پوری آیت کی تشریح و تفسیر بالکل آسان ہو گئی آگے ہے۔ رَضِیَہَ بِنَاؤُ شَدِیدُ
ذَمَّافِعِ الْمَنَاسِبِ یعنی ذوالفقار حیدری میں رُعب ہے اور انسانوں کے لئے
فائدے ہیں۔ رُعب تو یہ ہے کہ علی کا نام ہی میدان کی زینت ہے۔ حیدر کرار کے
نفرے میں یہ تاثیر ہے کہ اپنے بیگلہ اسے فتح کی دلیل سمجھتے ہیں۔ رُباعی
جیسے ہیں علی ہر میدان کی زینت ویسے ہیں مجبوں کے ایمان کی زینت
اصحاب پیغمبر میں تو فرق ہے کافی کئی فاتح خیبر کئی دسترخوان کی زینت

(صلوٰۃ)

انسانوں کے لئے فائدے ہیں ذوالفقار میں فائدے کیا ہیں سنئے! اور رُوحِ ایمان
کو تازہ کیجئے، چمن اسلام کی محافظ ہے ذوالفقار، اور کمزور و نادار انسانوں کو دولت سے
مالا مال کرنے والی ہے ذوالفقار، مسلمانوں کو اس سے اور زیادہ کیا فائدہ ہو گا۔
جناب عائشہ اُم المؤمنین جو دین و دنیا کے شہنشاہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی بیوی تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد فرماتی ہیں۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا اِلَاحَ كَشَبَعٌ مِنَ الشَّيْثَانِ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب خیبر
فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہم بھوریں پیٹ بھر کر کھایا کریں گے۔ بخاری شریف ص ۶۱۸
اب اہل انصاف فیصلہ کریں کہ جب شہنشاہ، دین و دنیا کی غربت و تنگ دستی کی یہ حالت
ہے کہ ان کی بیوی خیبر کی فتح پر عسرت و افلاس سے نجات کا خوشی سے اعلان فرما
رہی ہے تو اور دن کا کیا حال ہو گا۔ دھڑ دار ملاں کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ہزاروں مہینے
بلکہ لاکھوں روپے کی دولت دین مصطفیٰ پر قربان کر دی۔ بزرگوں نے خلافت کو پا کر کون
سی دولت جمع کر لی تھی بلکہ اپنا تمام سرمایہ بھی دین پر خرچ کر دیا۔ مگر میری اہل انصاف

بنی عائشہ اور خیبر کی بھوریں

سے گذارش ہے کہ پہلے کوئی بزرگ یہ تو ثابت کرے کہ اُن کی اپنی مالی کیفیت کی تھی۔ اُن کے پاس دولت کہاں تھی اور کب یہ غنی بنے تھے۔ لوہیں انہی کی زبان سے اور بخاری شریف کے بیان سے اُن کی سابقہ حالت کو پیش خدمت کرتا ہوں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا سَبِقْنَا حَتَّى قَدْ خَنَّا خَيْبَرًا۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے ہم نے پیٹ بھر کر کبھی کھانا ہی نہیں کھایا۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۱۵ جس جنگ خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا وہ جنگ تو ہجرت کے ساتویں سال فتح ہوا تھا تو ثابت ہوا کہ سات ہجری سے پہلے تو صحابہ کرام نہایت ہی قلاش و نادار تھے خیبر کے مال غنیمت نے مسلمانوں کی حالت کو یکسر بدل دیا۔ غریب امیر ہو گئے مفلس ساہوکار ہو گئے۔ گذار شہنشاہ ہو گئے۔ جن کو ساری زندگی پیٹ بھر کر ایک دن بھی کھانا نصیب نہ ہوا وہ غنی بن گئے یہ ہوا ہے ذوالفقار سے لوگوں کو پہلا فائدہ جس سے اسلام کی جان میں جان آگئی جو لوگ ہجری گیارہ میں تخت حکومت پر قابض نظر آتے ہیں ان کی سابقہ مالی حالت کو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ کر کے فیصلہ کرو کہ ان بزرگوں نے اسلام پر کیا کچھ خرچ کیا ہے اسے یہ تو علیؑ کی ذوالفقار کے صدقہ سے غنی بنے ہیں۔ صلوة

جنگ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی مالی حالت بزبان حفیظ جالندھری سنئے۔ شعر

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زریں ٹھٹھیری

پلٹے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

جنگ خندق میں خود نبی کریمؐ چار دن کے فائدہ میں نظر آتے ہیں اس حالت غربت کو علیؑ کی ذوالفقار نے بدل دیا۔ فضائل مرتضوی ص ۱۳۲ پر ہے کہ خیبر کا سونا جب تقسیم ہوا تو ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک من سونا آیا تھا۔ اندازہ لگاؤ چاندی، پارچا، برتن، نلہ وغیرہ کتنا کتنا بلا ہو گا یہ تھی ذوالفقار کی پہلی برکت جو مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ کو بھی تو حصہ خیبر کے مال غنیمت سے ملا تھا وہ بھی اسی ذوالفقار کی ہی برکت سے غنی ہوئے ہوں گے۔ جو اب اعرض ہے کہ میرے مولا امیر المومنینؑ کو بیشک جناب رسولؐ نے مال غنیمت سے حصہ دیا تھا۔ جب میدان میں علم چھوڑ کر آنے والے

خیبر کے مال غنیمت سے اسباب مالدار غنی ہوئے

بزرگوں کو مال غنیمت کا حصہ پورا مل گیا تو علیؑ کو کیونکر نہ ملتا ضرور ملا تھا۔ مگر علیؑ ہی ہے۔
لوگو علیؑ صرف سخی نہیں بلکہ کریم ابن کریم ہے۔

سنیے! سخادت کے چار درجے ہیں پہلا درجہ ہے کریم کا۔ کریم وہ ہوتا ہے جو رزق
کمائے اور خود نہ کھائے بلکہ دوسروں کو کھلائے یہ ہے کریم، دوسرا درجہ ہے سخی اور سخی
وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے خود بھی کھائے اور اللہ کی مخلوق کو بھی کھلائے یہ ہے سخی
تیسرا درجہ ہے بخیل کا یعنی بخیل وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے خود تو کھائے مگر مخلوق خدا
کو نہ کھلائے یہ ہے بخیل، چوتھا درجہ ہے لئیم۔ بس لئیم وہ ہوتا ہے جو رزق کمائے
نہ خود کھائے نہ کسی کو کھلائے۔ صندوق میں جوڑ کے مرجائے۔ اسے کہتے ہیں لئیم، ایسے
لوگ بھی تو دنیا میں ہیں کہ جن بچاروں کو کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہمارے علاقہ ساہیوال
میں ایک ایسی مثال دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک بہت بڑا زمیندار جس کا ٹکڑا نہ ٹکی، نہ بیوی
دس مربیعہ زمین کا مالک نہ بچارے کو دن میں آرام نہ رات کو چین ایک پاد بھر گوشت لے
کر دو دن خود اور باورچی عید مناتے تھے۔ باورچی کو تول کر آٹا دیتے تھے کہ کہیں زیادہ
نہ پک جائے۔ باورچی مشکل سے ایک مہینہ اس کی ملازمت میں نکالتا تھا۔ ساری زندگی
بچارے کی دولت جمع کرتے کرتے گزر گئی۔ جب پیمانہ زندگی لبریز ہو گیا اور مرنے کے قریب
پہنچا تو ٹھنڈی سانس لی۔ لواحقین کے دریافت کرنے پر کہا کہ ہاتھ میں اپنی مراد کو پہنچا
پوچھا گیا کہ آپ کی مراد کیا تھی کہا کہ دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کی تمنا تھی۔ مگر نہ پوری کر
سکا نامراد ہی جا رہا ہوں۔ لواحقین نے پوچھا کتنے کم ہیں کہا کہ دس پندرہ ہزار ہی تو کم ہیں۔
لواحقین نے اپنی طرف سے رقم ڈال کر پوری کر کے اس کو دکھلا دیا۔ بس دس لاکھ کی
رقم دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے آپ کو ملک الموت کے حوالے کر دیا یہ ہے صحیح لئیم کی
قسم۔ تو ان چار قسموں میں مومن سخی ہیں اور حیدر کرار کریم ہے بلکہ ابن کریم ہے۔ میں نبیر کی
دولت کا ذکر کر رہا تھا کہ میرے مولا حیدر کرار کے حصے کا ڈھیر لگا پڑا ہے کہ آپ نے
دیکھا کہ میدان سے دُور کچھ عورتیں اور بچے کھڑے ہیں۔ آپ نے قبر سے فرمایا ان عورتوں
اور بچوں کو بلا کر لے آؤ۔ جب عورتیں حاضر ہوئیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: بیبیوں کی اتھاری

لئیم، سخی، بخیل، کریم کی مصاحبت

بھی کوئی غرض ہے کہا ہاں ہماری غرض بھی ہے۔ مگر اس شخص سے ہے جس نے کلی خیر کو فتح کیا ہے نہ مایا بیان کرو وہ محمد مصطفیٰ کا غلام میں ہی ہوں۔ کہا اے! دنیا کے مشکل کشا ہم بیوہ عورتیں ہیں اور یہ ہمارے یتیم بچے ہیں۔ آپ نے خیر کو فتح کر کے بیشمار دولت حاصل کی ہے برائے کرم کچھ ہمیں بھی عنایت کریں بس اتنا سنا تھا کہ مولا نے فرمایا قنبرؓ میرے حصہ کا مال ان عورتوں اور بچوں میں تقسیم کر دے جس طرح خالی دامن گئے تھے دیے ہی خالی دامن جھاڑ کر واپس تشریف لائے۔ جب جناب سیدہ نے مال غنیمت کے بارے میں عرض کی تو فرمایا بتو بے شک آپ کی اولاد تین دن کی بھوک تھی مگر علیؓ مجبور تھا۔ سیدہ تیرے باپ نے خیر میں دولت مجھے دی اور میں نے آپ کے خدا کو دیدی۔ جناب سیدہ نے اتنا سنا تو سجدہ شکر ادا کیا کہ پالنے والے تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے فاطمہؓ کو علیؓ جیسا شوہر عطا فرمایا ہے۔ صلوة رباعی عرض ہے۔

توڑ دے جس کو علی پیوند ہوتا ہی نہیں دے جسے حیدر وہ حاجت مند ہوتا ہی نہیں
ڈر نہیں ماہتاب کو گر باب تو بہ بند ہو علم کے گھر کا کبھی در بند ہوتا ہی نہیں
اگلا حصہ آیت کا ہے۔ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ —
اور اللہ یہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بِالْغَيْبِ یعنی پھپھپ کے
کون مدد کرتا ہے اس آیت سے تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس مرد کو ظاہر کرنا چاہتا
ہے جو اس کی مدد کرے۔ مسلمانو! قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد مانگتا ہے۔ عَلٰی
مُحَمَّدٍ صَلَاتِيْ وَتَحِيَّاتِيْ — مدد مانگے تو جائز اور اگر ہم اس مرد سے مدد مانگیں تو کیونکر ناجائز اور
شک ہوگا۔ قرآن پاک سے ایک اور آیت سُن لیجئے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَنْصُرُوا
اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْ اَخْتَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِاِذْنِ اللَّهِ — اے لوگو! جو ایمان
لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو مدد کرے گا تمہاری اللہ اور ثابت رکھے گا تمہارے
قدموں کو۔ اب تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی مومنوں سے مدد کا طالب ہے۔ مفسرین نے
اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری
مدد کرے گا کہ تم کو ثابت قدم رکھے گا معلوم ہوا کہ جو بزرگ ثابت قدم میدان میں نہ رہ

کے ان کی خدانے کوئی مدد نہیں کی۔ ورنہ ثابت قدم رہتے اور اگر یہ اللہ کے دین کی مدد کرتے تو ضرور خدا تعالیٰ بھی ان کی مدد کرتا۔ بس جنگ سے بھاگنے والوں نے نہ خدا کی مدد کی اور نہ خدانے ان کی کوئی مدد کی اور جو میدان جہاد سے کبھی نہیں بھاگا بلکہ قرآن شامہ ہے كَانَتْهُمْ بُنْيَانٌ مَّوْضُوعٌ پارہ ۲۸ رکوع ۹ کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جھم کر پڑتے تھے تو بس اُس نے ہی خدا کی مدد کی اور خدانے اس کی مدد فرمائی کہ ثابت قدم رکھا وہ ہے ذات علی ابن ابیطالب علیہ السلام مسلمانو! جب خدا تعالیٰ علیؑ کو شیئی تدبیر جو مدد کا خالق ہے جو علی المرتضیٰ کا معبود و مسجد ہے وہ دین میں علیؑ کی مدد کا طلب گار ہے تو تیری میری علیؑ کے بغیر کیسے گزر جائے گی۔ صلوٰۃ رباعی

اے کے دین میں مدد اب رب دوسرا ہی رہا مدد رسول سے لی تو مصطفیٰ ہی رہا
ہیں خدا ہے کہ ہے شرک یا علیؑ کہن نبی نبی ہی رہا اور خدا خدا ہی رہا
(تصدق)

اب مجھے قدرے پیغمبروں کی مدد کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہر مومن اپنے زمانہ کے رسول کی مدد کرے مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک انسان پیغمبروں کی مدد کرے جس نبی کی شریعت پر ہے اس کی تو ہر مدد ہو سکتی ہے سابقہ رسولوں کی کیونکر اور کیسے کوئی مدد کرے گا اور تمام رسول ایک وقت میں ہوتے تو سب کی مدد ممکن تھی، مگر میں پیدا ہونے والے کس طرح گورے ہوئے انبیاء کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ ہے مسئلہ مشکل جو بغیر مشکل کشا کے حل نہیں ہوگا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی ایسا کامل انسان قدرت نے پیدا فرما دیا ہے۔ جس نے ہر نبی کی مدد کی۔ حدیث قدسی سنئے! يَا أَحْمَدُ أَرْسَلْتُ عَلَيْكَ كُلَّ نَبِيٍّ سِرًّا دَعَا نَبِيًّا، مناقب مرتضیٰ ص ۲۳۸ حقائق الوسائط ص ۲۲۳، اے احمد میں نے علیؑ کو ہر ایک نبی کے ساتھ پوشیدہ طور پر بھیجا ہے اور تیرے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح بھیجا ہے۔ یہ ہے رسولوں کی مدد کرنا جس کو خود میرے مولانا الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ قَدْ كُنْتُ مَعَ إِبْرَاهِيمَ فِي النَّارِ وَأَنَا الَّذِي جَعَلْتَهُ بَرْدًا وَسَلَامًا

وَكُنْتُ مَعَ نُوحٍ فِي السَّفِينَةِ فَنَجَّيْتُهُ وَكُنْتُ مَعَ مُوسَى عَلَى الطُّورِ وَكَلَّمْتُهُ وَكُنْتُ مَعَ يُوسُفَ فِي الْبَيْتِ فَأَنْجَيْتُهُ مِنْ كَيْدِ إِخْوَتِهِ وَكُنْتُ مَعَ عِيسَى فِي الْهَيْدِ وَعَلَّمْتُهُ الذِّجْلَ كِتَابِ حَقَائِقِ الرِّسَالَةِ ص ۲۲۷

میں تھا ابراہیم کے ساتھ اور اس آگ میں گھٹنڈا کرنے والا بن تھا۔ نوح کے ساتھ اور طوفان سے کشتی کو نجات دینے والا بن تھا۔ موسیٰ کے ساتھ طور پر باتیں کرنے والا میں تھا یوسف کے ساتھ کنوئیں میں اور اس کے بھائیوں کے مکر سے اُسے بچانے والا اور میں تھا عیسیٰ کو ماں کی گود میں انجیل پڑھانے والا۔ اللہ اکبر۔ کوئی صاحب اس فرمانِ امام کو پڑھ کر گھبرا نہ جائے اس دور کے محقق اعظم مولانا محمد حسین صاحب قبلہ دھکو نے بھی اصولِ الشریعہ کے ص ۲۲۷ پر تسلیم و تحریق فرمایا ہے کہ کبھی عالمِ ارواح میں سیدِ الاولیاء کو بھیج کر اپنے کسی برگزیدہ بنی کی مدد فرمائی ہو۔ مسئلہ بر محمد و آل محمد، رباعی

شامانِ جہان سب ہیں گداے حیدر ہے ابر کرم دستِ سخاے حیدر
یعقوب، خلیل، یوسف، آدم، نوح سب کی مشکل میں کام آئے حیدر

انبیاء علیہم السلام کی مدد پر ایک دو واقعے سن لیں۔ منقول ہے کہ ایک جن جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف لانے لگے وہ جن جناب امیر کو دیکھ کر گھبرایا اور اپنے کو چھپانے کے لئے چڑیا کی شکل میں ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے پناہ دیجئے، حضرت نے دریافت کیا کہ کس سے پناہ چاہتا ہے۔ عرض کی کہ اس جوان سے جو سامنے آرہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو اس قدر خائف ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا ہوں اور طوفانِ نوح میں کشتی نوح کو میں سوراخ کرنے لگا تھا کہ کشتی غرق ہو جائے ابھی میں نے اپنا مذوم کام شروع ہی کیا تھا کہ یہ جوان ظاہر ہوا، اور میرے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ میرا ہاتھ کٹ گیا، آنحضرت نے فرمایا بے شک تو درست کہتا ہے۔ واقعی یہ وہی جوان ہے۔

مدینۃ المعارض ص ۲، تفسیر البرہان جلد ۲ ص ۴۱۳، حقائق الوساط ص ۲۲۱

اسی طرح تفسیر البرہان جلد ۲ ص ۴۹ پر روایتِ تحریر کی گئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ

جناب امیر نے موسیٰ اور ہارون کی مدد کی

اور ہارون دونوں فرعون کے پاس تشریف لائے تو فرعون نے پہریداروں سے کہا کہ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ آنے پائے۔ مگر جب دونوں پیغمبر آگے بڑھے تو انہیں کچھ خطرات محسوس ہوئے فوراً ایک جوان شہسوار ان کی مدد کو آگیا اور فرعون سے کہا کہ ان دونوں پیغمبروں کی بات سنو اور نہ تجھے قتل کر دوں گا۔ فرعون نے ڈرتے ہوئے موسیٰ سے کہا کہ صبح کو جواب دوں گا۔ جب موسیٰ اور ہارون دونوں باہر چلے گئے تو فرعون نے پہریداروں کو بلایا اور غصے میں کہا کہ یہ جوان شہسوار ہمارے دربار میں کس طرح چلا آیا، کس کی اجازت تھی کہ اسے آنے دیا۔ پہریداروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ ان دو پیغمبروں کے سوا اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوا یہ جوان شہسوار جس نے موسیٰ اور ہارون کی مدد فرمائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ حقائق الوساخط ص ۲۲ بس قدرت نے علیؑ کے ذریعہ سے انبیاء کی مدد فرمائی۔ یعنی علیؑ نے تمام انبیاء کی مدد کی۔ چھپ چھپ کر مدد کی اور رسول خدا کی مدد چھپ کر بھی فرمائی اور اعلانیہ بھی فرمائی۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ظاہر ہے ایک صاحب نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی مدد ظاہر کیوں نہ کی تاکہ آج انکال و انکار کی گنجائش نہ رہتی۔ میں نے عرض کیا حضور ایک نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ظاہر فرمائی تو بے معرفت لوگوں نے خدا مانا اور مشرک ہو گئے آج بھی دنیا میں وہ مشرکین جنہیں لوگ نصیری کہتے ہیں موجود ہیں۔ جناب من ایک نبی کی ظاہری مدد پر یہ عالم ہے اگر سارے انبیاء کی مدد ظاہر بظاہر علیؑ کرتے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے لوگ آج دنیا میں توحید پرست نظر آتے۔

اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدد کے بارے میں ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ ایک روز جناب رسالتؐ کی خدمت اقدس میں ایک جن حاضر تھا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ جن نے جناب امیر علیہ السلام کو آتا دیکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں استغاثہ کیا اور عرض کی کہ مجھے اس جوان سے بچائیے حضرت نے فرمایا! اس جوان نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے؟ جن نے عرض کی کہ حضورؐ میں نے حضرت سلیمانؑ نبی سے سرکشی کی تھی تو انہوں نے کچھ جثات میری گرفتاری کے لئے بھیجے

جناب امیر نے

تھے مگر میں ان کے قابو میں نہ آیا۔ پھر یہ جوان میرے سامنے آیا اور مجھے ضرب لگا کر زخمی کر دیا اور گرتا رہ کر کے جناب سلیمانؑ کے پیش کیا۔ یا رسول اللہ! اس ضرب کا نشان دیکھئے ابھی تک باقی ہے۔ مدینۃ المعاجز ص ۲، حقائق الوسائط ص ۲۲۲ انبیاء علیہم السلام کی مدد جو امیر المؤمنینؑ نے فرمائی ہے اس کے چند نمونے بیان کرنے کے بعد اب جناب رسول خدا کی مدد کے دو واقعے ایک بزم کا اور ایک رزم کا عرض کر کے دامن تقریر سمیٹ لوں گا۔ بزم کی مدد سنجوب خداوند کریم نے حکم کیا۔ وَ اَشْذِمْ عَشِيرَتَكَ الْاَشْجَرِ بَیِّنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵ میرے حبیب اپنے قریبیوں کو ڈراؤ یعنی پہلے اقربین کو تبلیغ توحید کرو۔ پہلے الف والے اقربین کو سمجھاؤ پھر عترب عین دلے درست کرنا۔ اس حکم خداوندی کو پا کر آپ نے حضرت علیؑ کو دعوت کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ جناب امیرؑ نے سوا سیر گندم کی روٹیاں اور ایک ران بکرے کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا مہیا فرمایا۔ جناب رسول خداؐ نے عبدالمطلب کی تمام اولاد کو جمع کرنے کا حکم فرمایا جو وقت سیریا چالیش آدمی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے سب کو کھانا کھلایا اور کاسہ سے دودھ بھی پلایا۔ سب کے سب سیر ہو گئے اس معجزہ کو دیکھ کر ابولہب نے کہا کہ دیکھو محمدؐ کتنا بڑا جادوگر ہے ایک آدمی کا کھانا ہم چالیش آدمیوں سے بھی ختم نہ ہو سکا یہ سن کر تمام کے تمام اٹھ کر چلے گئے اور حضورؐ کو کہنے کا موقع نہ ملا اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا علیؑ دیکھا تو نے کہ اس شخص نے کیسی سبقت کی ہے محمدؐ کو بولنے ہی نہیں دیا اب پھر کل اسی طرح سامان کھانا تیار کرنا جیسا کہ آج تیار کیا ہے۔ دوسرے روز اسی طرح حضرت علیؑ نے کھانا تیار فرمایا اور پھر اولاد عبدالمطلب کو جمع کر کے کھانا کھلایا جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے تو اس وقت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری قوم تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ میں ایسی خیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو دنیا پر فضیلت حاصل ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری ہدایت کا حکم دیا ہے۔ کون شخص تم میں سے اس میں میرا شریک کار ہو کر میرا بھائی اور دھی اور خلیفہ بنا چاہتا ہے۔ حضرت کی اس تقریر کو سن کر سب خاموش تھے کہ حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ اس سلسلہ میں آپ کی مدد میں کروں گا۔ میں آپ کے دشمنوں کو نیزے مار دوں گا۔

میں آپ کے دشمنوں کی آنکھیں پھوڑ دینا اور ان کے پیٹ پیردوں کا ٹانگیں توڑ دینا گا۔ آنحضرتؐ نے اس وقت حضرت علیؑ کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: **يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَخِي وَ دَخِي وَ خَلِيْنِي فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ** اے علیؑ تو میرا بھائی ہے میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے دنیا اور آخرت میں۔ اے اولاد عبدالمطلب اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ از روئے تمسخر نہیں کر کھڑے ہو گئے اور ابوطالبؓ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کرو۔ تاریخ ابوالفدا ص ۳۳، تفسیر عمدة البیاد جلد ۲ ص ۴۹، خلفائے راشدین ص ۲۷۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اسلام کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جس سے کوئی مفسر و مورخ اور محدث انکار نہیں کر سکتا۔ دعوت ذوالعشیرہ میں نبی اکرمؐ نے اپنے تمام قریبیوں کو بلایا مگر خدیجہ الکبریٰ کو نہ بلا کر حضورؐ نے ثابت کر دیا کہ کل کوئی عقد کی وجہ سے قریبی ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ جب نکاح کی وجہ سے خدیجہ الکبریٰ قریبی نہ بن سکی تو اور کون ہے جو قریبی ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ دوسرا اس دعوت میں عورتوں میں صفیہ بنت عبدالمطلب۔ اُم ہانی فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت محمدؐ تو نظر آجائے گی مگر تین اور رسولؐ کی صاحبزادیاں دنیا کی کسی کتاب میں نظر نہیں آسکتیں۔ مسلمانو! اگر یہ صاحبزادیاں میدان احد میں نبی اکرمؐ کی شہادت کی خبر سن کر بتوں کی طرح نہ پہنچ سکیں تو تم نے کہا کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا اگر مباہلہ میں رسولؐ خدا کے ساتھ تشریف نہ لے گئیں تو تم نے انتقال کا ہی مہانہ فرمایا۔ اگر ہم نے کہا کہ وراثت رسولؐ اللہ پر بتوں کا ساتھ انہوں نے کیوں نہ دیا تو تم نے کہا کہ وہ پہلے مرحہ چھتیں اب دعوت ذوالعشیرہ میں بھی تو نظر نہیں آتیں۔ اب کوئی مہانہ نہ کرو۔ یا انہیں ات رہیں سے خارج کر دیا انہیں دعوت ذوالعشیرہ میں ثابت کرو۔ بس ذوالعشیرہ میں اکیسی بتوں کا ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ رسولؐ اللہ کی صلیبی ایک ہی بیٹی تھی اگر کوئی دوسری بھی بتوں کی مہن ہوتی تو ضرور دعوت میں شرکت فرماتی۔ مسلمانو! اگر رسولؐ اللہ کے قریبی دیکھنے ہیں تو دعوت ذوالعشیرہ میں غور سے دیکھو تو معاملہ صاف ہو جائے گا۔ صلوة۔

زہم کی مدد سن چکے تو اب ایک زہم کی مدد بھی سن لیں تاکہ اس انسان کا مکمل پتہ

چل جائے کہ اللہ کے دین کی اور رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ سنئے! ہجری پانچ اٹھذیقعدہ کو ایک جنگ مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہوئی اس جنگ کو جنگ خندق یا احزاب کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں عرب کی تمام طاقتیں جمع ہو کر مشعل اسلام کو گلے کر اچا ہتی تھیں۔ کتب تاریخ میں کم از کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ پچیس ہزار کفار بیان ہوتے ہیں۔ رسول خدا نے اپنی ظاہری قوت کو کمزور سمجھ کر مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خندق تیار ہوئی ادھر ابوسفیان پچیس ہزار کاشکر لے کر آ پہنچا۔ مشرکین نے بیس روز تک محاصرہ رکھا۔ آخر ایک روز کسی تنگ دل کی گھمادی ہوئی تنگ جگہ سے عمرو بن عبدود دو ساتھیوں بہت اندر آگیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر خیمہ رسول کے قریب آیا اور کہا اهل من مبارز ہے کوئی جو میرے مقابلہ کو آئے کہا مسلمانو تمہارا تو اعتقاد ایمان ہے کہ جو قتل کر دے وہ غازی ہو کر جنت جاتا ہے اور جو میدان جنگ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہو کر فوراً جنت چلا جاتا ہے آؤ جس کو جنت کا شوق ہے میری تلوار کی ٹوک میں تمہاری جنت ہے آؤ جس نے جلد جنت جانا ہے میں اسے فوراً جنت پہنچا دوں بس عمرو بن عبدود کا کلام سن کر اسلامی فوج کی حالت دگرگوں ہو گئی کَاَنْتُمْ عَلٰی رَاٰی سِیْفِہِ الْظَلِیْمِ اس طرح سر جھکائے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں کہتے ہیں عمرو بن عبدود نے خیمہ رسول میں کر نیزہ مارا اور گستاخانہ انداز میں کہا کہ اے محمد اگر کوئی اور جوان تیرا مقابلہ کو نہیں آتا تو خود باہر نکل کر میرے ساتھ جنگ کر آنحضرتؐ نے غصہ سے فرمایا مَنْ لِهٰذَا الْکَلْبِ دَلہ نِیَا بَقِیْ مَنْ بَعْدِیْ کون ہے جو اس کتے کو جواب دے اور میرے بعد میرا خلیفہ بنے آج نبی اکرمؐ نے امت کو سمجھا دیا کہ میرے جیسا خلیق و کریم انسان بھی اُسے کتا کہتا ہے۔ جو معصوم کے دروازے پر آکر گستاخی کرے یعنی نگاہ مصطفیٰ میں وہ کتا ہی ہے جو معصوم کے دروازے پر آکر گستاخی کرے۔ عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ لوگو یہ عمرو بن عبدود ہے ایک مرتبہ ہم طائفہ قریش کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا بہت سامان تجارت لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دھو لیے اسی اثنا میں عمرو بن عبدود

نے ایک شتر بچہ بچائے ڈھال ہاتھ میں لے کر شیر زیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا اس کا ان کی طرف منہ کرنا تھا کہ وہ سب کے سب مہاگ گئے اور ہم سلامتی سے گزر گئے میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمرؓ نے کس سیاست کے تحت عمرو بن عبدود کا تعارف اس انداز میں کرایا تھا۔ عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی پر تین مرتبہ حیدر کرار شیر خدا کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر کاٹ کر حاضر کروں۔ تیسری بار رسول اللہؐ نے فرمایا علیؑ جانتے نہیں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! وہ عمرو بن عبدود ہے تو میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ اس رسول اللہؐ نے اپنی زرہ اپنی عبا اپنی نعلین اپنی قبا حضرت علیؑ کو پہنائی اور خیمہ سے باہر لا کر اپنا عمامہ علیؑ کے سر پر رکھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! عمامہ بھی مولا علیؑ کے سر پر خیمہ میں رکھ دیتے، فرمایا عبا، قبا، نعلین کا میرے بعد جھگڑا نہیں ہوگا۔ جھگڑا ہوگا دستار کا۔ آج تمام صحابہ کے سامنے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر دنیا کو بتا رہا ہوں کہ میرے بعد میری دستار کا وارث یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ علیؑ میدان کو چلے کسی نے کہا شیر خدا جارہا ہے کسی نے کہا مولا مرتضیٰ جارہا ہے کسی نے کہا میرا پیشوا جارہا ہے کسی نے کہا جبریل کا استاد جارہا ہے کسی نے کہا محمد کا داماد جارہا ہے کسی نے کہا خدا کا خانہ زاد جارہا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا منہیں منہیں بلکہ بَدَدَ الْاِيْمَانِ كَلَّهٗ اِلَى الْكُفْرِ كَلَّهٗ کسی نے عرض کی ہوگی کہ مولا علیؑ کو تو کل ایمان ہے مگر عمرو بن عبدود کل کفر کیسے؟ فرمایا ہوگا علیؑ کے مقابلہ کو جو جو رہا ہوگا یعنی علیؑ کے مقابلے کو کل کفر ہی تو آتا ہے۔ ثابت ہوا کہ باپ کل ایمان ہے۔ اور بزبان معین الدین اجمیری۔

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ، دین است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ

سردار نہ داد دست و دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

بیٹا کل دین جو باپ سے پھر گیا وہ بے ایمان ہو گیا جو بیٹے سے پھر گیا وہ بے دین ہو گیا بسلاۃ علیؑ میدان میں آئے کائنات میں سناٹا چھا گیا۔ بہتے ہوئے دریاؤں کا دہراؤ کا گل کی بو رُکی۔ کلیوں کی چٹخ رُکی، خاروں کی خشک رُکی۔ سبزے کی لہک رُکی۔ پھولوں کی مہک رُکی

سورج کی چمک رُکی، ستاروں کی دمک رُکی، بادل کا شور رُکا، ہوا کا زور رُکا، گھڑی گھڑیاں رُکے۔ جبرئیل نے منادی کی لوگو میرے استاد کی جنگ دیکھو! بس حیدر کرار نے میدان میں اگر عمرو بن عبدود سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تیرا اعلان ہے کہ اگر کوئی تجھ سے تین باتیں کہے ایک ان سے تو مان جاتا ہے کہا کہ ہاں! فرمایا اسلام قبول کر لے کہا کہ ہرگز نہیں فرمایا واپس چلا جا کہا کہ ہرگز نہیں عرب کی عورتیں طعنے دیں گی کہ بھاگ آیا ہے۔ بُدل میدان سے بھاگتے ہیں۔ فرمایا میں پیدل ہوں تو بھی پیدل ہو کے میرے ساتھ جنگ کر عمرو بن عبدود فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور گھوڑے کو پے کر دیا کہ بھاگنے کی ندامت نہ اٹھانی پڑے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عمرو بن عبدود گھوڑے پر تھا تو نبی اکرم نے علیؑ کو گھوڑا کیوں نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آج علیؑ کو تمغہ کُل ایمان کا ملنے والا تھا اگر گھوڑا ساتھ ہوتا تو آج کا ملاں کہہ دیتا کہ کُل ایمان تو حضورؐ نے گھوڑے کو فرمایا۔ بس علیؑ کی تلوار چلی اور عمرو کے دو ٹکڑے ہو گئے صحابہ کی جان میں جان آئی، لگے نعرے پہ نعرے لگانے نبیؐ نے وجہ میں آکر فرمایا۔ صَدَبَةُ عِيَالٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الشَّقَايِينِ علیؑ کی خندق کے روز کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے صلوة ارے جس کی ایک ضربت کائنات کی عبادت سے افضل ہو تو اس کی تریسٹھ سال کی پوری عبادت کتنی بلند ہوگی۔ ثقلین میں انسان۔ حیوان۔ جن۔ فرشتے۔ پرندے۔ چرندے۔ نبی اوالعزم پیغمبر۔ سورج۔ ستارے۔ قمر حوریں غلمان سب کچھ ہے۔ مگر علیؑ کی ایک ضربت سب کی عبادت سے افضل، پھر خدا جانے کتنی افضل ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ردایت میں ہے کہ جناب امیر نے عمرو بن عبدود کو قتل کر کے اس کا لباس زرہ نہیں اتاری۔ لوگوں نے کہا تو فرمایا میں نے عمرو سے جنگ صرف ادر بس صرف رضائے الہی کسے کی ہے۔ جاؤ جس کو ضرورت ہے اس کا لباس اتار کر لے آئے۔ عمرو بن عبدود کی کی بہن بھائی کی لاش پر آکر حیران ہو کر کہتی ہے۔ قَسَلَهُ كَقَوْأِ كَيْفِمْ۔ میرے بھائی کا قاتل کوئی کریم انسان ہے جس نے لاش کی بے حرمتی نہیں کی۔ المبالس المرضیہ ص ۱۷ تاریخ البوہار

ان عبدود کی بہن

روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۰۹، رسول مقبول ص ۱۲۸، ارجح المطالب^{۱۸۶}، فضائل مرتضوی ص ۴۴
 لوگ حضرت علیؑ کے کلمات صحابہ کرام میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ خواہ مخواہ ہمارے
 واعظ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کا نام کلمہ میں کوئی نہیں۔ درود میں نہیں، اذان میں نہیں، نماز میں
 نہیں اقامت میں نہیں۔ صحابہ نے حرب۔ عنتر، عمرو بن عبدو کو قتل نہیں کیا۔ میں کہا کرتا
 ہوں لوگو! اتنی اونچی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ صحابہ کا نام تو جگنی میں بھی نہیں ہے
 جگنی لاشی ہے پہ جگنی بھی نام علیؑ والی ہندی آ، لوگو صحابہ کا مقابلہ کسی صحابی سے کرو اور
 علیؑ کا مقابلہ کسی علیؑ سے کرو۔ صلوٰۃ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے ہر
 نبی کی مدد چھپ کے کی اور رسول خداؐ کی مدد چھپ کر بھی کی اور ظاہر بھی کی۔ حضرت مولانا قبلہ
 علامہ حسین بخش صاحب نے تفسیر الانوار النجف کی جلد ۴ ص ۴۴ پر تحریر فرمایا ہے کہ دعوہ سائبہ
 میں بحار الانوار سے مروی ہے کہ جنگ احد کے روز ہاتھ سے حضرت رسالتؐ کو یہ نالہ پہنچی

نَادَ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ عَوَاتِلَكَ فِي التَّوَاتِبِ
 كُلِّ هَذِهِ وَغَيْرِ سَيَبْحَثِي بِوَلَائِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

ترجمہ: اے میرے حبیب علیؑ کو پکارو جو ظاہر ہونے عجائبات کا مرکز ہے۔ پائے گا تو اسے
 مددگار اپنے لئے، حاجتوں میں۔ ہر مصیبت اور غم ختم ہو جاوے گا۔ بطیف دلایت تیری
 کے يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ، کیوں مسلمانوں اب تو یا علیؑ کہنا حکم خدا اور رسولؐ سے ثابت
 ہو گیا کہ نہیں۔ صلوٰۃ رُباعی

بیٹھا ہے شکلات کے رستے میں ہمارے ادب و نصیب دیکھ علیؑ کو پکار کے
 مرحکا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا چھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ آثار کے
 اپنے اعتقاد کی رُباعی پیش خدمت ہے۔

پہلے یہ مان لے کہ ہیں مشکل کشا علیؑ پھر دیکھ تیرے واسطے کرتے ہیں کیا علیؑ
 ٹل جاتی ہیں ہماری تو ساری مصیبتیں ہم جب کبھی خلوص سے کہتے ہیں یا علیؑ
 ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ مولا علیؑ زندگی میں مدد کر سکتے تھے۔ شہادت کے بعد مدد
 نہیں کر سکتے اس سلسلہ میں دو ایک معتبر واقعات سن لیں۔ ۱۔ انبیا صحیحہ۔ ۲۔ ثابت ہو

چکا ہے کہ مرہ بن قیس نامی ایک کافر جو نہایت ہی مالدار و صاحبِ جاہ و مرتبت تھا، اس نے سنا کہ علیؑ ابن ابی طالب نے میرے بزرگوں کو قتل کیا ہے یہ دو ہزار مہار ساتھ لے کر نجف اشرف آیا کہ آپ کی قبرِ مطہر سے بے ادبی کرے۔ نجف کے لوگوں نے مقدور بھر شہر کی حفاظت کی آخر یہ ملعون چھ روز کے بعد روضہ اطہر میں داخل ہو گیا اور پکار کر کہا اے علیؑ اٹھ اور میرا مقابلہ کر تو نے ہی میرے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ آج بدلہ لینے آیا ہوں۔ بس اتنی گستاخی کرنی تھی کہ روضہ انور سے دو انگلیاں حیدر کمر کی ظاہر ہوئیں اور ملعون کو واصل جہنم کر دیا۔ فضائلِ مرتضوی ص ۳۸۵ یہ واقعہ اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار کرنا محالات میں سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دے کہ نجف میں مقیم ہے۔ وہاں تو مدد کر سکتا ہے مگر اور کسی جگہ پر مدد کرنا علی المرتضیٰ وائمہ کا وظیفہ نہیں ہے۔ میں ایک واقعہ جس کو سنی تاریخ فرشتہ نے بھی ص ۱۱۵ جلد ۲ مطبوعہ لکھنؤ۔ فتویٰ عزیزی جلد ۴ پر مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ شہنشاہِ دکن برہمن نظام شاہ جو ۹۱۴ھ سے ۹۶۱ھ تک بادشاہ رہا ہے۔ اس کا بیٹا عبدالقادر تپ حرقہ میں گرفتار ہوا، کافی علاج معالجہ ہوا حکماء کے علاج کر ڈالے کوئی فائدہ نہ ہوا برہمنوں کے بت خانوں میں صدقات بھجوائے۔ ہندو اور مسلمان سب سے دعائیں کرائیں مگر عبدالقادر کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ فرشتہ اجل کی انتظار ہونے لگی تو مولانا شاہ طاہر شاہ جو ایران سے دکن تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ محمد و آلِ محمد علیہم السلام سے استغاثہ کریں۔ یقیناً مدد کو تشریف لائیں گے۔ برہمن نظام شاہ نے مولانا طاہر شاہ سے ہدایت حاصل کر کے محمد و آلِ محمد کی سرکار میں فریاد کی ادھر عبدالقادر دم توڑ رہا تھا ادھر دعا قبول ہو گئی۔ رات کو جناب رسولِ خدا اور بارہ بزرگ تشریف لائے اور برہمن نظام شاہ سے فرمایا تیرا لڑکا ٹھیک ہو گیا۔ اپنا وعدہ پورا کرنا۔ اب جو بیٹے چہرہ پر باپ کی نگاہ پڑی تو بیماری غائب اور بچہ میٹھی نیند سو رہا ہے۔ برہمن نظام شاہ نے مذہبِ شیعہ اختیار کیا۔ اور علماء سے واقعہ بیان فرمایا۔ آج تک یہ خاندانِ شیعہ اتنا عشری چلا آتا ہے جو ہر قرنہ ص ۵ مصنف مولانا السید علی حیدر صاحب مرحوم و مغفور مدیر رسالہ اصلاح کھجوراد صوبہ بہار سبھان اللہ

خالق کائنات نے کتنے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ انسان پیدا فرمائے ہیں۔ اسی طرح ایک واقعہ قبلہ مفتی محمد عباس صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ نے نظم کیا ہے جس کو میں نے مع حوالہ تقریر میں درج کر دیا ہے۔

وہ عسلی جو دنیا کا مشکل کُشا تھا، مسلمانوں نے اس کی قدر نہ کی جن کی عزت و توقیر رسول خدا کرتے تھے۔ مسلمان انہیں کے درپے آزار ہوئے۔ مصائب بھی اسی سبب سے سینے! علامہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب تذکرۃ الخواص ص ۲۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بلخ میں ایک شخص اولاد علیؑ سے زہتا تھا اس کی ایک بیوی اور چند لڑکیاں تھیں۔ وہ شخص فوت ہو گیا اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں شہادتِ اعداء کے خوف سے اپنے بچوں کو لے کر سمرقند کی طرف چلی گئی۔ جب ہم سمرقند پہنچے تو سخت سردی تھی میں نے اپنی لڑکیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا اور اکیلی شہر کو چلی تاکہ ان کے کھانے کے لئے کوئی انتظام کر میں نے ایک جگہ لوگوں کو ایک شیخ کے گرو جمع دیکھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ رئیس شہر ہے میں نے آگے بڑھ کر اس سے اپنے حالات بیان کئے اس نے کہا کہ کوئی گواہ لے آؤ کہ تم اولاد علیؑ سے ہو۔ یہ کہہ کر رئیس نے اس سے منہ پھیر لیا میں مالوس ہو کر مسجد کی طرف واپس آ رہی تھی کہ راستہ میں چند لوگوں کو ایک شخص کے پاس دیکھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے کہ یہ ضامن البلاد یعنی شہر کا داروغہ ہے اور یہ مجوسی ہے میں نے بادل نخواستہ اس سے سوال کیا کہ میں سید زادی ہوں۔ میری بچیاں مسجد میں بیٹھی ہیں شہر کے رئیس نے اولاد علیؑ سے ہونے کے گواہ طلب کئے ہیں۔ پس اس مجوسی نے اپنے خادم کو آواز دی اور اسے کہا کہ اپنی مالکہ سے کہو کہ اپنا برقعہ اوڑھ کر آئے۔ جب اس کی بیوی آئی تو اس نے کہا کہ اپنی کنیزوں کے ساتھ جا کر مسجد سے اس عورت کی بچیوں کو لے آؤ وہ عورت سیدانی کے ساتھ گئی اور بچیوں کو ساتھ لے آئی ایک علیحدہ مکان لے دیا اور نہایت ہی اچھی طرح خاطر و تواضع کی۔ جب آدھی رات ہوئی تو۔ رئیس شہر مسلمان نے خواب دیکھا کہ میدان محشر ہے۔ لواء الحمد جناب رسالتؐ کے سر پر سایہ فگن ہے۔ اچانک اسے ایک محل زمر و سبز رنگ کا نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ کہا

ایک سید زادی کا ایک مجوسی کے ہاں مکان ہونا

گیا کہ یہ مسلمان موحّد کے لئے ہے اس نے آگے بڑھ کر رسول خدا کو سلام کیا۔ آپ نے
 منہ پھیر لیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو مسلمان ہوں۔ نبی اکرم نے غصے سے فرمایا
 اپنے مسلمان ہونے کا گواہ پیش کر اس نے عرض کی مولا اس وقت گواہ کہاں۔ فرمایا تو میری
 بچپنوں سے گواہ طلب کرتا تھا جا یہ مکان اس کو ملے گا جس کے ہاں میری بچپنیں مہمان ہیں پس
 وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگا اور روزنامہ شروع کیا آخر اس نے اپنے
 سارے غلام شہر میں دوڑا دیئے کہ کہیں اس سیدانی کا پتہ معلوم کرو۔ آخر اسے خبر ملی کہ وہ
 دروازہ شہر محوسی کے ہاں ہے یہ دروازہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک ہزار دینار لے لو اور
 یہ علویہ سیدہ میرے سپرد کر دو، محوسی نے کہا کہ اگر تو مجھے ایک لاکھ دینار دے تو بھی تجھے
 نہ دوں گا۔ زیادہ اصرار کرنے پر کہا کہ جو خواب تو نے دیکھا ہے وہی میں نے دیکھا ہے۔
 اور جو محل و قصر تو نے دیکھا ہے وہ میرے لئے قدرت نے تیار کر لیا ہے تو اپنا اسلام جلتا ہوا
 خدا کی قسم میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس
 سیدانی کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوئے اب ہم پر خدا کی رحمتیں برابر نازل ہو رہی ہیں اور
 رسول خدا نے ہمیں بشارت دی ہے کہ تم نے میری اولاد سادات کی عزت کی۔ لہذا جنت
 تمہارے لئے واجب قرار دی گئی ہے۔ مگر ہائے! مسلمانوں نے آل محمد کو ملامت مارا۔
 کوئی کر بلا، کوئی نجف، کوئی سامرہ، کوئی کاظمین کوئی شام اور کوئی طوس اور قم میں مدفون ہوا
 خلاصۃ المصاب ۳۴۲ - الا لعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم
 الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون ط

نویں مجلس

قرآن کی شان قرآن اور اہلبیت۔ نماز گناہوں سے روکتی ہے۔ جناب امیر
کی نماز۔ بنت رسولؐ کی ناراضگی۔ نماز جنازہ جناب سیدہؑ۔ منعم علیہم، مغضوب علیہم،
یا علیؑ مدو، سہل بازار شام میں۔ مصائب در دمشق۔ ہندو کا درباریں گناہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذَکُوۡا اَنۡتَ مُسۡرَاۡتُۭیۡمَکُمۡ بِہِ الْجَبَالُ اَوْ قُطِعَتۡ بِہِ الْاَرۡضُ اَوْ
کَلِمَۃٌ بِہِ الْمَوۡتُ ۙ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ الْاَمَرِ حَبِیۡمًا ط پارہ ۱۳ رکوع ۱۰۔ اور اگر تحقیق
کوئی قرآن ہو کہ چلائے جائیں اس کے ساتھ مہار اور تنگناستہ کی جائے زمین یا بلوائے جائیں
ساتھ اس کے مردے تو وہ یہی ہے بلکہ سارا معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے (ترجمہ علامہ
حسین نجفی صاحب قبلہ)

اس وقت ساری دنیا کی آبادی اڑھائی ارب کے قریب ہے جس میں سے مسلمان تقریباً
ستر کروڑ ہیں۔ ان ستر کروڑ مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قرآن پاک معجزہ ہے قرآن مجید کا
ہر فیصلہ اور حکم حق ہے کلام پاک کی ابتداء میں اس کا اپنا اعلان ہے لَا رَیۡبَ فِیۡہِ
اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جس نے قرآن پاک میں شک کیا وہ یقیناً کافر
ہے ارے جو صامت کتاب میں شک کرے وہ کافر تو جو ناطق قرآن میں شک کرے۔ وہ
کیا ہوگا۔ صلوٰۃ

مسلمانو! اگر یہ درست ہے ہاں یقیناً درست و صحیح ہے قرآن معجزہ ہے اس کا

قرآن کی شان

ہر حکم تقدیر الہی ہے تو یہاں میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے کہ میرے پڑھنے سے پہاڑ چلائے جاسکتے ہیں۔ زمین کی مسافتیں طے ہو سکتی ہیں قرآن پڑھ کر اللہ کے حکم سے مردے زندہ کئے جاسکتے ہیں۔ قرآن مجید کا دعویٰ اپنے مقام پر آج بھی حق ہے مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ یسین کو پڑھ کر زندوں کو مارا جاتا ہے۔ میں خود اس کا نامک ہوں کہ ہر مرنے والے کو سورۃ یسین سناؤ تاکہ وَكَلِّ شَيْئًا أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ یعنی یہ سن کر مرے کہ امام مبین کے پاس ہم شئی کا علم ہے۔ زندگی میں امام مبین کے خلاف رہا تو مرتے ہوئے تو سن کے جائے جب ہر شے کا علم ہے تو امام مبین میرے اعمال سے بھی واقف و آگاہ ہے۔ زندگی میں نہیں مانا تو شاید مرتے ہوئے ہی مان جائے۔ لوگو بے شک قرآن کی تلاوت سے پہاڑ چلائے جاسکتے ہیں۔ زمین کی مسافتیں طے ہو سکتی ہیں اور مردے بھی زندہ کئے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ قرآن کا وارث قرآن کی تلاوت کرے۔

اب میں حقیقت قرآن عرض کرتا ہوں کہ ہر چیز کے چار درجے ہوتے ہیں (۱) لفظی (۲) مکتوبی (۳) ذہنی (۴) چوتھا ہے حقیقی۔ مثلاً مجھے تقریر کرتے ہوئے پسینہ آگیا تو زبان سے کہتا رہوں رد مال۔ رد مال پسینہ خشک نہیں ہوگا یہ ہے لفظی رد مال۔ اگر کانڈ پر لکھ دوں تو بھی پسینہ صاف نہ ہوگا یہ ہے مکتوبی رد مال۔ تیسرا اگر رد مال کا نقشہ ذہن میں لے کر کھڑا ہو جاؤں تو پسینہ خشک نہ ہوگا یہ تینوں صورتیں ہیں رد مال کی مگر کامل فائدہ صرف چوتھی شکل صورت اصلی رد مال سے ہی ہوگا جب ہر چیز کے چار درجے ثابت ہیں تو اسی طرح قرآن مجید کے بھی چار درجے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں یہ مکتوبی قرآن ہے۔ حقیقی قرآن سنو! اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ هُوَ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ه لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ پارہ ۲۴ رکوع ۱۶ تحقیق وہ قرآن باکرات ہے۔ بیچ کتاب پوشیدہ کئے نہیں اس کو مس کرتے مگر مطہر لوگ۔ ہے۔ کوئی قرآن جو کتاب پوشیدہ میں ہے اور مطہرون کے بغیر وہاں تک کسی کی رسائی ہی نہیں ہے۔ تفسیر قادری جلد ۲ ص ۵۰۳ پر صاحب تفسیر تحریر فرماتے ہیں کہ اس قرآن پاک کو صرف معصوم ہی مس کر سکتے ہیں چونکہ فرشتے معصوم ہیں لہذا فرشتے اُس کو مس کرتے ہیں۔ حقیقی قرآن کتاب مَكْنُون

درجہ اول

میں ہے ایک اور آیت سنئے۔ بَلَىٰ هُوَ أَتَىٰ بِتَنبَإٍ فِي صَدْرِ الذِّكْرِ أَوْ تَوَالِ الْعِلْمِ پارہ ۲۷ رکوع ۱ بلکہ وہ آیتیں اُولُو الْعِلْمِ کے سینوں میں ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فِي صَدْرِ الذِّكْرِ اُولُو الْعِلْمِ کی تلاوت فرما کر اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ صدور ہمارے سینے ہیں جس میں قرآن کریم ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلَّذِينَ اُولُو الْعِلْمِ سے مراد ائمہ ہیں۔ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب حاشیہ ص ۸۲ بحوالہ کافی تفسیر عمدة البیان جلد ۷ علمائے خاصہ اور عامہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ قبر میں سورہ الملک وغیرہ انسان کی اس طرح حفاظت کرے گی۔ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو چھپاتی ہے وہ جس طرح بھی قرآن مجید کی شکل و صورت ہوگی۔ وہ ہے حقیقی قرآن اور یہ ہے مکتوبی قرآن، ہاں اس مکتوبی قرآن پاک کو بغیر وضو کے مس کرنا بھی حرام ہے اگر ضرورت پڑے اور وضو نہ ہو تو قرآن کے ورق کنارے سے پکڑ کر لٹٹے چاہئیں۔ ہاں میں قرآن پاک کی عظمت و طاقت بیان کر رہا تھا کہ اس کے پڑھنے سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔ مگر آج معاملہ اس کے برعکس ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارا حقیقت قرآن سے کامل تمسک نہیں ہے ورنہ مردے بھی زندہ ہوتے زمین کی مسافیت بھی طے ہوتیں اور پہاڑ بھی چلائے جاسکتے۔

روایت میں ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ جو شخص شتر بار سورہ الحمد کو مردے پر پڑھے تو مردہ زندہ ہوتا ہے فرمایا ہاں! صحیح ہے، ستر نہیں بلکہ سات مرتبہ پڑھنے سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ سائل نے حیران ہو کے کہا کہ کیا سات بار الحمد پڑھنے سے مردہ زندہ ہو سکتا ہے فرمایا بلکہ ایک بار پڑھنے سے بھی مردہ زندہ ہو سکتا ہے۔ سائل نے تعجب سے کہا یا بن رسول اللہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے فرمایا بلکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے بھی مردہ زندہ ہو جاتا ہے اس نے کہا فرزند رسول میں نے بار بار اس کا تجربہ کیا ہے مگر کوئی زندہ نہیں ہوا۔ فرمایا سورہ میں تو وہی اثر ہے مگر زبان کی نجاست سے کام بگڑ جاتا ہے اس نے کہا کہ مولا مجھے مردہ زندہ کر کے دکھلائیے فلاں شخص مرا پڑا ہے۔ اسے چل کر زندہ کر دیجئے فرمایا چلو

سورہ الحمد کو مردہ زندہ ہوا

جب حضور وہاں پہنچے تو لوگوں نے سنا کہ امام نے سورہ الحمد صرف ایک مرتبہ تلاوت فرمایا اور مردے سے کہا تَعْرَبَا ذِی اللہ وہ فوراً بستر مرگ سے اٹھ بیٹھا آپ نے سائل سے کہا کہ قرآن جیسی پاک کتاب کے لئے اس جیسا پاک تاری ہونا چاہیے صلوٰۃ تحفۃ الابرار علیہ اور سنیے! ابی خالد کا بی بیجی بن ام الطویل سے نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ آنجناب نے اس سے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا ابھی ابھی میری والدہ نے انتقال کیا ہے وہ مالدار تھی مگر وہ اپنے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کر گئی اور نہ ہی اس کا کوئی اتہ پتہ بتا گئی ہے۔ البتہ اس نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی تجہیز و تکفین سے قبل آپ کو اس کی موت کی اطلاع دوں یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا چلو اس مومنہ کے پاس چلیں چنانچہ سب لوگ اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ عورت مردہ حالت میں کپڑے میں ڈھانپی ہوئی پڑی ہے۔ امام علیہ السلام نے چند کلمات زبان اندس سے تلاوت فرمائے ابھی امام علیہ السلام کا کلام ختم ہوا تھا کہ قادر مطلق نے عورت کو زندہ کر دیا وہ کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی اور امام کو دیکھ کر عرض کی اُدْخِلِ الْبَيْتَ يَا مَوْلَايَ۔ میرے مولا اندر تشریف لائیے۔ چنانچہ امام عالی مقام اندر تشریف لائے اور نکیہ پر بیٹھ گئے۔ اس مومنہ سے فرمایا کہ وَصَّيْتُ بِكَ اللہ خدام پر رحم کرے اپنی وصیت کر اس نے عرض کی، یا بن رسول اللہ میرے پاس اتنا مال ہے جو فلاں جگہ رکھا ہے۔ اس کا تیسرا حصہ تو میں آپ کی نذر کرتی ہوں تاکہ آپ جہاں مناسب سمجھیں اپنے محبتوں میں صرف فرمادیں اور دو حصے اپنے اس بیٹے کو دیتی ہوں بشرطیکہ آپ کے نزدیک آپ کے محبتوں میں شامل ہو ورنہ یہ بھی آپ کا مال ہے۔ فَلَا حَقَّ لِلْمُحِبِّينَ فِيْ اَمْوَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ کیونکہ مخالفین کا اہل ایمان کے مال میں کوئی حق نہیں ہے پھر اس مومنہ نے امام علیہ السلام سے التماس کی کہ آپ ہی میرا جنازہ پڑھیں اور تجہیز و تدفین کا خود انتظام فرمادیں۔ اس کے بعد امام کو سلام کر کے سابقہ حالت کی طرف لوٹ گئی یعنی مرگئی۔ سعادت الدارین ص ۶۹ صلوٰۃ، حقیقت قرآن کے حامل۔ کر بلا

عورت کا زندہ ہو کر وصیت کرنا

کے میدان میں حُر سے میرے مولانا فرمایا تھا۔ رباعی

میں ہوں حسین مجھ پہ ونا کو بھی ناز ہے میری عطا پہ اہل خطا کو بھی ناز ہے

تقدیر کی لکیر سمجھ میرا فیصلہ میری رضا پہ حق کی رضا کو بھی ناز ہے

بھائیو! قرآن مجید سے ان ہی لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے جن کے قلوب عظمت قرآن سے لبریز ہوں اور جو لوگ قرآن پاک کو صرف کاغذ اور سیاہی تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ان کا اعتقاد ہے کہ قرآن مجید ایک عربی زبان کی کتاب ہے جس کی حقیقت سے ہر انسان واقف و آگاہ ہو سکتا ہے اس کے لفظوں کو دہرانے سے

نہ تو کوئی فائدہ ہی ہے اور نہ ہی نقصان ہوتا ہے تو بس واقعی ایسے لوگوں کو قرآن پاک سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں بطور تسلی کے ایک روایت ہی سن لیں۔

چنانچہ اکبر نہاد ندوی نے کتاب خزینۃ الجواہر کے ص ۲۸۵ و ص ۵۷۲ میں کتاب جامع النورین سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین کے کسی صحابی کا ایک ہاتھ ایک جنگ میں کٹ گیا،

پس وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے مقام پر جوڑ کر کچھ

پڑھا پس وہ تندرست ہو گیا اور خوشی سے چلا گیا جب دوسرے روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی حضور میرے دست بریدہ پر آپ نے کل کیا پڑھا تھا کہ وہ تندرست

ہو گیا آپ نے فرمایا میں نے سورۃ فاتحہ کو ہی پڑھا تھا تو اس شخص نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا اچھا آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھا تھا۔ بس یہ کہنا تھا کہ اس کا وہی ہاتھ اسی مقام

سے دوبارہ جڑا ہو گیا اور مرتے دم تک ویسے ہی رہا۔ بے شک تلاوت قرآن پاک سے تو مردے زندہ ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ قاری کے دل میں عظمت قرآن موجزن ہو مصلوۃ

تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۷ عباد بن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مومن کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے آپ نے منہ پھیر لیا۔ میں نے آپ سے تین دفعہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا مومن کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اگر اس کھجور کو اپنے

پاس بلائے تو کھجور بھی چل کر آجائے۔ عباد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ کھجور جو دہاں موجود تھی اس نے اُنے کیلئے حرکت شروع کر دی حضرت نے اشارہ کر کے فرمایا مٹھو جاکلیف ذکر کنوز المعجزات ص ۷۱

بس قرآن مجید معجزہ ہے مگر معجزہ ملک اشادے کی ضرورت ہے اسی لئے تو خدا کے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چیزوں کے تسک کا حکم دیا ہے ایک قرآن دوسرے دارش، قرآن یعنی اپنے اہل بیت، بس لفظ ہوں قرآن پالنے کے اور اشارہ ہو اہلبیت کا تو زمین کی مسافیتیں بھی ملے ہو جائیں گی۔ مرنے بھی زندہ ہو جائیں گے اور پہاڑ بھی چلائے جا سکیں گے۔ ادیب اعظم قبلہ مولانا سید ظفر حسن صاحب کراچی نے مصباح المجالس جلد ۲ ص ۸۱ پر آیت کی تفسیر قول رسول اللہ سے بیان فرمائی ہے کہ آیت سے مراد آل محمد ہیں یعنی آل محمد ذلک الکتب لا ریب فیہ آل محمد اور یہ کتاب وہ ہیں جن میں کوئی شک شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ المجالس المرضیہ اور ان دونوں سے متقیوں کو ہدایت ہوتی ہے۔ اگر اکیلا قرآن ہی کافی ہوتا تو حضور پر نور حدیث ثقلین بیان نہ فرماتے۔ بس ان دونوں سے جس قدر جی چاہے معجزے طلب کر دیکھو میں آتے جائیں گے۔ صلوة

اب میں قرآن مجید کی حقیقت کے بعد دوسری حقیقت نمازی کی پیش کرتا ہوں تاکہ معاملہ بالکل صاف ظاہر ہو جائے۔ **سُئِيَ بِإِنْ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ** پارہ ۱۲ کو ۱۱ یقیناً نماز منع کرتی ہے۔ بے حیائی سے اور نامعقل سے اور البتہ اللہ کی یاد بہت بڑی شے ہے اس فرمان خداوندی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے کیوں مسلمانو! قرآن پاک سے تو اعلان ہے کہ نماز گناہوں سے روکتی ہے تو پھر کیا شاہد بھی ایسا ہی ہے کہ نمازی گناہ نہیں کرتے یعنی نماز بڑے کاموں سے روکتی ہے لہذا نمازی بڑے کام ہی نہیں کرتے کیونکہ نماز روکتی ہے اب اگر کوئی نمازی گناہ کرتا ہوا دکھائی دے تو دو باتوں سے ایک بات تو ممانی پڑے گی۔ یا تو یہ مانو کہ قرآن پاک کا دامن صداقت سے خالی ہے اور ایسا خیال کرنا یقیناً کفر ہے تو پھر دوسرے پہلو ہے کہ جو نماز گناہوں سے روکتی ہے وہ کوئی اور نماز ہے جس کے ادا کرنے سے گناہ پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی نماز بھی پڑھتا رہے اور گناہ سے بھی باز نہ آئے تو سمجھو کہ اس نے نماز نہیں پڑھی بلکہ عادت پوری کی ہے لہذا عادت اور شے ہے عبادت اور شے ہے صلوة تفسیر عمدة السیماں جلد ۲ ص ۲ نیز معصوم نے فرمایا کہ نمازی اپنے گناہوں پر نگاہ ڈالے بس جس قدر اس نے گناہوں سے اجتناب کیا اسی قدر اس کی نماز بارگاہ احدیت میں قبول ہوئی۔ لطیفہ: ساہیوال شہر میں کچھ عرصہ میں پیش نماز رہا۔ میرے ایک دوست مغربین کی نماز میں بلاناغہ تشریف لایا کرتے تھے۔ میں ان کی اس روش سے نہایت ہی خوش تھا ایک مرتبہ وہ مغربین کی نماز پر اس وقت تشریف لائے کہ

نماز باجماعت ہو چکی تھی انہوں نے مسجد میں تشریف لا کر جماعت کے پہلے ہو جانے کا افسوس ظاہر کیا میں نے عرض کیا کوئی حرج نہیں نماز نہ رادھی بھی تو ہو سکتی ہے ثواب ہی کم ہوگا واجب تو ادا ہو ہی جائے گا کہا نہیں مولانا میں جماعت میں شامل ہو کر اطمینان سے دن بھر دکان کا حساب بھولا ہوا یاد کر لیتا ہے مگر آج موقع ہاتھ سے نکل گیا تو یہ حالت ہے۔ ہماری نمازوں کی اور جو حقیقی نمازی ہیں ان کی نماز کا انداز ہی نرالا ہے ادھر اسی حجرے کو آگ لگی جس میں نماز ادا فرما رہے تھے آگ کے شعلے اٹھے لوگوں نے آگ کو بجھایا اور نمازی اطمینان سے نماز ادا کرتا رہا۔ نماز کے بعد میرے آقا حضرت علیؑ زین العابدینؑ فرماتے ہیں چونکہ میں نماز میں مصروف تھا۔ دنیا کی آگ کا علم ہی نہ ہو سکا۔ سبحان اللہ مصباح المجالس جلد ۱ سنی و شیعہ دونوں فرقوں کے علماء فخر سے تحریر فرماتے ہیں کہ کسی جنگ میں حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے پائے اقدس میں ایک تیر پیوست ہو گیا تھا اور جب اس کو نکالنا چاہتے تھے تو آپ کو سخت اذیت ہوتی تھی۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جانے دو جب علیؑ سجدے میں ہو تو تیر نکال لیں لہذا جب میرے مولانا نے نماز شروع کی تو سجدے کی حالت میں تھے کہ تیر نکال لیا گیا۔ مصلیٰ خون سے تر ہو گیا۔ نماز کے بعد فرمایا خدا کی قسم علیؑ کو پتہ ہی نہیں کہ تم نے تیر کب نکالا ہے مصباح المجالس جلد ۲ ص ۵ صلوٰۃ میں اس واقعہ پر مفتیان دین سے استفسار کرتا ہوں کہ تیر نکلنے سے مصلیٰ خون سے تر ہو گیا اور نمازی نماز ادا ہی کرتا رہا اور یقیناً یہ خون لباس مرتضیٰ سے مس ہوا ہوگا۔ کیا وضو ٹوٹ گیا کیا نماز دوبارہ آپ نے ادا فرمائی یا یہ نماز کامل و اکمل نمازوں میں سے ہے۔ لوگو! یہ توجید رکرا کی نمازوں میں سے ایک نماز کا ذکر ہے۔ ادھر ایک اور بزرگ کی نماز بھی سنئے! ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ نماز مغرب حضرت عمرؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے قرأت نہ پڑھی جب نماز کے بعد ہم نے قرأت کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے میں اس وقت شام کی طرف قافلہ روانہ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ منزل بہ منزل طے کر کے شام تک پہنچا۔ حکم مہ سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز میں بھی ایسا ہوا تو نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے عبدالرحمن بن عوفؓ پیچھے گیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوا اور پوچھا کہ

نماز

جناب التیر کے پائے اقدس سے تر

کیا تو نے رسول اللہ کو ایسا کرتے کبھی دیکھا ہے کہ نماز میں قرأت نہیں پڑھی۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں بھول گیا ہوں کیونکہ میں اس وقت ایک قافلہ شام بھیج رہا تھا۔ پھر خیال ہی خیال میں اس کو دہاں سے واپس مدینہ تک لایا۔ چنانچہ دوبارہ اذان کہی گئی اور نماز دوبارہ ہوئی اور بعد از نماز برسرِ اجلاس حضرت عمر نے اپنا عند بیان کیا۔ اسی طرح عبدالرحمن بن اسود سے مروی ہے کہ حالت نماز میں حضرت عمر جو پیشِ دارا کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ حضرت عمر کو نسیان طاری ہو گیا تو ایک شخص کو پیچھے کھڑا کر دیتے تھے اور پھر اس کی یاد دہانی سے رکوع و سجود اور قیام کیا کرتے تھے۔ کنز العمال المجالس المرفیہ ص ۳۲۶ دوسری طرف کی ایک روایت اور سنی لیس، تاکہ معاملہ کی صفائی میں کمی باقی نہ رہے۔

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سلمانؓ روتے ہوئے درتبول پر آئے اور جناب سیدہ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا آج انتقال ہو گیا۔ فرمایا کیسے؟ عرض کی کہ محراب مسجد میں مسجد کی حالت میں بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ بتولؓ نے فرمایا: سلمانؓ پریشان نہ ہو ہماری اکثر نمازیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔ مصباح المجالس جلد ۲ ص ۵۷ میرے مولا کے بارے میں خود حضرت عمر کا بیان ہے۔ **هُوَ الْبَتَّاءُ فِي الْخِرَابِ لَيْلًا - هُوَ الضَّحَاةُ فِي الصُّبَّاءِ**۔ بازار موت میں مسکانے والا اور محراب مسجد میں رونے والا ابوالحسن سے بڑھ کر کوئی بشر نہیں ہے۔ ثنابت ہو گیا کہ بسبب نماز کا اعتراف دلالت نہ ہو نماز ایک عادت سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ملاں لوگ نماز تو پڑھتے ہیں مگر حقیقت نماز کے دُیری اور دشمن بنے ہوئے ہیں۔ سادہ مزاج لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد نہ مانگو ورنہ مشرک بن جاؤ گے غیر از خدا سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اور نماز کی آیت **إِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ** ہر زور شور سے پیش کی جاتی ہے کہ تم کم از کم ستر بار ایک دن میں مسجد میں با وضو ہو کر نماز کی حالت میں کعبہ کو منہ کر کے خدا سے کہتے ہو۔ بار الہا تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ پھر یا علیؑ مدد یا رسول اللہؐ اور کئی کے کیا معنی یہی تو شرک ہے۔ مولیان حیدر کرار سے عرض ہے کہ اسی آیت میں اس سوال کا جواب بھی ہے۔ سنئے! کیوں مسلمانوں تم وضو کر کے مسجد میں کھڑے

ہر کعبہ کو منہ کر کے ہی نہیں بلکہ کعبہ کے اندر بھی کہتے ہر بار الباقی صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو بس کہتے جو کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو وعدے کے مطابق صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر ناز، اذان، کلمہ، درود وغیرہ میں محمدؐ اور محمدؐ کا نام نہ آئے دو صرف اللہ کے نام پر ہی عبادت کو تمام کر کے دکھاؤ مسلم تو وعدے کے پکے رہو اذان کہو مگر محمدؐ کا نام نہ آئے پائے در نہ مشرک ہو جاؤ گے کلمہ پڑھو مگر محمدؐ کا نام نہ آئے دو ورنہ مشرک بن جاؤ گے اقامت کہو مگر محمدؐ کا نام نہ آئے دو نماز پر لیکن شہد میں محمدؐ اور محمدؐ درود نہ بھیجو ورنہ مشرک بن جاؤ گے۔ مولانا ایتانک نعبد سے انہیں نکال دو کہیں مشرک نہ بن جاؤ گے

کہا نہیں ان کا ذکر ہی تو خدا کی عبادت ہے۔ میں نے کہا بالکل درست ہے ان سے مدد مانگنا ہی تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔ ارے جب تم ایتانک نعبد سے انہیں نہیں نکال سکتے تو ایتانک نستعین سے ہم کس طرح نکالیں تم ایتانک نعبد سے انہیں علیحدہ کر دو پھر ہم ایتانک نستعین سے خدا رکھنے کی تجویز کریں گے۔ رباعی

کہتے ہم زبان سے جب یا علیٰ مدد مشکل کشا زمانے کے حق ولی مدد آجاتے ہیں مدد کو دینے سے مسطفی کرتا ہے مشکلات میں رب جلی مدد

ارے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ کہو یا علیٰ مدد۔ ہوگی اللہ کی عبادت کہو یا علیٰ مدد کہو یا حسین ہوگی اللہ کی عبادت۔ لوگو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی تو ہے۔ ذکرا عینی عبادۃ۔ صواعق حرقہ و فضائل مرتضوی ص ۱۶۱ رباعی عرض ہے۔

علیٰ سے پہلے عبادت کا انتظام نہ تھا ادب رسول کا خدا کا احترام نہ تھا نماز قائم بھی ہوتی تو کس طرح ہوتی خدا کا گھر تو تھا لیکن امام نہ تھا (صلوٰۃ)

اس کے بعد نمازی پڑھتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اس آیت کا ترجمہ مسلمان کے دونوں فرقے علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں جناب مولانا رفیع الدین محدث الہست ترجمہ فرماتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ اور شیعہ عالم مولانا مقبول احمد صاحب کا ترجمہ ہے۔ خاص راہ حق پر ہم کو ثابت قدم رکھیو۔ ایک فرقہ سیدھی راہ کی تمنا کرتا ہے اور دوسرا فرقہ سیدھی راہ پر قائم رہنے کی خدا سے دعا کرتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سیدھی راہ کی طلب کرنے والے

سورہ حمد کے ختم ہونے پر آمین کہتے ہیں کہ پالنے والے ہماری دعا قبول فرما کر سیدھی راہ کی ہدایت کر دے اور شیعہ چونکہ سیدھی راہ حاصل کر چکے ہیں وہ اس نعت کے حاصل ہونے پر سورہ حمد کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہہ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ بس جس جس کو سیدھی راہ ملتی جاتی ہے وہ آمین کو چھوڑ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا شروع کر دیتا ہے۔ صلاۃ۔ اب میں صراطِ مستقیم کی وضاحت قرآن مجید سے عرض کرتا ہوں۔ قرآن مجید اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۱۲ رکوع ۵ تحقیق پروردگار میرا اور سیدھی راہ کے ہے۔ ثابت ہوا کہ صراطِ مستقیم نیچے اور پروردگار اس کے اوپر ہے اور سُخِّیْ ! لَیْسَ ہِیَ الْفُرَاتُ الْحَکِیْمُ ہِیَ اِنَّکَ لَیْسَ الْمُرْسِیْنَ ہِیَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۲۲ رکوع ۱۸ اے سید قسم ہے قرآن حکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے۔ اور اوپر راہ سیدھی کے ہے اس فرمان باری تعالیٰ سے بھی ثابت ہوا کہ جناب نئی المرتبہ اور سیدھی راہ کے ہیں۔ بس دوہستیاں ہیں ایک خدا تعالیٰ دوسرے حبیبِ خدا دونوں راہ مستقیم کے اوپر ہیں باقی تمام کائنات صراطِ مستقیم کے نیچے ہے۔ مسلمانو! انبیاء علیہم السلام بھی صراطِ مستقیم کے اوپر نہیں بلکہ صراطِ مستقیم کے طرف ہیں۔ قرآن۔ وَفَبَشِّرْهُ بِأَشْهَقَ وَیَعْقُوبَ ط کَلَّا هَدْیَناہُ وَنَحْنُ قَبْلُ وَہِیَ دُورٌ یَّتَبَدَّلُ دَاوُدَ وَسُلَیْمَانُ وَآیُوبَ وَیُوسُفَ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ہِیَ وَذَکِیْرًا دِیْحٰی وَعِیْہِ وَآلِیَاسَ ط کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ہِیَ وَاسْمٰعِیْلَ وَیَسَعَ وَکُؤُوسَ ط وَکَلَّا فَضَلَّنا عَلٰی الْعَالِیْنَ ہِیَ وَہِیَ اَبَاثِہُمْ وَذُرِّیَّتِہُمْ وَارْحَمَ اِیْہُمْ ہِیَ وَاجْتَبٰیہُمْ وَهَدٰیْناہُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ پارہ ۴ رکوع ۱۲ اور دئیے ہم نے پہلے اس سے اور اولاد اس کی میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو اور ذرا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو ہر ایک صالحین سے تمہارا اسماعیل کو اور الیع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو بزرگی دی ہم نے اوپر عالمین کے اور بالوں ان کے

سے اور اولاد ان کی سے اور بھائیوں ان کے سے اور پسند کیا ہم نے ان کو اور ہدایت کی ہم نے ان کو طرف راہ سیدھی کے اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ ہر نبی کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے۔ صراط مستقیم کے اوپر صرف خدا اور رسول ہی ہیں دیگر انبیاء علیہم السلام صراط مستقیم کی طرف ہیں۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت سنئے! قَالِ فُتَاٰ اَصْحٰٓؤُا۟ عَلٰی مَشْرِیۡقَیۡہِمْ مَّشْرِیۡقَہُمْ ۚ پاره ۱۲ رکوع ۳۰ کہا کہ یہ راہ ہے اوپر میرے سیدھی، اس ترجمہ سے تو معلوم ہوا کہ اب راہ اوپر اور اللہ تعالیٰ نیچا ہو گیا۔ یعنی کبھی راہ اوپر کبھی خدا اوپر۔ ملاں جو چاہے ترجمہ کریں مگر میرے آقا مولا جناب علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ صراط مستقیم سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی ہیں۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد ص ۵۲۲، نیز تفسیر برہان میں مناقب ابن شاذان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے عرض کی حضور آپ تو علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں اَنْتَ رَیْضٌ بِمَنْزِلَةِ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ مَّوْءِنٰی، حالانکہ قرآن مجید میں ہارون کا ذکر موجود ہے۔ اور علی علیہ السلام کا نہیں ہے تو آپ نے جو لوگ کہ فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تیرا قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مَّشْرِیۡقَہُمْ ۚ تفسیر انوار النبی جلد ۵ ص ۱۸۶ صلوٰۃ بر محمد و آل محمد، مناقب خوارزمی میں ہے کہ حسن بصری بھی اس آیت کو علیؑ ہی پڑھا کرتے تھے۔ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید فرمان علی ص ۴۲، اب تاجدار رسالت کی حدیث سنئے!

يَا عَلٰی اَنْتَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ وَمِیْزَانُ الْاَعْمَالِ۔ مصباح المباحث جلد ۴ ص ۴۰

اے علیؑ تو ہی صراط مستقیم ہے اور تو ہی عمل کی میزان ہے۔ اس کے علاوہ صراط المستقیم کے حروف ہیں چودہ معلوم ہوا کہ چودہ کا راستہ سیدھا ہے۔ جس پر قائم رہنے کی ہم لوگ دعا مانگتے ہیں اور دوسرے بزرگ اس راستہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہتے ہیں پالنے والے ہمیں سیدھا راستہ دکھلا خدا کرے! ہمیں بھی یہ راستہ مل جائے۔ صلوٰۃ

آگے ہے صِرَاطُ الَّذِیۡنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۚ راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر ان کے میرے اللہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں ہمیں اُن کے راستے پر قائم رکھنا، اب علمائے کرام سے عرض ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں جن پر خدا

تعلّے نے انعام کیا ہے اور نعمت سے کیا مراد ہے کیا ان کا راستہ طلب کرتے ہو جن کے پاس گندم زیادہ ہے۔ جن کے پاس روپے کی فراوانی ہے پھر تو یقیناً قارئین کے راستہ کی دعا مانگتے ہوں گے یا مربیعہ اور حکومت والوں کا راستہ تلاش کر رہے ہو۔ کیوں بھائی روس کا راستہ مانگتے ہو یا امریکہ کا، جاپان کا راستہ مانگتے ہو یا چین کا فرانس کا راستہ مانگتے ہو یا برطانیہ کا، بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کی دعا مانگتے ہو اور وہ انعام کی نعمت کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر ان کی نشاندہی تو کرنا مفسرین جن کا پاہیں راستہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ انعام والے ہیں مگر مجھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب البیان ہی ماننا ہے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ علیؑ کے شیعہ ہیں یعنی علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت و محبت جن کے قلوب میں راسخ ہے وہ ہی لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے تفسیر عمدة السببان جلد ۱ ص ۱۵۱ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی انعام والوں کی فہرست ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَدْ اَتَىٰ سَبِيلَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالطَّاهِرِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولَٰئِكَ رَفِیْعًا ۝ پارہ ۵ رکوع ۶ اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی ہے اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقیوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ صلوة۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبین سے مراد جناب رسول خدا اور صدیقیین اور شہداء سے مراد ہم ہیں اور صالحین سے مراد تم ہو۔ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد۔

اور عبید بن جراح رضاعی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ہر امت میں ایک صدیق اور فادق ہوتا ہے اور اس امت کے صدیق اور فادق علیؑ ابن ابی طالب ہیں ماخوذ حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب ص ۱۵۱ پس ثابت ہوا کہ حقیقی انعام الہی کے مالک و وارث محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں جن کے راستہ پر قائم

رہنے کی ہم لوگ دعا مانگتے ہیں اور دوسرے بزرگ اس راستہ کی تلاش میں کوشاں ہیں۔
حضرت جی شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ثواب فرمایا ہے

سرگروئے تمام زندانم آبروئے عاشقان مستانم
بادی سالکان عرفانم من سب کوئے شیریں دانم
نیز رباعی عرض ہے :-

ہم آل محمد کی دلا رکھتے ہیں پروانہ جنت بخدا رکھتے ہیں
بگڑی بن جاتی ہے کہنے سے نادعلی موسیٰ کی طرح ہم بھی عصا رکھتے ہیں

تذکرۃ الخواص کے صفحہ ۷۷ پر علامہ سبط ابن جوزی رسول خدا کی حدیث نقل فرماتے ہیں
يَا عَلِيُّ اَنْتَ ذُو شَيْعَتِكَ هُوَ النَّازِدُونَ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اے علیؑ! تو اور تیرے شیعہ ہی کامیاب و کامران ہوں گے۔ مودۃ القربی ص ۷۷ مسلمان نماز
میں جن کے راستہ کی تمنا واجب سمجھتے ہو۔ نماز کے بعد کیوں ان سے انکار کرتے ہو۔

آگے ہے غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الْفَاسِقِينَ میرے اللہ جن پر تیری ذات
غضبناک ہے اور جو لوگ گمراہ ہو گئے ان کے راستہ سے ہمیں بچانا۔ اب ہر مسلمان پر واجب
ہے کہ ان کے راستہ سے بچے جن پر خدا تعالیٰ غضبناک ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ اب کیسے پتہ
چلے کہ خدا تعالیٰ فلاں بزرگ پر غضبناک ہے کیونکہ ہم تو خدا تعالیٰ تک پہنچ نہیں سکتے اور
نہ ہی باری تعالیٰ کو فی شکل و صورت رکھتا ہے وہ تو کَیْسَ كَمِثْلِهِ شَیْءٌ کا مصداق ہے
اے نہ ہی خدا ہماری طرح خوش ہوتا ہے اور نہ ہی ہماری طرح غضبناک ہوتا ہے۔ کیونکہ
ہمارے غصہ کی حالت میں چہرے کے آثار اور ہوتے ہیں اور خوشی کے وقت کیفیت اور
ہوتی ہے اور تغیر و تبدل ملاں میں تو اسکا ہے خدا کی ذات تو اس سے بلند بالا اور ارفع و
اعلیٰ ہے۔ لوگو! جس کی شکل و صورت میں تبدیلی واقع ہو جائے وہ کسی مسجد کا ملاں تو ہو سکتا
ہے مگر خدا واحد لا شریک نہیں ہوگا۔ تو بس اللہ تعالیٰ کی رضا و مرضی کے معلوم کرنے کا ایک
ہی طریقہ ہے قرآن شریف: اَنْ تَقُولَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ شَیْءٍ خَلَقْتَهُ وَتَجِبُ عَلَیْکَ اَللّٰهُمَّ فَاتَّخِذْ عَلَیَّ ذَلِکَ
اللہم پارہ ۳ رکوع ۱۲ میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو

شہباز قلندر

رباعی

منصور علیہم السلام اور خلائق

تو میری پیروی کرو اس سے ثابت ہوا کہ رسول خدا کی پیروی و خوشنودی خدا کی دلیل ہے اور شیخ! مَنِ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ پارہ ۵ رکوع ۸ جو کوئی اطاعت کرے رسول کی پس یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی پس ان دونوں آیتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جس نے رسول اللہ کو راضی و خوش کیا لہذا اس سے خدا راضی و خوش ہو گیا اور جس نے رسول خدا کو ناراض کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ یعنی رسول اللہ کا غضب اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اب حدیث نبوی پر غور کریں۔ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مَعِيَ كَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي شُكْرُ شَرِيف جلد ۳ ص ۲۴ یہ حدیث متفق علیہ ہے فرمایا فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور قرآن رہنمائی کرتا ہے کہ جس نے محمد کو غضبناک کیا اس نے قہر الہی کو دعوت دی تو اب بتول ہی سے پوچھ لو بی بی آپ کس کس پر غضبناک ہیں تاکہ ہم ان ان لوگوں کو چھوڑ دیں کیونکہ فاطمہ کا غضب خدا کا غضب ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر غضبناک ہوا وہ ابدی جہنمی اور لعنتی ہی ہوگا۔ کیوں مسلمانو بتول! ان سے راضی گئیں جنہوں نے کہا کہ بی بی آپ مسئلہ سے بھول گئیں کیا فاطمہ ان پر خوش گئیں جنہوں نے سیّدہ سے کہا کہ تیرے گواہ قابل قبول نہیں کیا رسول اللہ کی بیٹی ان سے راضی گئی جنہوں نے دروازے پر آگ لگانے کی دھمکی دی۔ استغفر اللہ مولانا شبلی نعمانی جو مسلمانوں میں شمس العلماء کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں وہ اپنی مشہور کتاب الفاروق کے ص ۱۲۲ پر فخر سے تحریر فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں علامہ طبرسی نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اس طرح جمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر کو آگ لگا دوں گا مولانا شبلی صاحب آگے فرماتے ہیں اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم درایت کے اعتبار سے اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمر کی تندہی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ ایک منصف مزاج خود بخود فیصلہ کر لے گا کہ کیا اس بزرگ پر بتول راضی

گئی تھیں یا اپنے جنازہ میں بھی ان کو شمولیت سے منع کر دیا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ————— حکام خلافت نے جنازہ بتوں میں شرکت کی تھی مگر میں ایک روایت نقل کر کے عقل کے مدعیان سے انصاف چاہتا ہوں کہ بتاؤ بتوں ان پر غضبناک ہے یا کہ منہیں روایت سنیں! علامہ طبری نے دلائل الاماتہ میں محمد بن ہمام سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو جناب فاطمہ زہراء کے انتقال کی خبر ملی تو وہ سب بقیع میں آئے وہاں ان کو چالیس جسید قبر پر نظر آئیں۔ اس وجہ سے ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان قبروں میں سے کونسی قبر جناب فاطمہ کی ہے تو ان کو بہت رنج ہوا اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے نبیؐ نے فقط ایک لڑکی ہی تو چھوڑی تھی دفات بھی پاگئی دفن بھی ہو گئی اور تم نہ اس کی رحلت کے وقت حاضر ہوئے اور نہ اس پر نماز پڑھی یہاں تک کہ تم اس کی قبر سے بھی واقف منہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر حکام خلافت نے کہا کہ جاؤ مسلمانوں کی عورتوں کو بلا لاؤ اور وہ ان قبروں کو کھودیں تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ فاطمہ کی کونسی قبر ہے پھر ہم ان پر نماز پڑھیں اور ان کی زیارت کریں۔ یہ خبر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو بھی پہنچی، آپ غصے میں بھرے ہوئے آنکھیں سرخ، رگھائے گردن غصے سے پھٹی ہوئیں اور زرد قبا اوڑھے ہوئے جو آپ ہمیشہ گھسان کی لڑائی میں اوڑھا کرتے تھے اور اپنی سنگی تلوار ذوالفقار پر تکیہ کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے لوگوں پر رعب و خوف چھا گیا اور کہنے لگے دیکھو کس غصے کی حالت میں علی ابن ابی طالب تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں خدا کی قسم کھا کے کہ اگر کسی نے ایک پتھر بھی ان قبروں کا اکھاڑا تو میں اس کی گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا۔ اب حکام خلافت ٹھنڈے پڑ گئے اور ان میں سے ایک شخص نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کو کیا ہوا ہے اور آپ کا کیا نقصان ہے کہ ہم تو اس لئے قبر فاطمہ کو اکھیڑنا چاہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں پر مکہ مارا اور برہنہ تلوار کو زمین پر زور سے دے مارا اور فرمایا کہ میں نے اپنا حق تو صرف اس وجہ سے چھوڑا کہ اس کے لینے کے لئے تلوار نہ اٹھائی کہ لوگ مُرتد

نماز جنازہ بتا رہے ہیں

منہیں

ہو جاتے لیکن قبر فاطمہؑ۔ تو اس قادر مطلق کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے اگر تو نے یا تیرے اصحاب نے ایک ڈھیلا بھی اس قبر سے اٹھایا تو میں اس زمین کو تم سب کے خون سے سیراب کر دوں گا پس اگر چاہتا ہے تو لے سامنے آجا۔ اب دوسرے صاحب جو نرمی سے گفتگو کرنے والے تھے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر بولے کہ رسول خداؐ کے حق کی قسم اور اس کے حق کی قسم جو عرش کے اوپر ہے ہم اب یہ کام نہ کریں گے کہ جس سے تم ناراض ہوتے ہو یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے اور پھر کسی نے ادھر کا خیال نہ کیا۔ اعیان الشیعہ المجملہ ج ۱ ص ۵۲۹ طبع ثانی ماخوذ سیرت حضرت فاطمہ زہراؑ اس ایک ہی روایت سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ کی بیٹی کس کس ہزرگ پر غضبناک گئی ہے۔

کیا رسول اللہ کی بیٹی ان لوگوں پر راضی ہوگی جنہوں نے رسول اللہ کی بیٹیوں کو در بدر پھرایا۔ منتخب میں ہے کہ سہل بن سعد شہر روزی کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے شام سے گزرا جب شہر میں داخل ہوا کیا دیکھا کہ مکانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں دکانیں بند ہیں، گھوڑے زین و لگام سے آراستہ ہیں جا بجا پھریرے اڑ رہے ہیں۔ بازاروں اور گلیوں میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ کہیں جگہ نہیں ملتی۔ ہر شخص لباس ہائے پُر تکلف پہنے خوش خوشن پھرتا ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے۔ سہل کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے تعجب سے دریافت کیا کہ آج کو؟ عید کا دن ہے یہ اہل شہر اس قدر کیوں خوشیاں کر رہے ہیں اس نے کہا شاید تو مسافر ہے مگر ایک شخص نے عراق میں ہمارے خلیفہ یزیدؑ پر خروج کیا تھا یزیدؑ نے اس پر فتح پائی ہے یہ اُسی کی خوشی ہے میں نے پوچھا اس خروج کرنے والے کا نام کیا تھا اُس نے کہا کہ حسینؑ ابن علیؑ جو نبی کا نواسہ اور فاطمہ الزہراؑ کا فرزند تھا اس نے کہا ملوں وہی حسینؑ مارا گیا میں نے کہا دے ہو تم پر کیا ان کا قتل کافی نہ ہوا کہ تم نے نام بھی ان کا..... رکھا ہے افسوس یہ کیسی مسلمانی ہے کہ نواسہ رسولؐ کو قتل کر کے خوشیاں مناتے ہو اس نے کہا خاموش ہو جاؤ بھی ان کی حمایت کا ایک کلمہ منہ سے نکالتا ہے اس کا سرتن سے جُدا کر دیا جاتا ہے۔ سہل کہتا ہے کہ میں ڈر کے

قیدی فاطمہؑ و مشتاق ہیں

مارے چپ ہو گیا، اتنے میں کیا دیکھا کہ بڑے دروازے سے طبل و نشان داخل ہوئے لوگوں نے کہا کہ اسی دروازے سے سر بھی داخل ہوں گے۔ میں وہاں ٹھہر گیا۔ جس قدر سر قریب آئے جاتے تھے لوگ زیادہ خوش ہوتے تھے اتنے میں سر امام حسین علیہ السلام ظاہر ہوا جس سے نور مثل نور رسول خدا ساطع ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنا منہ پیٹ لیا گریبان چاک کیا اور سیدانیوں کی بے کسی پر مچھوٹ مچھوٹ کر رونے لگا کیونکہ شتران بے کجاوہ پر سرنگے محمد کی بیٹیاں و اُمّ محمد و اعلیاء و اخشاف و اُخا طیفہ و اَحْسِنَا یا رسول اللہ کاش کہ آپ ہماری اس حالت کو دیکھتے اور ہمارے بچے جوان اور بوڑھے سب شہید کر دیئے گئے اور ہمارے سردوں سے چادریں تک اتار لی گئیں۔

سہل کہتا ہے کہ ان قیدی بیبیوں میں ایک بی بی حضرت عباسؑ کو بار بار پکارتی تھی میں نے پوچھا یہ کون خاتون معظمہ ہے تو معلوم ہوا کہ جناب امیر المؤمنین کی بیٹی اُم کلثوم ہے میں نے قریب جا کر باواز بلند کہا السّلام علیکم کیا اَہْلَ بَیْتِ النَّبُوۃِ وَّمَعْدِنِ الْیَسَّالَةِ لے اہل بیت نبوت اے معدن رسالت تم پر میل سلام ہو، انہوں نے کہا تو کون ہے جو اس حال خراب میں ہم مصیبت زدوں پر سلام کرتا ہے حالانکہ جب سے ہمارے بھائی مارے گئے آج تک سوائے تیرے کسی نے ہم پر سلام نہیں کیا میں نے رو کر عرض کیا اے میری شہزادی میں سہل بن سعد ہوں میں آپ کے نانا رسول خدا کا صحابی ہوں کیونکہ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ جناب اُم کلثوم نے فرمایا سہل دیکھتے نہیں، کہ ان ملعونوں نے محمد کا بھرا گھر اُجاڑ دیا۔ ہمارے مردوں کو شہید کر دیا۔ میرے بھائی حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہم کو مثل کنیزوں کے قید کیا اور اونٹوں پر بٹھا کر بازاروں میں لئے پھرتے ہیں جن پر نہ کجارہ ہے اور نہ ہمارے سردوں پر، چادریں ہیں کہ نامحرموں سے اپنے چہروں کو بچا سکیں۔ اے سہل اگر ممکن ہو تو ان لوگوں کو جو سردوں کو لئے ہوئے ہیں کہہ دو کہ آگے چلے جائیں تاکہ لوگ ان سردوں کو دیکھنے میں مشغول ہوں اور ہم ان کی نظروں سے نکل جائیں۔ سہل کہتے ہیں میں ان لوگوں کے پاس گیا جن کے پاس سردوں والے نیزے تھے اور بہت متنت و سماجت کی کہ سردوں کو ذرا آگے لے جائیے

سہل بازار شہر میں

مگر اشقیاء نے میری ایک نہ مانی بلکہ حکم دیا کہ سرور کو قیدیوں کے ارد گرد رکھو تاکہ تماشا بنی
 زیادہ جمع ہوں۔ سہل کہتا ہے کہ میرے ساتھ ایک نصرانی بھی بیت المقدس کی زیارت
 کو جا رہا تھا اور تلوار اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا اس نے جب سر امام مظلوم سے
 تران پاک کی اس آیت کو سنا لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ۔
 پارہ ۱۲ رکوع ۱۹ جو کچھ ظلم کرتے ہیں اُن سے خدا کو غافل ہرگز نہ جانو۔ نصرانی حیران ہو کر
 سوچنے لگا کہ یہ کس نبی کا گھراؤ ہو گیا ہے کہ لوگ تو معتبروں پر تران پڑھتے ہیں مگر یہ
 نوک نیزہ پر اکیلا سر تلاوت کر رہا ہے کہتے ہیں کہ اس نصرانی کی ایک کم سن سہیلی نے
 باپ کا دامن پکڑ کر کہا بابا یہ اکیلا ہی قرآن نہیں پڑھ رہا بلکہ وہ معصوم سر جو نوک نیزے
 پر بلند ہے بابا وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتا کر رہا ہے ہاٹے یہ کس ماں کی گود اُجڑ گئی بابا اس
 معصوم نے کسی کا کیا بگاڑا ہو گا؟

عزادارو! نصرانی حیرت سے کہنے لگا یہ تو ہمارے عیسے سے بھی کوئی بلند شخصیت ہے
 یہ سوچ کر میرے قیدی امام کے قریب آیا اور عرض کی۔ قیدی بتاؤم کس شہر کے رہنے
 والے ہو امام نے فرمایا مدینے کے کہا کہ وہی مدینہ جس میں مسلمانوں کا نبی رہتا تھا فرمایا ہاں
 نصرانی کہتا ہے ادبے حیا مسلمانو! تم نے اپنے نبی کے پڑوسی کا بھی خیال نہ کیا پھر نصرانی
 کہتا ہے قیدی اللہ واسطے بتاؤ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے امام کی چیخ نکل گئی، فرمایا
 میں محمد مصطفیٰ کا نواسہ ہوں نصرانی کہتا ہے کیا آپ فرزند رسول ہیں فرمایا ہاں بس اتنا سنا
 تھا کہ قدموں پر گر کر کہا قیدی کلمہ پڑھا اور اسی وقت کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ
 وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ ط اس کے بعد تلوار کو کپڑوں سے نکال کر اشقیاء
 پر ٹوٹ پڑا۔ یہاں تک۔ ایک جماعت کثیر کو داخل جہنم کیا آخر بہت سے لوگوں نے اس مرد
 مومن کو گمیر کر شہید کر دیا۔ عزادارو! جب اس غریب کا سر کاٹ کر نوک نیزے پر بلند کیا
 تو جناب اتم کلثوم کا منہ مدینے کی طرف پھر گیا اور عرض کی نانا اس امت سے تو کوئی غیرتمند
 نہ نکلا مگر ایک نصرانی آیا ہے جس نے آپ کی بیٹیوں کی پروے کی حمایت میں اپنی جان
 دی ہے۔ اصحاب الیمین ص ۱۶۷ الواح الاحزان جلد ۳ ص ۳۶۹ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۲۳۷،

صاحب مناقب نے لکھا ہے اور ابو مخنف وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یزیدؓ عنید نے سر مبارک امام مظلوم کو اپنے قصر کے دروازے پر لٹکانے کا حکم دیا اور اہلبیت کو اپنے گھر میں ہندہ کی پیشی کے لئے بلوایا، عزا دارو! جب جناب زینبؓ کو معلوم ہوا کہ اب ہمیں ہندہ کے سامنے پیش ہونا ہے تو گھبرا کر فرمایا بیٹا سچاؤ میرے لئے موت کی دعا کرو، بیٹا میں ہندہ سے جا کر کیا کہوں گی کہ میں عباس کی بہن اُجڑ کر آئی ہوں امام نے فرمایا پھوپھی اماں فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت پیدا کر دے گا منقول ہے کہ ادھر قید خانہ سے رسول اللہؐ کی بیٹیاں چلیں ادھر ہندہ نے شہر کی رئیس عورتوں کو بلا کر سُنبھری کر سیوں پر بٹھایا شاہی دربار لگایا اور عورتوں سے کہا کہ چند قیدی عورتیں میرے دربار میں آ رہی ہیں، جب میں اُن سے بات کر دوں تو تم اُن کا مذاق اڑانا لکھا ہے کہ ہندہ کو بیٹھے بیٹھے اپنی گری پر غوغا کی سی آگئی خواب میں کیا دیکھا کہ جناب فاطمہؓ زہراؓ کے سر کے بال کھٹے ہیں گریبان چاک ہے سر میں خاک ہے اور ہندہ سے فرمایا ہندہ تجھے بادشاہی یاد ہے زینبؓ اُجڑ کے آگئی، بس ہندہ کی آنکھ کھٹی تو کیا دیکھا کہ قیدیوں کا قافلہ دروازے سے اندر داخل ہوا، ہندہ دوڑا اور سر پیٹ کر پوچھا، بیویو! تم میں رسول اللہؐ کی بیٹی زینبؓ ہے جناب زینبؓ نے فرمایا، اَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيٍّ ہندہ میں زینبؓ ہوں ہندہ دوڑ کر قدموں پر گری عرض کیا بی بی عباسؓ کو کیا ہوا فرمایا ہندہ میرا بھرا گھر تم لوگوں نے اُجاڑ دیا، عباسؓ کے بازو کٹ گئے۔ اُسے فرات کے کنارے پھوڑا آئی ہوں اور حسینؓ کی لاش پر شقیاء نے گھوڑے دوڑائے اس کے بعد ہندہ دھتر عبد اللہؓ ابن عامر روقی ہوئی باہر نکل آئی اور چیخ مار کر کہا اور یزیدؓ تو نے سر فرزند رسولؐ میرے دروازے پر لٹکایا ہے یزیدؓ یہ حال دیکھ کر دوڑا اور چادر اس کے سر پر ڈال دی ہندہ نے کہا اولمعاون اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھانے کا خیال ہے اور محمدؐ کی بیٹیاں کھٹے سر بازو میں پھرا رہی ہے۔ بحار الانوار جلد ۱ حصہ ۲ صفحہ ۴

اللعنة الله على القوم الظالمين - وسیع علم الذین ظلموا ای متقلب یقلبون

دسویں مجلس

جنّ و انس کی غرض خلقت، عبادت کا مفہوم، سلمان فارسی کی عبادت
حُبّ علیؑ، مرضات اللہ، امامیۃ العلم و علیؑ بامبہا کے شکات، امام موسیٰ
کاظم علیہ السلام اور ایک راہب، سلونی سلونی، ابن جبریلؑ، خولہ کا قصہ
اونٹ تھا یا اونٹنی، اونٹوں کی گواہی، حلالی و حرامی کا معیار (ربط مصائب)
تعداد ہاشمیان، درکر بلا دشام سادات کشی۔ امام حسن کا زندہ شہزادہ
دیواریں، ساٹھ سادات کا قاتل، روزے کا تارک۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ (یعنی جن و انس کی غرض خلقت عبادت
خدا ہی ہے) جب صانع کسی چیز کو تاج، منعت عطا کرتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی غرض اور
مقصد ہوتا ہے۔ ہر شئی کے معرض وجود میں آنے کی کوئی علت غائی ضرور ہوگی ورنہ بنا نیولے
کو سوائے بے عقل اور احمق کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔ مسلمانو! صانع حقیقی نے بے مقصد
کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی۔ ہر شئی اپنے وجود میں کوئی نہ کوئی غرض رکھتی ہے۔ مگر جنّ اور
انسان کی غرض خلقت کو قرآن مجید میں واضح الفاظ میں قدرت نے بیان فرمایا ہے ارشاد
ہوتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ پارہ ۲۷ رکوع ۲ اور نہیں
پیدا کیا ہم نے جنّوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے پس ثابت ہوا کہ جنّ اور انس کی

غرض خلقت صرف اور صرف عبادت الہی ہی ہے۔ صلوٰۃ، اگرچہ دانس عبادت خدا کے علاوہ کوئی اور کام کریں گے تو ظاہر ہے کہ وہ منشاء قدرت کے خلاف ہو گا کیونکہ ان دونوں گروہوں کا وظیفہ تو بس عبادت پروردگار ہی ہے۔

اس مقام پر ایک مشکل مسئلہ کو حل کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ مفہوم عبادت کیا ہے۔ کیا صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرہ ہی عبادت خدا ہیں اور بس اگر ایسا ہی ہے تو پھر دنیا میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے قدرت کے حکم اور منشاء کے مطابق زندگی بسر کی ہو۔ کیونکہ ہر نبی، ولی بلکہ تاجدار رسالت نے بھی دنیا کے کام کثرت سے کئے ہیں ریوڑ چرائے ہیں۔ بازار سے سودا سلف لایا کرتے تھے۔ مزدوری کیا کرتے تھے تجارت کے لئے شام تک سفر بھی کیا گیا ہے تو اگر عبادت کا مفہوم دعویٰ وہی ہے جو آج کا ملاں بیان کرتا ہے تو کائنات میں ایک انسان بھی نہیں کہ جس نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہو۔ ماننا پڑے گا کہ عبادت خدا صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام خدا کی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کے تحت کیا گیا ہو اور اگر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف نماز، روزہ، حج وغیرہ بھی ہو تو یہ بھی عبادت خدا نہیں ہوگی بلکہ عادت ہی شمار ہوگی۔

احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو پورے سال روزے رکھتا ہو۔ حضرت سلمان فارسی نے عرض کی کہ یا حضرت میں ہوں جو تمام سال کے روزے رکھتا ہوں پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو رات بھر جاگتا اور عبادت کرتا ہو پھر سلمان فارسی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ہوں جس کی ساری رات عبادت خدا میں بسر ہوتی ہے اس کے بعد آنحضرت نے تمام صحابیوں سے مخاطب ہو کر تیسرا سوال کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو روزمرہ ایک ترکان ختم کرتا ہو۔ سب خاموش رہے مگر سلمان فارسی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ہر روز ترکان مجید ختم کرتا ہوں یہ سن کر عمر بن الخطاب کو غصہ آیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ فارسی ہم قریشیوں پر فخر کرنا چاہتا ہے

اور جھوٹ بولتا ہے اکثر میں نے دیکھا ہے کہ یہ روزے سے نہیں ہوتا کیونکہ دن کو کھاتا پیتا ہے اور بہت راتیں ایسی گزر گئی ہیں کہ بالکل سویا رہتا ہے اور ایسا میں نے کئی بار دیکھا ہے اور بہت سے دن ایسے گزر جاتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھتے نہیں دکھائی دیتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ سلمان فارسی کی مثال لقمان کی سی ہے جسے شک ہو خود اس سے سوال کرے سلمانؓ جواب دے گا عمر بن الخطاب نے فوراً سوال کیا تو سلمانؓ نے جواب دیا کہ تم عبادت کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے۔ سنو میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں اور باری تعالیٰ کا حکم ہے مَنْ جَاءَكَ بِالْحَسَنَةِ فَكَهْ عَشْرًا مِثْلِهَا پارہ ۸ رکوع ۷ جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ لہذا میرے تین روزے تیس روزوں کے برابر ہیں اور باقی روزے میرے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں بلکہ میں تو اس سے بہت زیادہ روزے رکھتا ہوں کیونکہ سارے شعبان کے روزے رکھ کر ماہ رمضان المبارک کے روزوں سے وصل کر دیتا ہوں۔ رہا رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا سورات کو سوتے وقت میں وضو کر لیتا ہوں اور حضرت رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن چکا ہوں کہ جو شخص رات کو با وضو سوئے گا اُسے ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رات بھر جاگتا رہا ہو اور عبادت کرتا رہا ہو۔ تیسرا قرآن مجید کے ختم کے بارے میں بھی سُن لو کہ میں روزانہ تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھ لیتا ہوں اور اس کی نسبت جناب رسولؐ خدا سے سُن چکا ہوں کہ آنحضرتؐ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ یا علیؑ تیری مثال میری امت میں دہی ہے جو سورۃ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی قرآن مجید میں۔ یعنی جو شخص قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کو ایک بار پڑھتا ہے تو اُسے ایک تہائی قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور جو دو مرتبہ پڑھتا ہے اُسے دو تہائی قرآن مجید پڑھنے کا اور جو تین مرتبہ پڑھتا ہے اُسے پورے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح یا علیؑ جو تیرا زبانی دوست ہے اس کا تہائی ایمان کامل ہے اور جو تیرا زبانی دوست بھی ہے اور دلی دوست بھی ہے اس کا دو تہائی ایمان کامل ہے اور جو تیرا زبان سے بھی دوست ہے اور دل سے بھی اور ہاتھ سے بھی تیری نصرت کرتا ہے تو اس کا ایمان پورا

سورہ زمر

۱۷۶

اور کامل ہے یا علیؑ جس نے تجھے سچائی کے ساتھ ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس کے حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اہل زمین تیرے اس طرح خوب ہوتے جیسے آسمان کے ستارے تو خدا کسی کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا۔ تہذیب الاسلام ص ۲۱۲ سلمان فارسی کی اس تقریر کی تصدیق حضرت عمرؓ کی زبانی سنو! حدیث عن عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَجْمَعَتِ النَّاسُ عَلَى حُبِّ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللَّهُ النَّارَ مَوْدَةَ الْقُرْبَىٰ مِنْهُ ۖ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر لوگ علیؑ ابن ابی طالب کی محبت پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ صلوة مبغض علی کے لئے رباعی عرض ہے

بندہ خدا کا سیّدِ احمدؑ کا ہے برادر بعد از خدا بنی کے ہر شبیٰ یہ ہے یتادر
مولا علیؑ کے دشمنِ من نے نتیجہ اپنا تیرا قصور کیا ہے خانجہ تیری مادہ نعیمی

بس مفہوم عبادت ہے خدا کے حکم میں زندگی بسر کرنا اگر خدا تعالیٰ کا حکم ہے تو ہل چلانا بھی عبادت اور اگر خدا کے حکم کے خلاف ہے تو مسجد میں جانا بھی گناہ ہے کسی رند نے کیا خوب اس مطلب کو ایک شعر میں نبھایا ہے سنو! کسی نے یہ شعر پڑھا ہے

زائد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر

یادہ جگہ بتا کہ جہاں پر حسد نہ ہو

یعنی ہر جگہ خدا تعالیٰ کی ذات والا صفات موجود ہے پس مسجد ہو یا مندر، گھر ہو یا دکان، میدان ہو یا جنگل، سفر ہو یا حضر، عرش ہو یا فرش تو جہاں بھی شراب پی جائے گی وہاں خدا تعالیٰ کی ذات موجود ہی ہوگی۔ زائد نے اس کا جواب کہاں دینا تھا ایک رند نے اس شعر کا جواب شعر ہی میں دیا۔

مسجد میں نہ پی یہ پینے کی جا نہیں منافق کے دل میں پی کہ یہاں پر خدا نہیں

(صلوة)

تجارت کرنا عبادت ہے اگر منشا الہی سے ہو، نماز پڑھنا گناہ ہے اگر ترتیب الہی کے خلاف ہو قرآن سنو! وَجُودًا يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةً ۝ عَامِلَةً تَأْصِبَةً ۝ تَضَلُّ

كَارَاحَامِيَّةً ۞ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ اَنْبِيَا۟ بِاَرِه ۳۰ رُكُوع ۱۳ اُكْتَنَ مِنْهُ اسْوَءٌ
ذَلِيلٌ هُوَ نَظَرٌ هُوَ، عَمَلٌ كَرَنَ دَلَّ دَاخِلٌ هُوَ كَ اُكْ جَلَّتِي مِيں اُور پَلَا نَے جَلُوں كَے
كُھولتے چشْمَے، كِيوں مَسْلَمَانوں يِه نَازِي كِيوں جَهَنَّمَ كُو كُئِے حَالَانِكِه نَازِ تُو مَوْنِ كِي مَعْرَاجِ
هَے مَعْلُومُ هُوَا كِه اِن كِي نَازِ اس لَئِے نَازِ كَا دَرَجَہ حَاصِلُ نَہ كُ رَسْكِي كِه خُدا كَے حَكْمِ كَے خِلَافِ
نَازِ اَدَا كِي كُئِي تَهِي۔ بَس حَقِيقَتِي عِبَادَتِ هَے اَللّٰهُ تَعَالٰى كَا حَكْمُ وَنَشَأُ، مِيں كِهْتَا هُوں كِه اِكْر
حَاكِمُ نَے عَدَالَتِ كَے كَمَرِے مِيں اَللّٰهُ كَے حَكْمِ كَے مُطَابِقِ فَيَصْلُهُ صَادِرُ كِيَا تُو عَيْنِ عِبَادَتِ
هُوَ كِي اُور اِكْر كَرْمِي كَا رُوزَہ مَبْهُي اس كَے حَكْمِ كَے مُطَابِقِ اَنْجَامِ نَہ دِيَا تُو بَے فَايْزَہ هُوَا۔
حَدِيثُ: رَبِّ صَايِمٍ كَيْسَ حَقْلُهُ مِنَ الصَّوْمِ اِلَّا الْجُوعُ وَالْعَطَشُ۔

مَعْلُومُ عِبَادَتِ هَے

الْمَجَالِسُ الرِّضْوِيَّةُ ۳۰ بِعَنِي بَعْضُ رُوزِے دَارِ اَيْسَے مَبْهُي هُوَتَے هِيں كِه رُوزَہ سَے اس كَا
حِصْصَہ سَوَابُے مَبْهُوكِ اُور پِيَاكِسِ كَے اُور كُچھ مَبْهُي مَنْهِيں هُوَا كَرْتَا اُور سَنُوَا مُزْدُورِي اِكْر خُدا
تَعَالٰى كِي حَمْدُ كَرْتَے هُوَئِے كِي جَائِے تُو عِبَادَتِ اُور اِكْر قُرْبَانِي مَبْهُي خُدا كِي نَشَا كَے خِلَافِ هُوَا
تُو عَادَتِ قُرْآنِ لَنْ يَنْتَالَ اَللّٰهُ لِحُكْمِهَا وَكَادِ مَا قُذِّهَا وَلَكِنْ يَنْتَالَ اَللّٰهُ التَّقْوٰى
مِنْكُمْ ۱۴ رُكُوع ۱۲ هَر كَرْنَه پَنِيچَے كَا اَللّٰهُ كُو كُشْتِ اِن كَا اُور نَہ لَهْوَانِ كَا وَلِيكِنْ مَنِيچَے
كِي اس كُو پَر مَنِيچَے كَارِي مَبْهَارِي۔ اس مُخْتَصَرِ سِي كَزَارَشِ كَے بَعْدِ عَرْضِ هَے كِه جِبِ رُوزِ رُوشِنِ
كِي طَرَحِ ثَابِتِ اُور وَاضِحِ هُوَا كِه اَللّٰهُ تَعَالٰى كِي نَشَا كَا دُوسَرَا نَامُ هَے عِبَادَتِ تُو هَمِيں عِلْمِ
كَيْسَ هُوَا كَے كِه يِه كَامِ خُدا كِي نَشَا كَے مُطَابِقِ هَے اُور يِه كَامِ اس كَے حَكْمِ كَے خِلَافِ
هَے اَبِ اَيْسَے عَالَمِ كِي تَلَاَشِ كَرِيں كِه جُو يِه عِلْمِ رُكْھَتَا هُوَا كِه يِه قُدْرَتِ كِي نَشَأُ هَے اُور يِه
اس كِي رِضَا مَنْهِيں هَے اُو اَللّٰهُ تَعَالٰى كِي رِضَا سَے وَاقِفِ كَا دَامِنِ پُكْرُ لِيں۔ حَقِيقَتِ
عِبَادَتِ كَا عِلْمِ هُوَا جَائِے كَا۔ قُرْآنِ نَے اَيْكِ اَدْمِي كِي طَرَفِ رِضْوَانِي كِي هَے جُو رِضَا تِ اَللّٰهُ سَے
فِيضِيَابِ هَے وَمِنْ الشَّارِبِ مَنْ يَكْثُرُ مِي لَفْسَهٗ اِتِّبَاعًا مَرْضَاتِ اَللّٰهِ
وَاللّٰهُ مَرْدُودُكَ بِالْعِبَادِ ۲ رُكُوع ۹ اُور بَعْضِ لُوكِ وَهِيں جُو سِيچَتَے هِيں اِنْهِيں لَفْسِ
كُو دَا سَطَے طَلَبِ رِضَا مَنْدِي خُدا كَے اُور اَللّٰهُ بَرَا مَهْرَبَانِ هَے اِنْهِيں بَنَدُوں پَر۔ تَفْسِيرِ
حَسِينِي قَادِرِي جِلْدِ ۱۵۰ پَر مَفْسَرِ اَهْلِ سُنْتِ اُور صَا حِبِ تَفْسِيرِ ثَعْلَبِي نَے مَبْهُي اِعْتِرَافِ كِيَا هَے كِه

مَعْلُومَاتِ اَللّٰهِ

یہ آیت مولائے کونین حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ شب ہجرت بستر رسولؐ پر شبیہ رسول بن کر استراحت فرما ہوئے تھے، مسلمانو! جس کا سونا اللہ تعالیٰ کی رضا میں حاصل کر لے اس کا جاگنا اور اس کی عبادت کتنی بلند ہوگی۔ صلوة رباعی عرض ہے۔

کچھ توحیدؑ، کچھ علیؑ، کچھ نفعیٰ کہنے لگے کچھ شب ہجرت محمد مصطفیٰ کہنے لگے
ڈرتے ڈھتے ہم نے تو اللہ کی قدرت کہا تو بہ تو بہ یہ نصیریؑ تو خدا کہنے لگے
اس مقصد کے لئے میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں کہ علم الہی اور رسول اللہ کے
علم کے صرف اور صرف حیدر کرار ہی حامل تھے۔ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ
بَابُهَا۔ تفسیر عمدۃ البیان ۲ ص ۸۵، تفسیر انوار النجف جلد ۳ ص ۱۱۱ الصواعق المحرقة ص ۱۱۱
تذکرۃ الخواص ص ۲۴ فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، ثابت ہوا کہ علم الہی
کا شہر اگر جناب ختمی المرتبت ہیں تو حضرت علیؑ اس کے دروازہ ہیں، بس جو خدا تعالیٰ
کی رضا معلوم کرنا چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے در نہ شہر سے فیض یاب نہیں ہو سکے گا۔
قابل غور بات یہ ہے کہ حضورؐ پر نور نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں یہ کیوں نہ فرمایا۔ کہ
میں علم کا دریا ہوں یہ کیوں نہ کہا کہ میں علم کا پہاڑ ہوں یہ کیوں نہ کہا کہ میں علم کا چین و گستان
ہوں یہ کیوں نہ فرمایا علم کی کان ہوں یہ کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ میں علم کا صحرا و جنگل ہوں حالانکہ
یہ مثالیں زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہیں اس کی وجہ ایک تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ دریا میں صرف
دریا کی ہی چیزیں ملتے ہیں پہاڑوں اور جنگل کی چیزیں نہیں ملا کرتیں اسی طرح پہاڑوں میں
صرف پہاڑوں سے ہی متعلق اشیاء دستیاب ہو سکتی ہیں۔ سمندروں کی چیزیں نہیں ملیں
گی اور جنگل و صحرا میں کان کی چیزیں نہیں ملیں گی اور کان میں گلستان کی اشیاء کا ملنا ناممکن
ہے مگر اس کے برخلاف شہر میں جنگل و صحرا، گلستان و کان، پہاڑ اور سمندروں یعنی
ہر مقام کی چیزیں جہاں ہو سکتی ہیں اسی لئے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ
ہے یعنی مجھ میں ہر شئی کا علم ہے اور علیؑ اس کا دروازہ ہے بس جس جس چیز کا محمد
مصطفیٰ کو علم ہے اس کا علیؑ کو بھی علم ہے اور دوسری وجہ نبی اکرم کا یہ کہنا کہ میں شہر

زمانی

جنگل
پہاڑ
صحرا
گلستان

علم ہوں علی اس کا دروازہ ہے یہ ہے کہ شہر میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ نیک بھی بد بھی کافر بھی مشرک بھی مومن بھی منافق بھی عالم بھی جاہل بھی کامل بھی ناقص بھی، ذہین بھی کند ذہن بھی، شہر میں وہ بھی جو آٹھ برس تک سورہ بقرہ یاد نہ کر سکے اور شہر میں وہ بھی جو ایک قدم رکاب میں رکھیں تو قرآن شردہ کریں اور دوسرا قدم رکاب تک پہنچے تو مترن ختم ہو جائے۔ دیکھو المجالس المرضیہ ص ۱۹۵ پر اور تیسری وجہ اس طرح فرماتے کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ شہر میں کھوٹا نہیں چلا کرتا ہاں اگر کوئی اندھا کھوٹے کو قبول کرے تو اور بتا ہے مثال عرض کرتا ہوں آپ نے ملازم کو روپیہ دیا کہ بازار سے سودا لے آئے۔ ملازم نے دکاندار سے سودا لے کر جب اُسے روپیہ دیا تو اس نے دامن پکڑ لیا کہ کھرا سودا لے کر کھوٹا روپیہ دیتا ہے۔ ملازم سودا واپس کر کے دوسری دکان پر چلا گیا اس نے بھی روپیہ دیکھ کر کہا کہ کھوٹا ہے غرضیکہ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دکھاتا گیا۔ ہر ایک نے کہا کہ میاں روپیہ کھوٹا ہے آخر ملازم نے حیران ہو کے دریافت کیا کہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کیا ہے کہا کہ کھرا وہ ہے جس پر سرکاری مہر ہو اور خزانہ سرکار کے نمبر و دستخط ہوں اور کھوٹا وہ ہے جسے بندوں نے چھپ کر بنایا ہو، میاں کھوٹا کھرے کی نقل ہوتا ہے۔ ارے جس طرح کھوٹا بنانے والے ملازم اور مجرم ہوتے ہیں اسی طرح کھوٹا رکھنے والا بھی ملازم اور مجرم ہو گا۔ لوگو کھوٹے سے بچو، جسے لوگوں نے چھپ کے بنایا ہو، مسلمان واجب بندوں کا بنایا ہوا شہر میں چل سکا، کیونکہ اصل کی نقل ہے تو شہر نبوت میں بندوں کا بنایا ہوا حقیقی امام کی نقل کیسے نقلی امام چل جائے گا۔ صلوٰۃ رباعی

اسلام میں امام کا اعلیٰ مقام ہے جنگ میں دیوار سیسہ جس کا قیام ہے
میراثہ انتخاب فقط یہ رہا فقیر جس کا کلام حق سے ملے وہ امام ہے

اور اس حدیث کے فرمانے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کو حبیب کرار کا سائل دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ لوگ شہر میں داخل دروازے سے ہوا کرتے قرآن مجید میں قدرت کا ارشاد ہے۔ وَكَيْسَ الْبِرِّ بَيَانُ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَالْكِبَرُ مَنِ اتَّقَىٰ وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا پارہ رکوع ۴

اور نہیں بھلائی بیچ اس کے کہ اؤ تم گھروں میں پشت ان کی سے دیکھن بھلائی واسطے اس شخص کے ہے کہ پر سیز گاری کرے اور اؤ گھروں میں دروازوں ان کے سے۔ اب جو بھی محمد مصطفیٰ کے علم سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے اسے علیؑ کا وسیلہ پکڑنا ہوگا۔ ورنہ علم مصطفیٰ سے فیض یاب نہیں ہو سکے گا۔ ملاں لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ شہروں میں دروازے کہاں تو اعتراض حضور پاکؐ پر کرو کہ انہوں نے یوں ارشاد فرمایا حضور پہلے شہروں کے دروازے بھی ہوا کرتے تھے مگر آمنہ کا لال ملاں کی ہونے والی حرکت سے غلب و اوقف تھا اس لئے حدیث کا رنج بدل دیا اور فرمایا اَنَا ذَا الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا مَنْصِبُ مَات ص ۲۳ میں علم کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اب بات متحقق ہو گئی کہ حیدر کرار کے بغیر رضائے محمدؐ اور رضائے الہی کا ملنا ناممکن اور محال ہے۔ ایک سندس عرض ہے عقدے تبھی کھلیں گے جو مشکل کشا ہوں ہیں وصف کم سے کم جو سوائے سوا کہوں ہے کنزِ گرنفیری کی مانند خدا کہوں پروردگار اس تیرے بندے کو کیا کہوں نہ عقل کا گزر ہے نہ جائے قیاس ہے

اے شرک دور ہو مجھے ایمان کا پاس ہے (صلوٰۃ بر محمد و آل محمد)
تاجدار رسالت نے اس بات کو اور آگے بڑھایا ارشاد ہوتا ہے اَنَا ذَا الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۲۶ صواعق مہرقہ ص ۱۲ تذکرۃ الخواص ص ۳۷ لوائح الاخوان جلد ۳ ص ۴۲ مسلمانو اگر حکمت حاصل کرنی ہے تو حکمت کے گھر کے دروازے پر سائل بن کر آؤ۔ ورنہ حکمت نصیب نہیں ہوگی تعجب ہے اس دھڑواری پر کہ حضور پُر نورؐ تو فرماتے ہیں کہ جس حکمت کا میں گھر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہے مگر آج کا ملاں کہتا ہے کہ علیؑ نے حکمت عملی سے کام نہ لیا۔ امیر شام علیؑ سے اپنی حکمت عملی سے جیت گیا۔ لوگوں نے جھوٹ فریب دغا اور ظلم کو حکمت و سیاست ملکی کا نام دے رکھا ہے اگر یہی معیار ہے تو ماننا پڑے گا کہ خدائے سے ابلیس جیت گیا اگر اعتبار نہ آئے تو شام کو مسجد اور سینما کا ملاحظہ کر کے فیصلہ کر لینا۔ مسلمانو! علیؑ اسی طرح حکیم ہے جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی حکیم تھے اور امیر شام

اسی طرح سیاست ملکی میں ماہر تھاجس طرح روس، امریکہ، جاپان، چین کے فرمانروا یا اکبر
 بابر، فرعون، نمرود، ہامان، ہلاکو وغیرہ تھے۔ اور حدیث سنو! اَنَسَ اَدَارُ الْهُدٰی وَعَلٰی
 بَابُهَا میں ہدایت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لاکھ علم حاصل کرتے رہو جب
 تک ہدایت کے دروازے پر نہیں آؤ گے۔ ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ مثال سنو! آپ نے
 مجھ سے دریافت کیا مولانا فرمادیں ہمارے گھر میں کرسیاں کتنی ہیں۔ مولانا ہمارے گھر میں
 پلنگ کتنے ہیں ہمارے ہاں پنکھے کتنے ہیں۔ پھلانا باؤ ہمارے بستر کتنے ہیں۔ میں مولوی
 عالم ریشن دراز سہی مگر کسی کے گھر کی چیزیں تو نہیں بتا سکوں گا میں تو بھائی یہی جواب دوں گا۔
 کہ میاں گھر کی چیزیں تو کوئی گھر والا ہی بتائے گا جب میری دروازے تک رسائی ہی نہیں
 تو اندر کے حالات کیونکر معلوم کر سکوں۔ آپ نے چھ سالہ اپنے بچے کو بلایا اس سے دریافت
 کیا کہ بیٹا ہمارے گھر میں کرسیاں کتنی کہاں پانچ۔ فرمایا پلنگ کہاں بارہ۔ بسترے چودہ
 حقے کہاں تین، آپ نے فرمایا مولانا یہ سمجھ آپ سے بازی جیت گیا۔ میں نے کہا حضور
 اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گھر میں آتا جاتا ہے اس لئے سب کچھ بتا دیا اور میں کہیں رواز
 تک ہی نہیں گیا۔ اس لئے نہیں بتا سکا تو جب دروازہ مصطفیٰ پر نہیں آؤ گے۔ علم و
 حکمت اور ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ ہاں جو اس دروازے پر پہنچے علم محمدان کا مقسم ہوا
 منقول ہے کہ ایک راہب حضرت امام مولیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر
 یوں عرض پر داز ہوا کہ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک شخص ہے وہ جب چاہتا
 ہے ایک دن میں حج بیت اللہ اور بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس چلا جاتا ہے
 آپ نے فرمایا کہ وہ سندھ میں فلاں مقام پر رہتا ہے اس کا نام متمم ابن فروز فارسی ہے
 اُس نے آل محمد کے علوم سے فیض حاصل کیا ہے۔ راہب کہتا ہے کہ میں اُسے تلاش
 کرتا ہوں وہاں پہنچا جہاں وہ قیام رکھتا تھا کیا دیکھا کہ پہاڑ پر اس نے ڈیرہ بنایا ہوا ہے
 اور سال میں دو مرتبہ اس سے باہر نکلتا ہے۔ ڈیرہ میں چشمہ آب ہے اور اس کے ارد گرد
 کی زمین سے بغیر دانے ڈالے اور بغیر کام کرنے والے کے قدرتی طور پر کاشت ہوتی ہے
 راہب تین روز تک دروازے پر کھڑا رہا چونکہ وہ دن ایک گائے جس کے پستانوں سے دودھ

امام مولیٰ کاظم علیہ السلام اور ایک راہب

چھلک رہا تھا۔ پشت پر لکڑیاں لادے دروازے پر آئی تو دروازہ کھل گیا اور راہب بھی اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک شخص کو جو کبھی آسمان پر نظر ڈال کر رہتا ہے اور کبھی زمین کو دیکھ کر گم رہتا ہے کبھی مپاڑوں پر نظر دوڑا کر رہتا ہے۔ راہب کے منہ سے نکل گیا۔

سبحان اللہ! اس زمانے میں ایسی مثالیں کس قدر کم یاب ہیں اس نے جواب دیا کہ یہ اس بزرگ کی مچھلائوں میں سے ایک مچھلائی ہے جسے تم چھوڑ آئے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ تم جانتے ہو بیت المقدس کیا ہے راہب نے کہا کہ میرے علم میں تو وہی بیت المقدس ہے جو شام میں ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ حقیقی بیت المقدس آل محمد علیہم السلام کے گھر میں۔ حقائق العقائد ص ۱۶۳، اصول کافی ص ۳۰ تا ص ۳۹ (مطبع نو لکسٹور لکھنؤ) یہ ہے آل محمد

کے دروازے سے علم حاصل کرنے والوں کا مقام۔ صلوة۔ میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں اَنَا دَارُ الْجَنَّةِ وَعَلَى بَابِهَا فِي جَنَّتِ كَاغْهَرُونَ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جب جنت کا دروازہ حیدر کر رہے تو لوگو علیؑ کا دامن چھو کر کس طرح جنت میں چلے جاؤ گے ہاں اگر علیؑ کا دامن نصیب نہیں تو جنت کو اپنے لئے حرام سمجھو اور کوئی عبادت سوائے ولایت علیؑ کے قبول نہیں ہوگی۔ حدیث: عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

يَقُولُ عَنْوَانِ صَحِيفَةِ الْمُؤْمِنِينَ حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نہ ہر ہی کہتا ہے کہ انس بن مالک کہتا تھا کہ میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ البتہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مومن کے نامہ اعمال کا سرنامہ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت ہے۔ مودۃ القرابی ص ۵۸ بس مفہم عبادت اچھی طرح واضح ہو گیا۔ تصدق شیرازی کیا خوب فرماتے ہیں۔ رباعی

ہے کوئی اگر حق کی عبادت کا طلبگار
لازم ہے کرے کعبہ قرآن کا دیدار
ہیں اس کے سوا تین عبادت کے طریقے
دیدار علیؑ، ذکر علیؑ، کفایت کرار

(صلوة)

اب مولائے کائنات جناب حیدر کرار کے علم کا ایک شتمہ عرض کرتا ہوں۔ جس سے ہر مومن صاحب ایمان آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ شہر علم نبوت کے دروازے کی کی کیفیت ہے۔ رسول اللہ کے انتقال کے چوبیس سال بعد جب میرے مولا مقبر پر تشریف لائے تو بعد حمد و ثنا کے فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ اَخُوْهُ سُوْلُ اللّٰهِ سَلَوْتُ مَا شِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ اِنِّیْ اَعْلَمُ طُفُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَنَ الْاَرْضِ مِنْ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ کا بھائی ہوں میرے مرنے کے قبل مجھ سے سوال کرو میں آسمانوں کے راستے زمین سے زیادہ جانتا ہوں۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۸ اور مصباح المجالس کی جلد ۴ ص ۱۲ پر سَلَوْتُ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْا ذَا فِیْ عَمَّا ذُوْنَ الْحَرِیْثِ یعنی میرے مرنے سے قبل مجھ سے عرش سے پرے کی بات پوچھ لو۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا کہ بتاؤ اس وقت جبرئیل کہاں ہے آپ نے آگے پیچھے نیچے اوپر دائیں اور بائیں دیکھ کر فرمایا کہ اَنْتَ جِبْرِیْلُ یہ سن کر وہ شخص نفروں سے غائب ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ مولا آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ جبرئیل ہے فرمایا میں نے شمش جہالت میں ہر جہت کی طرف نظر دوڑائی۔ لیکن جبرئیل کہیں نظر نہ آئے تب میں نے سمجھا کہ یہی جبرئیل ہے۔ سبحان اللہ قابل غور یہ امر ہے کہ مولا علیؑ نے کس کس چیز کو دیکھا کتب منطق میں ہے اَلْمَلٰٓئِکَةُ هُوَ جِسْمٌ نُّوْرٌ یَّیْتَشَكَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ اِلَّا الْکَلْبَ وَ الْخِیْزِرَ۔ فرشتہ وہ ہے کہ جس کا جسم نوری ہو اور مختلف شکلیں تبدیل کر سکتا ہو مگر کتا اور خنزیر نہیں بن سکتا۔ اس کے ساتھ جن کے بارے میں بھی سن لو اَلْجَنُّ هُوَ جِسْمٌ نَّارِیٌّ یَّیْتَشَكَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ حَتّٰی الْکَلْبَ وَ الْخِیْزِرَ۔ جن جسم ناری رکھتا ہے اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے یہاں تک کہ کتا اور خنزیر بھی بن سکتا ہے ثابت ہوا کہ فرشتہ کتا اور خنزیر کے علاوہ ہر صورت اختیار کر سکتا ہے تو میرے مولائے کائنات کے ہر ذرے ذرے کو دیکھا ہو گا۔ پہاڑوں کے ذرات۔ سمندروں کے قطرات، کائنات کی کل نباتات، سوائے کتے اور خنزیر کے حیوانات، صحرا کے ذروں کی مہتات غرضیکہ بسبیل کوثر، تنیم لبن اور جنت کے ثمرات کو علیؑ نے ایک آن میں ملاحظہ فرمایا۔ اور

سَلَوْتُ سَلَوْتُ

مَنْ جِبْرِیْلُ

تحقیق کر کے فرمایا جبریل اللہ اکبر رباعی عرض ہے۔

نوری ناری خشک تر آبی و خاکِ بجزوہ
سب کچھ قرآن میں ہے ذکر تحت الثریٰ یا عرش پر
وارث قرآن ہے مرتضیٰ پڑھ لے قرآن میں تکلفی
پھر علم غائب چیز کیا جس کی علیٰ کو نہیں خبر۔

نعیمی

ایک واقعہ اور سن لیں تاکہ معاملہ اور واضح ہو جائے روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں خولہ گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں۔ دو آدمیوں نے اپنا اپنا کپڑا خولہ پر ڈال دیا کیونکہ ہر ایک خولہ کو لینا چاہتا تھا خولہ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا مالک تو صرف وہی شخص ہوگا جو مجھے اس بات سے آگاہ کرے کہ میں نے پیدا ہونے کے فوراً بعد کیا بات کہی تھی۔ اسی دوران حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے لوگوں کی اور خولہ کی طرف دیکھ کر فرمایا صبر کر دیں خولہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے خولہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم میری بات سنو! فرمایا، جب تیری ماں تیرے حمل سے تھی تو اُسے سخت تکلیف ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اے معبود مجھے اس تکلیف سے بچانا۔ اُن کی دعا منظور ہوئی جب تم پیدا ہوئیں تو فوراً تو نے کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ط اے اماں تھوڑے عرصہ کے اندر میرا مالک ایک سردار ہوگا اور اس کا مجھ سے فرزند پیدا ہوگا یہ کلام سن کر تیری اماں رونے لگی پھر یہ کلام ایک پتل کی تختی پر لکھا گیا تیری ماں نے اس تختی کو دفن کر دیا جہاں تم پیدا ہوئیں تیریں تیری ماں کا جس رات انتقال ہوا۔ اس نے اس تختی کے متعلق وحییت کی اور تمہیں گرفتاری کے وقت اور کوئی فکر نہ تھی صرف تختی لینے کی فکر تھی تم نے اس تختی کو لیا اور داہنے بازو پر باندھ لیا اس کو میرے پاس لاؤ اس کا میں ہی مالک ہوں۔ میں امیر المؤمنین اس میوں رکے کا باپ ہوں جس کا نام محمد ہوگا خولہ نے قبلہ رد ہو کر کہا اے معبود تو ہی مہربانی اور احسان کرنے والا ہے مجھے تو نیت ہے کہ میں تیری اس نعمت کا شکرا ادا کروں جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور کسی کو نہیں دی۔

اے معبود تو نے صاحب نبوت کے واسطے سے جس کی نبوت قیامت تک ہے گی۔ مجھ پر اپنا افضل مکمل کیا۔ پھر خولہ نے تختی نکال کر مولا کے پیش کی۔ اس پر وہی عبارت تحریر تھی

جو حضرت علیؑ نے فرمائی تھی۔ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی اے علیؑ اسے آپ لے جائیں پس حضرت نے اُسے اپنی زوجیت میں لے لیا جس سے محمد حنیفہ پیدا ہوئے صلوة کنوز المعجزات ص ۲۱۹۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ واقعہ ان بزرگوں کا بھی میاں عرض کرتا چلوں جن کو مسلمان حضرت علیؑ کے مقابلہ میں لاکھڑا کرتے ہیں منقول ہے کہ ایک کو فی شام آیا تو اس کا اونٹ ایک شامی نے یہ کہہ کر پکڑ لیا کہ یہ اونٹنی میری ہے شامی اس کوئی کو دربار خلافت میں لایا اور عرض کی اے امیر المومنین یہ کوئی پور اس نے میری یہ اونٹنی چرائی ہے معاویہ نے کہا اس پر گواہ پیش کرو تو شامی نے سچا سچا دینی گواہی کے لئے پیش کر دیے جنہوں نے تم کھس کر کہا کہ اے خلیفۃ المسلمین واقعی یہ اونٹنی اس نشان کی ہے اور یہ کوئی چور ہے۔ دربار خلافت سے شامی کے حق میں فیصلہ بھی صادر ہو گیا جب شامی اونٹ کو لے کر چلا تو کوئی نے معاویہ کو کھس کر کہا کہ آپ نے شامی کے حق میں فیصلہ بھی دیدیا اور پچاس آدمیوں نے قسم کھا کر گواہی بھی دے دی کہ یہ اونٹنی واقعی شامی کی ہے مگر حضور غور سے ملاحظہ تو فرمادیں کہ یہ اونٹنی نہیں بلکہ اونٹ ہے یہ سن کر حاکم شام مسکرایا اور کہا کہ تم جا کر علیؑ سے کہہ دینا کہ میرے پاس ایک لاکھ آدمی ایسے ہیں جو اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہیں کر سکتے اور یہ دھڑک قرآن مجید اٹھا کر گواہی دے دیتے ہیں۔ آفتاب شہادت ص ۴۷

مگر ادھر یہ عالم ہے کہ محمدؐ و آل محمدؑ حیوانوں سے گواہی و شہادت لے لیا کرتے ہیں۔ ابن اسحاق سے روایت کہ ایک شخص ستر اونٹوں کو جو ریشمی کپڑوں سے لدے ہوئے تھے اور ہر اونٹ پر ایک غلام سوار تھا لے کر مکہ پہنچا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ محمد بن عبد اللہ کہاں ہیں کیونکہ میں نے یہ سارا مال اپنے باپ کی وصیت سے ان کے حوالے کرنا ہے۔ قیمتی مال دیکھ کر قریش کے منہ میں پانی بھر آیا کہ کسی طرح دھوکہ سے اس سے مال حاصل کیا جائے ابوالجہتری نے ابوجہل کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے محمد بن عبد اللہ۔ اس شخص نے کہا کہ اگر یہ محمد ہے تو میرا اور میرے باپ کا نام بتلائے یہ سن کر ابوجہل گھبرا گیا اور فتویٰ صادر فرمایا کہ سوائے ہبل کے کوئی غائب نہیں جانتا اس شخص نے کہا یہ مال ہبل والوں کا نہیں ہے بلکہ رحمن والے محمدؐ کا ہے الغرض وہ تلاش کرتا ہوا حضور کے پاس پہنچا۔ آپ

اونٹ تھا یا اونٹنی

نے اسے دیکھ کر فرمایا تو ناجی بن منذر نہیں ہے یہ سن کر وہ فوراً گھوڑے سے اُترا اور آپ کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور تمام مال حضور کے حوالے کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں ہی محمد بن عبد اللہ ہوں اور یہ تمام مال میرا ہی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے تمام مال سنبھال لیا تو ابو جہل کو خفت ہوئی اور اُس نے جذبہ انتقام میں تلوار میان سے نکال لی اور قریش کو پکارا اور کہا کہ اے آل غالب اگر تم نے اس معاملہ میں انصاف نہ کیا تو میں اپنے سینہ میں تلوار جھونک لوں گا یہ سب مال کعبہ کا ہے بس ابو جہل نے گھوڑے پر سوار ہو کر اطراف مکہ میں پروپیگنڈہ کیا۔ اور ستر ہزار جنگجو اکٹھے کر لئے جب ابو جہل کی اس حرکت خبیثہ کا حضرت ابوطالب کو علم ہوا تو انہوں نے بھی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو جمع فرمایا اور قریش سے دریافت کیا کہ تم کیا چاہتے ہو ابو جہل نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں اور عرب کی غیرت کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے جنگ کریں کیا آپ کو علم نہیں کہ کل سونے اور چاندی اور لکھمی کپڑوں کے ستر اونٹ لدے ہوئے جادو کر کے اس نے بیت اللہ کے حاصل کر لئے ہیں حالانکہ یہ مال صرف اور صرف کعبہ کا چڑھاوا تھا۔ ابوطالب نے کہا کہ اس کی کیا گواہی ہے کہ یہ مال ان کا مال تھا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا اس کہ محمدؐ کے پاس بھی کوئی ثبوت نہیں کہ یہ مال ان کا مال تھا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا اس کا فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا مجھے اپنے بھتیجے سے دریافت کرنے دو۔ جب ابوطالب نے حضورؐ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ چلو وہی اونٹ جن پر سامان آیا ہے انہیں پکاریں جس کے حق میں وہ گواہی دے دیں وہی مال کو لے جائے بس اس بات پر ہی فیصلہ ہو گیا کہ کل صبح فیصلہ ہو گا ابو جہل وہاں سے کعبہ میں آیا اور ہیل کو سجدہ کیا پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ اگر اونٹ میرے کہنے پر بولیں اور میں شحات محمدؐ سے بچ جاؤں تو حالانکہ میں چالیس سال سے تیری عبادت کرتا ہوں اور اب تک تجھ سے کوئی سوال ہی نہیں کیا مگر اس حاجت کے پورے ہونے پر میں تیرے لئے سفید موتیوں کا تہہ بنوادوں گا اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہناؤں گا اور تیرے پاؤں کے لئے چاندی کی جوتیاں تیار کراؤں گا اور تیرے سر پر جواہرات کا تاج رکھوں گا رات بھر ابو جہل آہ و زاری کرتا رہا جب

ازنوں نے گواہی دی

صبح کو طرفین کے لوگ جمع ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابوجہلؓ ان اونٹوں سے اپنے حق میں شہادت حاصل کر۔ پس ابوجہلؓ نے آگے بڑھ کر اونٹوں کو پکارا کہ بتاؤ یہ مال بہل کا ہے یا محمدؐ کا ہے سات مرتبہ اس نے آواز دی مگر ایک بار بھی جواب نہ پایا پھر آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ انہیں پکارا کہ بتاؤ میں کون ہوں اور یہ مال کس کا ہے؛ تو اونٹوں نے بیچ عربی زبان میں کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا کہ یہ مال آپ کا اور آپ کے خدا کا ہے واقعی ناجی بن منذر آپ کے پاس لایا ہے مگر ابوجہلؓ اور اس کے مخصوص ساتھی بھی کفر پر اڑے رہے آنحضرتؐ نے وہ مال راہ خدا میں خرچ کر دیا اور تمام غلاموں کو آزاد فرمایا

مجمع الفضائل جلد ۱ ص ۵ صلوٰۃ

پس مفہوم عبادت اگر سمجھیں آگیا تو دین و دنیا میں عزت و کامیابی ہے ورنہ دنیا و آخرت تباہ و برباد ہوگی اس تقریر سے واضح ہو گیا۔ سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے حقیقت عبادت اور طرق عبادت سے کوئی آگاہ نہیں ہے بس وہ یقیناً عبادت ہے جس کا طریقہ آل محمدؐ سے دریافت کیا گیا ہو باقی تمام طریقے عبادت نہیں بلکہ عادت میں شمار ہوتے ہیں رباعی عرض ہے

میں تیری عبادت کرتا ہوں اس آیت کا اقرار نہ کر
یا اپنے غلط عقیدے سے ہر مسجد کو بیکار نہ کر
تو حق کی نمازیں پڑھا رہا لیکن ان میں صلوٰۃ نہ پڑھ
جو دل میں ہے وہ لب پہ لا ایمان کہ دل بزار نہ کر

تصدق

دیگر رباعی

عبادت خدا اگر خیال ہے وجود میں درود تو نہ پڑھ کہ ذکر آل ہے درود میں
خدا سے عہد کر کے تو نماز میں مگر گیب قیام میں رکوع میں قعود میں سجد میں
تصدق

اب آخری ٹکڑا عرض کر کے دامن تقریر سمیٹا ہوں۔ مسلمانوں یاد رکھو، جب تک آل محمدؐ کی ولادت نہیں ہوگی نہ عبادت عبادت ہے اور نہ اسلام اسلام ہے بلکہ یہ سب شیطان کا چکر اور حصہ ہے منقول ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ کیا

آدمی میں بھی شیطان کی شرکت ہوتی ہے آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا۔
 وَشَارِكُهُ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ پارہ ۱۵ رکوع ۷ اور شریک ہو بیچ ان کے مالوں
 کے اور اولادوں کے مطلب یہ ہے کہ شیطان انسان کی اولاد اور مال میں شرکت کر سکتا ہے
 سائل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یا بن رسول اللہ کس طرح سے پہچان
 کریں کہ یہ صرف اپنے باپ کا ہے یا شیطان کا بھی حصہ ہے فرمایا ہمارا ذکر چھپڑ دیتیم
 بآمد ہر جا بیگا۔ ہمارے فضائل سے ہمارا دوست خوش ہوتا ہے اور ہمارا دشمن جلتا ہے۔
 بس جس کے دل میں آل محمد کی محبت ہے وہ اپنے باپ کا حلالی ہے اور جس کے دل میں
 آل محمد کی دشمنی ہے وہ سمجھ کہ شیطان کا بیٹا حرامی ہے۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۲۵۲
 یہ انسان نما شیطان تھے جنہوں نے رسول اللہ کا بھرا گھر اجاڑ دیا اور فرزند رسول کی
 لاشیں پر گھوڑے دوڑائے خیام آل محمد کو نذر آتش کیا اور رسول اللہ کی بیٹیوں کو در بدر
 پھرایا، قبلہ علامہ سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ
 چالیس ہاشمی چھوٹے بڑے مرد تھے جن میں سے نہیں کہ بلا میں شہید ہوئے اور دس بچے
 بچ گئے جو کہ بلا میں قید ہوئے اور عورتیں تقریباً ساٹھ تھیں جو قید ہوئیں۔ المجالس المرضیہ ص ۷
 عام طور پر بیان ہوتا ہے کہ جب قافلہ آل محمد کا قید ہو کر چلا تو اس وقت تین ۲۵ اونٹ
 تھے اور جب قافلہ آل محمد کا قید سے فارغ ہو کر مدینہ کو روانہ ہونے لگا تو یزید نے
 دریافت کیا سچا دکتی سوار یوں کی ضرورت ہے سجاد نے رو کر فرمایا اُو یزید ملعون اب
 تو تین اونٹ ہی کافی ہیں کیوں عزادار و باقی قیدی کہاں چلے گئے بیان ہوتا ہے کہ بہت
 سے بچے آل محمد کے اونٹوں سے گر گر کر تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ آج کے مومن تو کہا کرتے
 ہیں کہ سخت مصائب نہ پڑھو ہم سننے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ ذاکرین اپنی طرف سے بیان
 کرتے ہیں مگر میں نے قبلہ علامہ سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ و نور اللہ مرقدہ کی کتاب
 المجالس المرضیہ کے ص ۷ پر پڑھا ہے قبلہ موصوف لکھتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا
 ہے کہ ایک ذاکر نے مجلس میں پڑھا کہ جب شمر میرے امام کے سر پاک کو تن اطہر سے جلا
 کر چکا تو اتنے زور سے زمین پر پھینکا کہ گرد بلند ہوئی پس سننے والوں میں سے کسی نے کہا

حلالی و حرامی کا معیار

تعداد و اشیاء و درگاہ

کر بلا سے تین اونٹ یا تین اونٹ

محنت مصائب پر

کہ رُک جا ایسی سخت روایتیں نہ پڑھو ذاکر نے مجلس ختم کر دی اور غمزدہ ہو کر سویا تو عالم خواب میں امام مظلوم کی زیارت نصیب ہوئی ذاکر نے اپنی پریشانی کی وجہ سے امام سے عرض کی امام مظلوم نے فرمایا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سُن سکتے حالانکہ میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم ہوا ہے۔ عزادار مسلمانوں نے اسی پر ہی بس نہیں کی بنی امتیہ کے ظلم و ستم کے بعد بنی عباس کی باری آئی اور ان ملعونوں نے بنی امتیہ سے بھی بڑھ چڑھ کر ظلم کئے لکھا ہے کہ جب منصور دوانیقی بادشاہ بنا تو اس نے سادات کُشی نئے سرے سے شروع کی، یہ ظالم ازل رسول کا ایسا دشمن تھا کہ اس ملعون نے حکم صادر کیا کہ آل علی کے خون سے بغداد کے مکانات کی بنیادیں قائم کی جائیں کسی شاعر نے کہا ہے۔ شعر

پتہ بغداد دیتا ہے قسم سادات کے حق کی،
لحد میں مردے ہوتے ہیں یاد دیواروں میں ہوتے تیا

لکھا ہے کہ اس ظالم کے ظلم سے سادات کُشی شروع ہوئی، سادات کے خون سے گارا بنا گیا اور بے گناہ سید دیواروں میں چُنے جانے لگے چنانچہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک لڑکے کو جو اولاد امام حسن علیہ السلام سے منہایت ہی حسین و جمیل تھا پکڑ کر منصور ملعون کے پاس لائے اس شقی نے معمار کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے بے جا کر دیوار میں چُن دے وہ معمار اس صاحبزادے کو بے کیا اور دیوار پر کھڑا کر کے اینٹوں اور پتھروں سے چُنے لگا معمار اُسے چُنتا جاتا تھا اور اس کی حالت پر افسوس کرتا جاتا تھا آخر اس صاحبزادے نے کہا گھبراؤ نہیں میں اس ستون میں تمہارے سانس پینے کے واسطے ایک سوراخ چھوڑ دیتا ہوں، شب کے وقت اگر میں تم کو نکال دوں گا غرض جب تاریکی شب ہوئی تو اس معمار نے اگر امام زادہ کو باہر نکال دیا اور کہا کہ خدا کے واسطے تم اس تاریکی شب میں اس شہر سے کہیں باہر بھاگ جاؤ، اپنی ماں کے پاس بھی نہ جانا، اگر حاکم کو معلوم ہو گیا تو ہم سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے میں نے تمہیں قربت رسول اللہ ہی کے خیال سے چھوڑا ہے پس اب تم یہاں نہ ٹھہرو، عزادارو! اس شہزادے نے اپنے سر کے بال معمار کو دیئے اور اپنے مکان کا پتہ بتلایا کہ میری ماں کو میرے بال دے کر تلی دینا کہ میں بچ گیا ہوں اور اب تیا

سادات کی

امام حسن کا شہزادہ دیوار میں

کو ملاقات ہو سکے گی۔ یہ کہہ کر شہزادہ تو کہیں چلا گیا آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا، معمار کہتا ہے کہ میں اس کے مکان پر گیا تو رونے کی آواز آئی میں سمجھ گیا کہ صاحبزادے کی ماں رو رہی ہے میں اس کے قریب گیا اور اس کو اس کے بیٹے کی حالت بیان کی اور کہا کہ یہ اس کی زلفوں کے بال ہیں جو تمہاری تسکین و اطمینان کے واسطے اس نے مجھے دیئے تھے

لواج الاحزان ج ۲ ص ۳۲۶ میں بنی عباس کے مظالم سے ایک اور ظلم عرض کرتا ہوں،

عبداللہ بن زینشا پوری کہتے ہیں کہ میرے اور حمید بن قحطیبہ کے درمیان کچھ معاملہ تھا ایک مرتبہ میں سفر کر کے رمضان کے چھینے میں بغداد میں اس کے پاس آیا دن کو اس کے غلام نے کھانا پیش کیا میں نے کہا میں روزہ سے ہوں مگر حمید بن قحطیبہ کھانے لگے میں نے روزہ کے بارے میں حمید سے سوال کیا تو اس نے رو کر کہا نماز و روزہ مجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔ میں نے دجہ دریا نت کی کہ تو نے کیا کیا ہے کہا عبداللہ سنو! ایک رات کو بارون کے غلام نے آکر کہا کہ تجھے بارون یاد کر رہا ہے میں اس کے ساتھ بارون کے پاس پہنچا اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تیری طاعت گزاری اور فرمانبرداری میرے ساتھ کس مرتبہ کی ہے میں نے کہا جان سے اور مال سے یہ سن کر بارون مقوڑی دیر چپ رہا پھر کچھ جاؤ چلے جاؤ میں گھر چلا آیا تو مقوڑی دیر کے بعد غلام نے پھر مجھے بارون کا پیغام دیا میں حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ تیری طاعت میرے لئے کس درجہ کی ہے۔ میں نے کہا جان و مال سے اہل و اولاد سے ہنس کر کہا چلے جاؤ مقوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر بلا بھیجا میں جا کھڑا ہوا۔ بارون نے سر اٹھا کر پوچھا! تیری طاعت میرے لئے کس درجہ کی ہے۔ میں نے کہا جان و مال سے اہل و اولاد سے دین و ایمان سے بارون یہ سن کر ہنسا اور کہا! اچھا یہ تلوار جو رکھی ہے اسے اٹھالے اور یہ غلام جو حکم کرے اس پر عمل کر۔ غلام مجھے ایک مکان کے دروازے پر لے آیا۔ جس کا دروازہ بند تھا، اُس نے کھولا میں اس کے ساتھ اندر گیا دیکھا کہ صحن کے نیچے میں ایک کنواں ہے اور تین کمرے اور ہیں جو مقفل ہیں الغرض غلام نے ایک مکان کا دروازہ کھولا تو اس میں بیٹش آدمی اولاد علی و بتول قید ہیں۔ غلام۔ نہ کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے ان

ساتھ سادات کا تعلق، روزہ کا تعلق

سب کو قتل کر دیا جائے۔ غلام ایک ایک لٹا گیا اور میں قتل کرتا گیا۔ پھر اس نے دوسرا دروازہ کھولا، اس میں بھی بیس سید خستہ سمالت میں قید پڑے ہیں ان کو بھی مثل سابق کے قتل کر دیا پھر اس نے تیسرے دروازہ کو کھولا، اس میں بھی بیس سید اولاد علی و بتول سے بُری حالت میں قید ہیں۔ غلام ایک ایک لٹا گیا اور میں نے جب انیس سید قتل کر دیئے تو بیسویں نے میری طرف دیکھ کر کہا، او ملعون قیامت کو جب رسول اللہ ہمارے متعلق سوال کریں گے تو کیا جواب دے گا تو نے اولاد علی و بتول سے ساٹھ آدمی بے گناہ قتل کئے یہ سن کر میں کانپنے لگا تو ہارون کے غلام نے غصہ سے مجھے جھڑکائیں میں نے اُسے بھی قتل کر دیا، اے عبداللہ اب مجھے نماز دروزہ کوئی فائدہ نہیں دے گا، عبداللہ نے کہا کہ ان ساٹھ سیدوں کی نماز جنازہ کس طرح ادا ہوئی، حمید نے کہا عبداللہ سب لاشوں کو مع سردوں کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور کنواں مٹی سے بند کر دیا گیا۔ لوائح الاحزان ۲ ص ۲۵۳، اللعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا ائى منقلب يتقلبون ۵

گیارہویں مجلس

خلقت نور سردارِ انبیاء، قرآن مجید، حدیث قدسی، حسن کی تعریف
انبیاء ماسکِ ترکِ اولی، عتبہ کو شیر نے چیر مچاڑا اور سفینہ نے
شیر پر سواری کی، اورنگ زیب، بروالہ الدین، بلعم باغور کی دعائیں،
صبر الیوب، عبداللہ رضیع کی شہادت، پتھروں سے بچپوں کی شہادت
ثانی زمہاء دربارِ کوفہ میں،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُنْتُ كَنْزًا مُّخْفِيًّا فَاخْبَيْتُ اَنْ اُشْرَكَ فَخَلَقْتَ يَا مُحَمَّدُ

(حدیث قدسی) میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے اس بات کو درست رکھا کہ یہی نا
جاؤں اے میرے حبیب محمد میں نے تجھے پیدا فرمایا، اسرارِ معرفتہ طہا جلد ۴، مصباح المجالس
انسان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے ایک لاکھ پچیس
نبی اور ان کی طرف کتابیں بھیجے اس کے علاوہ اوصیاء اور بے شمار ملائکہ جو رانِ جنت،
جنت، کوثر، لبن، جہنم سلیل، جن والنس، حیوان، پرندے، چرندے، کیڑے مکوڑے،
آبی خاکی اور حشرات الارض، سورج و قمر، ستارے، بہتے ہوئے دریا، سمندر زمین و
آسمان عرش و کرسی کس غرض کے لئے پیدا فرمائے اس ساری مخلوق کے پیدا کرنے کی خدا
کو کیا ضرورت تھی اگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پیدا نہ کرتا تو کیا وحدہ لا شریک نہ تھا کیا وہ ان
کو پیدا کرنے کے بعد خدا بنا ہے۔ یقیناً خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ علیٰ کُلِّ
شیء و تدبیر ہے کیوں بھائیو اگر ساری دنیا دن رات عبادت الہی میں مشغول رہے تو
کیا خدا تعالیٰ کا کچھ سنو جائے گا اور اگر ساری دنیا اس کی مخالفت کر کے سینا چلی جائے تو کیا

خدا کا کچھ بگڑ جائے گا۔ ہرگز ہرگز نہیں ساری دنیا سر بسجود ہو جائے تو کیا اور ساری دنیا فرعون
نردو بن جائے تو کیا، ساری دنیا مسجدیں آباد کر لے تو کیا، تمام دنیا سینا اور ناپچ گھروں کو کلب
کی زینت بنائے تو کیا، ساری دنیا ڈاٹھری رکھ لے تو کیا، ساری دنیا ڈاٹھری منڈوا دے تو کیا،
میرا خدا کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات اس کی محتاج ہے نہ کسی کی حمایت سے اللہ تعالیٰ
کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ کسی کی مخالفت سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے۔ بے شک
وہ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے۔ صلوٰۃ رباعی

وعدہ لا شریک ہے پروردگار میرا اقرب سے تو قریب ہے ہر دل میں ہے البیرا
سمیع بصیر تو ہے اور قادر قدیر بھی تیرے سوا جو ہے بس عبد ہے وہ تیرا
(نبیؐ)

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ چھت سے
ایک چھپکلی حضرت کلیم کے کھانے پر گری اور بھاگ گئی حضرت کو اس کی اس حرکت سے
تشویش ہوئی اور عرض کی پالنے والے اس منحوس جانور کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی باقی
ساری کائنات ملائکہ، انبیاء، جن و انس حیوان وغیرہ کیا تیری عبادت کے لئے کافی نہ تھے۔
قدرت کی آواز آئی کلیم یہی الفاظ تو چھپکلی بھی کہہ رہی ہے کہ پالنے والے موسیٰ کے پیدا
کرنے کی کیا ضرورت تھی اور جو تیری عبادت کرنے والی مخلوق کافی ہے موسیٰ کو نہ پیدا کرتا
تو کیا ہر ج تھا اے موسیٰ نہ میں تیرا محتاج ہوں اور نہ اس چھپکلی کی مجھے احتیاج ہے بس
میں عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہوں اور ساری کائنات میری محتاج ہے۔ صلوٰۃ، جو
خالق ہر شے کا خالق مالک ہے اس کو کسی کی احتیاج اور ضرورت نہیں بلکہ ساری دنیا اس
کی محتاج ہے اُس پروردگار نے ازراہ لطف و کرم ارشاد فرمایا کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا۔
پس میں نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ پہچانا جاؤں اے میرے حبیب میں نے تجھے پیدا
کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ قدرت نے اپنی پہچان کرانے کے لئے محمد مصطفیٰ کو وسیلہ قرار دیا
جب وہ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے جس کو کسی کی ضرورت و احتیاج نہیں وہ تو وسیلے
کا بھی خالق ہے وہ وسیلہ بنائے تو میرے لئے وسیلہ پکڑنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ ارے خدا

ہمیں سبق دے رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ میری اتنی بلند مخلوق ہے کہ اسے اشاعتِ توحید کا ذریعہ قرار دیا جاسکتا ہے ثابت ہوا کہ حضور پر نور کو توحید نے اپنی پہچان کرانے کے لئے خلق فرمایا نہ کہ حضور ہماری خاطر پیدا ہوئے۔ صلوة۔

جس حدیث کو میں نے عنوان بیان قرار دیا ہے وہ ہے حدیث قدسی بسونفص کے تین درجے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جس کی تملات قیامت تک جاری و ساری اور اس کا حکم بھی قیامت تک قائم و دائم ہے دوسرا درجہ نفص کا ہے حدیث قدسی یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی تملات قرآن مجید کی تملات کا درجہ نہیں رکھتی مگر حکم قیامت تک جاری و ساری اور تیسرا فرمان معصوم ہے جسے حدیث کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنا لازم ہے تو جس کو آج عنوان قرار دیا جاتا ہے یہ حدیث قدسی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام۔ تو کلام باری تعالیٰ ہے کہ میں ایک محضی خزانہ تھا ہاں فرما دیں خدا کس چیز کا خزانہ تھا جو شئی بھی کہو گے میرا معبود اس کے سوا تھا کافی غور و فکر کرنے کے بعد سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ خزانہ خیر تھا یعنی بے داغ حسن تھا وہ حسن کہ خیر ہی خیر تھا اور حسن کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کا چاہنے والا ہو، جب تک اُسے اپنے حسن کا کامل قدر دان نہ ملے اُسے قرار نہیں آتا حضور میں دنیا کے حسن کا ذکر نہیں کر رہا۔ بلکہ حسن کے خالق کی حسن کی بات ہے آج کل تو حسن کی تعریف ہی عجیب ہوا کرتی ہے۔ عاشق نے اپنے معشوق کی یہ تعریف کی کہ میرے معشوق کے رخسار سے انگارے آنکھیں ہرن کی مہنبویں تیر۔ پلکیں تلوار ہونٹ پھول کی پتیاں، دانت انار کے دانے، زلفیں کالے ناگ کلبھڑا، قد سرو کی طرح گردن صراحی، کیا یہ حسن کی تعریف ہے ہرگز نہیں بلکہ حسن کی مٹی خراب کر دی ہے۔ سنو اگر سرو کے درخت پر ایک صراحی رکھ دی جائے اور ہرن کی دو آنکھیں اوپر صراحی کے رکھ چھوڑیں دو انگارے بھی لٹکا دیں اور دو تلواریں بھی لٹکا دیں اور پھول کی پتیاں بھی دو رکھ چھوڑیں چند انار کے دانے بھی ترتیب دے کر رکھ چھوڑیں دو تیر دو ناگ اور ایک کلبھڑا بھی درخت پر رکھ دیں تو کتنا عجیب منظر بن جائے گا۔ رات کو اگر کوئی دیکھے تو ڈر کے مارے مرجائے پورا لالہ دل کا منظر نظر آئے گا ناقص انسان کامل حسن کی کیا تعریف کر سکے گا ہر حسین

قرآن مجید، حدیث قدسی، حدیث

حسن کی تعریف

میں کوئی نہ کوئی نقص ہوگا مگر خالق حُسن ہر نقص سے پاک و مبرا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ بے عیب حُسن رکھتا ہے اسی طرح اُسے عاشق بھی بے عیب درکار ہے۔ صلوة اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا نہ باپ کی ضرورت نہ ماں کا محتاج معشوق نے اپنے عاشق کی ایسی ناز برداری کی کہ ادھر آدمؑ نے آنکھ کھولی ادھر فرشتوں سے سجدہ کر کر جنت عاشق کے حوالے کر دی اور جنت کی ہر چیز پر تصرف کا اختیار دے کر فرمایا اے میرے عاشق اس شجر کے نزدیک نہ جانا، بے شک خدا تعالیٰ کا عاشق حضرت آدمؑ بے عیب تھا مگر منع کئے ہوئے درخت سے نہ رہ سکا ایک روز آنکھ بچا کر جانکلا آواز آئی بس آدمؑ بس تیری محبت کا پتہ چل گیا ہے ہم اور عاشق پیدا کریں گے اس کے بعد حُسن بے عیب نے عاشق بے عیب حضرت نوحؑ کو پیدا فرمایا بہت اچھا عاشق نکلا معشوق خوش ہو گیا مگر ہزار سال کے بعد حضرت نوحؑ نے جب اپنے کافر بیٹے کے بارے میں استدعا کی تو قدرت کی آواز آئی میرے حبیب اس کافر کی نجات کا تقاضہ بجا نہ تھا میرے دشمن سے رابطہ محبت قائم رکھنے والے ہم پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے اب ہم اور عاشق پیدا کریں گے بس اس کے بعد حضرت خلیلؑ کو پیدا فرمایا، خلیل ایسا کامل عاشق نکلا کہ خلت کا تاج عطا کر دیا ادھر عاشق نے محبت کے ہر موڑ پر کمال کر دیا ملائکہ حیران و ششدر رہ گئے مگر راز و نیاز میں خدا جلنے کیا ہوا کہ معشوق نے جب کچھ اور آزمائش کو سخت کر دیا تو بیٹے کی محبت سے مجبور ہو کر آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ فرمایا خلیل، جس طرح میرا حُسن بے دانغ ہے اسی طرح تیرا عشق بے دانغ نہیں، بے شک تیرے عشق و محبت کی ہم داد دیتے ہیں مگر عاشق اور پیدا کریں گے تو قدرت نے موسیٰؑ نامی عاشق پیدا کر دیا اس عاشق نے اتنا قُرب حاصل کیا کہ محبوب کے ہاں آنا جانا ہو گیا، نہ حجاب نہ رکاوٹ عاشق اتنا پیارا لگا کہ نام ہی کلیم اللہ ہو گیا ایک روز عاشق کی معشوق کے دشمنوں سے لے دے ہو گئی موسیٰؑ ڈر گیا خَاو حَسَّ فِيْ نَفْسِهٖ خَيْفَةً مُّوْسٰی پارہ ۱۶ رکوع ۱۲ پس موسیٰ نے اپنے نفس میں خوف کو محسوس کیا حکم ہوا بس موسیٰ بس تیری محبت کا بھی پتہ چل گیا ہم اور عاشق پیدا کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ نامی عاشق پیدا کر دیا یہ عاشق اتنا بے مثال نکلا کہ بالکل

خدا کا ہی ہو گیا نہ عورت نہ بچے نہ بھائی نہ بہن حتا کہ قدرت نے باپ کا بھی واسطہ نہ رکھا۔
 نام بلا تور روح اللہ، لہذا عاشق بھی اکیلا اور معشوق بھی وحدہ لا شریک عاشق نے
 ساری زندگی کوئی اچھا مکان تک نہ بنایا کہ غیر کا خیال تک نہ آئے معشوق نے بھی نگاہ
 محبوب میں وہ قدرت بخش دی کہ مرد سے زندہ کرنے لگا مٹی سے پرندہ بنا کے اڑانے
 پر قادر کر دیا لوگوں کے گھروں کے حالات بتانے لگا مگر باوجود اتنی قوت و طاقت کے
 محبوب کے دشمن طیلیانوس سے گھبرا کر مکان میں جا چھپا، اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشق کا
 جودل تنگ دیکھا تو چوتھے آسمان پر حفاظت سے بلالیا اور کہا کہ اے عاشق مدعی عشق
 انتظا کرو ہم تمہیں اپنا عاشق دکھلائیں گے۔ تاریخ اسلام جلد ۲۶ ص ۲۶ بس اللہ تعالیٰ
 نے ایک لاکھ کئی ہزار نبی بھیجے مگر وہ کسی نہ کسی مقام پر رک گئے اگر سابقہ انبیاء علیہم السلام
 قدرت کی منشاء پوری کر دیتے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
 وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ مَدِينًا پارہ ۶ رکوع ۵
 آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کی اور تمہارے نعمت
 اپنی اور پسند کیا واسطے تمہارے اسلام کو دین۔ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کا آنا اس بات
 کی دلیل ہے کہ منشاء قدرت کا حقہ پوری نہیں ہوئی۔ جناب عیسیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ نے
 آمنہ کالال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور یہ عاشق کچھ اس انداز
 میں پیدا فرمایا کہ اس کی اداؤں پر خالق خود عاشق ہو گیا پیدا کرنے سے پہلے فرمایا آنے والا
 احمد ہو گا مگر جب وہ تشریف لایا تو اتنا پسند آیا کہ اپنا نام محمود تو اس کو محمد کے نام سے
 پکارا نہ میہاں اگر انداز بدل دیا کیونکہ حسن کی تو فطری خواہش ہو اہی کرتی ہے کہ کوئی اس
 کا چاہنے والا ہو اور جب تک اُسے اس کے مقام کا عاشق نہ ملے اس وقت تک اُسے
 قرار نہیں آتا۔ مگر میہاں آزمائنا تو درکنار اپنے حبیب محمد کی اس انداز سے حفاظت فرمائی کہ اگر
 کسی نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں نکال دیں۔ اس محبوب کی حفاظت
 کے لئے اعلیٰ نے علی کو بھیج دیا جس نے آتے ہی دعوت ذوالنشرہ پر اعلان کر دیا کہ یا رسول
 اللہ جس نے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا جس نے آپ کی شان

دعوت ذوالنشرہ

شب معراج حضور کے عرش پر جانے کے واقعات تو لوگ بیان کرتے ہیں واپس آنے کے بارے میں بھی قرآن سنو! وَاللّٰحْمُ اِذَا هُوَ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝

طالوت

بنادیا۔ ابولہب اپنے بیٹے عتبہ کو لے کر تجارت کو روانہ ہو گیا کہ میرا بچہ محمدؐ کے جادو سے بچ جائے اور درمیان میں عتبہؓ اس کے ارد گرد قفلے والے ان کے ارد گرد سامان ان کے ارد گرد، چاروں طرف اونٹ بٹھائے جاتے تھے ایک منزل پر قیام کیا کہ اس جگہ دیر تھا، اس کے پجاری نے آواز دی کہ یہ جگہ درندوں کی ہے یہاں سے بھاگ جاؤ ابولہب نے ہر ممکن کوشش کی کہ عتبہ بچ جائے درمیان میں عتبہؓ کو ٹھلایا مگر رات کو شیر آیا جس نے نہ کسی اونٹ کو کچھ کہا اور مردوں کو سونگتے ہوئے عتبہؓ کے پاس پہنچ کر اس کو بیدار کیا عتبہؓ نے آواز دی مجھے محمدؐ کے خدانے قتل کر دیا بس شیر نے ملعون کی گردن مروڑ دی، یہ ہے

اسرارِ مقدسہ

حفاظت مصطفیٰ تفسیر عمدۃ السببان جلد ۳ ص ۳۱۲، کنوز المعجزات ص ۲۳، شیر صرف رسول اللہ کا ہی کہا نہیں مانتے بلکہ آنحضرت کے غلاموں کے بھی غلام نظر آتے ہیں ابن اعرابی رسول اللہ کے غلام سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں کشتی پر سوار ہوا کچھ عرصہ کشتی سمندر میں چلنے کے بعد معہ سامان کے ڈوب گئی تمام لوگ بھی غرق ہو گئے میں ایک تختے پر بچ گیا۔ سمندر میں تختہ چلتا رہا اور ایک بڑے پہاڑ کے قریب جا لگا میں کوشش کر کے پہاڑ پر چڑھ گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ ایک شیر میری طرف دھاڑتا ہوا آیا میں ڈر گیا اور قدرت سے عرض کی پالنے والے جس طرح تو نے مجھے سمندر سے بچایا ہے اپنے حبیب کے صدقے سے اس شیر سے بھی محفوظ رکھ جب شیر قریب آیا تو میں نے شیر کو آواز دے کر کہا کہ میں رسول اللہ کا غلام سفینہ ہوں لہذا میرا خیال کرنا تجھ پر لازم ہے اتنا سن کر شیر نے اپنا سر میرے قدموں پر رکھ دیا اور انکساری کرنے لگا اور بتی کی طرح کبھی میری پنڈلیوں پر اور کبھی قدوں پر سر رکھتا تھا پھر اس نے مجھے اپنی پشت خمیدہ کر کے اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ میں شیر پر سوار ہو گیا اور وہ مجھے جلدی جلدی لے کر چلا آخر کار مجھے ایک جزیرہ میں لے آیا جس میں پھلدار درخت اور پانی کا میٹھا چشمہ تھا میں نے شیر سے آخر کر پھل توڑے اور کھائے، جب خوب کھا چکا تو پانی پیا اور سیر ہو گیا۔ پھر کچھ پھل ساتھ لے لئے شیر نے پھر اپنی کمر کی طرف اشارہ کیا میں سوار ہو گیا۔ شیر مجھے پھر سمندر کے کنارے لے آیا میں نے سمندر میں ایک کشتی دیکھی اور کشتی والوں کو پکارا۔ کشتی والوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور رنگر ڈال دیجئے دو آدمی چھوٹی کشتی لے کر میری طرف بڑھے اور کنارے تک کشتی لے آئے میں شیر کی پشت سے اترا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور کشتی پر سوار ہو گیا۔ غلام سفینہ کہتا ہے خدا کی قسم جب میں شیر سے جدا ہوا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور شیر بار بار ہماری طرف دیکھتا تھا جتنی کہ ہم پوشیدہ ہو گئے۔ کنوز المعجزات ص ۲۴ رباعی

یہ وہ لوگ ہیں جن کی غلامی کو درندے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی سلامی کو پرندے ہیں
 ابوذر ہو یا سلمانؓ، سفینہ ہو یا قنبر ہو سبھی یہ آل محمدؐ کے بیکاری ہیں کا ندے ہیں
 (نعیم)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو محمد مصطفیٰؐ اتنا پیارا لگا کہ آزمائے کا طریقہ ہی ختم کر دیا بلکہ اس کی حفاظت کا پورا پورا انتظام فرمایا اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی حفاظت فرمایا کرتا ہے علماء نے یہ توجیہ نکالی ہے کہ عرش پر خدا محمدؐ کا عاشق ہے اور فرشتے پر محمدؐ خدا کا عاشق ہے اس طرح بھی تو حسن کو اپنے حسین عاشق کے آزمائے کی نوبت نہ آسکی بلکہ بے داغ معشوق سمجھ کر پاسبانی میں منہمک ہو گیا۔

سنو! منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کو ہلاک توحید پیش کی تو ابولہبؓ نے کہا تَبَّالْكَ لِهَذَا دَعَا جَمِيعًا لِيَعْنِي هَلَاكًا هُوَ دَاخِلٌ فِيهِ اَسَى لِي بِمَنْ كُوْنَا بِهٖ اَبُو لَهَبٍ نَے حضورؐ کے دستِ نبوت پر اعتراض کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے فوراً جواب دیا تَبَّتْ سِدْرُكَ اَيْدِيْكَ لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا اَنْفَعْنِي عَمَلُهُ مَا لَهٗ ۝ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا اِذَا اَتَتْ لَهَبٌ ۝ وَامْرَاَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝

فی چند ماہ حبس میں مسک ۳۰ ہلاک ہو چیا ہاتھ ابی لہبؓ کے اور ہلاک ہو رہے نہ کفایت کیا اس کو مال اس کے نے اور جو کچھ کمایا تھا شتاب داخل ہو گا آگ شعلہ والی میں اور جو رو اس کی اٹھائی ہوئی ہے لکڑیوں کی بیچ کر دن اس کی کے رسی ہے پوست کھجور کی سے۔ ابوجہلؓ نے ایک سنائی تو قدرت نے حمایت رسولؐ میں چار سنائیں یہ ہے اس بندے کی سزا جس نے رسولؐ خدا کے ہاتھ پر اعتراض کیا۔ ہاتھ انسان کا جز ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان وغیرہ سب عضو ہیں عقل کے تابع عقل ہے کل اور باقی ہیں جز اب فیصلہ آسانی سے کر دو کہ جس نے رسولؐ اللہ کے جز پر اعتراض کیا ہے ملعون تو جس نے رسولؐ اللہ کے کل عقل پر اعتراض کیا ہو وہ کیا ہو گا۔ صلوة

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حسن کی فطری خواہش ہو گرتی ہے کہ کوئی اس کا کامل تدران ہو۔ بس قدرت کی اس چاہت کو دیکھ کر بتوؓ کے لال نے عرض کی پالنے والے میں ترا عاشق ہوں مجھے آزما کے دیکھ لے پس قدرت نے بتوؓ کے لال کا عشق آزمایا تو اتنا کامیاب و کامل نکلا کہ وہ معشوق مطمئن ہو گیا یوں سمجھو کہ انسانیت کی رچ ہے شریعت اور شریعت کی رچ ہے کلمہ اور کلمہ کی رچ ہے محمد مصطفیٰؐ اور محمد مصطفیٰؐ کی رچ ہے حسین

ابن علیؑ میں اس کی وضاحت کئے دیتا ہوں دنیا میں تین چیزوں کے لوگ عاشق ہوا کرتے ہیں ۱۔ دولت و حکومت ۲۔ عورت و شہرت اور ۳۔ توحید باری تعالیٰ باقی تمام محبتیں ان کا جز ہوا کرتی ہیں تاریخ و تجربہ شاہد ہے کہ جو دولت و حکومت کا عاشق ہوا وہ نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کا رہا۔ یعنی حکومت و دولت میں اتنا محو و مہمک ہوا کہ نہ اُسے توحید باری تعالیٰ یاد رہی اور نہ ہی اُسے قوم و قبیلہ بیوی بچے یا درہے آپ کے سامنے اور نگ زیب جیسے ملاں بادشاہ کے واقعات ہیں جسے دھڑواڑ ملاں رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس خطاب سے یاد کرتے ہیں اور نگ زیب نے حکومت کے عشق میں باپ کو عمر بھر قید رکھا اور بھائی کی آنکھیں نکلو کر قتل کر دیا یہ بھی ایک نرالا مذہب ہے کہ جس کا ماننے والا طاقت کو حق سمجھتا ہے بس جس کے ہاتھ میں طاقت دیکھی اُسے ہی خلد اللہ ملکہ کے خطابات عطا کر دیتے یہ ہی تو رہنمایان دین کا کمال ہے کہ باپ اور بھائی جو مسلمان تھے ان کے قاتل کو اولی الامر فخر سے بیان کرتے ہیں حالانکہ شریعت محمدیہ میں کافر ماں باپ کے سامنے بھی اُف کرنے کی اجازت نہیں منقول ہے کہ زکریا بن ابراہیم یہودی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے ماں باپ سے کوئی زندہ بھی ہے عرض کی یا بن رسول اللہ صرف میری ماں زندہ ہے مگر مولادہ یہودیہ ہے اور میں مسلمان ہوا ہوں اس کا اب میرے ساتھ کیا رشتہ رہا فرمایا زکریا خدائے ڈرو ماں باپ کے حق میں ایسے الفاظ نہ کہو بلکہ جاؤ اس کی پہلے سے زیادہ خدمت کرو امام علیہ السلام کا حکم پا کر زکریا گھر آیا اور ماں کی پہلے سے زیادہ خدمت کرنے لگا چند روز کے بعد اس کی ماں نے محسوس کر کے دریافت کیا کہ بیٹا کیا وجہ ہے کہ اب میری خدمت دیکھ بھال پہلے سے زیادہ کرتا ہے عرض کیا امی جان میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام میں والدین کی خدمت کرنے کی زیادہ تاکید ہے یہ میرے امام کا حکم ہے جب اس کی ماں نے اسلام کی اس خوبی کو دیکھا تو کہا بیٹا مجھے بھی اس امام ہمام کی خدمت میں لے چل تاکہ میں بھی اس مذہب کو اختیار کروں جس مذہب میں بزرگوں کی خدمت کرنے کی تاکید مزید ہے اس کے بعد وہ عورت امام کی خدمت میں

اورنگ زیب

بزارالدین

حاضر ہو کر نعمت اسلام سے فیضیاب ہوئی صلوٰۃ - محافل و مجالس ۱۵۵
 مردی ہے کہ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں حضور پُر نور سے
 اپنے باپ کے قتل کی اجازت طلب کی تھی جو مشرکین کی فوج میں تھا تو آنحضرت نے
 منع فرمایا کہ ایسا نہ کرو یہ کام کوئی دوسرا کرے گا۔ تفسیر انوار البیّن جلد ۹ ص ۲۱ اس فرمان
 مصطفیٰ کو سامنے رکھ کر فیصلہ دو کہ اورنگ زیب نے اپنے باپ کو ساری عمر قید رکھا اور
 بھائی کو قتل کیا تو یہ کس شریعت کی طرف سے اجازت تھی بس جو دولت و حکومت کا
 عاشق ہوتا نہ وہ خدا و رسولؐ کا رہا اور نہ قوم و قبیلے کا رہا۔ دوسرا عاشق ہے شہوت کا، شہوت
 کا عاشق نہ قوم و قبیلے و حکومت کا رہا اور نہ خدا و رسولؐ کا رہا یعنی اس کی دنیا صرف اور صرف
 شہوت ہی ہوا کرتی ہے اس دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لئے قرآن مجید میں بلعم بن باعور
 کا قصہ کیا خوب رہنمائی کرتا ہے روایت میں ہے کہ بلعم باعور خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے
 کی وجہ سے آنا بلند ہو گیا تھا کہ قدرت کی طرف سے اُسے پیغمبر نے کہا کہ بلعم کی تین
 دعائیں قبول ہیں جو بلعم کا جی چاہے خدا تعالیٰ سے طلب کرے لکھا ہے کہ جس شہر میں
 بلعم رہتا تھا اس کا نام بالقی تھا جب بنی اسرائیل نے اس پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگ
 اور بادشاہ نے بلعم بن باعور کی عورت سے کہا کہ تم اپنے شوہر سے دعا کرو کہ یوشع بن
 نون ہم پر فتح نہ پانے بلعم باعور چونکہ عورت کا عاشق تھا جب اس کی عورت نے کہا کہ
 اپنی تین دعاؤں میں سے ایک مجھے دیدو تو بلعم باعور نے اتر کر لیا اور اس کی عورت نے کہا کہ یوشع بن نون کے لئے دعا کرو
 کہ فتح نہ پائے بلعم باعور نے کہا کہ یوشع بن نون خدا کا نبی، اس کی مخالفت کرنا غضب الہی کو دعوت دینے کے
 مترادف ہے عورت نے کہا اگر تجھے یوشع بن نون مجھ سے زیادہ پیارا ہے تو مجھے طلاق
 دے دو چونکہ یہ عورت کا عاشق تھا طلاق کا نام سن کر کانپ گیا اور بنی اسرائیل کے
 لئے بد دعا کر دی۔ بد دعا کرنے کے بعد فوراً اس کی شکل سیاہ ہو گئی جب اس نے اپنی
 شکل دیکھی تو غصے میں اگر عورت سے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا تیری وجہ سے میرا دین و
 ایمان برباد ہوا، غصے سے دوسری دعا مانگی کہ میری عورت کتیا بن جائے بس دوسری دعا
 ختم ہو گئی اب اس کتیا کو دیکھ کر بچے اور شہر والے لوگوں نے بلعم باعور سے کہا کہ بد دعا کرو

بلعم باعور کی تین دعائیں

کہ یہ اپنی اصلی شکل پر آجائے چونکہ عورت کا عاشق تھا تیسری دعا اس کو ٹھیک کرنے میں لگا دی بس تین دعائیں ختم ہو گئیں اور مسٹر بلغم باعور جہنم رسید ہو گیا۔ یہ ہے عورت کے پرستار کی داستان عشق۔ قصص الانبیاء ص ۲۹۵

اسی طرح ایک اور واقعہ تاریخ اسلام کے دامن میں محفوظ ہے کہ ایک بزرگ نے طرید رسولؐ کو واپس بلالیا اور اسی عشق کی پختگی کرتے ہوئے آپؐ نے اپنی عزیز جان بھی موت کی مہینٹ چڑھا دی مگر اپنے سالے پر عورت کی خوشنودی کی خاطر آنچ نہ آنے دی یہ ہے عشق کامل کی کامل و اکمل مثال جس کو تفصیل سے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور تیسرا ہے عشق باری تعالیٰ جس کو خدا کا عشق لگا وہ نہ دنیا کا خیال کرتا ہے اور نہ بیوی بچوں کی پرواہ کرتا ہے یہ پوری کائنات میں صرف اہل محمدؐ کا ہی گھرانہ ہے لوگوں نے غرض کا نام عشق رکھ دیا ہے اور لفظ عشق کو بدنام کر دیا ہے حقیقی عاشق وہ ہے جو اپنے محبوب پر جان۔ مال۔ اولاد۔ عزت قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کرے یعنی محبوب کی خاطر یہ قربانیاں دیتے ہوئے تنگی محسوس نہ کرے بلکہ فخر سے ان چیزوں کو محبوب پر فدا کر دے ایسا تو حید باری تعالیٰ کا عاشق صرف اور صرف نبولؐ کا لال حسینؑ ابن علی علیہ السلام ہی نظر آئے گا میں نے آپؐ کے سامنے مختصر سا حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت خلیلؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کر دیا ہے کہ یہ حضرات کسی نہ کسی مقام پر رک گئے یا تنگی محسوس فرمائی ان اہل العزم صاحبان شریعت پیغمبروں کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت ایوبؑ علیہ السلام کے صبر کے بارے میں تفصیل سے ذکر ہے واقعی حضرت ایوبؑ بڑے صابر و شاکر اور عاشق تو حید تھے مگر ایک مقام پر حضرت ایوبؑ بھی رک گئے اور بارگاہ احدیت میں دست دعا بلند کر کے عرض کی پائے والے میرا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے میری مدد فرما۔ سنو! حضرت ایوبؑ کی آزمائش کا قصہ یوں ہے کہ قدرت نے آپؐ کو وافر رزق اور چالیس ہزار بھیر بکری اور اس کے علاوہ اونٹ، گھوڑے، گائے بیل زراعت باغات غرضیکہ بے شمار آپ کے پاس دولت تھی حضرت ایوبؑ کی پانچ بیویاں اور بارہ بیٹے تھے ان نعمات الہیہ میں حضرت کی عبادت اور شکر خداوند بدن بڑھتا جاتا تھا۔ قدرت نے حضرت کی عبادت و شکر

پر ملا کہ میں فخر سے فرمایا کہ یہ میرا بندہ کتنا بڑا شاکر ہے۔ ابلیس مردود نے عرض کی بار الہا کمی کس چیز کی ہے کہ تیری طرف سے ہر نعمت اُسے وافر میسر ہے پھر عبادت نہ کرے تو اور کیا کرے قدرت کا ارشاد ہوا۔ اے ملعون اگر یہ تمام چیزیں اس سے چھین لی جائیں، تو پھر بھی ایوبؑ کی عبادت میں فرق نہ آئے گا بس اس وقت سے حضرت ایوبؑ کی آزمائش شروع ہوئی آپ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ غلام نے اگر عرض کی یا نبی اللہ غائب سے آگ آئی اور تمام بھیڑیں جل کر مر گئیں آپ نے سجدہ شکر ادا کیا کہ جس کا مال تھا اس نے لے لیا پھر دوسرا غلام دوڑتا ہوا آیا اور عرض کی کہ حضور ادا نہٹ گھوڑے گائے بیل سب یکدم مر گئے آپ نے یہ سن کر سجدہ شکر ادا کیا کہ مالک نے مال سنبھال لیا ابھی سر سجدہ سے اٹھایا ہی تھا کہ ایک غلام دوڑتا ہوا آیا کہ مولا غائب سے آگ آئی اور تمام باغات و زراعت خاکستر ہو گئی آپ نے فرمایا شکراً للہ جس حالت میں وہ رکھنا چاہتا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے اسی اثنا میں گھر سے چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تمام بچے مکان کے نیچے کھانا کھا رہے تھے کہ چھت کے گرنے سے تمام اولاد مر گئی یہ سن کر خالق کی حمد کی **الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ** غرضیکہ ایک ہی دن میں بھرے گھر کا صفایا ہو گیا مگر آنحضرتؐ کی عبادت میں فرق نہ آیا ہر مصیبت کے آنے پر عبادت میں اضافہ ہوتا گیا اور شکر خدا بڑھتا گیا۔ اس ذوق عبادت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ادرود دیکھ میرا عاشق کس طرح میری یاد میں مستغرق ہے۔ ابلیس نے عرض کی پالنے والے ایوبؑ کو جسمانی کوئی تکلیف نہیں ہے ہاں اگر اس کے جسم میں تکلیف ہو جائے تو پھر اس قدر تیری عبادت نہ کر سکے گا۔ قدرت فرمایا لو میں اسے بیمار بھی کر دیتا ہوں مگر میری یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ اس کے بعد حضرت ایوبؑ بیمار ہو گئے اور ستر بیمار ہوئے کہ چلنے پھرنے کی قوت نہ رہی ایک روز آپ نے عرض کی پالنے والے میری زبان کو صحیح و سالم رکھنا تاکہ تیرے ذکر کی شیرینی سے محروم نہ ہواؤں۔ لکھا ہے کہ حضرت کی بیماری نے جب طول کھینچا۔ تو سولہ ایک عورت حضرت رحمۃ بی بی کے تمام عورتیں طلاق لے کر چلی گئیں اور امت نے بھی ساتھ چھوڑ دیا بس ایک زوجہ حضرت رحمۃ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھی

اور ایک حضرت خود باقی ساری دنیا نے ساتھ چھوڑ دیا جس طرح ابلیس نے حضرت ایوب کی امت اور دیگر ازواج کو گمراہ کیا تھا اُسی طرح حضرت رحمۃ کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ یہ بھی مہک جائے مگر ابلیس ملعون یہ نہ جانتا تھا کہ صرف نبی کی بیوی ہی نہیں ہے کیونکہ صرف بیوی ہوتی تو شاید مہک جاتی کیونکہ دوسروں کو جو مہکا دیا تھا۔ یہ صرف نبی کی بیوی ہی نہ تھی بلکہ ایک نبی کی بیٹی بھی تھی۔ صلوٰۃ - الآخر، شہر سے امت نے حضرت ایوب کو ٹاٹ میں لپیٹ کر جنگل میں ڈال دیا کہ ایوب کے گناہوں کی شامت میں کہیں ہم بھی گرفتار ہو جائیں حضرت رحمۃ دن کو گاؤں میں چلی جاتیں اور محنت و مزدوری کر کے شام کو اپنے شوہر کے لئے کھانا اور دوائے کر آتی اور حضرت ایوب برابر بیماری کے عالم میں عبادتِ خدا میں مشغول رہتے حضرت نے اس انداز سے عبادتِ خدا کی کہ ملائکہ بھی محو حیرت ہوئے خلاصۃ الانبیاء میں ہے کہ آنحضرت اٹھارہ سال اس مصیبت میں مبتلا رہے مگر وظیفہ عبادت روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ خلاصۃ الانبیاء ص ۱۹۲ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت رحمۃ جو گاؤں میں مزدوری کے لئے تشریف لائیں تو عورتوں نے کہا کہ ہمارے شہر کے لوگوں نے باہم مشورہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ ایوب کی بیوی کو کوئی مزدوری نہ کرنے دے، مبادا کہیں ہم بھی ایوب کی اس حمایت میں عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ شام کو حضرت رحمۃ خالی ہاتھ واپس تشریف لے آئیں اور حضرت سے عرض کی کہ آپ کی امت نے اب تو مزدوری بھی بند کر دیا ہے۔ دوسرے روز حضرت رحمۃ دوسرے گاؤں کی طرف نکل گئیں مگر وہاں کے لوگوں نے بھی مزدوری کرانے سے انکار کر دیا کہ کہیں ہم نہ شامتِ ایوب میں شریک ہو جائیں۔ آخر مجبور ہو کر حضرت رحمۃ ایک چوراہے پر بیٹھ گئیں کہ راہگیروں سے حقِ خمس طلب کروں گی اسی اثنا میں ایک قافلہ وہاں سے گزرا تو حضرت رحمۃ نے دامنِ عصمت کو سنبھال کر فرمایا لوگو! میں تمہارے نبی حضرت ایوب کی بیوی ہوں میرا شوہر کافی عرصہ سے بیمار ہے قربِ دھوا کے گاؤں والوں نے میری مزدوری بند کر دی ہے اگر تم لوگ یہی بار کوئی مدد دینا نہیں چاہتے تو ہمارا حقِ خمس تو ہمیں دے دو۔ یہ سن کر ایک آدمی نے بڑھ کر کہا کہ ایوب کو تو تمام بیویاں چھوڑ کر چلی گئیں ہیں فرمایا حضرت کی چار بیویاں طلاق لے کر چلی گئی ہیں اور میں حضرت یوسف

علیہ السلام کی پوتی حضرت انسہ ایم کی لڑکی ہوں اس لئے میں حضورؐ کی غلامی بدستور کر رہی ہوں۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کے بال مبارک سنہری تھے آپ ہمیں دو بال دیکھا دیں اگر سنہری ہوئے تو آپ کی مدد کی جائے گی۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت رحمہ کی چیخ بھل گئی اور رو کر فرمایا او بے حیا اُمت تم اپنے نبی کی بچیوں کے بال دیکھتے ہو، کیا حضرت یوسفؑ کا حیا نہیں کرتے بس روتے ہوئے واپس پیٹیں اور شوہر کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ عرض کیا۔ حضرت ایوبؑ نے جب سنا کہ آج ہمارا کلمہ پڑھنے والوں نے میری بیوی کے بال دیکھنے کی جسارت کی ہے تو فوراً تڑپ گئے اور پیمانہ صبر چھلک گیا ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کی وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّكَ اِنِّىْ مُسْتَضِىْ الضُّوْءُ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ پارہ ۷۷ رکوع ۶ ترجمہ اور ایوبؑ نے پکارا اپنے رب کو کہ میرے اللہ بے شک مجھے دکھ پہنچا ہے اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے میرے پروردگار اب مجھے معاف کر یہ میری برداشت سے باہر ہے کہ دنیا میری بیوی کے بال دیکھنے کی جسارت کرے، اللہ اکبر! اس کے ساتھ حضرت ایوبؑ نے حضرت رحمہؑ سے فرمایا تو نے ان لوگوں سے سوال کیوں کیا، جب میں شفا یاب ہو گیا تو تجھے سودرے ماروں گا، اس غصہ و جلال سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پہنچ کر حضرت گھبرا گئے تھے قدرت کا ارشاد ہوا۔ میرے صابر رسولؐ رحمہ پاک دامن ہے اور تو نے بھی قسم کھائی ہے وَ خَذْ بِيْـدِكَ ضَعْفًا فَاطْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْذَنْتْ پارہ ۲۳ رکوع ۱۳ ترجمہ اور پھر اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ٹٹھا پس مار اُسے قسم میں ٹھوٹا نہ ہو۔ پس ثابت ہو گیا کہ جب عزت کا معاملہ آیا تو حضرت ایوبؑ بھی اس مقام پر گھبرا گئے، مگر واہ حسین ابن علیؑ۔ سندس۔

نوشہوئے خلد و بگئی خاکِ شفا کے بعد جنت کا نام آنے لگا کہ بلا کے بعد صبر ایوبؑ، بہت خلیلؑ اور یعقوبؑ سب تذکرے ہیں ذکرِ شہرہ کر بلا کے بعد

ہوتا حسینؑ دنیا میں اگر کوئی دوسرا

پھر کر بلا بھی ہوتی کوئی کر بلا کے بعد

(صلوٰۃ بر محمد و آل محمد)

میر سنو! حقیقی عاشق وہ ہوتا ہے جو محبوب پر جان و مال اولاد اور عزت قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کرے اب ساری کائنات میں نگاہ دوڑا کے دیکھ لو صرف اور صرف حقیقی عاشق کر بلا والے ہی نظر آئیں گے۔ مسلمان حسینؑ ابن قبولؑ نے توحید کی حفاظت و پاسداری کے لئے کیا کچھ خرچ نہیں کیا جو کچھ حسینؑ کے دامن میں تھا سارا مال حتیٰ کہ پرانا نقین تک بھی خدا کے راہ میں نسا دیا، اولاد میں سے صرف علیؑ اکبر ہی نہیں دیا بلکہ چھ ماہ کا علیؑ اصغر بھی فدا کرنے کے بعد لاش اصغرؑ کے قریب کھڑے ہو کر دو رکعت نماز شکر ادا کرتے ہیں روایت میں ہے کہ میرے امام مظلوم کا ایک بچہ ایک دن کا بھی میدان کر بلا میں شہید ہوا ہے جس کا نام عبداللہ رضیع ابن الحسین تھا اور زیارت ناحیہ میں عبداللہ رضیع پر سلام وارد ہے اُن کی والدہ کا نام ام اسحق بنت طلحہ بن عبید اللہ تھا۔ یہ بچہ روز عاشورہ پیدا ہوا اور اسے مولا حسینؑ کے پاس لایا گیا۔ میرے مولا اس کے دہن میں اپنی زبان اقدس دے کر چُپا رہے تھے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی ملعون نے تیر مارا جس سے یہ بچہ شہید ہو گیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد نے اس بچے کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا جو ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا اگر ایک قطرہ بھی واپس زمین پر آ جاتا تو اُسی وقت اہل ارض عذاب میں گرفتار ہو جاتے اصحاب الیہین ص ۱۱۴ اور حاشیہ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲۵۲، اس بچے کے دفن کرنے کے بعد میرے مولا دو رکعت نماز شکر ادا فرماتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ حسینؑ نے دین و توحید کی خاطر بچے قربان کئے، میں کہتا ہوں لوگو میرے آقا نے صرف بچے ہی قربان نہیں کئے بلکہ بچیاں بھی دین پر قربان کی ہیں، سچ تو یہ ہے میدان کر بلا میں حسینؑ نے اپنا دامن جھاڑ کر عرض کی پالنے والے میں سب کچھ دے چکا اگر کوئی شیئی میرے پاس ہے تو بتا حسینؑ وہ بھی دینے کو تیار ہے منقول ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ علیہ السلام جب تمام حرم خیمے سے نکلی پڑے تو اطفال خور و سال گریہ و زاری نوحہ و فریاد کرتے ہوئے لشکر کے چاروں طرف پریشانی و گھبراہٹ کے عالم میں دوڑنے لگے اور ایک حشر برپا ہو گیا۔ عمر بن سعد ملعون نے جو یہ حالت دیکھی۔ تو سنگ اندازوں کو حکم دیا کہ بچوں پر پتھر برسائیں پس ان ملائین نے پتھروں کی بارش شروع

جناب عبداللہ رضیع کی شہادت

پتھروں کی بارش میں بچوں کی شہادت

کردی جس سے کئی بچے شہید ہو گئے ان شہید ہونے والوں میں چار بچیاں بھی تھیں جو بیوقوفوں کی تاب نہ لا کر درجہ شہادت پر فائز ہوئیں۔ مواعظ حسنہ ص ۱۸۹ میں مسلمانوں سے ایک سوال کرتا ہوں بتاؤ مسلمانو! حسین ابن علیؑ کو بلا میں کیوں مال و اولاد اور جان قربان کر رہے ہیں ہاں اگر یہ بھی بقول ناصبی ملاں کے مان لیا جائے کہ وہ ملک حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے تھے تو کہ بلا میں تو انہیں یقین ہو گیا تھا کہ میری فوج میں زیادہ سے زیادہ (بہتر نہ سہی) ایک سو بیس سپاہی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور دوسری طرف ہر طرح کے اسلحہ سے لیس نو لاکھ نہ سہی کم از کم پچیس ہزار ہیں کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ ان تین دن کے بھوکے پیاسوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ کل تمام ہمارے مقابل قتل ہو جائیں گے ہر گز ہرگز نہیں یقیناً ہر صاحب ادراک یہی کہے گا کہ امام مظلوم اور پک کی فوج کو اپنی شہادت کا کامل یقین تھا۔ اگر امام حسین علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ (نعوذ باللہ) میں اب یزیدؑ کی بیعت کرتا ہوں تو پھر یقیناً مال و اولاد، انصار، جان، عزت سب محفوظ ہو جاتے میں کہتا ہوں چلو بعد میں یزیدؑ کی بیعت سے محفوظ مکان پر پہنچ کر انکار ہی کر دیتے جس طرح طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کر کے توڑ دی تھی، بیعت نہ ہی توڑتے، عبداللہ ابن عمرؓ بھی تو یزیدؑ کی بیعت کر کے اسکو بیعت رسولؐ کہہ رہا ہے وہ بھی تو مسلمانوں کے نزدیک صحابی رسولؐ اور دین کا ہیر و کہلاتا ہے۔ ان تمام طریقوں کو جانتے ہوئے حسین ابن علیؑ نے عمداً اپنا مال و اولاد، جان، انصار سب کچھ قربان کس غرض کے لئے کیا، ممکن ہے کوئی شیعہ یہ کہہ دے کہ حسینؑ نے جنت لینے کے لئے سب کچھ تو حید پر قربان کیا تو یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا یہ تو تمام اہل سنت بھی ہر جمعہ کے خطبہ میں پڑھتے ہیں حدیث نبوی ﷺ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا ابْنِ مَاجِہ ص ۱۸۱، فرمایا رسول اللہؐ نے کہ حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے ثابت ہوا کہ جنت ہی نہیں بلکہ جنت کی سرداری نانے کی گود میں کھیل کھیل کر حاصل کر لی تھی پھر کہ بلا میں مال، اولاد، جان، انصار عزت فدا کرنے کی کیا ضرورت تھی، سوا اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ میرے مولا بنم قدس و ملائکہ میں ثابت کرنا چاہتے تھے کہ میں ہوں حقیقی عاشق

مقرر جنگ نہ تھا

زبانی

دوبارہ زبانی زہراؓ سلام اللہ علیہا

توحید جو سب کچھ دے کر توحید کا بول بالا کر رہا ہوں۔ رباعی

ظاہر ہے نمایاں ہے حقیقت تیری اللہ کو نبی کو تھی مزدورت تیری
کی ختم الرسل نے دین حق کی تکمیل تکمیل رسالت ہے شہادت تیری

مگر تاریخ شاہد ہے کہ سید سجاد بیماری کے عالم میں کر بلا سے کوفہ تک پیدل مسافر
بے پناہ صدمے جگر پر اٹھائے ہوئے دو من وزنی خار دار طوق پہنے تھے ابن زیاد کے دربار
میں پیش ہوئے۔ شہید اعظم ۱۲۵، تو ابن زیاد ملعون سمجھا کہ شاید یہ قربانیاں آل محمدؐ نے ہمارے
مجبوری دی ہیں۔ اب حکومت سے مرعوب ہو چکے ہیں ابن زیاد نے حضرت سجادؓ کو جب
قتل کی دھمکی دی تو آپؓ نے اطمینان سے فرمایا ادا بن زیاد تو ہمیں موت سے ڈراتا ہے۔

أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةً وَالشَّهَادَةَ لَنَا كَرَامَةً۔ یعنی کیوں ابن زیاد ابھی
تک تو نہیں سمجھا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری عزت ہے۔ شہید انسانیت
ص ۵۰۵ اس کلام امام سے صاف ثابت ہے کہ مال، اولاد، جان، عزت توحید کی خاطر
قربان کرنے پر دل میں تنگی و پشیمانی نہیں بلکہ فخر ہے کہ ہم کامیاب ہوئے ہیں لکھا ہے کہ
جب اس ملعون نے حکم دیا کہ سجادؓ کو قتل کر دیا جائے تو جناب زینبؓ آگے بڑھیں اور بیمار
بھتیجے سے لپٹ گئیں اور کہا اؤ ملعون اگر اس بیمار کو قتل کرتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر،
تو نے رسول اللہؐ کا بھرا گھر اجاڑا ہے میرے پاس میرے بھائی کی صرف ایک ہی نشانی ہے
ہمارے وارثوں میں اس کے سوا اور کون ہے، جناب زینبؓ کی یہ تقریر سن کر بہت سے
درباری ڈھائیں مار کر رونے لگے، جناب زینبؓ نے فرمایا اوبے حیا کو فیو تم کیوں روتے
ہو بتاؤ آل محمدؐ کو اجاڑا کس نے ہے کہتے ہیں سیدہ نے فرمایا اوبے غیر تو تمہاری غیرت
ختم ہو گئی تم نے اپنی عورتوں کو تو پر دے میں بٹھا رکھا ہے اور محمدؐ کی بیٹیوں کا تماشہ دیکھنے
کئے ہو اؤ اور اپنے رسولؐ کی بیٹیوں کا تماشہ دیکھو! ثانی زہراؓ کی اس کلام سے دوبار
میں کھرام با ہو گیا اَللّٰهُمَّ اَلْعَنَةُ اللّٰهُ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَيَّ مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ

کیوں ظلم روا رکھا تم نے کچھ تو بتا دو
نفرت کا سبب وجہ بتا کچھ تو بتا دو
نہایت پر کیا اس کی صدا کوئی نہیں ہے
نہایت پر کیا اس کی صدا کوئی نہیں ہے

بارہویں مجلس

معصوم، مومن، کافر، منافق، مشرک کی توضیح۔ انتقال پیغمبر کے بعد منافقین کہاں پرواز کر گئے۔ صحابہ کا احترام۔ حکم اور مروان کا تعارف۔ معیت مکانی و معیت ایمانی۔ حضرت عزیر کا واقعہ۔ خلیل اللہ کا پرندوں کو بلانا۔ اویس قرنی ہتھوکل کے بیٹوں کا شیعہ استاد۔ کربلا میں دو صحابیوں کی شہادت،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَلَا تَقْطُرُوا الدِّیْنَ یَذْنُوبُ رَبُّهُ بِالْعَدَاوَةِ وَالْعِشْقِ یُرِیْدُ ذُنُوبَ وَجْهِهِ ۝ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابٍ مِنْ شَیْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابٍ عَلَیْهِمْ مِنْ شَیْءٍ فَخُطُّوْهُمُ فَتَكُوْنُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ میرے حبیب ہرگز نہ نکالنا ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں اور اسکی وجہ رضائے رکھتا ہے۔ انہیں تیرے ذمہ ان کا حساب کچھ اور نہ ان کے ذمہ تیرا حساب ہے پس اگر ان کو نکال دیا تو ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ پارہ ۴، رکوع ۱۲۔ قوتِ عقل و ادراک کے لحاظ سے بنی نوع انسان کی پانچ قسمیں ہیں ہر انسان ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک قسم پر ہو گا مگر معصوم جیسا کہ انبیاء علیہم السلام یا ان کے اوصیاء علیہم السلام۔ یہ لوگ اتنے پاک و طاہر ہوتے ہیں کہ ان سے ہرگز ہرگز خطا نہیں ہوتی ایسا نہیں ہے کہ ان کے پاس گناہ کرنے کی طاقت ملے ہی نہیں ہوتا بلکہ عقل و ادراک کے لحاظ سے اتنے پاک و طاہر ہوتے ہیں کہ کثافتِ گناہ کا خیال تک بھی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ مثلاً ایک آدمی بے دھڑک گناہ کرتا ہے کبھی جیل میں چلا گیا کبھی تھانے میں جوتیاں کھا رہا ہے۔ مگر گناہ کرنے سے باز نہیں آتا اور دوسرا آدمی گناہ سے اجتناب کرتا ہے تو یہ معصوم نہیں ہو گیا میں نے خیال کیا کہ یہ گھڑی اٹھالوں مگر اٹھائی اس لئے نہیں کہ

لوگ کیا کہیں گے کہ اچھا خاصہ واعظ ہو کہ بھی چوری کرنے سے شرم نہیں کرتا میرا جی تو چاہتا ہے کہ گھڑی اٹھاؤں مگر عامہ کی توہین اور آپ لوگوں کے طعنے سے ڈر گیا تو ایسے ہزاروں لوگ ہیں جو خیال تو کرتے ہیں کہ فلاں چیز مجھے مل جائے، فلاں گناہ میں کروں، مگر کسی خطرے کے سبب سے اُسے نہیں کرتے اور معصوم وہ ہوتا ہے کہ اُسے کبھی برائی تنگی کا بھی خیال نہ آئے جس طرح گندی نالی کا پانی چاہے کتنی ہی پیاس کیوں نہ ہو مسلمان ہرگز نہیں پئے گا مسلمان کے کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ وہ گندی نالی کے پانی سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔ جس طرح اپنی ماں بہن سے نکاح نہیں کرتا۔ چاہے ماں بہن کتنی ہی حسین و جمیل کیوں نہ ہو۔ ایسا عقد کبھی مومن کے گمان و خیال میں بھی نہیں آسکتا اسی طرح معصوم کے کبھی دہم دگان میں بھی کسی پھوٹے سے پھوٹے گناہ کرنے کی بھی تمنا پیدا نہیں ہوتی گناہ کرنے کا خیال آئے اور پھر گناہ نہ کرنا یہ معصوم کی شان نہیں بلکہ مسلمان کی شان ہے لہذا معصوم وہ لوگ ہیں جن کی ہر ادا قدرت کی تقدیر ہوا کرتی ہے اور دوسری قسم کا نام ہے مومن یعنی مومن عقل و ادراک کو بردے گا لاکر گناہ سے اجتناب کرتا ہے اور اچھے کاموں کی سعی کرتا ہے۔ تیسری قسم ہے منافق جس کی زبان پر حق ہو اور دل میں باطل ہو، بظاہر حق کا ساتھی اور حقیقت میں باطل کا پرستار، تو اُسے کہتے ہیں منافق۔ ملاں لوگ شیعوں پر تہمتیں لگاتے ہیں کہ تقیہ کرنے والے بھی تو منافق ہوئے کیونکہ ان کی زبان پر جو ہوتا ہے دل میں وہ نہیں ہوا کرتا، جو یا عارض ہے کہ منافقت کی ضد تقیہ ہے جس کی زبان پر حق ہو اور دل میں باطل نے ڈیرہ ڈال رکھا ہو تو یہ ہے منافقت اور تقیہ وہ ہے کہ زبان پر کسی خطرے کی وجہ سے باطل ہو اور دل میں نور ایمان کی مشعل جلوہ گر ہو، ارے منافق کی منشا ہوتی ہے کہ میں مومنوں سے مل کر بظاہر مومن بن کر اسلام کو نقصان پہنچاؤں، مگر تقیہ کرنے والے کی منشاء اس کے برعکس ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ میں اپنا ایمان دشمنان اسلام سے چھپا کر خطرے کے وقت جان بچاؤں، حضور تقیہ بالکل منافقت کے برعکس ہوتا ہے مزید تشریح کیلئے اسی کتاب کی تقریر ۱۵۱ کو ملاحظہ فرمادیں اور عقل و ادراک کے لحاظ سے جو مقام نمبر ہے کافر کا کافر وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان دونوں میں سے

کسی ایک ذات کا منکر ہو، اہل اسلام نے ہر بندے کو کافر فرمایا ہے جو اصول دین یا اصولِ مذہب کا منکر ہو، ایسے آدمی کی کوئی عبادت قبول نہیں اور پانچواں ہے مشرک، بس قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ مشرک ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، پارہ ۵ رکوع ۱۵، یقیناً اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اور جس کو چاہے بخش دے اس کے سوا مشرک وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی خدا مانے یعنی ہر وہ بندہ مشرک ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں یا صفات میں کبھی کوئی شریک کرے جب ساری کائنات اس کی مخلوق ہے تو اس کی ذات یا صفات میں، کوئی کیونکر شریک ہو سکتا ہے۔ پس میرا اللہ واحد لا شریک ہے۔ صلوٰۃ

ان پانچ صفتوں میں سے خطرناک صفت ہے منافق کی، اسلام نے منافق سے بچنے کی کافی تاکید کی ہے کہ ان ملعونوں سے بچو کیونکہ اسلام کا لباس پہن کر دین کا نقصان کرنے والا ہی تو منافق ہوتا ہے مسلمانوں کے دونوں بڑے فرتے کافر مشرک میں تو ایک طرح کا ہی دستور و عقیدہ رکھتے ہیں مگر جھگڑا صرف منافق میں ہے، شیعہ سنی دونوں بھائیوں میں اختلاف ہے سنی بھائی رسول خدا کے زمانہ میں تو منافقین کا وجود تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ پوری سورہ منافقوں کے علاوہ جا بجا قرآن پاک میں قدرت نے منافقین کا ذکر فرمایا ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے وَبِمَنْ حَوْلُكَ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَوْمٌ مَّا عَلَى التَّفَاقُ قَوْمٌ لَاَعْلَمُہُمْ خُنُّ لَعْلَمُہُمْ ط سُنْعُوْہُمْ مَّرَكِبَتْ شَمْرُوْذُ ذَا اِلٰی عَذَابٍ عَظِيْمٍ پارہ ۱۱ رکوع ۲ اور تمہارے ارد گرد رہنے والے بعض منافق ہیں، اور بعض مدینے کے لوگ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے رسول) تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دہرا عذاب دیں گے۔ قدرت کا ارشاد ہے کہ میرے حبیب آپ کے ارد گرد بعض منافق ہیں، جب خدا کہتا ہے کہ ارد گرد منافق ہیں تو معاملہ صاف ہو گیا، بس نبی کے ارد گرد منافق ہیں۔

قرآن مجید کا حکم ہے کہ زندگی رسول میں مدینہ منورہ میں منافق تھے جس سے انکار ملاں کے بس کا روگ نہیں ہے، میں اہل اسلام سے بعد ادب گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو مدینے والے منافق

اشفاقِ نبویہ کے بعد منافقین کہاں پرواز کر گئے

تھے۔ رسول اللہ کے انتقال کے بعد کہاں چلے گئے۔ پھر کیوں تاریخ ان کی نشاندہی سے خاموش ہے بنی اکرم کی زندگی میں تو منافق تھے اُدھر رسول اللہ نے آنکھ بند کی یہ سبھی فرشتے کس طرح بن گئے جو نبی کی محبت میں مسلمان نہ بن سکے انتقال رسول کے بعد کس طرح مومن بن گئے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور کے انتقال کے بعد مدینہ میں دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک حضرت ابوبکر کی پارٹی اور ایک حضرت علی کی پارٹی تھی تو منافق کو اس تشریف لے گئے یا ان دونوں میں سے کسی پارٹی سے مل کر کہیں دوسری پارٹی کے تو دشمن نہیں بن گئے، مسلمان تو طرید رسول کو بھی مومن کہتے ہیں جب حکم اور مرواٹ مومن بن گئے تو پھر مدینہ کے منافقوں کی نشاندہی کس طرح ہوگی، اہلسنت کے علامہ مولانا دوست محمد صاحب قرظی اپنی کتاب جلاء الافہام کے ص ۱۵۷ تا ۱۶۰ پر مرواٹ کی وکالت اسلام فرماتے ہیں جب تنظیم اہل سنت والجماعت کے صدر کا یہ حال ہے تو اب مدینہ میں رسول خدا کے بعد منافقوں کو کون تسلیم کرے گا معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم کے زمانہ میں تو منافق تھے جو نبی حضرت نے انتقال فرمایا تمام منافقوں کو آسمان نے اٹھالیا یا زمین نے انہیں ہضم کر لیا یا پھر سارے کے سارے فوراً مومن بن گئے مگر شیعہ رسول اللہ کے زمانے میں منافقین کا وجود مدینہ میں تسلیم کرتے ہیں اور حضور کے انتقال کے بعد بھی منافقین سے مدینے کو خالی نہیں سمجھتے یہ خواہ مخواہ کا اعتراف ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کو نہیں مانتے خدا کی قسم ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں خوب جانتے اور پہچانتے ہیں مگر منافقین کو نہیں مانتے ہم اس بزرگ کو نہیں مانتے جسے رسول اللہ فرمادیں اِنَّ الشِّرْكَ فِیْكُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّحْلِ الْمَجَالِسِ الْمَرْضِیِّہ ص ۶۲ تحقیق شرک تم میں چوٹی کی چال سے بھی زیادہ دبی چال چلتا ہے۔ مسلمانوں ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں منافقین کو نہیں مانتے، ہم ام المومنین حضرت عائشہ کے قاتل کو نہیں مانتے دیکھیں تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی، جلد ۲ ص ۲۷۷ ہم محمد بن ابوبکر کے قاتل کو نہیں مانتے، ارے ہم عمارؓ یا سر کے قاتل کو ہرگز نہیں مانتے۔ مزید سنو! ہم ادیس قریٰ کے قاتل کو نہیں مانتے، ارے ہم اس بزرگ کو نہیں مانتے جس نے رسول خدا سے فرمایا کہ پیغمبر کو ہدیان ہو گیا ہے ہم اُسے نہیں مانتے جسے آمنہ کے لال نے گھر سے نکال دیا ہے

ہم ان کو ہرگز نہیں مانتے، جنہوں نے بتوں کے دروازے پر آگ لگانے کی دھمکی دی تھی۔ اگر کوئی بزرگ، قبیح افعال میں شریک نہیں ہے تو ہم اُسے مانتے ہیں، ہمارا ایمان ہے قرآن مجید کی زیر عنوان آیت کے بارے میں عرض ہے کہ قریش کے اشراف اور رئیسوں نے رسول خدا صلعم سے کہا کہ ہمیشہ آپ کی مجلس میں عراج آدمی اور غلام مثل ابن مسعود اور بلال، مقداد اور عمار اور صہیب وغیرہ بیٹھے رہتے ہیں اگر آپ ان غلاموں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں گے تو ہم آپ کے پاس نشست و برخاست رکھیں گے اور آپ کی باتیں دین کے مقدمہ میں اور قرآن کو سنیں گے ان مفسسوں کے ساتھ بیٹھنا ہمیں عار معلوم ہوتا ہے ان رئیسوں کی باتیں سن کر قدرت کو حلال آگیا اور اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا کہ میرے حبیب، آپ کے پاس جو لوگ بیٹھے ہیں آپ ان کو ہرگز نہ اٹھا دیں کیونکہ وہ دن رات خدا کی رضامندی چاہتے ہیں نہ آپ کے ذمہ ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ان کے ذمہ آپ کا کوئی حصہ ہے وہ تو خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اگر تو نے انہیں اپنے دربار سے نکال دیا تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ تفسیر عمدة السببان جلد ۳۹، رحمتہ للعالمین جلد ۱۹، ۳۱۹، تفسیر تاورمی جلد ۲۶، ۱۰۱ اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے دربار سے مومنوں کو نہیں اٹھا سکتے کیونکہ اگر مومنوں کو اٹھا دیں گے تو قرآن پاک کی رُود سے ظالم کہلا جائیں گے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم نے کسی ایک بزرگ کو اپنے دربار سے نکال دیا تھا تو دو باتوں سے ایک بات مانتی چرے کی یا نعوذ باللہ رسول خدا کو ظالم کہو کہ انہوں نے مومنین کو دربار سے اٹھا کر ظلم کیا یا یہ مانو کہ جن کو حضور پر نور نے نکالا تھا وہ مومن نہ تھے بس ہم انہیں نہیں مانتے جن کو دربار رسالت سے حضور نے نکال دیا ہو یا اگر کسی کو نہیں نکالا تو ٹھیک ہے محمد مصطفیٰ کا غلام ہے ہمارا آنا ہے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عثمان کے چچا حکم بن عاص جناب رسول خدا کی چال کی نقل کیا کرتے تھے ایک روز اُس نے رسول اللہ کا مذاق اڑایا حکم آنحضرت کے پیچھے ہو گیا اپنے شانے ہلاتا اور دونوں ہاتھوں کو کمان کی طرح کئے ہوئے تھا اس سے اس کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا تھا، رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا

وَاللَّهِ
يَوْمَئِذٍ
شَهِيدٌ

کہ ایسے ہی ہو جاؤ۔ بس حکم کی یہی کیفیت ہو گئی۔ دونوں شانے حرکت کرتے تھے اور ہاتھ کمان کی طرح ٹیڑھے ہو گئے پھر آنحضرتؐ نے اس پر لعنت کی اور مدینے سے نکال دیا حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے تک حکم مدینے سے دور ہی رہا اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت عثمان نے اُسے واپس بلا لیا اور اس کی عزت کی، کنوز المعجزات ص ۱۸ خلافت مملکت ص ۱۸ اثبات ہوا کہ منافق وہ ہے جس کو رسول اللہ نکال دے بس کسی کو شہر سے نکالا اور کسی کو دربار سے نکالا۔ مولانا دوست محمد صاحب قریشی تو اپنی کتاب جلاء الاذمان میں مروان کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں مگر دور حاضرہ کے محقق مولانا مودودی صاحب نے خلافت، دلوکیت کے ص ۱۱۵ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکمہ کی ماموریت تھی ان صاحب نے حضرت عثمان کی نرم مزاجی اور ان کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر بہت سے کام ایسے کئے جن کی ذمہ داری لاچار حضرت عثمان پر پڑتی تھی حالانکہ ان کی اجازت اور علم کے بغیر ہی وہ کام کر ڈالے جاتے تھے علاوہ بریں یہ صاحب حضرت عثمان اور اکابر صحابہ کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے تاکہ خلیفہ برحق اپنے پرانے رفیقوں کی بجائے ان کو اپنا زیادہ خیر خواہ اور حامی سمجھنے لگیں بلکہ متعدد مرتبہ انہوں نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جنہیں طلقاً کی زبان سے (طلاق ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کو فتح مکہ کے روز جناب رسول خداؐ نے چھوڑ دیا تھا) سنا سنا سنا سنا اولین کے لئے مشکل ہی قابل برداشت ہو سکتا ہے اسی بناء پر دوسرے لوگ تو درکنار خود حضرت عثمان کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہؓ بھی یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضرت عثمان کے لئے مشکلات پیدا کریں بہت بڑی ذمہ داری مروان پر عائد ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ مروان کے کہے پر نہیں گئے تو یہ آپ کو قتل کر کے چھوڑے گا اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر رہے نہ ہیبت نہ محبت، مولانا مودودی اس کو طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۶، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۵، طبری جلد ۲ ص ۹۴ و ۹۶ اور البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲ و ۱۶۳ سے نقل فرماتے ہیں، مولانا مودودی ص ۱۸

حکم اور مروان کا تعلق

نے نرم مزاج فرما کر ان کی بریت فرمادی غور طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی حضرت عثمان نرم مزاج تھے یا کہ سخت گیر بھی تھے تاریخ کا مطالعہ ضرور رہنمائی کرے گا کہ جب آپ حضرت ابوذر غفاری کی جلا وطنی کو غور سے پڑھیں گے تو فیصلہ آسانی سے فرمائیں گے کہ حضرت عثمان کتنے سخت گیر تھے ہاں! البتہ بنی امیہ کے لئے ضرور نرم مزاج تھے، جیسا کہ مودودی صاحب افریقہ کے خمس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مروآن نے یہ خمس ۵ لاکھ کی رقم میں خرید لیا اور حضرت عثمان نے یہ قیمت اسے معاف کر دی ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون تحکمہ جلد دوم ص ۱۳۹ و ص ۱۴۰، خلافت و ملوکیت ص ۲۲۶، بہر حال یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ جو لوگ رسول خدا کے زمانے میں منافق و طرید تھے جب ان کا دور حکومت آیا تو غلص مومن کہلانے لگے اور ان کے حاشی ملاؤں نے انہیں اصحاب رسول کے مقدس خطابات سے نوازا حالانکہ کلام پاک میں ہے: **اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرَجَةِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** پارہ ۵ رکوع ۱۸ بے شک منافق جہنم کے نچلے طبقے میں رونق افروز ہوں گے اب میں صحابہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ صحابی کسے کہتے ہیں۔ عامۃ المسلمین فرماتے ہیں کہ جس نے حالت اسلام میں رسول اللہ کی زیارت کی وہ صحابی بن گیا اور ہم کہتے ہیں کہ معیت مکانی کافی نہیں بلکہ معیت ایہانی ضروری ہے۔ کلام پاک نے معیت مکان کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ معیت ایمان کی تعریف و توصیف کی ہے قرآن سنو! **صَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَمْرَاتٌ نُّوْحٍ ذَا مِرَاتٍ لُّوطٍ مَّكَانًا تَحْتَ عَنَبِيْنٍ** **مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِيْنَ** فَخَاطَبْنَهُمَا پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ بیان کی اللہ نے مثال واسطے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے عورت نوح کی اور لوط کی تھیں دونوں عقد میں ہمارے صالح بندوں کے پس خیانت کی ان دونوں نے، حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویاں جب پیغمبر کے عقد میں رہ کر مومن نہ بن سکیں تو اور کون ہے جو صرف معیت مکانی کا ناز کرے بلکہ معیت ایہانی کا ہوا ضروری ہے اور قرآن سنو! **صَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَمْرَاتٌ فَرِيعُوْنَ** **وَ اِذَا قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِّيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ** پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ بیان کی خدا نے مثال واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں عورت فرعون کی

جس وقت کہا اس عورت نے اسے میرے رب بنا واسطے میرے نزدیک اپنے گھر بیچ جنت کے مسلمانو! حضرت آسیہ ہے تو فرعون کے گھر میں مگر ہے جنت کی رہنے والی ثابت ہو گیا کہ مومن کے پاس کافر رہ کر مومن بن سکتا اور کافر کے ساتھ مومن رہ کر کافر نہیں بن سکتا معیت ایمانی ضروری ہے نہ کہ معیت مکانی کافی ہے میں نے حضرت آسیہ کے بارے میں عرض کی کہ وہ اتنے بلند درجہ کی عورت تھیں کہ جب فرعون کو اس کے ایمان کا علم ہوا تو اُس نے حضرت آسیہ کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ہاتھوں اور پاؤں میں گاڑ دیں جناب آسیہ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تو قدرت نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا جناب آسیہ اتنے بلند مرتبہ کی بی بی ہیں کہ جناب رسول خدا نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال کے وقت فرمایا کہ میری طرف سے آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران اور کلثوم خواہر موسیٰ کو سلام کہنا اور حضور نے جناب خدیجہ سے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن تم ہی چاروں میرے عقد میں ہونگی ابو موسیٰ نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سے بہت کامل ہوئے لیکن عورتوں سے صرف چار عورتیں کامل ہوتی ہیں۔ (۱) آسیہ دختر مزاحم زوجہ فرعون (۲) مریم دختر عمران (۳) خدیجہ دختر خویلد (۴) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۲۲۰، حالانکہ حضرت مریم اور جناب آسیہ اور حضرت کلثوم خواہر موسیٰ حضور کے زمانہ میں نہ تھیں اور جو اُم المومنین حضور کے عقد میں تھیں ان کے بارے میں تو کہیں نہیں فرمایا کہ یہ بھی تمام قیامت کو میرے عقد میں ہوں گی معلوم ہوا ان ازواج کا (سوائے حضرت خدیجہ کے) رسول اللہ کے ساتھ رہنے سے اتنا درجہ بلند نہ ہو سکا کہ جتنا حضرت مریم کا۔ حضرت آسیہ یا کلثوم خواہر موسیٰ کا ہو گیا۔ صاف ثابت ہے کہ یہ معیت مکانی ہے اور وہ معیت ایمانی ہے۔ صلوة۔

کرشن بہاری لعل نور کہتا ہے۔ رباعی

نار مر قننی ہوں پنج تن سے پیار کرتا ہوں خزاں جس پر نہ آئے اس جہن سے پیار کرتا ہوں

عقیدہ منزل انسانیت میں کب ضروری ہے میں ہندو ہوں مگر اک بت تنگن سے پیار کرتا ہوں

قرآن پاک سے اور معیت کے بارے میں سنو! اَذْكَاكَ ذِي مَرْ عَلَىٰ تَزِيَّةٍ وَهِيَ حَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرْوَةِ شَقَاةٍ قَالَ اَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذَا اللّٰهُ مُبْعِدٌ مِّمَّهَا فَاَمَّا سَأَلُهُ

اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَيْفَ لَيْتَ ۖ قَالَ لَيْتَ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلَىٰ لَيْتَ مِائَةَ عَامٍ فَإِنْظِرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَسْتَنْهْ ۚ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ ۚ - پارہ ۳ رکوع ۳ - یا مانند اس شخص کے گزراؤ پر ایک گاؤں کے اور وہ گرا ہوا تھا - اُوپر چھتوں اپنی کے کہا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ پیچھے موت اس کی کے پس مار ڈالا اس کو اللہ نے سو برس تک - پھر جلایا اس کو کہا کتنی دیر رہا تو کہا رہا میں ایک دن یا مقرر ہوا دن سے کہا بلکہ رہا تو سو برس پس دیکھ طرف کھانے پینے کے اور پینے اپنے کے کہ نہیں سڑا اور دیکھ طرف گدھے اپنے کے واقعہ یوں ہے کہ جب بخت نصر نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کیا تو حضرت عزیر علیہ السلام اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر ایک قریب کے قریب سے گزرے، حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر پچاس برس کی تھی اور گریہ عورت حاملہ تھی وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی اور تمام انسان مر چکے تھے حضرت عزیر کو ان کی اس حالت پر تعجب ہوا، اور عرض کی پائے والے ان انسانوں کو کس طرح زندہ کرے گا - پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا علم دیکھانے کے لئے عزیر کو اسی مقام پر موت دے دی اور سو سال کے بعد پھر زندہ کیا اور دریافت فرمایا کہ بتا کتنا عرصہ تو سویا رہا عرض کی ایک دن یا کچھ حصہ دن کا قدرت کا ارشاد ہوا نہیں بلکہ تو ایک سو سال سویا رہا ہے اے عزیر اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ لَمْ يَسْتَنْهْ ابھی تک نہیں سڑا قرآن مجید ثابت ہے کہ پانی کی برکت اور کھانے کی تازگی و گرمی سو سال تک باقی رہی - اُسے جس اللہ نے سو سال تک اس پانی کو تازہ اور کھانے کو گرم رکھا اسی نے شب معراج بستر رسول کو گرم رکھا کنڈی ہلتی رہی وضوء کا پانی چلتا رہا اور وہ عرش سے ہو کے ابھی گیا مسلمانوں جس اللہ نے بستر رسول کو گرم رکھا کنڈی ہلتی رہی وضوء کا پانی چلتا رکھا اور حضرت عزیر کا کھانا گرم رکھا پانی تازہ رکھا - اُسی اللہ نے اس پر مکی کائنات میں میرے بارہویں امام کو غائب رکھا ہے - صلوة - ایک نظم عرض ہے -

اہل ایمان کے دلوں کا آسرا پردے میں ہے کشتی دین خدا کا ناخدا پردے میں ہے
اس سے بڑھ کر اور کیا پردے کی ہے تیرے پیل، عقل انسان بوئے گل رنگ حسین پڑے میں ہے
سُننے والو کہہ دو دیکھی ہو جو شکل آواز کی آکے باہر بھی دین سے ہر صدا پڑے میں ہے
خود صدمیں اور صدف دیر کی تیرے ہر جہ نہا گوہر نایاب دُرے بہا پردے میں ہے

اَزَلُّ مَا خَلَقَ اللهُ نُذْرِي كے سمجھ ارشاد کو
ابتدا پردے میں تھی اور انتہا پردے میں ہے
گر نہیں پردے میں ہے اعلیٰ خصوصیت کوئی
بندہ پردے میں ہے پھر خود خدا پردے میں ہے
جو بھی ہو اللہ جانے سنتے ہیں معراج میں
مصطفیٰ پرے کے باہر صوتِ علی پردے میں ہے
گر تو ہے مومن تو پردے کا بھی مُنکر نہ ہو
علی کرتا ہے تو ظاہر اور جزا پردے میں ہے

ہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو زندہ فرما کر پھر ارشاد فرمایا کہ اپنے گدھے کو دیکھ۔ وَانْظُرْ
إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا شَعًا نَكْشُوها لَحْمًا اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کہ کیونکر چڑھا
ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو گوشت۔ پس حضرت عزیر نے دیکھا تو دراز گوش کی ہڈیاں
درست ہوئے لگیں اور گوشت ان پر چڑھنے لگا، لو دیکھتے ہی دیکھتے گدھا بن گیا۔ روایت میں ہے
کہ نبی زندہ ہوا تو اُس نے درود پڑھا اور گدھا سو سال نبی کے دامن کے ساتھ پڑا رہا جب
زندہ ہوا تو وہی پرانی ڈھینچوں شروع کر دی یہ ہے معیت مکانی، تفسیر عمدة السببان
جلد ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۶، تفسیر قادری جلد ۱ ص ۱۷۷ کہ جب حضرت عزیر گھر تشریف لائے تو
بیٹا سو سال کا تھا اور باپ پچاس برس کا تھا اب تو ثابت ہو گیا کہ گدھا سو سال تک پیغمبر کے
ساتھ رہ کر کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ بلکہ معیت ایامی کا ہونا ضروری ہے اب قرآن پاک سے
دو ایک مثالیں معیت ایامی کی بھی ملاحظہ ہوں صلوة وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِي
كَيْفَ تُخْرِجُ الْبَنٰتِ ط قَالَ اَوْ كَمْ تَوٰمِنُ ط قَالَ بَلٰى وَّلٰكِنْ لِّطَبٰئِفٍ قَلْبِي ط
قَالَ فَخُذْ اَذْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ شَعًا جَعَلَن اَعْلٰى كُلِّ جَبَلٍ
مِّنْهُنَّ جَبْزًا شَعًا اِذْ عَمَلْتَ بِيَاثِنَكَ سَعِيًّا پارہ ۳ رکوع ۳ اور جب کہا ابراہیم
نے اے رب میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر جلاتا ہے مردوں کو کہا کیا نہیں ایمان لایا تو کہا
بلکہ لایا ہوں لیکن تو کہ آرام پکڑے دل میرا کہا پس لے چار پرندوں سے پس صورت چمکان
رکھ طرف اپنے پھر کر دے اُدپر ہر مہار کے ان میں سے ایک نگر ٹامھر بلا ان کو چلے آویں
گے تیرے پاس دوڑتے۔ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ
نے حضرت ابراہیمؑ کو ملکوتِ آسمان اور زمین کی سیر کرائی تو انہوں نے کنارے سمندر کے ایک دروازے
کو دیکھا کہ آدھا تو وہ پانی میں اور آدھا خشکی میں ہے اور جانور دریا کے آتے ہیں اور آدھے

عاشقِ سحر و شمع، شبِ ناز و نرس

کہ جو پانی میں ہے کھاتے ہیں اور پھر اُٹے پھرتے ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور بعض بعض کو کھارہے ہیں اور ایسے ہی درندے شکاری کے آدمے کو کھاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ ماجرا دیکھ کر تعجب ہوا، اور درخواست کی کہ خداوند مجھے اطمینان قلب کے لئے دکھلا دے کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے تو حکم ہوا کہ اے ابراہیم چار پرندوں کو پکڑ اور ان کو ذبح کر کے پہاڑوں پر ان کا گوشت بکیر دے پھر دیکھ میری قدرت کو کہ کس طرح میں انہیں زندہ کرتا ہوں پس حضرت خلیلؑ نے گد اور مور۔ لبط اور مرغا و حلال اور دو حرام جانوروں کو بلایا اور ان کے ٹکڑے کر کے چاروں کو آپس میں ملا دیا اور بعد اس کے کوٹ پیس کر مثل میہ کے کر دیا جب وہ سارے ایک جسم ہو گئے تو انہیں دس پہاڑوں پر بکھیر دیا اور چاروں کی چوہنج محفوظ رکھی۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے مور۔ گد۔ لبط۔ مرغا کا نام لے کر پکارا، ذرے اُڑے اور آپس میں مل کر چاروں پرندے بن گئے حضرت نے ایک پرندے کی چوہنج دوسرے کی طرف کی تو اُس نے ساتھ لگنے سے انکار کر دیا پس ہر پرندہ اپنی اپنی چوہنج سے مل کر زندہ جانور ہو کر چلنے پھرنے لگا اور دانہ پانی کسانے پینے لگا، تفسیر عمدة السببان جلد ۱ ص ۱۲۶ تفسیر قادری جلد ۱ ص ۱۰۰ اس واقعہ قرآنی سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ قریب تو قریب رہا اگر خون سے خون گوشت سے گوشت بھی مل جائے تو بھی حلال حلال رہتا ہے اور حرام حرام رہتا ہے، دوسرا یہ کہ پیغمبر کی آواز کو مردے جانور بھی سنا لیک کہتے ہوئے پہاڑ سے نیچے دوڑ کر پیغمبر کے پاس آ گئے۔ اور اگر زندہ انسان کو کوئی پیغمبر بلائے اور وہ مڑ کر بھی نہ دیکھے اور پہاڑ پر چڑھ جائے تو سمجھ لیں ان جانوروں سے بھی یہ گیا گزرا ہے اور تیسرا نائدہ حضرت خلیلؑ نے دنیا والوں کو دکھلا دیا کہ میرا خالق اس طرح زندہ کرے گا جس طرح ان جانوروں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور چوتھا معیت مکانی کی بھی تشریح ہو گئی کہ کسی کام کی نفیلت نہیں بلکہ معیت ایمانی کا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ صلوٰۃ۔

اب ایک واقعہ معیت ایمانی کا حدیث سے پیش کرتا ہوں۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ أَدْنَيْتَ ذَلِكَ ذِلَّةٌ وَكَانَ بِهٖ بِيَاضٌ فَمُرُوهُ فَلَيْسَتْ تَغْفِرُ

کے مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۳۰۲ میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تابعین میں ایک بہترین شخص ہو گا جس کو اویس کہا جائے
 گا۔ اس کی ایک ماں ہوگی اور اس کے جسم پر سفیدی ہوگی تم اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت
 کی درخواست کرنا، اس حدیث رسول نے بہت سے مسائل حل کر دیئے جس بزرگ کو لوگ
 کہتے ہیں کہ اگر حضور نبی اکرم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہ تھا کہ حضور فرما رہے ہیں کہ جب اویس سے
 ملنا تو اپنی مغفرت کی اس سے دُعا کرنا فرما دیں معیت مکانی والا بڑھ گیا یا معیت ایمانی والا
 میں زبان مصطفیٰ بلند ہے۔ کتاب تذکرۃ الاولیاء ص ۱۹ پر لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے
 وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ نے عرض کی کہ آپ کا مرقع کس کو دیا جائے آپ نے فرمایا،
 اویس قرنی کو چنانچہ جب عمر کی خلافت کا وقت اور دور تھا عمر کو فہم میں تشریف لائے
 اہل نجد سے اویس کا پتہ پوچھا، ایک شخص نے اُسے عمر کے عرس کی کہ میں اس کو جانتا تو نہیں،
 لیکن ایک دیوانہ سا شریان ضرور رہتا ہے جو آبادی میں کبھی نہیں آتا حضرت عمر وہاں تشریف
 لے گئے دیکھا کہ اویس نماز میں مشغول ہیں نماز کے بعد السلام علیکم کہہ کر عمر نے نام دریافت
 کیا فرمایا عبداللہ کہا ہم سب عبداللہ ہیں خاص نام فرما دیں کہا کہ اویس عمر نے کہا کہ اپنا
 داہنا ہاتھ دکھلا دیں تب آپ نے اپنا داہنا ہاتھ دکھلایا نشان دیکھ کر حضرت عمر نے کہا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور اپنا مرقع تم کو ارسال
 فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میری امت کے لئے دُعا کرنا اویس نے کہا کہ شاید
 کوئی اور اویس ہو گا جس کو وصیت کی گئی ہے عمر نے کہا کہ آپ ہی کا نشان آنحضرت نے دیا
 ہے اس کے بعد اویس نے کہا حضور پر نور کا لباس لاؤ تاکہ میں دُعا کروں یہ کہہ کر آنحضرت
 کا مرقع لے کر ذرا فاصلہ پر جا کر سر بسجود ہو گئے اور عرض کی خدایا میں اس وقت تک تیرے
 حبیب کا مرقع نہیں پہنوں گا جب تک تو ساری امت کو نہ بخش دے کیونکہ جناب رسالت
 نے امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ آواز آئی چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا آپ نے عرض
 کی میں سب کو بخشو نا چاہتا ہوں اسی قیل وقال میں سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی کہ
 حضرت عمر کافی دیر ہو جانے کی وجہ سے قریب گئے اویس نے کہا کاش تم صبر کرتے تو میں

بجای

ساری امت بخشوا لیتا۔ ابھی تک تو اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی مضر اور قبیلہ بنی بعلبک کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر امت محمدیہ بخشی گئی ہے۔ پس اولیٰؑ نے مرقع پہن لیا اولیٰؑ کی باتیں سن کر حضرت عمرؓ کا دل خلافت سے بھر گیا اور فرمایا کہ ہے کوئی جو خلافت کو ایک روٹی کے عوض مجھ سے خرید لے اولیٰؑ نے کہا کہ یہاں خرید و فروخت کا بازار نہیں ہے۔ پھینک دیجیں گا جی چاہے گا اٹھالے گا اس کے بعد اولیٰؑ نے کہا کہ تم تو رسول خداؐ کے ساتھ رہے ہو اُحد میں جو حضورؐ کا دانت اقدس شہید ہوا تھا تم نے موافقت کیوں نہ کی پھر اپنا منہ کھول کر دکھلایا کہ میں نے سارے دانت اس لئے توڑ دیئے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کونسا دانت آپؐ کا شہید ہوا ہے پھر عمرؓ نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں اولیٰؑ نے کہا میں صبح شام منین کے لئے یہ دعا کرتا ہوں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور اسے ہر نماز کے بعد پڑھتا ہوں اگر تم قبر میں ایمان سلامتے جاؤ گے تو میری دعا تم کو خود تلاش کر لے گی۔ ورنہ میں دعا کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ کچھ اولیٰؑ کو دے دوں۔ اولیٰؑ نے پہلے ہی جیب سے دو درم نکالے اور فرمایا کہ میں نے شتر بانی سے یہ درم کمائے ہیں۔ کیا تو ضمانت لیتا ہے کہ ان کے خرچ کرنے کے بعد بھی زندہ رہوں گا ورنہ جو زندگی عطا کرے گا وہی رزق کا بندوبست کر دے گا بس عمر واپس چلے آئے۔ ایک بات واضح کر دوں کہ مصنف کتابت حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا بھی ذکر ہے مگر حضرت علیؓ اویں کی گفتگو کا کوئی ذکر نہیں اور صدا پر تحریر ہے کہ اویں آخری عمر میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولا علیؓ کی بیعت کر کے معیت مرقع میں کسی جنگ میں شہید ہوئے مگر دوسری معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ جنگ صفین میں حضرت اولیٰؑ تشریف لا کر مولا علیؓ کی بیعت کر کے شہید ہوئے تھے اولیٰؑ کی معیت ایمانی اور حضرت عمرؓ کی معیت مکافی دونوں کا مقابلہ کر کے خود ہی فیصلہ کر لو کہ دونوں میں بلند و افضل کون ہے اب میں ایک اور واقعہ عرض کر کے تقریر کو تمام کرتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ متوکل عباسی کے دور کے معتز او موید ایک شاعر ابن سکیت جو حب آل محمدؐ تھا اس سے پڑھتے تھے اور متوکل نے قسم کھا رکھی تھی کہ آل محمدؐ کے ماننے والے دنیا میں ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا اس ظالم نے شیعان حیدر کرار کا قتل عام کر رکھا تھا ایک روز کسی متوکل سے کہا کہ آپ

متوکل کے بیٹوں کا شیعہ استاد

تو شیعوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں مگر آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ آپ کے بچوں کا اتالیق یعقوب ابن سکیت شیعہ ہے متوکل نے کہا ایسا تو معلوم نہیں ہونا مگر میں کسی وقت معلوم کروں گا اتفاق سے ایک روز متوکل کے دربار میں ابن سکیت بیٹھا ہوا تھا اور متوکل کے دونوں لڑکے معتز اور موئید اپنے استاد کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ متوکل کی نگاہ پڑ گئی اور ابن سکیت سے سوال کر دیا کہ بتا دیجئے یہ میرے دونوں بچے پیارے ہیں یا علی کے حسن اور حسین ان سے پیارے ہیں۔ بس اتنا سنا تھا کہ ابن سکیت کھڑا ہو گیا اور کہا اے متوکل تو مجھے اپنی تیز دھار تلوار سے ڈرانا ہے ظالم متوکل تو نے عجیب سوال کر دیا میں جانتا ہوں کہ آج تجھ پر سورج غروب نہیں ہوگا۔ متوکل میں سمجھ چکا ہوں کہ آج میرے بچے قتل کر دیئے جائیں گے، مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے گھر کو جلا دیا جائے گا مگر میں متوکل اور ان کے دانی سلوں کو مٹا دے کہ ایک علی والا یہ جواب دے گیا۔ متوکل تو نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے بیٹے پیارے ہیں یا علی کے، اُد ظالم صرف تیرے بیٹے ہی نہیں تیرے تمام بچے، تیری بیویاں، تیری قوم و قبیلہ، تیری ساری حکومت بعد از انبیاء علیہم السلام ساری دنیا ایک طرف اور غلامِ قنبر کی جتنی ایک طرف میں تم سب کو قنبر کے برابر نہیں سمجھتا۔ چودہ سترے ۵۵۔۵۶ ظالم کی نوار نے یعقوب ابن سکیت کا سر تو کاٹ دیا، اور ظالم نے زبانِ گدے سے کہیں لی مگر آج بھی ابن سکیت کی آواز ارض و سما کے درمیان آ رہی ہے کہ یہ ہے معیتِ ایمانی تاریخِ اکملہ ص ۱۷۲۔۱۷۱ رُباعی عرض ہے۔

دم بدم ہے یا علیؑ اور دم بدم ہے یا رسولؐ یہی میری ہے عبادت، یہی میرا ہے اصول
یا ایھا النبیؐ کہہ کے خالق نے ثابت کر دیا یا علیؑ یا محمدؐ سے عبادت ہے قبول

(نعمی)

آخر میں آپ کی خدمت عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان، صحابی کو صحابی کے مقام پر رکھیں اور آل کو آل کے درجہ سے نہ گرائیں تو کوئی جھگڑا ہی نہ ہوگا۔ مصیبتِ نزاع اس وقت شروع ہوتی ہے جب صحابی کو آلِ محمدؐ کے مقامات پر دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے سنو! اہلبیت کے لئے ہے۔ اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ابنِ ماجہ ص ۱۲۰ حسن اور حسین جنی جوانوں کے سردار ہیں ناظمہؑ کیلئے ہے۔ یا خَاطِمَةُ اَلْاَرَضَيْنِ اَنْ تَسْكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف۔

رباعی

نصائحِ اہلبیت

جلد ۳ صفحہ ۲۷ فرمایا اے فاطمہؑ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ بہشت کی ساری عورتوں کی سردار ہے یا تو مومنوں کی تمام عورتوں کی سردار ہو جائے اور حضرت علیؑ کے لئے فرمایا عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَمَیْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِثِّيْ وَ اَنَا مِثْلُهُ وَ هُوَ وَ لِيْ كُفْلٌ مُّؤَمِّنٌ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ ہر مومن کا دلی ہے۔ سنو! صحابی عمل نیک کر کے جنت میں تو جاسکتا ہے مگر جنت کے جوانوں کا سردار نہیں بن سکتا صحابی بنی کا غلام تو بن سکتا ہے مگر محمدؐ کا بھائی نہیں بن سکتا صحابی کوثر تو پی سکتا ہے مگر ساقی کوثر نہیں بن سکتا۔ صحابی ایمان لا کر دین دار تو بن سکتا ہے مگر کئی ایمان نہیں بن سکتا۔ صحابی عبادت کر کے نمازی تو بن سکتا ہے مگر جز نماز نہیں بن سکتا۔ صحابی قرآن پڑھ کر تباری تو بن سکتا ہے مگر ناطق قرآن نہیں بن سکتا۔ صحابی آٹھ سال میں سورہ بقرہ یاد کر سکتا ہے۔ مگر ایک قدم رکاب زین میں رکھ کر دوسرے قدم کے جانے تک قرآن ختم نہیں کر سکتا۔ صحابی عبادت کر کے عابد تو بن سکتا ہے مگر زین العابدینؑ نہیں بن سکتا۔ صحابی ساجد تو بن سکتا ہے مگر سید الابدینؑ نہیں بن سکتا۔ صحابی خلیفۃ المسلمینؑ تو ہو سکتا ہے مگر خلیفۃ اللہ نہیں ہو سکتا۔ سنو! صحابی علم لے کر خیر میں تو جاسکتا ہے مگر نافع خیر نہیں بن سکتا۔ صحابی بہشت میں جاسکتا ہے مگر بہشت بریں کی ٹکٹیں لکھ کر نہیں دے سکتا۔ آخری فقرہ صحابی کلمہ پڑھ کر مسلمان تو ہو سکتا ہے مگر دین کی حمایت و حفاظت کے لئے نیزے کی نوک پر قرآن نہیں ٹٹا سکتا یہ کام ال محمدؐ کا ہے۔ مدرس۔

نطق جس کا نغمہ ساز پیمر وہ حیئن تھا جو شرح مصطفیٰ تفسیر حیدرہ حیئن
تشنگی جس کی جواب موج کوثر وہ حیئن لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتر وہ حیئن
جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں چلتا تھا لہو اسلام کا

جس حیئن کو نبیؐ نے اپنا مچھول کہا تھا، مسلمانوں نے اس کا بھرا گھرا جاڑ دیا اور پھر بھی جنت میں جانے کی تمنا رکھتے تھے۔ منقول ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص نے عبداللہ

ابن عمر سے دریافت کیا کہ حالت احرام مچھ مارنا جائز ہے یا کہ منہیں اور مچھر کا کفارہ کیا ہے اس پر عبداللہ نے حیران ہو کر کہا کہ اہل عراق کو دیکھو کہ یہ مچھر کے خون کے متعلق استفسار کرتے ہیں اور نواسہ رسول کا بے دریغ خون بہا کر خوشیاں مناتے ہیں شہیدانِ شہادتؒ انہیں ظالموں نے کربلا میں آلِ رسولؐ کو تہ تیغ کیا مولانا اساتذہ العلماء السید محمد باقر اعلیٰ اللہ مقامہ کی کتاب المجالس المرفیہ کے ص ۲۴ پر لکھا ہے کہ جب مولا حسینؑ گھوڑے سے گرے تو تین ساعیتیں زمین پر پڑے رہے اور کنارہ ہٹے چشم سے آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے میرے اللہ تیری رضا و قضا پہ راضی ہوں تیرے سوا کوئی معبود منہیں لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ اصحاب محمدؐ کو منہیں نہیں مانتے مگر تاریخ شاہد ہے کہ دس بارہ کے سوا سنی کسی صحابی کو منہیں مانتے کیوں مسلمانو! اگر اصحاب رسولؐ کو نہ ماننے والا کافر ہے تو کربلا کے میدان میں جناب جابرؓ بن عروہ غفاری جو بدری موجود تھا اس کے قاتل کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ جناب جابرؓ بن عروہ الغفاری منہایت ہی کبیر السن تھے اور پشت مبارک ان کی کثرت رکوع و سجود کے خمیدہ ہو گئی تھی اور بسبب پیرائے مالی کے دونوں آنکھوں پر ابڑھک گئے تھے کہ کسی چیز کا دیکھنا انہیں دشوار تھا انہوں نے رومال سے دونوں ابرو اپنی آنکھوں سے اُوپر کو اٹھا کر باندھے اور عمار سے کمر خمیدہ کو مستحکم کیا اور خدمتِ امام میں اگر عرض کی یا بن رسولؐ اللہ مجھے اذن جہاد عطا فرماؤں دعا دارو اس صحابی رسولؐ کو دیکھ کر حسینؑ رو پڑے شاید نانے کا زمانہ یاد آگیا ہو گا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا سرے اللہ مری فوج کا سب سے بڑا صاحب پا ہی تیری قضا پر قربانی کو بھیج رہا ہوں جب رسولؐ اللہ کا بیٹوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے نانے کا صحابی جابر بن عروہ الغفاری بدری جاد رہا ہے تو خیام آلِ رسولؐ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ الغرض حضرت جابرؓ میدانِ کارزار میں تشریف لے گئے اور اشقیاء پر حملہ کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے میں نے رسولؐ اللہ کی نصرت بدر میں اور نہرِ حنین میں کی اس کے بعد مجھے حضرت علیؑ کے ساتھ دشمنانِ علیؑ سے لڑنے کا موقع ملا۔ آج نصرتِ حسین میں سرکا کہ رسولؐ اللہ کی زیارت

کربلا میں صحابی کی شہادت

کر کے کوثر سے سیراب ہوں گا۔ منقول ہے کہ جناب جاہلؓ نے ساٹھ سوار اور پندرہ پیادے فی التار کئے بڑے بڑے جوان میدان سے بھاگ گئے اور آپ مثل شیر غضبناک کے حملہ کرتے تھے جب یہ بزرگ گھوڑے سے گرے تو امام مظلوم اس کی لاش پر پہنچے اور رونے لگے کہ آج میرے نئے کا صحابی ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔

منہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم صفحہ ۲۳، اصحاب الیمین ص ۱۹، اسی طرح ایک اور صحابی جو کبیر السن تھے اور قوم دقبیلہ میں حَبَّابُ نَسَباً شریف تھے لکھا ہے کہ سُوید بن عمرو قائم التلیل اور صائم النہار تھے ان کی دینداری تمام عرب میں مشہور تھی کہ بلا کے میدان میں مولا حسینؑ کی نصرت میں سرکٹانے کے لئے تشریف لائے اپنے زمانے کے اویس کہلاتے تھے مولا حسینؑ کے پاس آکر عرض کی حسینؑ ہاتھ بڑھاؤ کہ میں بیعت کروں فرمایا سُوید کیا تو نے میری بیعت پہلے نہیں کی عرض کی مولا پہلے ولاؤ ایمان کی بیعت کی تھی۔ آج مرنے کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ عرضا واروا حضرت سُوید بن عمرو بیعت کے بعد اجازت لے کر میدان کارزار میں تشریف لائے اور اشقیاء سے فرمایا کہ اے لوگو کیا تم مجھے جانتے ہو اگر نہیں جانتے تو جان لو کہ میں سُوید بن عمرو ہوں اور تلوار نکال کر اشقیاء پر ٹوٹ پڑے

تلوار سے حملہ کرتے تھے اور زبان سے فرماتے تھے وہ انسان کتنا خوش نصیب ہے جو نصرت حسینؑ میں سرکٹانے کافی دیر تک اشقیاء سے جنگ کیا آخر زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اشقیاء نے سمجھا کہ سُوید بن عمرو ابی الطاع کی شہادت ہو چکی ہے اور کسی نے تعرض نہ کیا کافی دیر تک بے ہوشی پڑے رہا جب ہوش آیا تو کان میں آواز آئی قَتِلَ الْحُسَيْنُ بس اس آواز کو سن کر جوش و ملائے حسینؑ میں اٹھنے کی کوشش کی بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک چھرا ان کے پاس تھا اسے لے کر اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کہتے اور ملعونو ابھی تو ایک ناصر حسینؑ زندہ ہے تم کس طرح قتل حسینؑ کی خبر بلند کرتے ہو لکھا ہے انہوں نے اس زخمی حالت میں بھی بہتوں کو قتل کیا آخر عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن وقار جہنی نے ان کو شہید کیا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو انصار حسینؑ علیہ السلام کے محاسن و خدمات کو اپنی آپ مثال اور قطعی لاجواب

ایک اور صحابی کی شہادت

وَأَعْلَمُ أَصْحَابًا

ثابت کرتے ہیں۔ انہیں لوگوں کے تیور دیکھ کر مولا حسینؑ نے فرمایا تھا کہ جیسے مجھے
 بادشاہ اور جانثار ساتھی ملے ہیں کسی نبی کو بھی نہ ایسے رفقاء ملے اور نہ کسی دلی کو ایسے
 انصار نصیب ہوئے۔ کتاب نہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم ص ۲۲۹ ذریعہ عظیم ص ۲۵۸،
 اصحاب الیمین ص ۵۰۔ اللعنة الله على القوم الظالمين و سيعلم الذين
 ظلموا اني منقلب ينقلبون۔

بہادر راہ حق اسلام کی غطت بڑھانا ہے
 لڑائی میں لڑو اور جان دو قرآن سکھانا ہے
 مسلمان اور کافر میں یہی ہے فرق بنیادی
 یہ جنگ میں جان دینا ہے وہ جنگ سے بھاگ جانا ہے
 تصدق

jabir.abbas@yahoo.com

تیرھویں مجلس

بیعت کی توضیح۔ ہذا لی و ہذا الک۔ لا یجوز احدث الصراط
چھ مشکل مقامات بعد از اختتام حیات۔ لطیفہ۔ حیدر کرار نے بیعت نہیں
کی۔ آل محمد و اصحاب محمد میں فرق۔ بہلول اور زبیدہ۔ غزوہ احد سے صحابہ
کافر۔ نو صدر روپے سے اونٹ بیچا۔ معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام
معتد کا زہر دلوانا۔ امام علیہ السلام کی شہادت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَكَ اللّٰهُ ۚ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا یُكَلِّفُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۝ پارہ ۲۶ رکوع ۹۔ جن لوگوں نے
میرے حبیب آپ سے بیعت کی سوائے اس کے۔ نہیں کہ انہوں نے اللہ سے بیعت
کی خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے پس جس نے عہد کو توڑا تو اپنا ہی تو نقصان کیا۔
مسئلہ بیعت میں اسلام کے بہتر فرقے متفقہ طور سے ایک ہی اصول رکھتے ہیں
علمائے عامہ کا ارشاد ہے کہ ہر پڑھے لکھے کی بیعت کی جاسکتی ہے علمائے خاصہ یعنی مذہب شیعہ
کا مسئلہ اصول ہے کہ بیعت غیر معصوم کی حرام و ناجائز ہے چونکہ حضرت ابوبکر غیر معصوم
تھے اس لئے ان کی بیعت درست نہ تھی اور حضرت علی سے کر قائم آل محمد تک
بارہ کے بارہ معصوم ہیں لہذا ان کی بیعت مسلمانوں پر لازم اور واجب ہے اس پر
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان و حدیث شاہد ہے مَنْ مَاتَ وَكَمْ یَعْرِفُ

إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِثْلَهُ الْجَاهِلِيَّةَ مَنْصِبِ إِمَامَتِهِ ۖ جِسْنُ نَفْسِهِ
 زَمَانُهُ كَمَا كُنْهُنَّ مِثْلُهُنَّ جَاهِلِيَّةٌ كَمَا كُنْهُنَّ مِثْلُهُنَّ جَاهِلِيَّةٌ كَمَا كُنْهُنَّ مِثْلُهُنَّ جَاهِلِيَّةٌ
 خاتمہ کا دار و مدار ہے۔ مسلمانوں میں مسئلہ بیعت عجیب صورت اختیار کر چکا ہے ملاں لوگ
 کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوبکر حاکم وقت تھے لہذا ان کی بیعت ہر مسلمان پر واجب و
 لازم تھی اور تمام مسلمانوں نے ان کی بیعت قبول کی حتیٰ کہ حضرت علیؑ نے بھی چھ ماہ
 کے بعد ابوبکر کی بیعت کر لی تھی۔ یہاں پر میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر حاکم وقت کی
 بیعت واجب ہے تو آج بھی تو سینکڑوں مسلمان آپ کو کسی نہ کسی خطے کے سربراہ نظر
 آئیں گے کیا آپ لوگ ان کی بیعت کرتے ہیں اور اگر نہیں کرتے تو کیوں جب آپ آج
 کے حاکم کی بیعت نہیں کرتے تو حضرت ابوبکر کی بیعت کیوں کی جائے اور اس کے لئے
 قرآنی دلیل کیا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حاکم وقت کی بیعت نہ کرنے پر انسان
 اس حاکم کے ملک میں نہیں رہ سکتا اور کیا حضرت ابوبکر کی تمام عرب نے بیعت کی تھی
 یا کہ صرف مدینے والے حضرات کی بیعت ہی کافی و وافی تھی۔ میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ
 کہ بیعت کرنے کی غرض کیا ہے بیعت لینے والے کے ذمہ کیا ہے اور بیعت کرنے
 والے کی کیا ذمہ داری ہے اس تیسرے سوال کی قدرے وضاحت کرتا ہوں۔ رباعی
 عرض ہے۔

لفظ بیعت بیع سے ہے اور غرض بیعت ہے جناب
 پیر تجھ کو غلہ دے گا تو اُسے دے مال و جان
 جس کا جنت پہ ہے قبضہ اس کی بیعت کر عزیز

ورنہ دولت مال و عزت سب جائے گا رائیگاں

(نعمی) صلوة

سنو بیعت کرنے والے کو کہتے ہیں عبد و غلام و مرید اور بیعت لینے والے کو
 کہتے ہیں مرشد، رہنما، پیر، مولا۔ مرید کی غرض کیا ہے وہ اپنے پیر کے حوالے کیا چیز
 کرتا ہے اور مرشد و پیر کی غرض کیا ہے وہ مرید کے حوالے کیا چیز کرتا ہے حقیقت

یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے حوالے جان، مال، عزت اور اولاد کرتا ہے یعنی پیر کے ہاتھ پر بیع ہوتا ہے یعنی پیر سے وعدہ کرتا ہے کہ میرا مال میری جان میری عزت اور میری اولاد آپ کے حوالے ہے۔ پیر سے اس کے عوض میں مرید نے لینی ہے جنت یعنی مرشد مرید سے مال، جان، عزت اور اس کی اولاد لے کر اسے جنت کا وعدہ دیتا ہے کہ میں تیری بخشش اور جنت کا ضامن ہو گیا۔ یہ بیعت ہونے اور کرنے کی حقیقی غرض اب غور فرمادیں کہ مرید اپنے پیر کے حوالے اپنی اولاد، اپنا مال اپنی عزت و جان ہی تو کرے گا ایسا تو ہرگز نہیں ہوگا کہ مرید پیر کے حوالے غیروں کا مال رزق کر دے بس مرید وہی شئی ہی تو پیر کے حوالے کرے گا جو اس کی ملکیت ہوگی غیروں کا مال تو مرید اپنے پیر کے حوالے نہیں کر سکتا اسی طرح پیر تب ہی تو جنت مرید کو دے سکے گا اگر جنت پیر کی ملکیت ہوتی اور اگر جنت کے وارث و مالک کوئی اور لوگ ہوئے تو پیر مرید کو خاک دے گا۔ یقیناً پیر نے مرید کو دھوکا دیا ہے لہذا ثابت ہوا کہ بیعت وہ انسان لے سکتا ہے جو جنت کا مالک ہے کیوں مسلمانوں جنت کا مالک تو کوئی اور ہو اور جنت دینے کا وعدہ کوئی غیر کرے کیا یہ بیعت درست ہے ہرگز ہرگز نہیں یہ بیعت حرام و ناجائز ہے۔ صلوٰۃ

میں کہتا ہوں بروز محشر فراڈی پیروں کو تو اپنی فکر ہوگی کہ کسی طرح ہماری جان بچ جائے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے متفق علیہ سے جنت کے وارث و سردار پیش کرتا ہوں الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ أَبَوْهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا ابن ماجہ ۱۲ حضور پر نور نے فرمایا حسن اور حسین جو انان جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے ایک اور حدیث بھی سن لو یَا عَلِيُّ أَنْتَ قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ صواعقِ محرقہ ۱۲۷ اے علی تو ہی جہنم اور جنت کو تقسیم کرنے والا ہے۔ آگے ارشاد ہے فَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَقُولُ النَّاسُ هَذَا إِلِيَّ وَ هَذَا إِلَيْكَ صواعقِ محرقہ ۱۲۷ قیامت کے دن علی دوزخ سے فرمادیں کہ یہ تیرا ہے اور یہ میرا ہے۔ بس علی المرتضیٰ اشارہ فرماتے جائیں گے اور جنت اور دوزخ بھرتی رہے گی۔ ایک اور حدیث بھی سنو۔ إِنْ أَبَا بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

یہ کی نوعیت

هَذَا إِلَيَّ وَ هَذَا إِلَيْكَ

میں نے

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یجوز أحد ان یصرطاً الا من
کتب لہ علی الجواز صواعق محرقة ص ۱۲۴ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ کوئی بھی پل صراط سے نہیں گزر
سکتا جب تک علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس کے پاس جواز (ٹکٹ) نہ ہو۔ کیوں مسلمانو
خدا کے واسطے غرض بیعت پر غور کر کے فرمادیں کہ میرا مولا علی المرتضیٰ کیوں کسی کی بیعت
کرے حیدر کرار کو کیا ضرورت ہے بیعت کرنے کی۔ ارے جس کے بچے جنت کے
وارث ہوں جو خود قسیم الجنة والنار ہو وہ کیوں اور کس غرض کے لئے بیعت کرے
مسلمانوں اگر جنت کے لئے بیعت کرتی ہے تو خود علیؑ جنت کا وارث ہے اور اگر
کسی دنیاوی عہدے کے حاصل کرنے کے لئے بیعت کرنی تھی تو حیدر کرار اس دنیا
کو تین مرتبہ طلاق دے چکے اسے اس طرح کے عہدے کی ضرورت ہی نہیں۔ لوگو! وہ
ہاتھ ہیں ایک وہ ہاتھ جو بتوں کے سامنے جوڑے گئے ایک وہ ہاتھ کہ جس سے بت
ٹوڑے گئے فیصلہ دو بیعت کون کرے ایک وہ بشر کہ جس نے محمد کو اٹھایا ایک وہ
بشر کہ جس کو محمد مصطفیٰ نے کعبہ میں اپنے دوش انور پر اٹھایا۔ بتاؤ بیعت کون کرے۔
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ اعتراض کر دے کہ نبی اکرمؐ کی حدیث جو ہے من مات
ولم یرث امام زمانہ فقد مات میتة الجاہلیة۔ منصب امامت
ص ۱۶ کیونکہ امام زمانہ کی معرفت واجب و لازم ہے اس کے بغیر موت جہالت و کفر کی
موت ہے اس لئے حضرت علیؑ سے ان بزرگوں کی بیعت کی تھی تو عرض ہے کہ تمام
مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہراءؑ
نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی بلکہ تمام زندگی ان پر ناراض رہیں اور وقت انتقال
حضرت علیؑ کو نصیحت بھی فرمائی کہ ان کو میرے جنازے میں نہ شریک نہ ہونے دینا تو کیا
رسول اللہ کی بیٹی نے اس حدیث کی رو سے نعوذ باللہ کس موت پر انتقال کیا ارے
تہیں کس پاگل نے فرمایا ہے کہ امام زمانہ وہی ہوتا ہے جو مسند حکومت پر جلوہ گر ہو
اور اگر ایسا ہی ہے تو آج امام زمانہ کون ہے اس کے علاوہ حضرت ابوبکر و غیب ہم

مصرفت امام زمانه

نے کب دعویٰ کیا کہ ہم زمانے کے امام ہیں ایسا ہرگز انہوں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ حدیث تو ان سے سوال کرتی ہے کہ تمہارے زمانے کا امام کون ہے جس کی معرفت تم پر واجب و لازم تھی اگر انہوں نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا تو ان بزرگوں کے بارے میں فیصلہ دو۔ حضرت بتولؑ کے زمانے کے امام حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام تھے اور انہی کے زمانہ امامت میں جناب سیدہ نے انتقال فرمایا جیسا کہ بتولؑ کے سر ہانے کے نیچے سے ایک وصیت نامہ انتقال کے بعد بلا جس پر توحید نبوت امامت قیامت وغیرہا کا اقرار تحریر تھا بصلوٰۃ۔

آج میرے اس سوال کو غور سے سن لو اور اس سوال کا جواب تلاش کر کے مجھے بھی سمجھاؤ، سنو! مسلمانوں ہر انسان کو مرنے کے بعد چھ مشکل مقامات کا سامنا ہوگا۔ سنی۔ شیعہ۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ اہلحدیث۔ شہری دیہاتی۔ سید۔ غیر سید۔ عالم۔ جاہل۔ غرضیکہ ہر انسان کو چھ مصیبتیں مرنے کے بعد پیش آئیں گی۔ ان کا علاج تلاش کرنا ضروری ہے۔ چھ مشکل مقامات سنو۔ نمبر ۱، موت کا مشکل مقام یعنی ملک الموت جب روح قبض کرے گا۔ نمبر ۲، قبر میں منکر نکیر آئیں گے اور سوال جواب ہوگا۔ نمبر ۳، جب محشر کی گری و پیش کی وجہ سے مصیبت آئے گی۔ نمبر ۴، میدان قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی نمبر ۵، جب نامہ اعمال میزان عمل پر وزن ہونے لگے گا نمبر ۶، جب پل صراط سے پار جانا ہوگا۔ چھ مشکل مقامات ہر انسان کو درپیش ہوں گے ارے بیعت اسی لئے تو کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد پیر صاحب کام آئیں تو جو شخص یہ وعدہ کرے کہ ان چھ مشکل مقامات میں مرید کے کام آؤں گا اس کی بیعت ضرور کر لو۔ مگر یاد رکھو یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے بغیر مشکل کشا کے کوئی پیر ایسا نہیں ہے کہ جو ان چھ مسیبتوں میں کام آئے میں کہتا ہوں صحابہ کرام تو اپنے مقام پر رہے انبیاء علیہم السلام میں بھی سوائے مصطفیٰؐ کے امیر و وزیر کے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ صرف اور صرف میرے مولا علی مرتضیٰؑ کی ذات والا صفات ہے جو فرماتے ہیں۔ يَا حَارِ هٰمْدَانِ حَيِّ يَمُوتُ يَرِنِي مَوْمِنًا كَانَ اَوْ مُنَافِقًا قُبُلًا۔ اے حارث ہمدانی جو مرنے والا ہے مومن ہو غمراہ

چھ مشکل مقامات

یا حارث ہمدانی

منافق، مجھے ضرور دیکھتا ہے۔ میرے مولا حیدر کرار نائب احمد مختار ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ مومن کی سفارش کرتے ہیں اور منافق کی ملک الموت کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ عدو اکمل محمد ہے۔ کتاب لواحج الاحزان ص ۳۱۵ اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ہے کہ حضرت امیر خیر گیر والا شبر و شبیر مومنوں کے پر قبر میں بھی تشریف لاتے ہیں۔ رباعی

لحد میں جو مشکلی کشا آگیا تو مرنے کا مجھ کو مزا آگیا
سربانے جو گرمی پہ حیدر کو دیکھا نکیرین کو بھی حیا آگیا

کیوں مسلمانوں مرتے وقت آئے تو علیؑ۔ قبر میں منکر نکیر سے چھڑوائے تو علیؑ۔ بروز محشر ساتی کوثر بن کر کوثر پلائے تو علیؑ۔ قیامت کو علم مصطفیٰ اٹھا کر تجھے علم کے نیچے بلا کر گرمی سے بچائے تو علیؑ۔ میزان عمل پر تیرے عمل تلوائے تو علیؑ۔ اور پل صراط سے ٹکیٹیں لکھ لکھ کر دے اور تجھے پل صراط سے پار پہنچائے تو علیؑ۔ ارے ساری مشکلیں تو میرا پیر حل کرے۔ پھر تو بتا بیعت کس کی کریں۔ بتاؤ بیعت کرنے کی غرض کیا ہوا کرتی ہے۔ رباعی عرض ہے۔

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا رُوح القدس، نام میرے ہم صنیر کا
بیعت خدا سے ہے مجھے بے واسطہ دست خدا ہے نام میرے دست گیر کا
(صلوٰۃ)

آج زمانہ بہت آگے نکلی گیا ہے پہلے تو پیروں کے ہر لسانی معجزے اور فرمان کو ولایت ہی ولایت سمجھتے تھے مگر اب قدرے سوچ بچار بھی شروع ہو گئی ہے۔ حکایت ہے کہ ایک پیر صاحب مریدوں کے ہاں تشریف لے گئے تو مریدوں نے عرض کی کہ حضور کیا وجہ ہے کہ آپ اس دفعہ تو بہت ہی کمزور و نحیف و زار ہو گئے ہیں پیر صاحب نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ہمیں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اب سے پچاس برس کے مرے ہوئے میرے مرید پل صراط پر رُکے ہوئے تھے کیونکہ پل صراط تلوار سے تیز اور بال سے باریک و درخ پر قدرت نے قائم کی ہوئی ہے میں اپنے اُن

مریدوں کو اٹھا اٹھا کر پل صراط سے پار پہنچاتا رہا اس لئے اس مشقت کی وجہ سے کمزور
 لاغر ہو گیا ہوں۔ مرید بڑے خوش ہوئے کہ ہمارے پیر صاحب نے کمال کر دیا کہ ہمارے
 بزرگوں کو جنت پہنچا دیا۔ اس خوشی میں کسی نے پیر صاحب کو گائے دی کسی نے بھینس کسی
 نے بکری۔ کسی نے روپے پیسے غرضیکہ پیر صاحب کی موح ہو گئی دوسرے دن صبح کو ہی
 پیر صاحب مریدوں کے ساتھ ان کے مربیعے تشریف لے گئے تاکہ رات کو جو مال مریدوں
 نے دیا تھا اسے ایک نظر دیکھ آئیں۔ اتفاق سے کھیت میں پانی لگا ہوا تھا پیر صاحب بتے
 سے تھکے اور پانی میں جا گرے مرید سوچنے لگے کہ ہمیں تو فرما رہے تھے کہ میں متوفیوں
 کو کاندھے پر بٹھا کر پل صراط سے پار اتارنا رہا ہوں اور ادھر یہ حالت ہے کہ اچھے خاصے
 بتے سے تھک کر زمین بوس ہو گئے جہنم پر جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک پل ہے
 اس سے پار ہونا اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مریدوں نے رات کو جو مال دینے کا
 وعدہ کیا تھا وہ واپس لے لیا کہ یہ پیر نہیں بلکہ بے خمیر ہے لوگو پل صراط بھی دیکھو اور آج کے
 فراڈ ائی پیر بھی دیکھو پس بیعت اس کی کرو جو چھ مصیبتوں میں کام آئے جو میں نے عرض کی
 ہیں۔ ہاں میں لفظ بیعت پر عرض کر رہا تھا کہ کیا میرے مولا حضرت امیر نے کسی بزرگ کی
 بیعت کی ہے اس سلسلہ میں قرآن پاک سے دلیل عرض کرتا ہوں قرآن سنو! وَلِیُو
 اَتَّبِعَ الْحَقُّ اَهْوَاَءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔

پارہ ۱۸ رکوع ۷ اگر پیروی کرے حق خواہشوں ان کی کی البتہ بگڑ جائیں آسمان اور زمین
 اور جو کوئی بیچ ان کے ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اگر حق ان کی اتباع پیروی کر لے تو
 زمین و آسمان کے اندر فساد شروع ہو جائے اور جو ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی
 جنگ شروع ہو جائے اگر حق ان کی اتباع کر لے اب دیکھنا یہ ہے کہ حق کون ہے کہ اگر وہ
 ان کی پیروی کرے تو نہ زمین اپنے مقام پر زمین رہے اور نہ آسمان اپنے مقام پر آسمان رہے
 تفسیر قمی میں اس آیت کے تحت تحریر کیا گیا ہے کہ حق سے مراد جناب رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام ہیں دیکھیں قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد حاشیہ صفحہ ۶۹
 حضور پر نور سے جب عرض کیا گیا کہ مولا حق کیا ہے تو انجناب نے فرمایا الْحَقُّ مَعَ

جیدہ کارکن بیت نبوی

عَلَيْهِ وَعَلَيْ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اَدْرِ الْحَقَّ حَيْثُ مَا دَارَ اَعْلٰی مَنْصِبِ اِمَامَتِ
ص ۴۹ السّلاخ جلد ۲ ص ۳۲ مصنف اشرف علی صاحب تھانوی، المجالس المرضیہ ص ۱۶۹ فرمایا۔
علیٰ حق کے ساتھ ہے اور حق علیٰ کے ساتھ ہے اے اللہ حق کو اُسی طرف پھیر دے
جس طرف علی پھیرے ثابت ہوا کہ علیٰ ہے حق اور قرآن پاک کا اعلان ہے کہ حق نے
کسی کی بیعت و پیروی نہیں کی پس زمین کا اپنے مقام پر رہنا اور آسمان کا اپنے مقام پر
برقرار رہنا اور جو کچھ ان کے درمیان ہیں ہے ان کا بھی آپس میں جنگ و فساد نہ ہونا اس بات
کی بین دلیل ہے کہ علیٰ نے کسی کی بیعت و پیروی نہیں کی۔ یا زمین و آسمان کا آپس میں
جنگ دکھاؤ یا مانو کہ علیٰ نے کسی کی بیعت و پیروی نہیں کی۔ صلوة

آل محمدؐ و اصحاب محمدؐ

اگر علیٰ کسی کی بیعت کرتا تو نہ زمین زمین ہوتی اور نہ آسمان آسمان ہوتا یہ کب کے تباہ
و برباد و فنا ہو گئے ہوتے۔ ذرا اور تشریح ہو جائے۔ نہ بیعت لینے والا آقا اور
بیعت ہونے والا غلام ہوتا ہے ایک آقا اور ایک غلام ادھر ایک آل محمدؐ اور ایک اصحاب
محمدؐ فیصلہ خود کر لو کہ ان میں آقا کون ہوگا اور غلام کون ہوگا۔ عربی میں آقا کو کہتے ہیں مولا اور
غلام کو کہتے ہیں عبد آسان طریقہ ہے کہ رسول اللہ سے دریافت کریں کہ یا رسول اللہ آل
مولا ہے یا اصحاب مولا ہے جواب ملے گا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلٰی مَوْلَاہُ۔
مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲۶۲ فرمایا جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا علی مولا ہے اب
مولا کے معنی خود نہ کرو بس جس معنی میں محمد مصطفیٰ کو مولا مانتے ہو اسی معنی میں علی کو بھی
مولا مان لو۔ بس حقیقت بیعت واضح ہو جائے گی کہ بیعت کون کرے۔ صلوة مستدس

نبیوں سے ہے تقابل جیدر با انتخاب آدم ابو البشر ہے تو حیدر البو تراب
آدم کو پیشینکا خلد سے حق نے بعد عتاب ہے قائم بہشت علوم نبی کا باب
آدم ہے مشت خاک علی نور پاک ہے
اب بھی نہ کوئی سمجھے تو اس پہ خاک ہے

بس فیصلہ ہو گیا کہ بیعت وہ کرے جو جنت کا محتاج ہو۔ ہمارے ایک ذکر کرنے
بہلولؑ کے اس مشہور واقعہ کو پڑھا کہ جناب بہلولؑ ایک روز سر بازار مٹی کی ڈھیریاں بنا

رہے تھے کہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ کا وہاں سے گذر ہوا۔ زبیدہ نے دریافت کیا، بڑے میاں یہ کیا ہے فرمایا جنت کے مکان ہیں۔ کہا کہ کیا فروخت بھی کرتے ہو کہا کہ ہاں حیدر کرار کا غلام جنت کے مکان فروخت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ زبیدہ نے اپنے گلے کا ہار دے کر ایک مٹی کی ڈھیری یعنی جنت کا مکان لے لیا۔ ہارون کو جب معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ واقعی عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کہ ایک مشتبہ خاک کے عوض ہزاروں روپے کا ہار دے آئی۔ کہتے ہیں کہ رات کو ہارون نے خواب میں دیکھا کہ میدان محشر ہے اور لوگ جنت میں جا رہے ہیں۔ ایک مکان خوبصورت نظر آیا جس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا هَذَا بَيْتٌ زَبِيدَةٍ یعنی یہ گھر جنت میں زبیدہ کا ہے تو ہارون اس مکان میں داخل ہونے لگا مگر وہاں سے روکا گیا کہ ہارون نے کہا کہ زبیدہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس مکان کے داخلے سے کوئی نہیں روک سکتا یہ کہہ کر جو آگے بڑھا تو ایک فرشتے نے وہ طمانچہ مارا کہ رہے نام وانا کا طمانچہ کھاتے ہی ہارون کی آنکھ کھل گئی اور بیداری کے عالم میں سوچنے لگا کہ واقعی حیدر کرار کے غلام جنت عطا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں دوسرے روز ہارون وہاں پہنچا جہاں بہلول مٹی کی ڈھیریاں بنا کر اعلان کر رہا تھا کہ جس نے جنت لینی ہے مجھ سے اگر خریدے۔ ہارون نے بڑھ کر جنت کے مکان کی قیمت دریافت کی تو بہلول نے فرمایا تیری ساری شاہی ہارون نے کہا بہلول ایک بازار میں دو بھاؤ کہا کہ آپ نے کل زبیدہ کو ایک ہار کے عوض میں جنت کا مکان دے دیا تھا اور آج میرے لئے اتنا ہنگامہ کر دیا بہلول نے مسکرا کر فرمایا کہ ہارون، زبیدہ نے بے دیکھے تو کل خدا پر سود کیا تھا اور تو نے تو رات کو مکان دیکھ کر طمانچے کھا کر اعتبار کیا ہے۔ اللہ اکبر۔ اس واقعہ کو سن کر ایک متعصب ملاں نے اعتراض کر دیا کہ یہ بالکل غلط ہے خلاف شرع ہے توحید رسالت کے حکم کے خلاف ہے میں نے جو ابا عرض کیا کہ مولانا میری اس سے بحث نہیں کہ بہلول نے کسی کو جنت عطا کی ہے یا نہیں مگر میں رسالہ خدام الدین ۱۹۶۷ء ۲۶ اگست کے پرچہ سے ثابت کرتا ہوں کہ جنت حیدر کرار کے غلام بھی دے سکتے ہیں۔ سنو! مولانا احمد علی مرحوم صاحب لاہوری اپنے رسالے خدام الدین

اعتراض کا جواب

۲۶ اگست ۱۹۶۰ء میں کتاب روضہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار نے ایک آدمی سے ایک لاکھ دینار لے کر اسے جنت کی رسید لکھ دی جب وہ آدمی مرا تو رسید اس کے کفن کے اندر رکھی گئی دوسرے روز اسی رسید کو قبر کے اوپر پایا گیا جس کی پشت پر لکھا ہوا تھا کہ مالک بن دینار نے جو جنت کا اس شخص سے وعدہ تحریر کیا تھا وہ قدرت نے پورا کر دیا کہ اس نے جنت وصول پائی۔ اگر مالک بن دینار جنت کی رسید لکھ کر دے سکتا ہے اور اہل اسلام اُسے فخر سے تسلیم کرتے ہیں تو جناب مبہول کے واقعہ جنت عطا کرنے سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے۔ مالک بن دینار کا واقعہ مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے نزدیک درست و صحیح ہے تو مبہول کا واقعہ یقیناً درست و صحیح ہوگا کیونکہ اگر جنت کی رسید لکھوانے والے کا مرید اتنا بلند ہے تو قسم الجنة والنار کا غلام کیونکر نہ بلند ہوگا۔ صلوٰۃ۔

ہاں میں لفظ بیعت پر بحث کر رہا تھا کہ بیعت لینے کا کس بشر کو حق ہے قرآن مجید میں دو طرح کے انسان ثابت ہیں ایک وہ گروہ جن پر ابلیس کا جادو چل سکتا ہے۔ دوسرا وہ گروہ کہ جس کے کمال شرافت کا ابلیس بھی معترف ہے دربار خداوندی میں ابلیس نے پہلے ہی روز کہا تھا کہ پالنے والے میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ کروں گا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيَنَّهُمْ أَخْبَعِيَنَّهُ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيَنَ ۝ پارہ ۲۳ رکوع ۱۷ کہا کہ قسم ہے عزت تیری کی کہ البتہ گمراہ کروں گا میں سب کو سوائے تیرے مخلصین بندوں کے۔ پس کلام پاک نے فیصلہ کر دیا کہ جن پر شیطان کا جادو چل جائے وہ مخلص نہیں ہو سکتے مخلص وہ ہیں جو شیطان کے دسواس سے منزہ اور متبر ہیں تقاضہ شرافت انسانی یہ ہے کہ بیعت وہ کریں جن کو خطرہ ہو کہ کہیں شیطان کی گرفت میں نہ آجائیں اور ان کی بیعت کریں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق مخلصین ہو کیونکہ جن پر شیطان غالب نہ آسکے وہ لوگ معصوم ہوں گے اب قرآن مجید ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی کلام غیر مخلصین کی نشاندہی تو کرنا دیجئے۔ سَوَاءٌ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ لَا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضٍ مَّا كَسَبُوا۔ پارہ ۴ رکوع ۱۷

تحقیق جو لوگ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں سوائے اس کے نہیں کہ پھسلایا ان کو شیطان نے اس لئے انہوں نے یہ کسب کیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان نے جن جن بزرگوں کو متزلزل کر دیا اور وہ میدان اُحد سے فرار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے وہ غلصین میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ شیطان غلصین پر غالب نہیں آ سکتا جو لوگ اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں ان کی میدان اُحد کی کیفیت معتبر و مستند کتابوں سے ملاحظہ ہو۔ علامہ سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرۃ الخواص کے ص ۶۶ پر تسلیم کیا ہے کہ جنگ اُحد کے دن لوگ رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں جا گئے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ ثالث بھی کیونکہ وہ سب سے پہلے بھاگ گئے تھے اور مدینہ میں چلے گئے تھے انہیں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ التَّحْقِیْ الْجَمْعِیْ پارہ ۲ رکوع ۷ وہ لوگ جو پیٹھ پھیر کر چلے گئے تھے دونوں فوجوں کی مدد بھیڑ کے وقت یہ حضرت اکیلے ہی تشریف نہیں لے گئے تھے اور بھی سنو! تاریخ الخلفاء کے ص ۲۳ پر مسطور ہے کہ حضرت اول فرماتے ہیں کہ جب اُحد کے دن لوگ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو میں ہی پہلے پہل واپس آیا تھا۔ المجالس المرضیہ ص ۸۲، حضرت اول کا اپنا اقبال ہے کہ شیطان نے ہمیں متزلزل کر دیا مگر میں سب سے پہلے سنبھل گیا تھا۔ کہ واپس آ گیا یہی نہیں کچھ اور بھی سنو۔ تفسیر درمنشور میں ہے کہ حضرت ثانی فرماتے ہیں کہ میدان اُحد سے میں اس طرح بھاگ کر مہاڑ پر چڑھا کہ جس طرح پہاڑی بکرا کو در مہاڑ پر چڑھ جاتا ہے۔ المجالس المرضیہ ص ۸۲ مولانا شبلی نعمانی الفاروق ص ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ثانی ان لوگوں میں سے تھے جو اُحد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا کافی بحث و تمحیص کے بعد شبلی نعمانی نے تسلیم کیا ہے کہ میدان اُحد میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے ایک وہ لوگ جنہوں نے بھاگنے میں کمال پیدا کیا اور مدینہ آکر دم لیا۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے شہادت رسول اللہ کی خبر سن کر شدت سے لڑنا شروع کیا کہ اب جینا بے کار ہے تیسرا گروہ وہ تھا جس نے آنحضرت کی شہادت کی خبر سن کر مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے حضرت عمر اس

تیسرے گروہ میں تھے۔ الفاروق ص ۹۳، بہر حال ایک ہی جنگ کے واقعات سے واضح و ثابت ہو گیا کہ تینوں بزرگ شیطان کی گرفت میں آگئے تھے بس مخلصین سے خارج ہو گئے دامن شرافت پھیلا کر سوال کرتا ہوں۔ اب بتاؤ بیعت کون کرے کیا وہ لوگ بیعت کریں۔ جو شیطان پر غالب ہیں یا وہ لوگ بیعت کریں جن پر شیطان غالب ہے صلوٰۃ۔

مسلمانوں شیطان تو میرے مولا علی کے غلاموں کو بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیر علیہ السلام نے ابلیس کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھا شیطان نے سلام عرض کی تو آپ نے دریافت کیا کہ ابلیس مسجد کے دروازے پر کھڑے ہونے کا تیرا کیا مقصد ہے عرض کی کہ اب علیؑ یہ جوان جو نماز پڑھ رہا ہے اس نمازی کی نماز باطل کرنا چاہتا ہوں فرمایا پھر کونسا امر مانع ہے کہ نماز میں مداخلت نہیں کرنا عرض کی کہ اے علیؑ میں اس بزرگ (مسلمان) سے ڈرتا ہوں جو مسجد میں سویا ہوا ہے۔ اللہ اکبر کتنی بلند ہے شانِ سلمانؑ کہ سو کر بھی نمازی کی نماز کی حفاظت فرما رہے ہیں مسلمانوں فیصلہ دو کہ جس علیؑ کا غلام سلمانؑ ہے تو اس کا آقا حیدرؑ کر کیسا ہوگا صلوٰۃ۔

آیت کا آخری حصہ ہے فَمَنْ تَكَثَّرَ فَإِنَّمَا يَتَمَثَّلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ۔ یعنی جس نے بیعت کر کے اپنے عہد کو توڑا تو اس نے اپنا ہی تو نقصان کیا۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نے کسی کامل پیر کی بیعت کر لی۔ مگر ہوا یہ کہ پیر صاحب نے علم دے کر میدان جہاد میں بھیجا۔ مرید میدان جہاد سے فرار کر آیا۔ پیر کو سواری کی ضرورت پڑی تو دو صد روپیہ کا اونٹ مشکل وقت میں نو صد روپے کا نقد بیچ دیا۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۸۱ پیر نے میدان میں نصرت کے لئے بلایا وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ پیر نے وصیت کے لئے قلم و دوات طلب کی مرید نے فخر سے کہا کہ اس پیر کو تو ہذیان ہو گیا ہے الفاروق ص ۱۱۲ فرمائیے اس مرید کی بیعت باقی ہے تو فَمَنْ تَكَثَّرَ فَإِنَّمَا يَتَمَثَّلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ کے کب معنی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فراڈی پیروں کا ذکر فرماتے ہوئے کیا خوب واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے روز پیر مریدوں پر اور مرید پیروں پر تبرا کریں گے۔ لفظ تبرا سے گھبرانے والا اور تبرا کو گالی سے تعبیر کرنے والا خدا تعالیٰ کے کلام پاک سے تبرا سناؤ!

سلمان کی شان

نوصد روپے سے اونٹ دیا

ہذیان کی تہمت

اَذْتَبَرْنَا الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الْذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ
الْاَسْبَابُ اس وقت کو یاد کرو جب پیر اپنے مریدوں سے تبرہ کریں گے اور ہچشم خود
عذاب کو دیکھیں گے اور ان کی نجات کے کل اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ وَقَالَ
الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ اَنْ لَّنَا كَرْوَةٌ فَنَتَّبِعُ امْنَهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا۔

پارہ ۲ رکوع ۴۔ اور مرید کہیں گے کاش ہم کو لوٹ کر جانا ملے تو ہم بھی ان سے اسی
طرح تبرہ کریں جس طرح انہوں نے اس وقت ہم سے تبرہ کیا ہے لوگو قرآن مجید میں
غور کرو معلوم ہوا کہیں کوئی پیر ایسے جن پر قیامت کے دن مرید تبرہ کرنے کی ہرأت کریں
گے بس ہم آپ لوگوں سے یہی عرض کرتے ہیں کہ تبرہ کے حقداروں کو محروم نہ رکھو آج ہی
ان پر تبرہ کر لو پھر موقعہ نہیں ملے گا اگر آپ لوگ نظر عینیت سے تلاش کریں تو کائنات میں تبرہ
کے حقدار پیر مل جائیں گے۔ دیکھو شیعوں کے پیر بارگاہ ہیں حضرت علیؑ سے لے کر جناب
مہدی علیہ السلام تک کیا دنیا میں کوئی ایسا بندہ ہے جو ان پر تبرہ کرنے کی جرأت کرے۔
ساری دنیا میں سوائے خارجیوں اور ناجیوں کے کوئی بھی آل محمدؐ کا دشمن نہیں ملے گا۔ اگر
تبرہ کے حقدار کوئی پیر ملیں گے تو آل محمدؐ کے غیر ہی ملیں گے جن پر تبرہ کرنا واجب و لازم ہے
صلوٰۃ ثابت ہو گیا کہ توئی والے پیر اور ہیں اور تبرہ والے پیر اور ہیں۔ مسلمانو ہمارے تو پیر
بارگاہ ہیں اور تمام کے تمام معصوم من جانب اللہ۔ کائنات کے ہادی اور مشکل کشا ہیں روایت
میں ہے کہ جس سال معتمد نے عباسی نے میرے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کیا تو اس
سال بارش نہ ہوئی جس کی وجہ سے سامرہ میں قحط پڑ گیا۔ سامرہ کے لوگ تین دن تک نماز
استسقاء ادا کرتے رہے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ بعد اس کے جاثیق نصرانی اپنی قوم کو لے
کر صحرائیں گیا ان نصرانیوں میں ایک راہب تھا کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا تو
فوراً ابر ظاہر ہوتا اور بارش ہونے لگتی دو روز پیہم یہی ہوا یہ دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں
میں تزلزل پیدا ہونے لگا۔ اکثر مسلمان دین نصاریٰ کی طرف مائل ہو گئے جب اس واقعہ کی
خبر معتمد کو ہوئی تو اُسے اپنی سلطنت کے زوال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ بہت گھبرا یا آخر کار
امام کو زندان سے بلا کر کہنے لگا۔ اَذْرِكَ اُمَّةً جَدِيكَ (مولا اپنے جد کی امت کی خبر دے)

اہل اسلام تین دن تک نماز استسقاء کے لئے گئے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور نصاریٰ دو دن گئے تو دونوں دن ہی بارش ہوئی اگر آج تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تو اکثر مسلمان مذہب سیاحی قبول کر لیں گے حضرت نے فرمایا غم نہ کسا آج لوگوں کا شک رنج ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اہل زندان کی رہائی کی سفارش کی جو اکثر شیعہ سادات تھے جو قید سے رہا ہوئے اس کے بعد معتد عباسی نے شہر کے خورد و کلاں کو لے کر امام کے ساتھ صحرا میں آگئے نصاریٰ بھی وہاں موجود تھے حضرت نے فرمایا راہب سے کہہ دو کہ دعا کرے جب راہب نے دعا کی تو فوراً ابر کا ظاہر ہو گیا اور بارش ہونے لگی امام نے ایک شخص سے فرمایا کہ جو چیز راہب کے ہاتھ میں ہے اس سے لے آؤ وہ شخص جا کے ایک ہڈی جس کو وہ اپنی انگلیوں میں چھپائے ہوئے تھا نکال لایا۔ آپ نے اسے کپڑے میں پوشیدہ کر لیا۔ فوراً ابر منتشر ہو گیا۔ حضرت نے راہبوں سے فرمایا اب دعا کرو ہر چند انہوں نے دعا کی مگر کوئی اثر ابر کا ظاہر نہ ہوا۔ ساری خلقت متعجب ہوئی۔ آپ نے معتد سے فرمایا کہ یہ ہڈی ایک نبی کی ہے قاعدہ ہے کہ جب کسی نبی کی ہڈی دھوپ میں ظاہر ہوگی تو بارانِ رحمت کا نزول ہوگا۔ اگر چاہو تو امتحان کر لو چنانچہ پھر وہ ہڈی کپڑے سے نکال کر جو ہاتھ پر رکھی تو فوراً ابر ظاہر ہوا اور پانی برسنے لگا بعد اس کے حضرت نے اس ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ دیا اور اپنے طور پر نماز استسقاء پڑھی دعا کے بعد فوراً ابر آیا اور خوب بارش ہوئی۔ چودہ ستارے ص ۴۴۲ کشف الغمہ ص ۱۲۹، راجع الاحزان جلد ۱ ص ۲۹۷ نور الالبصار ص ۱۵۱ میرے گیارہویں امام کے بارے میں اور سنو۔ محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ آپس میں معجزات امام حسن عسکری علیہ السلام کا ذکر کر رہے تھے کہ اس جلسہ میں ایک شخص ناصبی بھی تھا کہنے لگا کہ میں کچھ مسائل کاغذ پر خالی قلم سے بغیر سیاہی کے لکھتا ہوں اگر امام نے جواب درست دے دیا تو میں امام حتی انہیں تسلیم کر لوں گا۔ محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ مسائل لکھے اس نے بھی ایک سفید کاغذ پر بغیر سیاہی کے لکھا اور سب خطوں کو حضرت کے پاس بھیج دیا وہاں سے تمام مسائل کا جواب آیا اور اس ناصبی کے کاغذ پر بھی جواب تحریر تھا اور اطمینان کے واسطے اس کا اور اس کے ماں باپ کا نام بھی

راہب کے ہاتھوں میں نبی کی ہڈی

معجزہ امام حسن عسکری

کاغذ پر بھی آپ نے لکھ دیا تھا۔ دیکھتے ہی وہ شخص حیران ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مذہب حقہ اختیار کیا اور خالص شیعہ ہو گیا۔ صلوٰۃ کتاب محافل و مجالس ص ۲۰۴، لوائح الاحزاب جلد ۱ ص ۲۹۶ میرے مولا کے بارے میں کچھ اور بھی سنو! محمد بن موسیٰ کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے قرضہ لینا تھا مگر وہ رقم دینے میں ٹال مٹول کرتا رہا آخر اس نے قرضہ دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے حضرت امام حسن عسکری سے اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا فکر نہ کر چند روز کے بعد وہ مرجائے گا مگر تیرا قرضہ ادا کر کے مرے گا۔ محمد کہتا ہے کہ واقعی تھوڑے دنوں کے بعد وہ میرے پاس آیا اور قرضہ ادا کر دیا۔ میں نے اس سے قرضہ دینے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام خواب میں اطلاع دی ہے کہ دنیا کے کاموں سے جلدی فارغ ہو با کیونکہ فلاں روز تیری موت ہو جائے گی محمد بن موسیٰ کہتا ہے کہ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا اسی طرح اس کی موت واقع ہوئی صلوٰۃ و مجالس ص ۲۰۴ فرمادیں کیا یہ خبریں غائب کی نہیں اور اگر یہی غائب ہے تو انکار کیوں کرتے ہو۔ ہم اہل محمد کو خدا تو نہیں مانتے بلکہ خدا تعالیٰ کی منصوص و معصوم مخلوق ہی تو مانتے ہیں میرے مولا کے بارے میں ایک غائب کا واقعہ اور بھی سن لیں۔ اسماعیل بن محمد عباسی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا بن رسول اللہ خدا کی قسم میں نہایت ہی مفلس و تلاش ہوں اور نان و نفقہ کسے لئے ایک درہم بھی نہیں رکھتا آپ نے فرمایا جھوٹی قسم کیوں کھاتے۔ آیا تو نے دو صد اشرفیاں فلاں جگہ زمین میں گاڑ کر نہیں رکھی ہیں پھر کہتا ہے کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ خیر یہ بات میں نے اس خیال سے نہیں کی ہے کہ تجھے کچھ نہ دوں اس کے بعد امام نے غلام کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے پاس اس وقت ہے اسے دے دو غلام نے ایک سو اشرفی دے دی۔ اس کے بعد حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو دفیئہ تو نے کر رکھا ہے اس سے بوقت حاجت محروم رہے گا اسماعیل کہتا ہے کہ جو مال حضرت نے عنایت کیا تھا میں اسے خرچ کرتا رہا جب مجھے اپنے اس مال کی ضرورت پڑی تو دفیئہ نہ ملا آخر معلوم ہوا کہ میرے لڑکے کو حال معلوم ہو گیا تھا اس نے تمام اشرفیاں نکال لیں اور لے کر بھاگ گیا اور سب

محمد غائب

محمد غائب

تلف کردی تھیں۔ صلوة لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۴۹

ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ منقول ہے کہ میرے گیارہویں امام کو حاکم نے تحریر نامی ایک ظالم کے سپرد کیا۔ یہ ظالم حضرت کو نہایت اذیت دیا کرتا تھا اس کی زوجہ نے اُسے ایک نصیحت کی کہ خُدا سے ڈرو اولاد رسول کو اذیت پہنچاتا ہے کہیں تجھ پر قہر خدا نہ نازل ہو۔ اس نے کہا کہ تو اسی کو کہتی ہے میں تو ان کو درندوں اور شیروں کے سامنے ڈال دوں گا غرض اس نے بادشاہ سے اجازت لے کر ایسا ہی کیا سب لوگوں کو یقین تھا کہ درندے حضرت کو مچاڑ کھائیں گے مگر حجت خدا کے درندوں کے سامنے جانا تھا کہ تمام درندے کھڑے ہو گئے اور آپ کا طواف کرنے لگے حضرت نے اُن کے درمیان مصلیٰ بچھالیا اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ صلوة لوائح الاحزان ص ۴۹ چودہ ستارے ص ۴۹ ارشاد مفید ص ۵۱۲ کشف النعمہ ص ۱۲۔ میرے مولا کے بارے میں ایک واقعہ غائب کا اور سن لو اور مجلس ختم زید بن علوی کا بیان ہے کہ ایک روز میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، فرزند رسولؐ نے مجھے کچھ دینار عطا فرمائے اور کہا کہ تم ان سے ایک لونڈی خرید کر لو کیونکہ تمہاری پہلی لونڈی مرنے والی ہے میں بیس کر حیران رہ گیا جب گھر آیا تو لونڈی کو بیمار پایا جو کچھ دیر کے بعد انتقال کر گئی۔ محافل و مجالس ص ۲۰۵ میں نے اپنی دانست میں اپنے گیارہویں امام بہام کے اس مجلس میں کافی فضائل بیان کئے ہیں اب چند فقرے میرے مولا کی شہادت کے بھی سن لیں منقول ہے کہ معتد عباسی نے کھانے میں زہر ملا کر اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ کھانا خاص کر امام حسن عسکری کے لئے تیار کیا ہے اسے با اور اپنے سامنے کھلا کر آنا اگر وہ انکار کریں تو انہیں کہنا کہ کیا آپ کو معتد پر اعتماد نہیں ہے حاکم وقت کے اُپر اعتماد اگر انہوں نے نہ کیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا الغرض غلام زہر آلود کھانا لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ کھانا صرف آپ کے لئے ہے بادشاہ نے خاص طور پر آپ کو نذر کیا ہے امام نے کھانے پر نظر ڈالی اور فرمایا نانا کی امت نے ہمارے لئے کیا کیا بُری تجویزیں سوچ رکھی ہیں اگر اسے کھاتا ہوں۔ تو زہر سے شہید ہو جاؤں گا اور اگر انکار کرتا ہوں تو بادشاہ کے شاہی تحفہ کی توہین کی اڑے

درندوں کا طاعت کرنا

غلام نائب

معتد کا زہر در لانا

نہر کا اندازہ

کر تلوار سے مجھے شہید کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و قضا پر شکا کہ ہو کر مجبوراً امام نے کھانا کھایا۔ کھانا کھاتے ہی زہر کا اثر بدن میں سرایت کر گیا۔ انتہائی کرب دے چینی کے عالم میں آپ فرش پر لیٹ گئے اور ایسے لیٹے کہ تین دن کے بعد گھر سے جنازہ نکلا۔ خلفائے بنی عباسیہ کا یہ قاعدہ رہا کہ خود ہی زہر دلاتے اور خود ہی اختفائے مجرم کے لئے بعض رضی تیمار داری اکھڑے ہوتے معتمد ملعون نے بھی ایسا ہی کیا چنانچہ جب اُسے معلوم ہوا کہ زہر حضرت پر اثر کر گیا ہے تو اپنے ایک درباری طبیب عبداللہ نامی کو بھیجا اور تاکید کر دی کہ نیمہ وار کسی پر زہر دینے کا حال نہ کھلے۔ عبداللہ نے آپ کی خدمت میں آکر پانچ شاہی ملازموں کو آپ کے پاس ہر وقت حاضر رہنے کا حکم دیا اور خود بھی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد احوال پرسی کو اتار لیا۔ دوسرے روز زہر کی شدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ عقیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شروع سے آخر تک امام علیہ السلام کے پاس موجود رہا۔ جب آخری رات تمام ہوئی تو امام علیہ السلام نے غش سے آنکھ کھولی اور مجھ سے پانی مانگا میں نے پانی حاضر کیا تو آپ نے وضو فرمایا اور گرتے پڑتے مصیبت پر تشریف لائے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا فرمائی جب امام نماز سے فارغ ہوئے تو پینے کے لئے پانی طلب فرمایا میں نے پانی پیش کیا میرے مولانا نے پیالہ پانی کا ہاتھ میں تو لے لیا مگر کمزوری کے باعث منہ تک نہ لے جاسکے اور وہ پیالہ مجھے ٹوٹا دیا پھر بستر پر لیٹ گئے اور چند سیکنڈ کے بعد آپ نے انتقال فرمایا حضرت کے انتقال کی خبر سنتے ہی معتمد ملعون اپنے ظاہری حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے معہ ارکان سلطنت کے حضرت کے دولت سرا پر آیا اور حضرت کے بھائی جعفر سے کچھ عرصہ سے خیر خواہان سلطنت کے زمرہ میں شامل تھا رسم تعزیت کر کے ملازمان شاہی کو تجہیز و تکفین کا حکم دے کر چلا گیا۔ عزادار و باہر تو لوگوں کا اجتماع تھا گھر کے اندر حضرت صاحب الامر علیہ السلام اپنی والدہ گرامی اور اپنے غلاموں کے ساتھ حضرت کی آخری خدمات انجام دینے میں مصروف تھے میرے مولا صاحب الامر نے ہی آپ کو غسل دیا اور آپ ہی نے کفن پہنایا اور جنازہ تیار کیا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو عقیدے باہر آکر جعفر کو اطلاع دی کہ آپ کے بھائی کا جنازہ تیار ہے یہ

غسل و کفن و نماز جنازہ

خبر سن کر تمام شیعہ اور جعفر نماز جنازہ کے لئے حضور کی میت کے پاس آئے لکھتا ہے کہ جعفر جنازہ کی امامت کے لئے آگے بڑھے تو ایک لڑکا گندم گوں جس کی پیشانی چاند کی طرح چمکتی تھی آگے بڑھا اور جعفر کا دامن عبا پکڑ کر فرمایا پیچھے ہٹو اس جنازہ کی امامت کا حق مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی جعفر پر رعب طاری ہوا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس معصوم نے نماز پڑھائی اور گھر میں چلے گئے منقول ہے کہ جب حضرت کا جنازہ امام علی نقی علیہ السلام کی قبر اطہر کی طرف لے چلے تو اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ کسی جنازے کے ساتھ یہ کثرت نہیں دیکھی گئی۔ اُمراء، اربابِ سلطنت، علماء، فضلاء، آزاد، غلام، سنی، شیعہ سب ہی تو تھے۔ آگے آگے علماء کی جماعت تھی ان کے پیچھے نقہا کی اس کے پیچھے ایران اور نقہا کے عہدے دار تھے پھر شاہی خدمت گار اور غلام ان کے پیچھے بڑے تاجدار اور مالدار لوگ تھے اس کے بعد عام لوگ بچے عورتیں روتے آرہے تھے۔ عزادار آپ نے اپنے گیارہویں امام کے جنازے کی کیفیت سن لی مگر ہائے مہرے مظلوم امام کو بلا کے مسافر امام بہنیں درخیم پر دیکھتی رہیں اور اشیاء لاش النور پر گھوڑے دوڑاتے رہے۔ محافل و مجالس ص ۳۱۶ چودہ ستارے ص ۲۲۹ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب یتقلبون۔

رانا مصباح حسین

چودھویں مجلس

ولادت سرکار رسالت - کلمات اللہ کی وضاحت - امام علی نقی علیہ السلام کا علم غائب - شیعہ اس درخت کے پتے ہیں - والی کاظمین کا معجزہ ، رسالت مآب کی دعا سے جابر کے بیٹوں کا زندہ ہونا - مظلوم کربلا کی دعا - حر کا زندہ ہونا - ہم اہلبیت کو مانتے ہیں - بخاری کا روایات اہلبیت سے انحراف - معجزات امام علی نقی علیہ السلام اور آپ کی شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْ اُكْثٰهَا كُلَّ حَيٍّ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضُوْبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ پارہ ۱۳ رکوع ۱۶ - کیا نہ دیکھا تو نے کیونکر بیان کی اللہ نے مثال کلمہ طیبہ کی مانند درخت طیبہ کے جوڑ اس کی محکم ہے ڈالیاں اس کی بیج آسمان کے ہیں دیتا ہے میوہ اپنا ہر وقت ساتھ حکم پروردگار اپنے کے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں واسطے لوگوں کے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں - آج کی دنیا اور چند برس پہلے کی دنیا میں بڑا فرق ہے آج تو لوگ بال کی کھال اتارتے ہیں - ہر دعوے کی دلیل طلب کرتے ہیں چند برس پہلے کے لوگ تو اپنے پیروں کے فضائل سن کر ہی خوش ہوتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں مگر آج یہ مطالبہ نہیں ہوتا - کہ ہمیں ہمارے رہنماؤں کے فضائل سناؤ بلکہ شدت سے سوال ہوتا ہے کہ بناؤ ہمارے

رہنماؤں نے ہمیں کیا دیا ہے اب سوال ہوتا ہے کہ ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما جنت میں جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنے لوگوں کو جنت میں لے جائیں گے۔ ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما قبر کے عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو قبر کے عذاب سے بچائیں گے ہمارا سوال یہ نہیں ہے کہ ہمارے رہنما بخشے جائیں گے بلکہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو بخشائیں گے ہم یہ نہیں پوچھتے کہ ہمارے رہنما کو شریعتیں گے بلکہ یہ بتاؤ کہ کتنی دنیا کو کٹر پلوائیں گے۔ انتہا یہ ہے کہ دنیا کے رہنماؤں کی بخشش میں مناظرے ہوتے ہیں کہ ان سے اللہ راضی ہو گیا وہ جنت میں چلے جائیں گے مگر ہمارے رہنما وہ ہیں کہ جو ان کے دامن سے لگ گیا یہ انہیں کو شریعتیں گے قبر کے عذاب سے بچائیں گے۔ جنت پہنچائیں گے اور قیامت کو لو اء الحمد میں سامنے کے لئے بلائیں گے منقول ہے کہ مکہ میں ایک یوسف نامی یہودی رہتا تھا۔ اس نے ستاروں کی نقل و حرکت دیکھ کر قریشیوں سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سے کس کے ہاں آج رات کو لڑکا پیدا ہوا ہے قریشیوں نے کہا کہ کسی کے ہاں بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یوسف نے کہا تورات کی قسم تم غلط کہتے ہو رات کو شہاب ثاقب کے ٹوٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین آج کی رات پیدا ہوا ہے اور یہی ہماری کتابوں میں لکھا ہے بس قریشیوں نے پوچھ گچھ شروع کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا ست جگر پیدا ہوا ہے یوسف یہودی قریشیوں کے ہمراہ درودلت پر حاضر ہوا اور مولود مسعود کی زیارت سے باریابی کی درخواست کی اور قریشیوں نے بھی اس کی سفارش کی چنانچہ جناب آمنہ خاتون صلوٰۃ اللہ علیہا نے ایک رومال میں لپیٹ کر آنحضرت کی زیارت کے لئے باہر بھیجا۔ پس یوسف یہودی نے آپ کی آنکھیں دیکھیں پھر مہربانیت سے کپڑا اٹھا کر نشان مہربانیت دیکھا جسے دیکھتے ہی یوسف بے ہوش ہو کر گر پڑا جس سے قریشیوں میں ہنسی مچ گئی۔ یوسف نے ہوش سنبھالتے ہوئے کہا ارے تم ہنس رہے ہو یاد رکھو اسے قریشیوں نے یہ تواریخ کر اٹھے گا اور تمہیں موت کے گھاٹ اتارے گا اور اب نبوت بنی اسرائیل سے ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔ پس یوسف نامی یہودی نے آنحضرت کی نبوت کی تصدیق کی اور حضور پر ایمان لا کر انتقال کیا۔ اور سیدھا جنت چلا گیا۔ تفسیر الوار النجف جلد ۱ ص ۱۴۱ پس رہنما ایسا ہونا چاہئے کہ جس کے طفیل جنت

مل جائے نہ یہ کہ رہنا تو جنت میں چلا جائے اور اس کے ماننے والے جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دنیا کے پیر جنت میں چلے گئے تو ان کے مریدوں کو کیا فائدہ ہوگا۔ ان کے جنت میں جانے سے شیعوں کو کوئی نقصان نہیں اور دوسرے بھائیوں کو کوئی فائدہ نہیں ارے عقل سلیم کا تقاضہ یہ ہے کہ رہنا ایسا ہونا چاہیے جو مریدوں کو جنت عطا کرے صلوٰۃ مدس

جب بروز حشر ہوگا غافلانہ رُخِ ذرا پیاس کی تکلیف سے گھبرائے گی خلقِ خدا
ساتی کو شر علی ہوگا ہمارا پیشوا پیر تیرا خود کہے گا یا علی پانی پلا
جب پیر تیرا پیاسہ ہوگا پھر کیا حقیقت آپ کی

جنت و کوثر نہیں جاگیر تیرے باپ کی (صلوٰۃ)

روایت میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے صحابی فضیلؓ سے ارشاد فرمایا کہ اے فضیلؓ کیا تم باہم بیٹھ کر اور مجالس برپا کر کے احادیث بیان کرتے ہیں فضیلؓ نے عرض کی ہاں فرزند رسولؐ معصوم نے فرمایا ایسی مجالس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہماری شریعت کو زندہ کرتا ہے ایسے لوگوں کی شفاعت کے ہم ضامن ہیں۔ جو اہل البیان صاۃ الساعۃ الذکرین صاۃ المسلمانہ، ایسا رہنا ہونا چاہیے کہ جس کے سہارے پر جنت مل جائے اگر پیر خود بلند ہو مرید پست تو مرید کو پیر کی بلندی سے کیا فائدہ حضور پیر کی بلندی تو اس میں ہے کہ اس سے اس کے مریدوں کو فائدہ ہو۔ کیا دیکھ لیں اچھا ہے کہ مقدمے کی فیس پندرہ صد روپیہ لیتا ہے۔ نہیں بلکہ مقدمہ جیت کے دیتا ہے کیا لگائے اس لئے اچھی ہے کہ اس کی قیمت ہزار روپیہ ہے ایسا نہیں ہے بلکہ اچھی اس لئے ہے کہ دودھ بارہ سیر دیتی ہے کیا ذکر و مولوی اس لئے کامیاب ہے کہ تیرا نہ سوڑا روپے لیتا ہے بلکہ اس لئے مقبول ہے کہ مجلس خوب پڑھتا ہے بس پیر اس لئے اچھا نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا بلکہ پیر کامل وہ ہوگا جو اپنے مریدوں کو جنت عطا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو جس کو رسولؐ خدا تقسیم الجنۃ والنار کی سند عطا فرمائے میرا دعویٰ ہے کہ جنت تقسیم کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اہل محمدؐ کو ہی دیا ہے اس

لئے تو قرآن مجید میں اعلان کرتا ہے کہ وہ گہرا نہ شجرہ طیبہ ہے اور ہر وقت شجرہ طیبہ
 پہلے دیتا ہے مسلمانوں خالق نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ سے مثال دی ہے
 کہ کلمہ طیبہ ایسا ہے جیسے شجرہ طیبہ اب ہمارا فرض ہے کہ شجرہ طیبہ تلاش کریں کہ
 کون اور کہاں ہے؟ ویسے قدرت کی ہر شے کلمہ ہے خالق کائنات کا ارشاد ہے۔ وَكُوْدُ
 اَنْ مَّا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ قَلَمٍ وَّ الْبَحْرِ يُبْدُ كَا مِنْ بَعْدِ سَبْعَةِ
 اَنْجُرٍ مَّا تَعْدَتْ كَلِمَتُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ پارہ ۲۱ رکوع ۱۲ اگر ہو یہ
 کہ جو کچھ بیج زمین کے درخت ہیں ہو جائیں قلمیں اور دریا ہو جاویں سیاہی اور سات دریا
 اور بھی سیاہی ہو جاویں نہ تمام ہوویں گی باتیں اللہ کی تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔
 ثابت ہوا کہ کلمات خدا تفسیر ہیں کہ کائنات اس کا احصاء نہیں کر سکتی تمام کائنات کے سمندر
 کی سیاہیاں ختم ہو سکتی ہیں ساری دنیا کے درختوں کی قلمیں ہو جاویں تو لکھتے لکھتے ختم ہو
 سکتی ہیں پھر اس کے بعد سات سمندر اور بھی اگر پیدا ہو جاویں تو وہ بھی سیاہی بن کر ختم ہو
 سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کو پورا نہیں لکھ سکتے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے
 کلمات کتنے ہوں گے اس آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد ایک حدیث نبوی بھی ملاحظہ ہو۔
 عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم لَوْ كَانَ الْبَحْرُ
 مِدَادًا وَّ الرِّيَاضُ اَقْلَامًا وَّ الْاِنْسُ كُتَّابًا وَّ الْجِنَّ حُسَّابًا مَا اَحْصَوْا
 فَضَاءَ لَكَ يَا اَبَا الْاَحْسَنِ تَذَكُّرَةُ الْخَوَاضِ ص ۳۷ مودۃ القربی ص ۲۴، المجالس المرضیہ ص ۲۲۲
 عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے علیؑ سے فرمایا کہ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائے
 اور تمام باغ قلم بن جائیں اور تمام انسان کاتب بن جائیں اور تمام جن حساب کریں تو بھی لے
 ابوالحسن تمہارے فضائل کو شمار نہ کر سکیں گے صلوٰۃ بر محمدؐ آل محمدؐ رباعی عرض ہے۔
 آئے دنیا میں تو اللہ کے جہان بنے بیٹھے منبر پر تو ایک بو تاقراں بنے
 سو گئے فرشتے محمدؐ پر محمد بن کے سو کے اٹھے یعنی تھے کہ مرضی یزداں بنے
 ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ کلمہ ہے کلمہ ہونا اور بات ہے اور کلمہ
 ہونا اور بات ہے۔ سو حضرت خلیل اللہ کا امتحان بھی چند کلمات سے ہوا۔ وَاِذَا بُسَّتِ

فضائل علیؑ کا شمار نہیں

رباعی

إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ بِكَلِمَاتٍ فَاتَمَّهَتْ۔ پارہ ۱۵ رکوع ۱۵ اور جس وقت آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے چند کلمات سے معلوم ہوا کہ ابراہیم کا امتحان بھی کلمات سے ہوا۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کے بارے میں ارشاد قدرت ہے۔ فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ پارہ ۴ رکوع ۴ پس سیکھ لے آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات پس پھر آیا اوپر اس کے۔ یعنی آدمؑ کی توبہ بھی کلمات کی بدولت قبول ہوئی حضرت آدمؑ قرآن مجید کی رو سے فرشتوں کے کعبہ اور جن کلمات سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی وہ ہیں آدمؑ کے لئے کعبہ اور سر حضرت عیسیٰؑ بھی کلمہ ہیں۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ پاره ۳ رکوع ۱۳ جب کہا ملائکہ نے اے مریم تحقیق اللہ تعالیٰ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کلمہ ہے تو جس کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھے گا وہ ہوگا کلمہ طیبہ اور سنو! لَا تَبْدِيلُ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ پارہ ۱۱ رکوع ۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوگی مسلمانوں قرآن صامت ہے کلمہ تو قرآن ناطق ہوگا۔ کلمہ طیبہ اور مولا علیؑ کا فرمان سنئے! اَنَا الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي اِلَّا كَذٰبٌ وَاَنَا انْقُرَاۗءُ السَّاطِقِ مِنْ سَبِيۡلِ اَمَامَتِ صَلَوٰةِ ابْنِ مَاجِرَةَ صَلٰوٰةِ ابْنِ مَاجِرَةَ۔ میں سید حق اکبر ہوں میرے بعد یہ لفظ سوائے کذاب کے کوئی نہ کہے گا اور میں قرآن ناطق ہوں جب قرآن صامت کلمہ ہے تو قرآن ناطق کیا ہوگا قرآن صامت ۵ احسن ہے۔ لَا رَطْبٌ وَلَا يَالِيسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ۔ پارہ ۷ رکوع ۱۳ کوئی خشک و تر ایسا نہیں جس کا کتاب مبین میں ذکر نہ ہو۔ جب صامت قرآن میں ہر شے کا ذکر ہے تو ناطق قرآن کیا ہوگا۔ رباعی۔

کلام حق پہ ملاں کو گر اعتماد ہوتا بھلا پھر مذہب و ملت میں کیوں فساد ہوتا
وہ کیسے کہتا کہ آئمہ غائب داں نہیں علیؑ کا صرف سلونی جو اسے یاد ہوتا

صلوٰۃ

جناب ملا سید محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب حلیۃ المتقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن طاووس علیہ الرحمۃ نے روایت صافی خامم امام علی نقی علیہ السلام کی زبانی قاسم بن

علی سے نقل کی ہے کہ میں نے ان حضرت سے ان کے جد امجد جناب امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے جانے کی رخصت مانگی فرمایا کہ حقیق کی انگوٹھی لے کر جاؤ جس کا نگینہ زرہ ہو اور ایک طرف مَا شَاءَ اللَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اور دوسری طرف مُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ نقش ہو اس انگوٹھی کے پاس ہونے سے چوروں اور رہنروں اور دشمنوں کے شر سے امان میں رہو گے اور با ایمان مراجعت کرو گے۔ صافی کہتا ہے کہ بفرمان امام میں نے انگشتی تیار کرائی جب میں سفر کو چلنے لگا تو حضرت نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا ایک فیروزہ کی انگوٹھی بھی لیتے جاؤ کیونکہ طوس اور نیشاپور کے درمیان تجھے ایک شیر ملے گا جو قافلے کو روک لے گا تم اس کے سامنے جا کر اس انگوٹھی کو دکھا دینا اور کہہ دینا کہ میرے مولا کا حکم ہے کہ راستہ چھوڑ دے صافی فیروزہ کے ایک طنز لِلَّهِ الْمُلْكُ نقش ہونا چاہیے اور دوسری طرف الْمُلْكُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کیونکہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی انگوٹھی فیروزے کی تھی اور اس پر یہی اسماء مقدس نقش تھے صافی ایسا نگینہ درندے سے محفوظ رکھتا ہے اور لڑائیوں میں فتح و ظفر کا باعث ہوتا ہے۔ صافی کہتا ہے کہ میں نے فیروزے کی انگوٹھی بھی معصوم کے فرمان کے مطابق تیار کرائی اور سفر میں چلا گیا۔ واللہ جہاں حضرت نے فرمایا تھا وہیں شیر بلا میں نے حضرت کے فرمان کے بموجب آگے بڑھ کر حضرت کا حکم شیر کو سنایا جس کو سنتے ہی شیر نے سر جھکا لیا اور چلا گیا اور زیارت سے واپس آگے میں نے تمام ماجرا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ایک واقعہ چھوڑ دیا ہے اگر تو کہے تو میں بیان کر دوں میں نے عرض کی یا مولا شاید میں بھولی گیا ہوں فرمایا کہ ایک رات طوس میں امام رضا علیہ السلام کے روضے کے قریب سورا تھا جنوں کا ایک گروہ قبر مٹور کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ انہوں نے نگینہ تیرے ہاتھ میں دیکھ کر اس کا نقش پڑھا اور تیری انگوٹھی ہاتھ سے نکال کر اپنے بیمار کے لئے لے گئے اُسے پانی میں ڈالا اور وہ پانی بیمار کو پلایا جس سے اس بیمار کو شفا ہو گئی۔ نگینہ واپس لائے بجائے داہنے ہاتھ کے بائیں ہاتھ میں پہنا گئے۔ بیدار ہو کر تجھے بڑا تعجب ہوا اس کی کوئی وجہ تو تجھے معلوم نہ ہوئی مگر اپنے سر ہانے ایک یا قوت تجھے بلا جواب تک تیرے پاس ہے اسے بازار میں لے جا۔ اسی اثنا اشرفی کو بجے گا یہ یا قوت وہ جن تیرے لئے ہدیہ لائے تھے۔ صافی کہتا ہے کہ میں اس بات

عقیقہ فیروزہ

امام علی نقی علیہ السلام کا نام

کہ بازار لایا جواسی اشرفی کو ہی فروخت ہوا۔ صلوة تہذیب اسلام ص ۴۸ بتاؤ مسلمانوں کے علاوہ علم غائب کیا چیز ہے جس کا آئمہ طاہرین کو علم نہیں۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن صامت ہے کلمہ اور قرآن ناطق ہے کلمہ علیا۔ قرآن کلمۃ اللہ ہی العلیا پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ اللہ کا کلمہ بڑا عالی ہے۔ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا لِلَّهِ آيَةٌ هِيَ أَكْبَرُ مِنِّي كَافِي میں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں ہے تفسیر صافی ص ۴۳۵ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی آیت محمد و آل محمد علیہم السلام کی ذات والاصفات ہے اب میں شجرہ طیبہ کے بارے میں ایک حدیث پیش خدمت کرتا ہوں۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ الْأَنْبِيَاءُ مِنْ أَشْجَارٍ شَتَّى وَخُلِقْنِي وَعَلِيًّا مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَنَا أَصْلُهَا وَعَلِيٌّ فَرْعُهَا وَالْحُسَيْنُ وَالْحُسَيْنُ أَشْمَارُهَا وَأَشْيَا عَنَا وَرَاقُهَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِهَا نَجَا وَمَنْ زَانَعَ عَنْهَا هَوَى مَوْدَةَ الْقُرْبَى ص ۱۲۳ تفسیر النوار الجف جلد ۵ ص ۱۵۹ ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب پیغمبروں کو مختلف درختوں سے پیدا کیا اور مجھ کو اور علیؑ کو ایک ہی درخت سے پیدا فرمایا میں اس درخت کی اصل ہوں اور علیؑ اس کی فرع اور حسن اور حسینؑ اس درخت کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں جس نے اس درخت سے تعلق پیدا کیا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے منحرف اور روگردان ہوگا وہ ہلاک ہوگا اور جہنم میں جائے گا۔ صلوة۔ مزید قابل غور حدیث پاک کافقرہ وَأَشْيَا عَنَا اور ہمارے شیعہ جب صاحب مودۃ القرنی تسلیم کر چکے کہ رسول خدا کا فرمان ہے ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں تو دوسرے مذاہب مثل المحدث، بریلوی، دیوبندی، مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی، وغیرہم اپنے لئے اس طرح کا فرمان نبوی تلاش کر کے ہمیں دکھلائیں آگے یہ اس درخت کی علامت و پہچان کرائی گئی ہے أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کی جڑیں اس کی محکم اور شاخیں اس کی بیج آسمان کے ہیں دوسری پہچان ہے تَوَقَّى أَكْلَهَا كُلِّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا یہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر زمانے میں پھل دیتا ہے۔ مسلمانو! ایسا درخت کس ملک میں اور کہاں ہے کہ جس کی

جڑیں تحت الثریٰ اور شاخیں آسمان تک ہوں اور ہر موسم میں پھلا پھولا رہے دنیا میں ایسا درخت
ہرگز نہیں ملے گا اور اگر کوئی ہے تو وہی شجرہ طیبہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت میں ہوں اور علیؑ اس کی فرع ہے جس میں اور
حیثیں اس کا پھل ہے اور شیخ اس کے پتے ہیں۔ صلوٰۃ۔ ذرا کعبہ میں اگر غور سے دیکھو۔
کہ دوش مصطفیٰ پر حیدر کرار بلند ہوئے۔ شعر

دوش احمد پر ہوا وہ آفتاب آتنا بلند عرش پہ دھوپ لگئی کعبہ پہ سایہ ہو گیا
ایک اور شعر سنو!

علیؑ بردوش احمد چشم بدو در عیاں شد معنی نور علی نور
ادھر میرے مولا مسکراتے ہوئے دوش مصطفیٰ سے اترے تو رسول خداؐ نے مسکراتے
کی وجہ دریافت کی عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے دوش پر آنا بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان کے
ستاروں کو پھولیتا مگر اتنی بلندی سے اترتے ہوئے چوٹ تک نہ لگی۔ آنحضرتؐ نے
نے فرمایا۔ اے علیؑ تیری بلندی کا کیا کہنا کہ تجھے اٹھانے والا مصطفیٰ تھا اور اتارنے والا جبریل
تھا۔ اب سے دنیا علیؑ کی بلندی کا کیا مقابلہ کرے گی۔ علیؑ کی پستی کا مقابلہ ناممکن محال ہے۔ اگر
بلند ہو تو دوش احمد کا سوار نظر آتا ہے اور اگر علیؑ پست ہو تو جلنے جاتے نقطہ بائیں بسم اللہ
یعنی پورا قرآن بن جاتا ہے۔ صلوٰۃ بلندی مرتضیٰ پر ایک رباعی عرض ہے سنو اور روحانی
لطف حاصل کرو۔

قمر تک روس پہنچا اگر تو کب پہنچا فلک پر حضرت عیسیٰؑ سببا پہنچا
محمد لا امکاں تک شب معراج پہنچے تھے مگر دوش محمدؐ تک علیؑ مرتضیٰ پہنچا
(نعتی)

ارشاد قدرت ہے کہ یہ درخت ہر وقت پھل دیتا ہے۔ سبحان اللہ! مسلمانو تلاش تو
کرو کہ ایسا کہاں درخت ہے جو ہر وقت پھولا پھولا رہے لوگو آل محمدؐ کے دروازے پر
خلوص نیت سے آؤ اور دامن مراد مہر لو۔ ابھی چند سال ہوئے ہیں کہ کانٹین میں ایک
نابینا سید داخل ہوئے جن کی آنکھوں کے بارے میں بغداد کے بڑے بڑے یورپین اور

امریکن ڈاکٹروں نے قطعی جواب دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ان میں کبھی روشنی نہیں آسکتی اس سید نے صریح مبارک کو پکڑ کر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا واسطہ دیا۔ دُعا کے الفاظ کچھ اس نذرانہ دل کی گہرائیوں سے نکلے کہ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ قدرت نے آنکھیں روشن کر دیں اور پورا نور پٹ آیا۔ اس واقعہ کو مشہور نیم سرکاری انگریزی اخبار پانیئر "ہی" آباد کے انگریز نامہ نگار نے بند اوسے لکھا جو انگریزی ہی اخبار پانیئر الہ آبادی نے ۱۰ اگست ۱۹۲۸ء میں چھاپ کر شائع کیا۔ ناطق قرآن ص ۲۹ اور سنو جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے عقبہ شیبہ۔ وسیع میدان میں آئے اور ان کی مدد کو حنظلہ اور ابو جہل پہنچے اور رسول خدا کی طرف سے حضرت علیؑ، جناب حمزہؑ اور حضرت ابو عبیدہؑ ابن الحارث اور ان کی مدد کو جناب معاذؑ اور ربیعؑ کو حضرت نے روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے مقابل کو واصل جہنم کیا اور ابو عبیدہ کی مدد کو بڑھے جو زخمی ہو چکے تھے اس کے مقابل کو بھی قتل کیا۔ جناب حمزہؑ نے اپنے مقابل کو واصل جہنم کیا۔ حضرت معاذؑ اور حضرت ربیعؑ اپنے مقابلہ کرنے والوں سے لڑے معاذ کا ہاتھ کٹ گیا اور ربیعؑ کی آنکھ ٹھیک لگی۔ آنحضرتؐ نے معاذ کا ہاتھ زخم سے لگایا اور کچھ ارشاد فرمایا جس سے ہاتھ ٹھیک ہو گیا اور حضرت ربیعؑ کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا تو نور پٹ آیا اور آنکھ ٹھیک ہو گئی لوگوں کی عرض پر فرمایا یہ درخت ہر وقت پھل دیتا ہے۔

صلوٰۃ۔ بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت۔ رباعی

پڑی شکل پہ جب شکل تو مشکل ہو گئی مشکل اور دیکھا ادھر مشکل ادھر دیکھا ادھر مشکل
بتا تو ہی کہدھر جاؤں جہر جاؤں ادھر مشکل میرا شکل کشتا تو ہے تجھے کچھ بھی نہیں مشکل

اور سنو! ایک دن حضرت جابرؓ نے جناب رسول خدا کی دعوت کی جس میں ایک بکری ذبح کی اس پر حضرت جابرؓ کے بیٹے نے کھیل سمجھ کر اپنے ایک چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ بچے کی ماں دیکھ کر دوڑی لڑکا ڈر کے مارے بھاگ کر مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ جب لڑکے نے ماں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ڈر کر چھت سے گرا اور مر گیا اس عرصہ میں آنحضرتؐ بھی جابرؓ کے گھر تشریف لائے۔ جب کھانا سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے لڑکے کہاں ہیں جابرؓ نے عرض کی کہ ہیں کھیتے ہوں گے آپ کھانا تناول فرمادیں آنحضرتؐ نے

جنگ بدر میں رسالت کا کچھ

رباعی

ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو تلاش کر کے لاؤ کہ وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کھائیں تب ناچار ہو کر بچوں کی ماں نے ان کے مرنے کا واقعہ عرض کیا حضرت یہ سن کر بے قرار ہوئے اور دونوں لڑکوں کی لاش پر جا کھڑے ہوئے حضور نے بچوں کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی فی الفور قدرت نے دعا قبول کی اور دونوں لڑکے زندہ ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ گوشت کھاؤ اور ہڈیاں نہ توڑو کھانا کھانے کے بعد آپ نے جمع شدہ ہڈیوں پر نگاہ نبوت ڈال کر کچھ پڑھا اور بکری بھی جوں کی توں زندہ ہو گئی اس معجزے کو دیکھ کر کافی لوگ ایمان لائے۔ صلوة خلاصۃ الانبیاء ص ۴۷ رباعی۔

بعد از خدا کائنات کا مختار مصطفیٰ لاریب دو جہاں کا سردار مصطفیٰ
خلق عظیم جس کی قرآن میں ہے سند وہ رحمتہ للعالمین سرکار مصطفیٰ
(نعیمی)

اور سفوی سحلی بن اُمّ طویل کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جوان حضرت کی خدمت میں روتا ہوا آیا۔ امام نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا اس جوان نے عرض کی کہ اے فرزند رسول میری ماں فوت ہو گئی ہے اس کے پاس بہت سا مال تھا اس کے بارے میں کوئی وصیت اس نے نہیں کی اور مجھے میری ماں نے کہا تھا کہ میرے مولا امام حسین علیہ السلام کو میری موت کی خبر کرنا میں ان کے سامنے مال بتلا کر وصیت کروں گی امام علیہ السلام نے فرمایا اٹھو اور حترہ کے پاس چلیں پس حضرت حترہ کے دروازے پر تشریف لائے امام نے اس کے حق میں دعا کی جس سے وہ زندہ ہوئی اور کلمہ شہادت ادا کرتے ہوئے عرض کی کہ مولا اندر تشریف لائے امام نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اپنے مال کے بارے میں وصیت کرو۔ حترہ نے عرض کی اے فرزند رسول میرے پاس فلاں فلاں مال موجود ہے اور فلاں جگہ رکھا ہوا ہے میں نے اس مال کے تین حصے کئے ہیں ایک حصہ تو آپ کا ہے باقی دو حصے میرے فرزند کے اس شرط پر ہیں کہ اگر یہ آپ کا غلام ہو اور اگر یہ اہل محمد کا مخالف ہو تو اس کو مومن کے مال سے کوئی حصہ نہیں ہے پھر اس عورت نے عرض کی کہ آپ ہی میری نماز جنازہ پڑھائیں اور میرے امور کی نگرانی فرمادیں

جابر کے لڑکوں کا زندہ ہونا

حترہ کا زندہ ہونا

اس کے بعد وہ پہلے کی طرح ہو گئی۔ کنوز المعجزات ص ۶۳۔ یہ ہے اس شجرہ طیبہ کا ہر موسم میں پھل دینا، اس واقعہ کو پڑھ کر درویش کہتا ہے۔ رباعی،
ہم جو بات کرتے ہیں صاف کرتے ہیں بے شک عدد کے خلاف کرتے ہیں
ہمارا تو یہی عقیدہ ہے درویش حسین کعبہ ہے اور ہم طواف کرتے ہیں
(صلوٰۃ)

اس شجرہ طیبہ کا ایک اور واقعہ سن لیں۔ کافی میں ہے کہ نبی مخدوم میں سے ایک نوجوان نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کی کہ میرا بھائی مر گیا ہے جس سے میرا دل بہت غمزدہ ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اس سے میری ملاقات کرا دیجئے آپ رسالتائے کی چادر زیب و دش فرما کر مرنے والے کی قبر پر پہنچے اور چند کلمات پڑھ کر ٹھوکر ماری پس وہ زندہ ہو گیا جب قبر سے نکلا تو اس کی زبان عربی سے بگڑ چکی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ میں فلاں فلاں کی سنت پر ہو کر مر آہوں اس لئے میری زبان بدل گئی ہے۔ المجالس المرضیہ ص ۲۹
صلوٰۃ۔ رباعی عرض ہے۔

میرے مولا کو حق کا دلی کہتے ہیں کچھ خفی اور کچھ راز جلی کہتے ہیں
جس کو اللہ کی مدد کہتے ہیں مسلمان ہم اس کو اپنے مفہوم میں علی کہتے ہیں
(صلوٰۃ)

مسلمانو اس شجرہ طیبہ کے پتے بنو، پتے باز بنو، پتے بازوں کی سنو! ہر مقام پر شور ہے کہ ہم سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ عرض ہے کہ کیا خدا مانتے ہو۔ فرمایا کیا ہم مشرک ہیں۔ خدا واحد لا شریک ہے حضور کیا آل محمد کو نبی مانتے ہو فرمایا نہیں ہمارا نبی کبلی والا خاتم النبیین ہے۔ اچھا بتاؤ خلیفہ مانتے ہو فرمایا خلیفہ تو حضرت ابوبکر ہے مگر مانتے سب سے زیادہ ہیں تاؤ کیا آل محمد کو امام مانتے ہو، فرمایا ہمارا امام تو حضرت ابو حنیفہ ہے تو پھر کیا دستگیر مانتے ہو کہا کہ مانتے سب سے زیادہ ہیں پر دستگیر عبدالقادر جیلانی کو مانتے ہیں عرض کیا کہ کیا پیر و مرشد کو مانتے ہو کہا نہیں پیر و مرشد تو فلاں شریف والا ہے عرض کیا کہ مفتی مانتے ہو کہا کہ ہمارا مفتی تو دیوبند کا فلاں عالم ہے مگر مانتے سب سے زیادہ ہیں

سب اہل بیت کے

یہ ہے پتہ بازی کہ خدا سے لے کر چوکیدار تک سب عہدے غیروں کے ہاتھ میں اور دعویٰ ہے کہ سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ امام اہل اسلام علامہ وحید الزماں حیدر آبادی انوار اللغاتہ پارہ ۵ ص ۲۷ (طبع حیدر آباد دکن) پر تحریر فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق مشہور امام ہیں۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ، فقیہہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ حدیث ہیں امام بخاری کو معلوم نہیں کہ کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے ایسی ہی باتوں کی وجہ سے اہل سنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو اہلبیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے کہ مروان اور عمران بن خطاب اور کئی خوارج سے انہوں نے روایت کی ہے اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان سے روایت میں شبہ کرتے ہیں۔ یہ ہے پتہ بازی چودہ ستارے ص ۲۵۲ اور سنو اور بڑوں کی زبانی سنو کتاب ہماری لائبریری ابوذر غفاری ص ۳۱ پر حضرت عثمان کا قول موجود ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے علیؑ میں آپ کو مروان سے بہتر نہیں سمجھتا جب بڑے میاں کا یہ اعتقاد ہے تو دیگرے مسلمانوں کی کیا حقیقت ہوگی بس یہ نہ کہا کرو کہ ہم بھی مانتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ کوئی سنی اپنی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں سے دکھلا دے کہ حضرت علیؑ سے لے کر جناب قائم آل محمدؑ تک یہ بارہ امام ہمارے پیشوا ہیں اور ہم انہیں اپنا امام مانتے ہیں ہرگز نہ گز کوئی ملاں نہیں دکھلا سکتا۔ پھر کہیں کہتے ہو کہ ہم بھی مانتے ہیں توحید خدا تعالیٰ کی مانتے ہیں نبوت اس گھر کی مانتے ہیں۔ امامت اس گھر کی خلافت اس گھر کی۔ ولایت اس گھر کی، طہارت اس گھر کی، صداقت اس گھر کی، شریعت اس گھر کی، حدیث اس گھر کی، پیری مرشدی اس گھر کی، جنت اس گھر کی کوثر اس گھر کا، دین اس گھر کا اور دین کے سارے عہدے اسی گھر کے مانتے ہیں جو ان کا مخالف ہے اسے ملعون جانتے ہیں اللہ اکبر! شیعہ اپنے پتے ہونے کا ثبوت درود پڑھ کر دیتے ہیں کیونکہ پتوں کو اگر زندہ رہنا ہے تو درخت کی جڑوں پر پانی ڈالیں یہی وجہ ہے کہ ہم درود پڑھ کر شجرہ طیبہ کی جڑوں پر، درود سعیدہ کا آب رحمت ڈالتے ہیں تاکہ پتوں کی بقا رہے پس جس پتے کو اپنی بقا کی ضرورت ہے وہ صلوٰۃ پڑھا کرے اسی

اللہ اہلبیت کو شیعہ مانتے ہیں

میں اس کی بٹا کا راز مضمر ہے بظاہر تو مسلمان کہتے ہیں کہ ہم بھی مانتے ہیں مگر فی الحقیقت کچھ اور غرض ہوا کرتی ہے۔ صاحب منتخب لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں متوکل عباسی کا پایہ تخت سامرہ تھا اس نے ایک روز حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بلایا اور سارے خُشَم و خدم امراء و وزراء جمع تھے متوکل نے اپنی شوکتِ شاہانہ دکھانے کی غرض سے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ میرے سامنے سے گزریں اور اپنے گھوڑے کے توڑے میں مٹی بھر کر ہر سپاہی اس پر ڈالتا جائے تو بے ہزار فوجی سواروں نے جب ایسا کیا تو اس جگہ ایک ٹیلہ مثل پہاڑ کے ہو گیا اور وہ ابھی تک سامرہ میں موجود ہے جسے سن المتحالی کہتے ہیں اس کے بعد متوکل نے امام علی نقی کا ہاتھ پکڑا اور بلندی پر چڑھ گیا اور فخر یہ کہنے لگا کہ میں آپ کو یہاں اس واسطے لایا ہوں کہ آپ میری فوج کو میرے عسکر کو اچھی طرح دیکھ لیں امام نے فرمایا میں آپ کی فوج تو دیکھ چکا اگر تو کہے تو میں بھی اپنی فوج تجھے دکھلا دوں متوکل نے کہا آپ کی فوج کہاں ہے۔ فرمایا دائیں طرف دیکھ جب اس نے نظر کی تو کیا دیکھا کہ ساری زمین فرشتوں سے بھری ہوئی ہے اور ان کے ہاتھوں میں اگ کے حربے چمک رہے ہیں یہ دیکھ کر متوکل کا ہوش اڑ گیا اور عقل جاتی رہی امام نے فرمایا اب بائیں جانب نظر کر جب اس نے دیکھا تو اُسے اس قدر فرشتے نظر آئے کہ جس طرح وادعی النہل میں چونٹیاں ہوتی ہیں یا ریگستان میں بالو ہوتی ہے اور وہ سب فرشتے انواع و اقسام کی صورتوں میں تمام صحرائیں محیط ہیں اور ان کے ہاتھوں میں اگ کے حربے ہیں یہ دیکھ کر متوکل پر ایسا خوف طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گیا جیسا اس کو غش سے افاتہ ہوا تو امام نے فرمایا یہ میرا شکر ہے مگر تو خوف نہ کر ہم اہلبیت رسول کو دنیا کی زینت سے کیا کام ہے تو اطمینان رکھ ہم ہرگز تیری سلطنت کے خواہاں نہیں ہیں۔ محافل و مجالس ص ۲۸۴، لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۲۹۴ منقول ہے کہ متوکل نے اپنے محل کے قریب ایک گھر میں بہت سے درندے پال رکھے تھے جس کا نام برکتہ السباع تھا۔ جب متوکل کسی سے ناراض ہوتا تو اسے بیچارے کو اس احاطہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیتا درندے اس کو چیر میھاڑ کر کھا جاتے اور یہ ملعون تماشہ دیکھتا رہتا ایک روز اس نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو برکتہ السباع میں داخل کیا جائے اور خود تماشہ دیکھنے کے لئے

امام علی نقی علیہ السلام کا لشکر اور متوکل

برکتہ السباع میں نماز

محل کی چھت پر جا بیٹھا۔ غلاموں نے حضرت کو برکتہ الابع میں بھیج دیا آپ بے دھڑک اندر تشریف لے گئے جیسے ہی آپ صحن کے نیچے پہنچے تو سب درندے آپ کا طواف کرنے لگے آپ شفقت سے ان کے سروں پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے پھر آپ نے مصلیٰ بچا وہیں نماز شروع کر دی یہ دیکھ کر متوکل کو ندامت ہوئی اور حضور کو جلدی باہر بلوایا تاکہ اس معجزے سے لوگ میرے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ اکبر محافل و مجالس ص ۲۹ یہ ہے پتہ بازی کہ ہم مانتے ہیں اور سنو صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں سامرہ حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ متوکل نے آپ کو فقیروں کی سرائے میں رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ صالح کہتا ہے کہ میں سرائے خراب میں حضرت کے پاس پہنچا اور زیارت کا شرف حاصل کیا اس کے بعد میں نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کے نور کو بجھا دیں۔ اس خراب سرائے میں انہوں نے آپ کو جگہ دے رکھی ہے امام نے فرمایا صالح انہیں کیا معلوم کہ ہم کسی شے کے محتاج نہیں۔ ہمارے اشارے سے کائنات بدل سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ کیا صالح کہتا ہے کہ میں نے جو دیکھا تو جنت کے باغوں سے باغ دیکھا جو دنیا کے مقامات سے کہیں بلند مقام تھا۔ اس میں منہریں جاری ہیں حویریں آراستہ ہیں صالح کہتا ہے کہ میں حیران ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا صالح حیران نہ ہو ہم اہلبیت جس بھی مقام پر ہوں خدا تعالیٰ ایسی ہی جگہ ہمیں عطا کرتا ہے صلوة۔ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۲۸۹ اور سنو، روضۃ الاحباب یہ ہے کہ ایک شخص عبدالرحمن نامی جو اصفہان کا رہنے والا تھا اور اس نے مذہب شیعہ خیر الہیہ اختیار کر لیا تھا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے مذہب شیعہ کیوں اختیار کیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کا کس وجہ سے قائل ہوا ہے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ میرے امام علی نقی سے ایسا معجزہ دیکھا ہے کہ جو ان کی امامت کی بے دلیل ہے لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں ایک مہایت تنگ دست آدمی تھا۔ مگر طاقتِ لسان کی قدرت میرے اندر اعلیٰ پیمانہ کی موجود تھی۔ مجھے دوستوں نے مشورہ دیا کہ کہ متوکل کے پاس جا کر اپنی حالت کو بیان کر چنانچہ ایک روز میں وہاں پہنچا متوکل تنگ پر

بیٹھا ہوا تھا مگر غصہ سے اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ میں خوف زدہ سا ایک طرف کھڑا ہو گیا اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ علی بن محمد کو فوراً حاضر کرو تاکہ اسے قتل کر دوں۔ میں نے اپنے قریب والے ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہے جس کو قتل کرنا مقصود ہے اس نے کہا کہ ایک مرد علوی ہے جس کو رافضی لوگ اپنا امام مانتے ہیں یہ سن کر میں اس مرد کے دیکھنے کے لئے منتظر رہا کہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے لوگوں کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھیں میں نے بغور حضرت کو دیکھا خدا جلنے کیا معاملہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں نے چپکے سے دعا شروع کر دی کہ متوکل کے بشر سے اس معصوم کو محسوس نہ رکھ۔ جب حضرت میرے قریب پہنچے تو مجھے ارشاد فرمایا عبدالرحمن الصغیرانی خدائے تیری دعا قبول کی اور اس کے صلہ میں میری عمر بڑھا دی اور مال اور اولاد کو بڑھا دیا گیا اس کے بعد آپ متوکل کے پاس پہنچے تو وہ رعب امامت سے کھڑا ہو گیا۔ اور تعظیم کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کر کے آپ کو رخصت کر دیا پس میں حضرت سے دعا لے کر گھر آ گیا خدا کی قدرت کہ میرے پاس حضرت کی دعا کے اثر سے دافرا مال ہے اور میرے دس بیٹے ہیں اور اس وقت میری عمر انسی سال کی ہے اور میں نوجوان شادان و فرحان ہوں۔ لوگو یہ شجرہ طیبہ ہر موسم میں پھل دیتا ہے۔ محافل و مجالس ص ۱۸۲ صلوة۔ ان بزرگان دین کو مسلمانوں نے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا لکھا ہے کہ متوکل ملعون نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو مدینے سے سامرے بلایا اور بارہ سال تک آپ کو قید میں رکھا قید خانہ کی کیفیت کچھ اس طرح کی تھی کہ معصوم ہی کا کام ہے کہ ان مصائب کو برداشت کرے۔ داروغہ قید خانے کا سعید شقی تھا جس نے حضرت کو ایک تاریک حجرہ میں بند کیا۔ ہر روز حضرت کو اپنے قتل کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ کونسی ایذا تھی جو اس ظالم نے نہ دی۔ مگر حضرت نے بڑے صبر و ضبط سے کام لیا۔ آخر فتح بن خاندان وزیر متوکل کی کوشش سے آپ قید سے رہا ہوئے اور ایک چھوٹا سا قطعہ زمین کا بھی اس نے ہتیا کر دیا۔ حضور اس مکان میں رہنے لگے مگر آزادی اب بھی نصیب نہ ہوئی۔ متوکل کے پاس ہر وقت رپورٹ پہنچاتے رہتے اور جھوٹی رپورٹیں پہنچانا ان کی سعادت کا باعث ہوتا تھا۔

جاسوسوں کے جھوٹے الزامات لگانے کی وجہ سے ایک روز متوکل نے اپنے ایک چوہدار کو حکم دیا کہ فوراً حضرت کو ساتھ لے کر آئے اور اپنے ترکی غلاموں کو حکم دیا کہ جس وقت وہ آئیں ان کو فوراً قتل کر کے انہیں آگ میں جلا دینا۔ لکھا ہے کہ جب میرے مولا تشریف لائے تو آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے کسی قسم کا خوف و ہراس آپ پر طاری نہ تھا۔ ترکی غلام اپنی تلواریں کھینچے اپنے مقام پر کھڑے رہے اور کسی کو وار کرنے کی جرأت نہ ہوئی جب آپ متوکل کے قریب پہنچے تو باوجود غضب و غیظ کے آپ کے استقبال کو کھڑا ہو گیا۔ اور ادب سے اپنے پہلو میں بٹھا کر عرض کرنے لگا کہ آپ اس وقت کیسے تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ! تمہارا چوہدار تمہارے نام سے بلا کر لایا ہے اور تم کو میری خبر نہیں ہے۔ متوکل نے کہا کہ اس ولد الزام نے مجھ پر افتراء کیا ہے میں نے آنے کی زحمت نہیں دی یہ کہہ کر اس نے حضرت کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد متوکل نے ترکی غلاموں سے دریافت کیا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی غلام ترکی عرض کرنے لگے کہ ان کے ساتھ ایک شخص ننگی تلوار لے کر آ رہا تھا جس کے رعب سے ہم خائف ہوئے اور حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عزا دارو! متوکل ملعون نے حضرت کو وہ اذیتیں دیں کہ باوجود منصوص من اللہ ہونے کے حضرت کو بددعا کرنی پڑی۔ منقول ہے کہ متوکل نے حضرت کو جب علی بن کر کے حوالے کیا تو مصائب کو برداشت کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ میرا مرتبہ ناقہ صالحؑ ایک ناخن کا ٹکڑا خدا کے نزدیک ناقہ صالحؑ اور اس کے بچے سے بلند تر ہے۔ زرقہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کے معلم سے جو شیعہ تھا حضرت کی اس بددعا کا ذکر کیا اس نے کہا اگر امام علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے تو خدا کی قسم متوکل تین دن کے بعد ضرور مر جائے گا۔ کیونکہ معصوم کی دُعا خدا تعالیٰ کی تقدیر ہوا کرتی ہے پس تیسری رات کو متوکل کے لڑکے منتصر نے بہت سے ترکوں اور غلاموں کو لے کر اپنے باپ متوکل کو مع فتح بن خاقان وزیر کے قتل کر دیا۔ اور ان کی لاشوں کو غائب کر دیا۔ یہ ہے شجرہ طیبہ۔ لیکن متوکل جب تک زندہ رہا برابر امام علیہ السلام کو اذیت پہنچاتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد منتصر باللہ اور مستنیر باللہ باپ

ترکی غلاموں کو متوکل کا حکم

بددعا

باری بادشاہ ہوئے ان کے بعد معتز باللہ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ یہ ملعون حضرت کا پکا دشمن تھا اور طرح طرح سے حضرت کو اذیت دینے لگا۔ مجتبیٰ علی کا حضرت کی خدمت میں آنا جانا اس ملعون کو ناگوار گزارا معتز ملعون نے پکا ارادہ کر لیا کہ شیعہ امامت کو گل کر دیا جائے چنانچہ ایک روز اس ظالم نے موقعہ پا کر حضرت کو کھانے میں زہر دے دیا جس کے اثر سے میرے مظلوم امام چند ہی ساعت میں شہادت پا گئے آپ کا سن شریف اکتالیس برس چھ ماہ کا تھا سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے حضرت کے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا آپ کی امامت کا زمانہ پینتیس سال تھا اور ستائیس برس کامل آپ ساہرہ میں مقیم رہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ہی اکیکی تجہیز و تکفین کر کے اسی گھر میں دفن کر دیا جمیں آپ رہا کرتے تھے لکھا ہے امام علی نقی علیہ السلام کے دفن کے وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بہت روئے امام نے گریبان چاک کیا اس بے چینی کو دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ مصیبت کے وقت گریبان چاک کرنا منصب امامت کے شایان شان نہیں میرے مولانا نے روتے ہوئے فرمایا اہل حق اور جاہل دین خدا کو کیا جانیں لوگو حضرت موسیٰ پیغمبر تھے انہوں نے اپنے بھائی ہارون کے انتقال پر گریبان چاک کیا۔ حضرت موسیٰ اگر بھائی کے ماتم میں گریبان چاک کر سکتا ہے تو امام حسن عسکری بھی اپنے مظلوم امام کے غم میں گریبان چاک کر سکتا ہے۔ عزا دار و میرے مظلوم امام پر کوئی رونے والا نہ تھا رونے والے تو سب مدینہ میں تھے مگر جب خبر مدینہ پہنچی ہوگی تو سیدانیوں نے جی بھر کر رد لیا ہوگا محافل و مجالس ص ۲۹۱، الواح الاحزان جلد ۴ ص ۴۸۹۔ مگر ہائے حسینؑ آپ کی لاش پر تو سیدانیاں حاضر تھیں مگر ان کے رونے پر اہل محمد کے دشمنوں نے پابندی لگا دی تھی۔ روایت میں ہے کہ گیارہویں محرم کو جناب سکینہ اپنے باپ کی لاش پر لیٹ کر روتے روتے بے ہوش ہو گئی۔ شمر ملعون تازیانہ لے کر آیا اور جناب سکینہ کو مارنا چاہا۔ جوں ہی جناب سکینہ نے شمر کو دیکھا اپنے باپ کی لاش چھوڑ کر حضرت عباسؑ کو آوازیں دینا شروع کر دیں کہ چچا یہ ملعون دُر چھینتا ہے چچا شمر طمانچے مارتا ہے چچا میری مدد کو پہنچو۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا ائى منقلب ينقلبون

شہادت امام علی نقی علیہ السلام

گریبان چاک

پندرہویں مجلس

دنیا والوں کے پیرو مرشد، قبر میں جناب امیر کی تشریف آوری۔ محشر میں مختلف گروہ۔ صادق آل محمد نے جنت کا مکان لکھ دیا۔ مومن کی پہچان۔ قبر اور حشر میں مختلف سوالات۔ کُنُوْا لَنَا زِينًا۔ علی بن الحسین کا موعظہ۔ امام کا مومن کو قید سے آزاد کرنا۔ ماموں کا راستہ سے گزرنا۔ مچھلی کا تسکار۔ امام کا یحییٰ بن اکنم سے منظرہ۔ سوال امام۔ شہادت

جناب امام محمد تقی علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَعْرِفُ الْمَجْرُمُونَ بِسْمِ اللَّهِ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ پارہ ۲۴
 رکوع ۱۲۔ پہچانے جاویں گے مجرمین ساتھ پہرے اپنے کے پس پکڑا جاوے گا ساتھ بالوں
 پیشانی کے اور قدموں کے (اور دوزخ میں پھینکے جاویں گے) دنیا کا ہر انسان اپنے رہنا پیرو
 مرشد کی تعریف و فخر سے کرتا ہے اور اپنے پر کی زیارت و صحبت کو ذریعہ نجات جانتا ہے
 ہر مرید اپنے پیر کو اپنے گھر لانے میں روحانی خوشی محسوس کرتا ہے کہ میرے مرشد میرے
 گھر تشریف لادیں گے تو گویا رحمت خدا کا میرے گھر پر نزول ہوگا۔ مگر آج کا پیر بڑا عقل مند
 ہے وہ مرید کے ہاں اس وقت تشریف لاتا ہے۔ جب مرید کے ہاں خوشی ہو، پیر صاحب
 مرید کے ہاں اس وقت آتا ہے جب مرید کے گھر فصل آجائے۔ حضور فصل لانے والا پیر تو فصل

پر ہی تشریف لائے گا۔ بلا فضل کا دامن پکڑو جو ہر مصیبت میں مشکل کشا نظر آئے ہاں اس
 پیر صاحب تشریف لاتے ہیں جب مرید کے گھر گندم آجائے جب کپاس کما دے پیسے
 آجائیں آج کاپیر مرید کے گھر اس وقت آتا ہے جب مرید کے گھر بچ پیدا ہو۔ آج کاپیر
 مرید کے گھر اس وقت نزدیک جلال فرماتا ہے جب مرید کے گھر شادی ہو۔ آئے تھے پیر صاحب
 مرید کے گھر برکت بن کے اور جب تشریف لے گئے تو مرید کے گھر کا صفایا تھا۔ آئے تو
 رحمت بن کے اور گئے تو زحمت ہی زحمت چھوڑ گئے۔ صلوٰۃ: میں نے دنیا کے پیروں کو ان
 کے ہاں آتا دیکھ کر اپنے پیر مولا سے عرض کی کہ مولا میرے گھر گندم کی فصل اور کپاس کے
 پیسے آگئے ہیں آپ بھی میرے گھر تشریف لادیں مولا میرے گھر بچ پیدا ہوا ہے آتا ہمارے
 ہاں شادی ہے مہربانی فرما کر تشریف لادیں میرے مولا نے فرمایا کہ میں نہیں آتا عرض کی مولا
 دنیا کے پیر تو مریدوں کے ہاں آتا کرتے ہیں آپ بھی تشریف لادیں فصل تیار ہے فرمایا فصل
 لے پیر اور میں ہم تو بلا فصل ہیں۔ عرض کی مولا آپ ضرور تشریف لادیں فرمایا نہیں آتا، آقا
 کبھی نہیں آؤ گے فرمایا نہیں ضرور آؤں گا میں نے عرض کی کب آؤ گے فرمایا جب تم مرنے
 لگو گے جب تم قید میں آکیے جاؤ گے جب تم محشر میں پریشان ہو گے جب تم پیاسے ہو گے
 اور کوثر کے تلاشی ہو گے جب تمہارے عمل میزان پر تلین گے میں ضرور آؤں گا۔ جب
 تم پل صراط سے گزرنے لگو گے مسلمانوں خوشی کے وقت تشریف لا کر نذرانہ لینے والے پیر
 اور میں اور قبر و حشر و محشر اور پل صراط سے پار پہنچانے والے پیر اور میں بشارت پینے والے
 والے پیر اور میں اور کوثر پلانے والے پیر اور میں ارے جنت میں جانے والے پیر اور میں
 اور جنت میں لے جانے والے پیر اور میں۔ صلوٰۃ: میرے مولا کا ارشاد سنو! يَا حَادِثُ هَذَا
 مَنْ يَمُوتُ يَوَاقِي - مُؤْمِنًا كَانَ أَوْ مُنَافِقًا قُبُلًا - اے حارث ہمدان ہر مرنے
 والا مومن ہو یا منافق مجھے ضرور دیکھتا ہے لاج الاحزان جلد ۱ ص ۲۱۵، رباعی عرض ہے -

قبر منکر پہ منکر نکید آتے ہیں، قبر مومن پہ والد شبیئر آتے ہیں
 نہ کرو سوال مجھ سے مرت کا، سٹو سٹو جناب امیر آتے ہیں
 (صلوٰۃ)

خلاصہ المصائب میں ہے کہ ایک مرد نیک نے ایک مومن دین دار کو جو دسرت اہلیت اہل ہار تھا بعد اس کے مرنے کے خواب میں دیکھا کہ جب لگ اس کو دفن کر کے قبر میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے گئے تو وہ شخص شکوہ مزید بن کی آنکھیں مثل برق کے چمکتی تھیں اور سر کے بال زمین تک رشتے تھے اس کی قبر میں آئے اور اس کے اعتقادات کے متعلق سوال کرنے لگے پہلا سوال مَنْ رَبُّكَ بتاتیرا پروردگار کون ہے وہ ان کی ہیبت سے ایسا گھبرایا کہ زبان کی طاقت زائل ہو گئی اور کچھ جواب نہ دے سکا اتنے میں ایک نورانی شکل والے بزرگ تشریف لائے اور قریب بیٹھ گئے مومنین آپ سمجھے کہ وہ کون بزرگ تھے وہ آپ کے مولا مشکل کشا دستگیر بے کساں، رہبر انس و جان جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام تھے شفقت سے فرمانے لگے اے مرد خدا کیوں گھبراتا ہے ان کے جواب میں کہہ دے اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَفِیَ اس نے مولا سے سبق حاصل کر کے فوراً کہا اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبِّیْ۔ اللہ تعالیٰ جس کی عظمت بہت بڑی ہے میرا پروردگار ہے پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ نَبِیُّكَ بتاتیرا نبی کون ہے وہ چپ ہی تھا کہ جناب حیدر کرار نے کہا کہ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ مُحَمَّدٍ مَصْطَفٰی میرے نبی ہیں۔ پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ اِمَامُكَ بتاتیرا امام کون ہے پھر حضرت نے کہا کہ کہہ دے وَعَلِیُّ ابْنُ اَبِی طَالِبٍ اِمَامِیْ یعنی علی ابن ابی طالب میرے امام ہیں جب دوسرے امام کا سوال کیا تب بھی حضرت نے اسے فرمایا کہہ دے الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیِّ اِمَامِیْ۔ حسن ابن علی میرے امام ہیں وہ بموجب تعلیم حضرت کے جواب دیتا گیا۔ جب فرشتوں نے تیسرے امام کا سوال کیا تو حضرت رونے لگے اور اس مرد سے فرمایا کہہ اَلْحُسَیْنُ الشَّهِیدُ بِکَرِّ بَلَاءٍ اِمَامِیْ اس شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنا جواب دینا نہ بھول گیا بے ساختہ منہ سے نکلا ہائے حیثیں ہائے حیثیں اور رونے لگا حضرت کو بھی تاب نہ رہی روتے روتے غش کھا گئے آخر فرشتے پکارے اے عاشقِ حسین خاموش ہو جا تیرے رونے سے حیدر کرار غش کھا گئے ہیں جب حضرت کو غش سے افاقہ ہوا تو فرشتوں نے فرمایا میرے مظلوم بیٹے کے عاشق سے کچھ نہ پوچھو تم دیکھتے نہیں کہ فرزندِ رسولؐ سے یہ یہ کس قدر محبت و عقیدت رکھتا ہے۔ بس حضرت کا فرمان سن کر فرشتے وہاں سے چلے گئے

مومن کی قبر میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب

لوائح الاحزان جلد ۳۵ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

تمنا ہے محبت میں مروں اکل اطہر کی

ہم ایسی موت کو حیدر سدا جینا سمجھتے ہیں

روزِ محشر محسوس ہونے والے تین گروہ ہوں گے ایک گروہ وہ ہوگا جو بغیر حساب کے

جنت میں جائے گا۔ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ اٰخِرَهُمْ

بَغَيْرِ حِسَابٍ۔ پارہ ۲۳ رکوع ۱۶ سوائے اس کے نہیں کہ صابرین کو بغیر حساب کے اجر عطا

کیا جائے گا۔ ملاں لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کو نبی بھی نفسی نفسی پکاریں گے اگر ملاں کی بات سچی

ہے تو اس آیت کو قرآن پاک سے نکال دو سنو! وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا

نَاطِرَةٌ ہ پارہ ۲۹ رکوع ۱۷ کتنے منہ اس دن تازہ ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف رحمت

کی نظر کرنے والے اور سنو! وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ هَضَاكُمُ تُسَبِّحُوتُ ہ پارہ ۳۰ رکوع ۵

اور کتنے منہ اس دن روشن ہیں جو ہستے خوش خوش ہوں گے ان آیات سے ثابت ہوا کہ

ایک گروہ ایسا ہوگا جو قیامت کو میدانِ محشر میں تشریف لائے گا جس طرح مومن عید کی نماز کو

خوش خوش جاتا ہے یہ گروہ معصومین علیہم السلام کا ہوگا جو قیامت کو شفاعت کا تاج پہن

کر ہم گنہگاروں کی شفاعت کرے گا رے جو دنیا میں جنت تقسیم کریں ان کے بارے میں

کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ وہ قیامت کو نفسی نفسی پکاریں گے۔ ہشام بن حکم سے مروی ہے

کہ جبل سے ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

حضور کی زیارت کرنے کے بعد آپ سے عرض کی اسے فرزندِ رسولؐ میرے پاس دس ہزار

درہم ہیں جنہیں میں آپ کے حوالے کرتا ہوں آپ میرے لئے اپنی پسند کا ایک مکان خرید فرمادیں

کہ جب میں حج سے واپس آؤں تو اس میں رہوں گا۔ وہ شخص دس ہزار درہم حضورؐ کو دے کر

حج کو روانہ ہو گیا جب وہ شخص حج سے واپس آیا تو امام نے اُسے اپنے مکان میں ٹھہرایا اور

ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی پسند کا مکان تیرے لئے فردوسِ دجن میں خرید کیا ہے اس کے

بعد امام نے ایک دستاویز اس کے حوالے کی کہ یہ مکان کا بیع نامہ ہے اس شخص نے دستاویز

خوشی سے قبول فرمائی امام نے تمام درہم اولادِ امام حسنؑ اور اولادِ امام حسینؑ علیہما السلام پر تقسیم

پہلا گروہ معصومین کا بغیر حساب کے جنت میں

محشر میں کچھ پہرے ہشام بن حکم سے

امام جعفر صادقؑ نے جنت کا مکان کھرایا

کر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اپنے گھر واپس چلا گیا جو کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہوا تو اس نے تمام گھروالوں کو جمع کیا اور انہیں قسم دی کہ امام کی تحریر کردہ دستاویز اس کی قبر میں رکھ دیں۔ اس کی موت کے بعد لواحقین نے حسب وصیت امام کی تحریر کردہ دستاویز کو اس کے ساتھ کفن میں رکھ کر اسے دفن کر دیا دوسرے روز جب لوگ اس کی قبر پر گئے تو اس دستاویز کو قبر کی پشت پر پایا اور اس کی پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ کے دلی جعفر بن محمد نے جس طرح وعدہ کیا تھا اسی طرح پورا ہوا۔ کنوز المعجزات ص ۱۰۱ یہ گروہ جو دنیا میں لوگوں کو جنت عطا فرما سکتے ہیں یہ قیامت کو خوش خوش ہی محشر میں تشریف لادیں گے اور یہ لوگ ہوں گے معصومین علیہم السلام صلوٰۃ۔ دوسرا گروہ وہ ہوگا جن کا قیامت میں حساب کتاب ہوگا قرآن کی آواز سنو! فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۚ ہ پارہ ۳۰ رکوع ۲۲ پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو بھی دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو بھی پاوے گا۔ یہ دوسرا گروہ مومنین کا ہوگا جن کا قیامت کو حساب کتاب ہوگا معصوم سے کسی نے مومن کے بارے میں سوال کیا کہ اے فرزند رسول مومن کی پہچان کیا ہے۔ فرمایا مومن تین کام جلدی کرتا ہے۔ نمبر ۱۔ مومن نماز کو اول وقت میں پڑھتا ہے نمبر ۲۔ مومن جنازہ جلدی دفن کرنے کی کوشش کرتا ہے شریعت رسولؐ میں ہے کہ میت کو قریب کے قبرستان میں جلدی دفن کر دو۔ مگر ہم مومنین ہیں کہ بیٹے بیٹیں بلکہ چالیس پچاس میل تک جنازے کو اٹھائے پھرتے ہیں کہ فلاں جگہ اسے دفن کرنا ہے اور وہاں ہمارا قبرستان ہے دوسری طرف ہمارا معاملہ بالکل حکم خدا رسولؐ کے برعکس ہے۔ میت کو جلدی دفن کرنے کی بجائے دو دو دن تک برف میں میت کو رکھا جاتا ہے کہ کراچی پشاور والے رشتہ دار جب تک نہیں آجاتے اسے دفن نہیں کیا جائے گا رشتہ داروں کی انتظار میں میت خراب ہو جائے تو ہو جائے مگر سارے رشتہ دار اگر منہ ضرور دیکھ لیں نمبر ۳۔ تیسری مومن کی پہچان معصوم نے فرمائی کہ مومن اپنی لڑکی کے بالغ ہونے پر فوراً شادی کر دیتا ہے جو ان بچیوں کو گھر بٹھائے رکھنا مومنین کی شان نہیں ہے اس معاملہ میں ہم مومنین کا دستور نرالہ ہی ہے کہ اکثر بچیوں کی شادی ہی نہیں ہو سکتی کہ ہماری شان کے

برابر کا آدمی ہی نہیں دنیا میں ملتا۔ استغفر اللہ بچہ کی شادی کی تاخیر اس کے علاوہ جہیز کا پورا نہ ہونا بھی ہے۔ مسلمانوں یہ حالات ہم نے خود پیدا کئے ہیں اولاد کی اچھی طرح تربیت کا نہ ہونا اور ہمارا اپنا عمل ہے کہ کبھی بھولے سے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کے قول و فعل پر نگاہ نہ کرنا یہ سب کچھ مصیبتیں اپنے لئے ہم نے خود پیدا کی ہیں۔ کاش کہ ہم مسلمان محمد و آل محمد علیہم السلام کے اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کر کے اطمینان کی زندگیاں بسر کرتے ہیں کہتا ہوں اگر معیار زندگی مناسب سادہ ہو اولاد کی تربیت دینی سطح پر ہو اور پھر خدا رسول پر مہروسہ کرتے رہو یقیناً کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ کیوں مسلمانوں کیا بولنے کے باپ سے بھی کسی لڑکی کا باپ زیادہ عزت و شرف والا ہے کیا کسی کو سٹیڈ کے ظاہری جہیز جیسا جہیز بھی میسر نہیں آتا۔ کیا زینب و کلثوم کے باپ سے بھی کسی کا باپ زیادہ عظمت رکھتا ہے پھر کیوں محمد و آل محمد علیہم السلام کے اسوہ حسنہ سے احتراز کیا جاتا ہے۔ حیف ہے اس مومن پر جو محمد و آل محمد کے قائم کردہ دستور قانون کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالنا چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں تو قدرت کا اعلان واضح موجود ہے۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ج. وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا پارہ ۲۸ رکوع ۴ جو کچھ میرا حبیب محمد مصطفیٰ تم کو عطا کرے اسے لے لو اور جس سے تم کو میرا حبیب منع کرے اسے چھوڑ دو صلوٰۃ۔ بس جس انسان نے اطمینان کی زندگی بسر کرنی ہے اس کے لئے لازم و ضروری ہے کہ محمد و آل محمد کے اسوہ حسنہ پر سختی سے کاربند رہے یقیناً دین و دنیا میں راحت و آرام نصیب ہوگا رہا میں مومن کی پہچان عرض کر رہا تھا سائل نے عرض کی مولا مومن کی کوئی اور نشانی ارشاد فرمادی فرمایا مومن تین سوالوں کے جواب کی تلاش و فکر میں رہتا ہے سائل نے عرض کی وہ تین سوال کیا ہیں جن کے جواب کی تلاش و فکر مومنین کو رہتی ہے ارشاد فرمایا پہلا سوال قیامت کو یہ ہوگا۔ کہ جوانی جیسی نعمت کو کہاں صرف کیا ہے۔ کیا تو نے کبھی اس نعمت کے عطا کرنے والے کا بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے تجھے جوانی جیسی نعمت بن مانگے عطا کی تھی۔ نوجوان اس جوانی کو سنبھل کر گزارنا اس کے بارے میں سختی سے سوال ہوگا دوسرا سوال یہ ہوگا کہ تو نے رزق کہاں سے حاصل کیا۔ حلال طریقے سے رزق کیا یا حرام طریقے سے

مال جمع کیا تھا۔ بس حلال زادوں کو چاہیے کہ حلال طریقے سے رزق کمائیں چاہے کم ہی کیوں نہ ہو حلال زادے اور حرام زادے میں صرف فرق ہی یہ ہے کہ حلال زادہ حلال طریقے سے رزق کماتا ہے اور حرام زادہ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا اور تیسرا سوال یہ ہوگا کہ تو نے جو رزق کمایا تھا اس کو خرچ کہاں کیا ہے کیا میرے فرمان کے مطابق خرچ کیا یا یہ کہ شیطان کی زیر سرپرستی مال خرچ کیا گیا ہے جو لوگ اپنا مال حرام کاموں پر خرچ کرتے ہیں وہ یاد رکھیں ایک دن یہ سب حساب دینا پڑے گا۔ سینا جانے والو، ناچ گانے اور راگ کے شوقینو۔ فقیروں اور محتاجوں کو دھکے دینے والو۔ کٹے اور کنجریوں کے شدید ایڑ۔ مہنگ اور شراب کے مستانو۔ سودا اور رشتہ خورد۔ حدود اللہ کو توڑنے والو، اپنے مال کے خرچ کے حساب دینے کی تیاری کر لو اللہ تعالیٰ نے یہ مال تمہاری آزمائش کے لئے تمہیں عطا کیا ہے حدیث تدریسی سنو۔ اَلْمَالُ مَالِیْ وَ اَلْمَالُ مَالُکُ وَ کَلَّافِیْ وَ الْفُقَرَاءُ عِیَالِیْ۔ قدرت کا ارشاد ہے کہ تمام مال میرا مال ہے اور امراء میرے وکیل ہیں اور محتاج فقیر میرے عیال ہیں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مقرر کردہ وکیل کہاں تک دیانتداری سے ہمارے عطا کئے ہوئے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ صلوة

بس یہ دوسرا گروہ ہے کہ جس کا قیامت کو حساب کتاب ہوگا اور اس گروہ کا نام ہے۔ مومن اور تیسرا گروہ بغیر حساب کے جنت میں تشریف لے جائے گا جس کے بارے میں عنوان بیان کی آیت شاہد ہے۔ یُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسَيِّئَاتِهِمْ فَيُؤْخَذُ بِالْأَوَّاهِیْ وَالْأَقْفَالِ پارہ ۲۴ رکوع ۱۲۔ ہم پہچان لیں گے مجرمین کو ان کے چہروں سے پس ان کے سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر انہیں جہنم میں ڈال دیں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجرمین کے اعمال کا کیا بنے گا تو قرآن مجید کی آواز آتی ہے فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْدُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَرُزْغًا۔ پارہ ۱۶ رکوع ۲ پس کھوٹے گئے عمل ان کے پس نفاٹم کریں گے ہم واسطے ان کے دن قیامت کے تول۔ اس آیت میں اعمال کے ضبط ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ خدا نے لفظ حبط فرمایا ہے حبط اور ضبط میں فرق ہے۔ ضبط کا ترجمہ ہے کہ کسی شئی کو قابو میں کرنا چھیننا تو ضبط سے ثابت ہوا کہ کوئی شئی ہے جس کو چھینا گیا ہے مگر حبط کا معنی یہ نہیں ہے بلکہ حبط اسے کہتے ہیں جو واقعی نہ ہو یعنی عمل کرنے والا عمل کرتا ہے

تیسرا گروہ سیدھا جہنم میں

تمام اعمال ضبط ہوں گے

اور قدرت اُسے عمل ہی نہ شمار کرے ارشاد قدرت ہے۔ اَلَّذِيْنَ حَتَلَ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُخْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ پارہ ۱۶ رکوع ۳ وہ لوگ کہ کہوٹی گئی سعی ان کی بیچ زندگی دنیا کے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں کام بعض ایسے لوگ جو گمان کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کو اچھا شمار ہی نہیں کرتا یہ ضبط ہونا ہے مسلمانو اگر ابلیس کی ہزاروں سال کی عبادت خلیفہ حق کی تعلیم نہ کرنے پر ضبط ہو سکتی ہے تو محمد مصطفیٰ کی امت کا کوئی بندہ اگر خلیفہ حق سے انحراف کرے تو اس کی عبادت کیونکر ضبط نہ ہوگی بس خلیفہ حق کے باغی اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خیرات بھی کرتے رہیں تو سب ضبط ہوں گے۔ رباعی عرض ہے۔

زباں حسن حقیقت کا اعتراف نہیں حضور دیدہ دل کا غبار صاف نہیں
بدن پہ جائہ احرام دل میں بغض علیؑ تیرے نصیب کا چکر ہے یہ طواف نہیں
(صلوٰۃ)

رباعی

اگر نمازی کا کعبہ سے منہ پھر جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے تو فیصلہ دو کہ جس نے اپنا منہ وارث کعبہ سے پھیر لیا اس کے عمل کیونکر قبول ہوں گے۔ مولا کی شان میں رباعی سنو:
علیؑ کا کون ہمسر ہے علیؑ سے کون بہتر ہے زچہ خانہ جوان کا ہے وہی اللہ کا گھر ہے
محمدؐ اور علیؑ میں فرق نازک ہے بہت واعظ وہ محبوب خدا ہے یہ محبوب پیغمبرؐ ہے
(صلوٰۃ)

رباعی

آپ غور سے سماعت فرمادیں لوگو حساب دو مقام پر ہوگا ایک قبر میں دوسرا حشر میں جو سوال قبر میں ہوں گے وہ غالباً حشر میں نہیں ہوں گے اور جو سوال حشر میں ہوں گے وہ قبر میں نہیں ہوں گے لوگو قبر میں اصول یعنی اعتقادات کے بارے میں سوال ہوگا اور حشر میں فروعات و عبادات کا سوال ہوگا جو لوگ قبر کے اصولی یعنی لازمی پرچوں میں فیل ہو جائیں گے قیامت کو ان سے فروعات کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ سنو اور یاد رکھو اصول و اعتقاد میں جو ناکام رہیں گے ان کے نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ خیرات کو ضبط کیا جائے گا اور بغیر حساب کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے میدان حشر میں صرف حساب ان کا ہی ہوگا جن کے اصول و

بقرہ اور حشر میں مختلف سوالات

اعتقادات درست و صحیح ثابت ہوں گے قبر میں پہلا سوال ہوگا۔ مَنْ رَبُّكَ بتا تیرا رب کون ہے اگر اس سوال کا جواب صحیح دے دیا کہ اَللّٰهُ مَجَلَّ جَلَالُهُ رَبِّيَ اللّٰهُ تَعَالٰی جس کی عظمت بہت بڑی ہے وہ میرا پروردگار ہے۔ تو پھر دوسرا سوال ہوگا مَنْ نَبِيُّكَ بتا تیرا نبی کون ہے اور اگر پہلے ہی سوال کے پرچے میں فیل ہو گیا تو اس کی خوب پٹائی ہوگی اور پٹائی کے بعد اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا۔ هَذَا الرَّجُلُ مُشْرِكٌ یہ بندہ مشرک ہے اور قبر میں ایک دروازہ جہنم کی طرف کھول دیا جائے گا جس کی وجہ سے قیامت تک عذاب میں مبتلا رہے گا اور اگر اس نے مَنْ نَبِيُّكَ یعنی اپنے نبی کے بارے میں کہہ دیا کہ میرا نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو تیسرا سوال ہوگا در نہ پٹائی کی جائے گی اور اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا هَذَا الرَّجُلُ كَافِرٌ یہ مرد کافر ہے اور قبر سے جہنم کی طرف دروازہ کھل جائے گا اور اگر دوسرے پرچے کا جواب صحیح دے دیا تو تیسرا سوال ہوگا مَنْ اِمَامُكَ بتا تیرا امام کون ہے اس پرچے میں بے شمار لوگ فیل ہوں گے کیونکہ پرچے کچھ لمبا ہے ایک نہیں پورے بارہ کے نام بتلانے پڑیں گے اگر صاحب قبر نے حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام سے لے کر قائم آل محمد تک تمام نام یکے بعد دیگرے بتلا دیئے تو چوتھے پرچے کا سوال ہوگا اور اگر اپنا امام نہ بتلا سکا تو فرشتے خوب پٹائی کریں گے پھر اس کی پیشانی پر لکھا جائے گا۔ هَذَا الرَّجُلُ مُنَافِقٌ یہ انسان منافق ہے جو حق کی بات کا منکر اور باغی ہے اور جہنم کا دروازہ کھول دیا جائیگا ان تینوں کے علاوہ جس نے اللہ تعالیٰ نبی اور امام کا صحیح پتہ بتا دیا اس سے تین آسان سوال اور ہوں گے۔ مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے۔ مَا كِتَابُكَ۔ تیری کتاب کون ہے تیرا کعبہ کون ہے تیرا دین کیا ہے۔ ان کے جواب آنے پر فرشتے اس کو مبارکباد پیش کریں گے اور اس کی پیشانی پر نور کی قلم سے لکھا جائے گا هَذَا الرَّجُلُ مُؤْمِنٌ یہ مرد مومن ہے اور اس کے لئے قبر سے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا قیامت تک یہ شخص انعامات الہیہ سے فیضیاب ہوتا رہے گا بس قیامت کو چار طرح کے لوگ میدانِ محشر میں آئیں گے۔

۱، کسی کی پیشانی پر مشرک ۲، کسی کی پیشانی پر کافر ۳، کسی کی پیشانی پر منافق ۴، اور

کسی کی پیشانی پر مومن لکھا ہوگا۔ پہلے تین مشرک، کافر، منافق ان تینوں حضرات کے بارے میں ہے۔ يُعْرِفُ الْجُرُمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ۔ ہم مجرموں کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور سر کے بال اور قدموں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ نمازاں چٹتے روزے لگی کی ہو یا جاداں مسیتی ٹھیک لوٹا توں کول کیتی دل توں گئی نہ مول پلیتی تھے وانگوں گیوں کھلونہ لینی کہ نہ دینی دو (صلوٰۃ)

میں کہہ چکا کہ پہلے تینوں بغیر حساب کے جہنم میں جاؤں گے قیامت کو حساب انہی کا ہوگا جن کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ هَذَا الشَّجَلُ مُؤْمِنٌ بس چوتھے مومن کا حساب کوئی امیر المومنین لیں گے۔ بتاؤ نماز پڑھی تھی روزہ رکھا تھا حج کیا تھا زکوٰۃ ادا کی تھی خمس نکالا تھا والدین کی خدمت کی تھی۔ تو لی۔ تب تو اکا ورد کیا کرتے تھے اب بتاؤ ورنہ کان پکڑو۔ مومنو! مشرک کے میدان کے لئے تیار ہو جاؤ۔ علیؑ کو امام ماننے والو کبھی مولا علیؑ کا حکم بھی مانا کبھی حضرت علیؑ کی پیروی بھی کی، سچ تو یہ ہے کہ تولد بھر زبان تو علیؑ کی کرتی ہے اور دُومن کی لاش معاویہؓ کا کردار پیش کرتی ہے ہم ذکر تو علیؑ کا کرتے ہیں اور فکر معاویہؓ کا رہتا ہے کیوں مومنو تم جو کہتے ہو کہ ہم شجرہ آل محمدؐ کے پتے ہیں تو کیا پتوں کو دیکھ کر درخت کو نہیں پہچانا جاتا درخت کی پہچان ہوتی ہی پھل یا پتوں سے ہے تو فرماؤ غیر مذاہب جب ہمارے کردار کو دیکھیں گے تو آسانی سے فیصلہ نہ کر لیں گے کہ جس شجرہ کے یہ پتے ہیں وہ شجرہ کیسا ہوگا کیوں آل محمدؐ کے لئے بدنامی کا باعث بنتے ہو معصوم نے فرمایا شَيْعَتُنَا كُفُّوا لَنَا زَيْبًا وَلَا تَكُونُوا لَنَا شَيْبًا۔ ہمارے شیعوں ہمارے لئے زینت بنو اور ہمارے لئے بدنامی کا باعث نہ بنو تمہارے کردار و گفتار کو دیکھ لوگ کہیں رَحِمَتِ اللّٰهُ عَلٰی جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ اللہ کی رحمت ہو جعفر ابن محمدؑ پر کہ کیسے اچھے شاگرد اس نے تیار کئے ہیں۔ حضرت علیؑ ابن الحسینؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ مولا میں گناہگار ہوں اور اب معصیت پر صبر نہیں کر سکتا آپ مجھ کو کوئی ایسا طریقہ سمجھائیں کہ میں گناہ بھی کرتا

مَوْلَانَا زَيْبًا

رحمت اللہ علی جعفر

رہوں اور دوزخ سے بھی بچ جاؤں امام نے فرمایا ایک طریقہ نہیں بلکہ چار طریقے میں تجھے بتلاتا ہوں جو نسا پسند آئے اس پر عمل کرنا اس نے عرض کی مولا ارشاد فرمادیں تو حضور نے فرمایا پہلا یہ کہ خدا کے رزق کو مت کھا پھر جو گناہ چاہے کہ اس نے کہا کہ یا بن رسول اللہ - اللہ تعالیٰ کے رزق کھائے بغیر گزارا ہی نہیں ہو سکتا - دوسرا فرمایا بے شک گناہ کر مگر ایسی جگہ تلاش کر کہ جہاں خدا تجھ کو نہ دیکھ سکے عرض کی مولا اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے میں کہاں جاؤں - تیسرا فرمایا ملک الموت جب روح قبض کرنے کو آئے تو اُسے دفع کرنا اور ہرگز نہ مرنا پس جو جی چاہے گناہ کئے جا اس نے عرض کی اے فرزند رسول! ملک الموت پر غلبہ حاصل کرنا میرے بس کا روگ نہیں ہے فرمایا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے تو دوزخ میں جانے سے صاف انکار کر دے اور جو گناہ جی میں آئے کئے جا - اس نے عرض کی مولا یہ تو میں نہیں کر سکتا - اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے امام نے فرمایا اگر اتنا کمزور ہے تو اس کی فرمانبرداری کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں جامع الاخبار ص ۱۲۵ - صلوٰۃ - ہاں میں نے عرض کیا ہے کہ قبر میں بارہ اماموں کا نام دریافت کیا جائے گا - لہذا ان کی معرفت و پہچان لازم و واجب ہے اگر آپ حضرات کو چارہ معصومین علیہم السلام کی ضرورت ہے تو بتلائیں آپ نے بارہ اماموں میں سب سے کم زندگی کس امام کو نصیب ہوئی ہے - سنو چودہ معصوموں میں سے دنیا کی زندگی سب سے کم حضرت سیدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہے یعنی کل عمر ہے بتول کی اٹھارہ برس اور اماموں میں سب سے کم عمر ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حضور کی کل دنیا کی زندگی ہے سو اچھپیں برس اتنی کم مدت عمر اور کسی امام کی نہیں ہے مگر آنحضرت کے معجزات و کمالات اتنے ہیں کہ انسانی عقل کے بس کا روگ نہیں کہ تمام کا احصاء کر سکے میں چند واقعات بطور نمونہ کے سپرد ناظرین کرتا ہوں - صلوٰۃ - کشف الغمہ میں منقول ہے علی بن خالد کہتا ہے کہ میں سامرہ میں تھا کہ میں نے سنا کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اسے قید کر کے سامرہ لایا گیا ہے علی بن خالد کہتا ہے کہ میں قید خانہ کی طرف گیا اور نگہبانوں سے اس قیدی کے ملنے کی اجازت مانگی میں نے جو اُسے دیکھا اور اس سے گفتگو کی تو اسے نہایت صاب عقل

علاء الدین علیہ السلام کا شکر گو موعظ

معصومین میں سے کم عمر ہونے والے

سلیم اور فہم مستقیم پایا جب اس سے اس کی قید کا دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں شام میں اس مقام پر عبادت کرتا تھا جس مقام پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اطہر نصب کیا گیا تھا اس مقام کو میں نے جائے متبرک سمجھ کر اس مقام کی مجاہدت اختیار کر لی ایک شب میں عبادت میں مشغول تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر فوراً مسجد کوفہ میں پہنچ گئے اس بزرگ نے بھی وہیں نماز ادا کی اور مجھے بھی نماز پڑھنے کا حکم کیا پھر تھوڑی دیر چلے کہ مدینہ آگیا میں نے رسول خدا کے روضہ انور کی زیارت کی اور اس بزرگ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس بزرگ کے ساتھ تھوڑی دیر چلا کہ مکہ معظمہ آگیا اور ہم نے طواف کعبہ کیا اور نماز ادا کی کعبہ کی زیارت سے فارغ ہو کر میں اس بزرگ کے ساتھ چلا چند قدم چلا کہ میں وہاں پہنچا جہاں شام میں عبادت میں مشغول تھا وہ بزرگ نظروں سے غائب ہو گیا ایک سال تک پھر اس بزرگ کی زیارت نہ ہوئی سال کے بعد وہ پھر تشریف لائے اور حسب سابق مجھے ساتھ لے کر کوفہ۔ مدینہ اور مکہ کی زیارت کرائی اور اسی مقام پر واپس لے آئے اب میں نے اس بزرگ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت کیا کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے مجھے اپنا تعارف تو کرائیں انہوں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہوں۔ الحاصل میں نے اپنے سننے والوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا انہوں نے حاکم وقت کو اس واقعہ کی خبر دی تب محمد بن عبد الملک زیارات نے مجھے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا اور یہاں عراق بھیج دیا نہ میرے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ میری قرآن و اسلام کا منکر ہوں۔ خالد بن علی کہتا ہے کہ میں نے اُسے کہا کہ میں محمد بن عبد الملک زیارات کو صیغہ واقعہ کی اطلاع کرتا ہوں کہ اس نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا یہ سب تہمت ہے اسے رہا کرنا چاہیے غرضیکہ خالد بن علی نے سارا واقعہ تحریر کر کے محمد بن عبد الملک کو بھیجا کہ اس نے کوئی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ایک واقعہ لوگوں سے ذکر کیا ہے جس میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اُسے ایک رات میں کوفہ۔ مدینہ اور مکہ کی زیارت کرائی ہے جب یہ خط حاکم وقت کو ملا تو اس نے اس کاغذ کی پشت پر تحریر کیا کہ جس شخص نے ایک رات میں اسے کوفہ، مدینہ اور مکہ کی زیارت کرائی ہے اُسے کہے کہ اس قید سے بھی

رات میں ایک شخص کو مختلف مقامات پر زیارت

اسے رہا کر کے لے جائے۔ خالد بن علی کہتا ہے کہ مجھے اس کے اس جواب سے سخت رنج ہوا اور صبح کو قید خانہ کی طرف چلا کہ اس کو اس واقعہ کی خبر دوں اور صبر کی تلقین کروں جب قید خانہ کے پاس پہنچا تو بہت سے لوگوں کا جرم پایا جس میں فوج کے لوگ بھی ہیں اور قید خانہ کے نگہبان بھی، میں نے کیفیت دریافت کی تو لوگوں نے کہا کہ وہ قیدی جو شام کا رہنے والا تھا آج رات کو قید خانہ سے غائب ہو گیا ہے نہیں معلوم اُسے زمین نگل گئی ہے یا طائر اُسے اڑے گئے علی بن خالد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ معجزہ بھی امام محمد تقی علیہ السلام کا ہے کہ حضرت اپنے درست کو قید سے آزاد فرما کے لے گئے۔ علی بن خالد کہتا ہے کہ ایک سال کے بعد شام میں وہ قیدی مجھے بلا میں نے اس شخص سے کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اسی شب امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے ارشاد فرمایا اٹھ اور میرے ساتھ چل اب جو میں اٹھا تو حکم امام سے زنجیریں الگ ہو گئیں اور میں امام کے ساتھ قید خانہ سے باہر آیا میں پاسبانوں کو دیکھتا تھا اور مجھے کسی نے نہ دیکھا اور اس بزرگوار نے چشم زون میں مجھے شام پہنچا دیا صلوة۔

علی بن خالد پہلے زیدی مذہب رکھتا تھا اس معجزہ کو دیکھ کر حضرت کی امامت کا قائل ہو کے مذہب امامیہ میں داخل ہو گیا۔ لواء الاحزان جلد ۱ ص ۲۶۶۔ منقول ہے کہ جب مامون ملعون کو امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے لعنت و ملامت کی تو اس نے چاہا کہ اپنے کو کسی طرح الزام سے بری کرے جب وہ خراسان سے بغداد آیا تو مدینہ منورہ سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو باعزاز و اکرام بغداد میں بلایا حضرت تشریف لائے ابھی ملاقات نہ ہوئی تھی کہ ایک روز مامون شکار کے لئے سوار ہوا اتفاق سے راستہ میں لڑکے کھیل رہے تھے جو مامون کی شوکت شاہانہ دیکھ کر ڈر سے مہاگ گئے مگر امام محمد تقی علیہ السلام جو انہی لڑکوں میں موجود تھے اپنے مقام پر کھڑے رہے مامون نے شوکت و جلالت امامت دیکھ کر گھوڑا رد کیا اور پوچھنے لگا اے صاحبزادے سب لڑکے تو میری سواری دیکھ کر مہاگ گئے ہیں تم کیوں کھڑے رہے امام نے فرمایا امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں علیحدہ ہو جاتا اور میں نے کوئی خطا کی ہے کہ میں مہاگ جاتا۔

اور نہ تجھ پر میرا گمان ہے کہ تو بے جرم مجھے ستائے گا پھر میں کیوں بھاگتا۔ ماموں آپ کے لطفِ تقریر اور حسنِ و جمال کو دیکھ کر محو ہو گیا اور دریافت کیا کہ تمہارا اور تمہارے والد کا کیا نام ہے آپ نے فرمایا میرا نام محمد تقی بن رضا علیہ السلام ہے اس کے بعد ماموں شکار کو چلا گیا جنگل میں باز شکاری کو شکار پر چھوڑا جو نظروں سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باز واپس آیا تو اس کی منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی یہ دیکھ کر ماموں کو مچھلی پر تعجب ہوا جب ماموں شکار سے واپس آیا تو مچھلی کو مٹھی میں لئے ہوئے تھا جب اسی مقام پر پہنچا تو پہلے کی طرح تمام لڑکے بھاگ گئے اور حضرت وہی کھڑے رہے ماموں نے حضرت سے کہا کہ اسے محمد تباد کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے حضرت نے علمِ امامت سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چند دریا خلق کئے ہیں اور ابراہان دریاؤں سے بلند ہوتا ہے اور چھوٹی چھوٹی ٹھیلیاں ابر کے ساتھ کھینچ جاتی ہیں بادشاہوں کے بزرگان کو شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں ہاتھ میں چھپا کر خاندانِ رسالت کا امتحان لیتے ہیں یہ سن کر ماموں نے کہا اَنْتَ ابْنُ الرِّضَا حَقًّا بے شک آپ امام رضا کے فرزند ہیں صلوة محافل و مجالس ص ۲۶۲

منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد تقی علیہ السلام کو فر میں تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی طلب فرمایا پانی کے آنے پر آپ نے ایک خشک درخت کے نیچے وضو فرمایا ادھر حضور کے دستِ نور کے بو سے لے کر پانی جو درخت کی جڑوں پر گرا تو فوراً درخت میں تازگی آگئی اور سرسبز ہو کر بار آور ہو گیا امام کے اس معجزہ کو دیکھ کر منافق جل گئے اور مومن میوے درخت کے کھا کر پل گئے صلوة - ارشاد ص ۴۶۹ چودہ ستارے ص ۳۸۳ نورالابصار ص ۱۳

منقول ہے کہ جب بنی عباس نے سنا کہ ماموں اپنی لڑکی ام الفضل کا عقد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو بہت سے لوگ جمع ہو کر ماموں کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہنوز محمد تقی کی عمر دس سال کی بھی نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی علم کی تعلیم پائی ہے اور علمِ شرع سے بھی واقف نہیں ہیں آپ اپنی شہزادی کا عقد اس سے نہ کریں ماموں نے کہا یہ خاندانِ نبوت درسات ہے کائنات کا ہر علم اُن کے سینے میں موجود ہے۔

باز اور فضل سے مچھلی کا شکار

ام الفضل سے عقد نکاح

حقیقت میں یہی کائنات کے والی و وارث ہیں۔ ہاں اگر تمہیں مزید تسلی کرنی ہے تو امام محمد تقی علیہ السلام سے مناظرہ کر کے امتحان کر لو۔ الحاصل لوگوں نے اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کو امام کے ساتھ مناظرہ کے لئے تجویز کیا اور ایک معین دن کو سب اراکین سلطنت داعیان دولت اور علماء و فضلاء دربار شاہی میں جمع ہوئے اور حضرت کو اس دربار میں صدر مقام پر مامون نے جگہ دی۔ یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے آکر بیٹھا اور مامون سے عرض کی کہ اگر حکم اجازت ہو تو اس صاحبزادے سے کوئی مسئلہ دریافت کروں مامون نے کہا شوق سے دریافت کرو جو چاہے کر دیجیے نے کہا اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حالت احرام میں شکار کیا اس کا کفارہ شرع الود میں کیا ہے حضرت نے فرمایا اے یحییٰ تیرا سوال مجمل ہے یہ تو بتا کہ اس مجرم نے کہاں شکار کیا ہے حل میں یا حرم میں وہ عالم تھا جاہل مسئلہ عدا شکار کیا یا خطا سے وہ شخص آزاد تھا یا غلام نابالغ تھا یا بالغ یہ شکار اس نے پہلی بار کیا یا پہلے بھی شکار کر چکا تھا وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا وحش سے وہ جانور چھوٹا تھا یا بڑا اب وہ مجرم اپنے نعل بر سر ہے یا نادم یہ شکار دن میں کیا یا شب کے وقت احرام عمرہ کا باندھے ہوئے تھا یا حج کا یہ سن کر یحییٰ بن اکثم مبہوت ہو گیا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا زبان میں لکنت پڑ گئی مامون نے حالات کو دیکھ کر عرض کی اے ابو جعفر میری جان آپ پر قربان ہو آپ ہی اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان فرمادیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجرم جس وقت حل میں شکار کرے اور وہ صید طیور میں سے ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اسی قسم کا شکار حرم میں کیا ہو تو کفارہ دو بکریاں ہے اگر طیور میں سے کسی بچے کو قتل کیا ہو تو اس کے عوض میں ایک دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے گا اور اگر حرم میں اسے مار ڈالا ہو تو ایک دنبہ مع اس بچے کی قیمت کے جسے مار ڈالا ہے کفارہ دے گا اور اگر صید وحش میں سے ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں اگر وہ جانور حمار وحشی ہے تو ایک گائے اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ کفارہ دیگا اور اگر مرنے والی بکری اس کے عوض میں دیگا اور یہ کفارے جانور ان وحشی کے ہیں کہ حل میں شکار کیا ہو اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو یہی کفارے دینا ہو جائیں گے اگر احرام عمرہ کا تھا تو کفارہ خانہ کعبہ تک پہنچانا ہو گا۔

یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ

حرم میں شکار کا کفارہ

اور مکہ میں قربانی کر لیا اور اگر احرام حج کا باندھا تھا تو جانوروں کو منی میں قربانی کرے گا ان کفاروں میں عالم دجال دونوں برابر ہیں عمداً صید کرنے والا گنہگار بھی ہوگا حالت خطا میں اس پر گناہ نہیں آزاؤ کے لئے کفارہ خود اس کی ذات پر ہے غلام کا کفارہ اس کا مالک ادا کرے گا طفل صغیر پر کوئی کفارہ نہیں ہے بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے صید کرنے پر نادم ہوا تو اس سے عذاب آخرت معاف ہو جائیگا اور اگر اپنے فعل پر مفسر ہوا تو اس پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا اس کلام بلاغت نظام کو سن کر تمام اہل مجلس بالاتفاق آپکی تعریف و ثنا کرنے لگے اس کے بعد امام نے فرمایا یحییٰ ایک مسئلہ میں بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرد نے ایک عورت پر صبح کے وقت نظر ڈالی تو وہ اس پر حرام تھی دن چڑھنے کے بعد حلال ہو گئی ظہر کے وقت وہی عورت حرام ہو گئی عصر کے وقت حلال ہو گئی پھر مغرب کے وقت حرام ہو گئی اور عشاء کے وقت وہی عورت اس پر حلال ہو گئی آدھی رات کو حرام ہو گئی صبح کے وقت وہی عورت حلال ہو گئی تباہ عورت کون تھی۔ یحییٰ نے کہا خدا کی قسم میں اس کا جواب نہیں دے سکتا آپ ہی جواب سے مطلع فرما کر سرفراز فرمادیں۔ فرمایا وہ عورت کسی کی لڑکی تھی ایک شخص اجنبی نے بیچ کے وقت اس پر نگاہ ڈالی تو وہ اس پر حرام تھی دن چڑھے اُسے خرید لیا حلال ہو گئی دوپہر کے وقت آزاد کر دیا پھر حرام ہو گئی عصر کے وقت نکاح کر لیا حلال ہو گئی مغرب کے وقت اس نے ظہار کیا حرام ہو گئی عشاء کو کفارہ ظہار دیدیا حلال ہو گئی نصف شب کو اس عورت کو طلاق رجعی دیدی حرام ہو گئی صبح کے وقت رجوع کر لیا حلال ہو گئی تاریخ آٹھ صفر ۲۵۵ھ چودہ ستارے ص ۱۲۸ اس کے بعد ملہوں نے اپنی لڑکی اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کر دیا مگر اس کریم امام مسلمانوں نے چین سے نہ رہنے دیا ماموں کے مرنے کے بعد اُم الفضل نے اپنے چچا معتمد کو امام کی شکایتیں کرنا شروع کیں تو اس ملعون نے آپکو مدینہ سے بغداد بلوایا اور اُم الفضل ملعونہ کے ذریعہ آپ کو زہر دیا گیا عزادار و زہر کا ملنا تھا کہ امام شاہی محلات سے اپنا قیام گاہ پر تشریف لائے اور غربت کے عالم میں دوسرے روز انتقال فرمایا ادھر بغداد میں حضور کی شہادت ہوئی ادھر مدینہ میں رونے کی آوازیں بلند ہوئیں لوگوں نے امام علی نقی علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا باا بغداد میں شہید ہو گیا ہے روایت میں ہے کہ میرے دسویں امام باعجا زامات تشریف لائے اور حضور کا غسل و کفن کیا اور جنازہ پڑھا پھر دفن کیا۔ محافل و مجالس ص ۱۲۵ لا لعنة الله على القوم الظالمين۔

ایک عورت کی مرتبہ حلال، ایک مرتبہ حرام

تجلیات

سولہویں مجلس

وارثانِ جنت - مہمان اور مالک میں فرق - اہلبیت رسول اور جنابِ فاضل نے
سروارِ انبیاء کی دعوت کی جنت سے کھانا آیا - بیت اللہ میں ولادت -
پہل صراط - پٹھان اور ملاں - بھیڑ اور کتا - بوڑھے کالے جنت میں نہ جائینگے
الحسن والحسین سیدِ شبابِ اہل الجنتہ - لوگوں کے اعمال امام کے سامنے
فضائل امام رضا علیہ السلام اور واقعات شہادت امام ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فِیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ - پارہ ۱۱ رکوع ۲ - ایقیناً اللہ تعالیٰ
نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید کئے ہیں کہ ان کی قیمت جنت
ہے کیونکہ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے بھی جی اور قتل ہوتے بھی ہیں -
دنیا کا ہر وہ انسان جو قیامت وحشر اور محشر کے حساب پر ایمان رکھتا ہے اس کا دعویٰ
ہے کہ جنت ہمیں نصیب ہوگی کیونکہ میں ہی حق پر ہوں اور میری ہی عبادت بارگاہِ الہی میں قبول
مقبول ہوگی - مجھ کو جنت ایک ایسی پیاری شے ہے کہ ہر مسلمان اس کے لئے کوئی شے
یہ دن رات کی تقریریں، آذانوں کی فلک شکاف آوازیں، بیت اللہ کا حج، گرمی کے روزے،
سردی کی نمازیں، زکوٰۃ و خمس، صدقہ وغیرات، بڑوں کی تعظیم چھوٹوں پر شفقت یعنی حدود
الہی کی حفاظت یہ سب کچھ جنت کی خاطر ہو رہا ہے - میں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ آپ

محمد مصطفیٰ کو نوری کیوں کہتے ہیں فرمایا جنت حاصل کرنے کے لئے عرض کی مولانا آپ تاجدار رسالت کو نما کی کیوں مانتے ہیں کہا کہ جنت میں جانے کے لئے ارے تم ماتم حسین کیوں کرتے ہو کہا کہ جنت حاصل کرنے کے لئے۔ مولانا تم ماتم تنبیہ پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہو فرمایا جنت میں جانے کے لئے۔ ملاں نے فتویٰ دیا کہ دو تعزیر بند۔ شبیہ زوال جناح کر کے رہیں گے بند۔ علم عباسی ہو جائے گا بند۔ مجلس حسین کر چھوڑیں گے بند۔ جلوس عزاداری ہونی چاہئے بند۔ میں نے عرض کی بند بند کی رٹ لگانے والے مولانا آپ کیوں ہیں فرمایا میں ہوں فاضل دیوبند۔ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ سب دھو حق کے دہندے جنت میں جانے کے لئے ہو رہے ہیں کہ کسی طرح ہمیں جنت مل جائے آئیے ذرا قرآن پاک سے دریافت کریں کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن کا مفہوم جنت ہے آواز آتی ہے اَبْطَمَعُ كُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ كَلَّا ط اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۝ پارہ ۲۹ رکوع ۸ کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص کہ اُسے جنت مل جائے گی ہرگز نہیں ہم جانتے ہیں کہ جس چیز سے پیدا ہوئے ہیں۔ جنت کے لئے رُباعی عرض ہے۔

جلایا سوز دروں سے سینہ کباب ہم سے کے کیا کریں گے
مٹے محبت سے ہے مست دل شراب ہم سے کے کیا کریں گے
کہے گا محشر میں رب اکبر زبان قدرت سے اے فرشتو

محبت الٰہی رسولؐ ہیں یہ حساب ہم سے کیا کریں گے (صلوٰۃ)

قدرت کا ارشاد ہے کہ تم نجس پانی سے پیدا ہوئے ہو اور جنت ہے پاک و طاہر پس جنت میں کوئی پاک ہی جاسکتا ہے لوگو جنت ہے پاک و طاہر اور ہم ہیں نجس تو ہمارا جنت سے کیا واسطہ۔ ارے جنت میں تو حضرت آدمؑ بھی ترک اولیٰ کر کے نہ رہ سکا تو بے شمار گناہ کرنے والا کس طرح جنت میں جاسکتا ہے پس جس کو جنت میں جانے کی تمنا ہے وہ پہلے اپنے آپ کو پاک کرے اور پاک ہونے کے بعد جنت میں جاسکے گا۔ اب ہمیں وہ مقام وہ دروازہ وہ شے تلاش کرنی چاہیے جس سے پاکیزگی نصیب ہوگی۔ پانی سے تو نہا دھو کر پاک نہیں ہو سکتے پانی وغیرہ سے تو عارضی نجاستیں دور ہوا کرتی ہیں مگر کافر اور کُفّا تو پانی سے دھونے

کتاب کے اہتمام

پہر پاک نہیں ہوں گے۔ گناہ تو نجس العین مگر وفادار خوب ہے کہ جس دروازے سے کھاتا ہے اسی پر بیٹھ کر سپرہ دیتا ہے اندھیری رات میں بھی مالک اور اس کی اولاد کو پہچانتا ہے میں کہتا ہوں گناہ باؤلا ہو جائے تب بھی مالک اسے نہیں بھولتا، گناہ باؤلا ہو جائے تو جو سامنے آیا اُسے کاٹتے دوڑتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے خیال آتا ہے کہ یہ مجھے مارنے آرہا ہے اس لئے یہ اُسے کاٹتا ہے باوجود باؤلا ہونے کے بھی مالک کو نہیں کاٹتا کیونکہ یہ اپنے ہی ذہن کا قصور سمجھتا ہے اور مالک کے ذہن پر اعتراض پھر بھی نہیں کرتا۔ معصوم فرماتے ہیں کچھ کام حیوانوں اور پرندوں سے بھی سیکھو تین کام تمہیں کتا سکھائے گا ایک وفاداری۔ دوسرا دوست دشمن کی تمیز اور تیسرا صبر۔ اور فرمایا کہ کوسے سے بھی تین کام سیکھو ایک اپنی قوم و جنس کا خیال و محبت۔ دوسرا دشمن سے ہوشیاری اور تیسرا جیباصلوۃ تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک حقیقی نجاست دور نہیں ہوگی اس وقت تک جنت میں جانا ناممکن و محال ہے۔ ابو حمزہ ثمالی نے روایت کی ہے کہ امام علی زین العابدین نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ بہتر جگہ عالم میں درمیان مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے ہے اگر کوئی مرد حضرت نوح کی سی عمر پائے اور ہر روز روزہ رکھے اور تمام شب اس مقام مقدس میں عبادت کرے اور بعد اس کے بدن محبت ہماری کے وفات پائے تو کچھ فائدہ اس کو نہ ہوگا اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۱ ص ۱۴۵۔ جناب شارب نے کیا خوب کہا ہے۔ نظم

در حیدر پر مہربانی یہ ہم نے دل میں ٹھانی ہے
کہ ان کے در پر سر جانا حیاتِ جاودانی ہے
علیٰ کو رہنائے خلق کچھ یونہی نہیں سمجھا
تلاش حق میں ہم نے زندگی بھر خاک چھانی ہے
غلامِ مرنفسی کو امتحان کی آگ میں پیکھو
ٹھہر جائے تو جو رہے جو اڑ جائے تو پانی ہے
مقابلِ آلِ احمد کے بہت لائے گئے لیکن
حقیقت پھر حقیقت، کہانی پھر کہانی ہے
کبھی تارا اتر آیا کبھی سورج پٹ آیا
زمین پہ آلِ احمد ہیں فلک پہ حکمرانی ہے

غلامانِ علیؑ کے حال کا کیا پوچھنا شارب

(صلوۃ)

کرم ہے آلِ احمد کا خدا کی مہربانی ہے

نظم در شانِ علیؑ

جس آیت کو عنوان بیان قرار دیا گیا ہے اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانبیں خرید کی ہیں بعوض جنت۔ یعنی جنت ان کے حوالے کر دی اور ان کی جانبیں اپنے کام میں صرف فرمائی۔ مجھے اس جگہ عرض کرنا مقصود ہے کہ جنت میں کسی کے طفیل جانا اور بات ہے اور جنت کا مالک ہونا اور بات ہے بسنو اور غور سے سنو! کہ حضرت آدم علیہ السلام جنتی تھے اور جنت کے مالک نہ تھے جنت میں حضرت ابوالبشر بطور مہمان کے ٹھہرائے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ مہمان مالک نہیں ہوا کرتا میں اس مقصد کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ مثلاً میں آپ کا مہمان ہوا آپ نے ازراہ کرم پتنگ ایک کمرے میں میری خاطر ڈال دیا۔ بستر بہترین کر دیا۔ میز کرسی بھی لگادی۔ تولیہ، صابن اور ایک لٹا بھی رکھ دیا کہ مہمان کو ضرورت کے وقت تکلیف نہ ہو۔ ارے میں حسب ضرورت تولیہ صابن بسترہ لٹا چارپائی وغیرہ استعمال تو کر سکتا ہوں مگر ان اشیاء کا مالک تو نہیں بن سکتا۔ خیر مجھے گمان تھا کہ میں ان تمام اشیاء کا مالک ہوں۔ دوسرے روز جو میں مجلس پڑھ کر جلنے لگا تولیسترہ باندھا اور تولیہ لٹا سنبھالا کرسی میز اٹھائی اور چل دیا۔ آپ کے ملازم نے فرمایا مولانا یہ کیا آپ ہمارا سامان تو ساتھ نہیں لے جا سکتے یہ تو مہمانوں کے لئے ہے۔ دوسری طرف آپ لاہور میں تشریف فرما تھے کہ وہاں سے نوکر کو فون کیا کہ وہ بستر جو مولانا غلام حسین صاحب نیچی کو مجلس کے روز دیا تھا اور فلاں تولیہ اور لٹا لے کر جلدی لاہور پہنچو کیونکہ میں نے کچھ عرصہ یہاں قیام کرنا ہے کیا شام تک یہ سامان ملازم لاہور نہیں پہنچا دے گا۔ اس مثال سے صاف ثابت ہو گیا کہ مہمان گھر کی اشیاء تو استعمال کر سکتا ہے مگر ساتھ نہیں لے جا سکتا اور مالک چاہے مدینہ میں ہو وہی چیزیں ملازم سے مدینہ میں منگواسکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہے تو جنتی لباس استعمال کرتے رہے اور جب جلنے لگے تو لباس اتار دیا اور جناب حنین علیہا السلام مدینہ منورہ میں نانے کی گود میں کھیل کھیل کر جنتی لباس جبرائیل سے منگوایا کرتے تھے صلوٰۃ میں کہتا ہوں کہ ان کے غلام ان کی خادمہ جنت سے کھانے منگوالیا کرتی تھیں چنانچہ مصباح القلوب میں مروی ہے کہ ماہ رمضان کی ایک شب کو جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست فرمائی کہ یا رسول اللہ! جس قدم مبارک

اہلبیت رسولی نے رسول اللہ کی دعوت کی

سے آپ نے عرش معلیٰ کو شرف بخشا ہے آج اس قدم مقدس کے ذریعہ سے ہمارے گھر کو بھی شرف عطا کریں آنحضرت نے دعوت قبول فرمائی اور دوسری شب کو آنحضرت نے جناب امیر المومنین کے ہاں روزہ افطار فرمایا۔ اگلے روز کے لئے جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی کہ بابا جان جس طرح آپ نے آج ابو الحسن کی دعوت قبول فرمائی ہے میری بھی تنہا ہے کہ کل میری مہمانی قبول کیجئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا اور اگلے روز جب آپ افطار فرما کر روانہ ہوئے تو جناب امام حسنؑ نے عرض کی کہ نانا جان جس طرح آپ نے والدہ محترمہ اور والدہ گہامی کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا ہے اسی طرح میری دعوت بھی قبول فرمائیے لہذا حضورؐ پر نور نے وعدہ فرمایا اگلے روز جب امام حسنؑ کی دعوت پر حضور تشریف لائے اور افطار فرما کر واپس جانے لگے تو امام حسینؑ علیہ السلام نے گزارش کی کہ نانا جان کل میری دعوت بھی قبول فرمائیے چنانچہ آپ نے امام حسینؑ علیہ السلام کی دعوت بھی قبول فرمائی جب روزہ افطار فرما کر تشریف لے جانے لگے تو حضرت فتنہ نے بھی دست بستہ ہو کر گزارش کی کہ یا رسول اللہ جس طرح آپ نے میرے سرداروں کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا ہے کیا یہ شرف اس غلام زادی کو بھی نصیب ہو سکتا ہے آنحضرت نے بخوشی ارشاد فرمایا کہ اے فتنہ تیری دعوت بھی قبول ہے دوسرے روز جناب رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز مغربین سے فارغ ہوئے اور ارادہ فرمایا کہ پہلے اپنے گھر تشریف لے جائیں اور پھر فتنہ کی ضیافت پر جائیں تو فوراً جبریل نازل ہوئے اور کہا کہ اے حبیب خدا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور قدرت کا ارشاد ہے کہ فتنہ بے چینی سے دروازہ زہرا پر آپ کا انتظار کر رہی ہے آپ فوراً جناب زہرا کے ہاں تشریف لے جائیں چنانچہ آنحضرتؐ جناب بتول کے ہاں تشریف لائے جو منی آل محمدؐ نے حضور کی خوشبو محسوس کی تو استقبال کو بڑھے اور سلام و تعظیم کی حضورؐ پر نور نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے آل محمدؐ میں آج تمہاری دعوت پر نہیں بلکہ آج میں فتنہ کا مہمان ہوں جناب امیر المومنین نے فرمایا اے فتنہ تم نے ہمیں کیوں نہ بتلایا کہ ہم بھی آنحضرت کی دعوت کے لئے تمہاری مدد کرتے فتنہ نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ اے امیر المومنین آج آپ کی کنیز اپنی کنیزی کا امتحان کرنا چاہتی ہے کہ کیا

میری یہ غلامی قدرت کو منظور بھی ہے یا کہ نہیں یہ کہہ کر فضلہ حجرہ بول میں تشریف لے گئیں اور مصلیٰ عبادت بچا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کر کے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ پالنے والے میں جناب بول کی ادنیٰ کنیز ہوں میں نے تیرے حبیب کی دعوت کی ہے لہذا میری مدد فرما بھی دعا جاری ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی کہ فضلہ کا غلام خلد بریں سے کھانا لے کر حاضر ہوا ہے۔ پس فضلہ خدا کا شکر بجالاتے ہوئے تشریف لائیں اور طبق بہشتی لے کر جناب رسول خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی کنیز نے ایک حضور کی ہی نہیں بلکہ پانچ تن پاک کی دعوت کی ہے۔ یا رسول اللہ کیا میں خاتونِ جنت کی کنیز نہیں ہوں کیا میرے تبار والہ جنت کے خانہ اقدس کی حاروب کشی نہیں ہوں کیا میں جوانِ جنت کے سرداروں کی ادنیٰ نہیں ہوں یہ مالکوں کی غلامی کا نتیجہ ہے کہ ان کی ملکیت پر حق تصرف ہو گیا ہے اس پر حضورؐ پر نورؐ نے فخریہ طور پر فرمایا الحمد للہ کہ میری بیٹی ناطقہ کی کنیزیں جنت کا طعام شگاسکتی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مریم کا سار تہ عطا فرمایا ہے۔ ریاض القدس جلد ۲ ص ۲۶۔ مسلمانو جنت ہے پاک و پاکیزہ، بہشت بریں سے زیادہ پاک کوئی مقام و جگہ نہیں ہے۔ جنت کی طہارت کو مد نظر رکھ کر فیصلہ دو کہ جو جانیں اللہ تعالیٰ نے خلد بریں کے عوض میں خریدی ہیں ان کی طہارت و پاکیزگی کیسی ہونی چاہیے اس مسئلہ کو میں بایں طور میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ سنو ساری زمین پاک ہے ہر مسلمان اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے مگر گھر سے زیادہ پاک مقام ہے مسجد کا کیونکہ نجس و جنبی ہونے کی صورت میں بھی انسان گھر رہ سکتا ہے مگر مسجد میں نہیں رہ سکتا ثابت ہو گیا کہ دیگر مقامات سے مسجد زیادہ پاک و طاہر ہے مگر باقی تمام دنیا کی مساجد سے مسجد نبوی زیادہ پاک ہے اور مسجد نبوی سے مقام حرم زیادہ پاک ہے اور مقام حرم سے مسجد الحرام زیادہ پاک ہے اور مسجد الحرام سے بیت اللہ زیادہ پاک ہے اور طاہر ہے یوں سمجھو کہ قدرت نے کعبہ سے زیادہ پاک کوئی جگہ پیدا ہی نہیں فرمائی جب بیت اللہ کی طہارت ذہن میں آجائے تو اندازہ لگا لو کہ وہ بچہ کتنا پاک و طاہر ہو گا جس کی ولادت کے وقت اس کی والدہ کو کعبہ میں دعوت دیکر بلایا گیا ہو۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب قرۃ العین فی تفضیل الشیخین کے ص ۱۳ پر مولانا علی کے بارے میں فرمے

تحریر فرماتے ہیں۔ پس فضائل اور بسیار است و مناقب اور بیشتر اول ہاشمی است کہ اورا ہاشمیہ بزاوہ تولد اور خانہ کعبہ بود و این فضیلتی است کہ پیش از وی بان منتصف نبود۔ رباعی عرض ہے۔

توصیف اس کی ہم سے کیا ہو جو بازو نبی دست خدا ہو
خدا جانے ہے اس کی انتہا کیا خدا کے گھر سے جس کی ابتدا ہو
(صلوٰۃ)

میں مزید وضاحت کئے دیتا ہوں خون نجس ہے مگر انگوٹھا کے پورے سے کم اگر خون کپڑے وغیرہ پہ لگ جائے تو باہر مجبوری اس کپڑے کو پہن کر نماز ادا کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ تین خون ایسے ہیں جنہیں نجس العین کہتے ہیں وہ ذرہ برابر بھی اگر کپڑے پر لگ جائیں تو اس کپڑے کو پہن کر نماز ادا نہیں کی جاسکتی یا وہاں سے کپڑا قطع کر دیا جسم سے کپڑا علیحدہ کر دینی بدون کپڑے پاک کرنے کے نماز ادا نہیں کر سکتے۔ وہ خون کٹا خنزیر کا کافر اور حیض نفاس کا ہے۔ یعنی خون نفاس ذرہ برابر بھی ہو تو آپ کپڑے کو پہن کر نماز نہیں پڑھ سکتے اگرچہ خون نفاس ذرہ برابر ہی کیوں نہ لگا ہو۔ اب فیصلہ کر دو کہ وہ ماں کتنی پاک و طاہر ہوگی کہ جس کو دعوت دے کر کعبہ میں بلایا گیا تھا ادھر بچہ پیدا ہوا ادھر ماں نے سر سجدے میں رکھ کر خدا کی عبادت شروع کر دی۔ رباعی

کعبہ میں ولادت پاتے ہیں مسجد میں شہادت ہوتی ہے
جو قابل عزت ہوتے ہیں ہر حال میں عزت ہوتی ہے
کیا کیف کا ڈوبا منظر ہے حیدر کے قدم اور دوش نبی

معراج رسالت سے پہلے معراج امامت ہوتی ہے (صلوٰۃ)

خدا میری کاملاً حضرت ابوبکر کی زبان سے سنو! اَبَا بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَجُوْزُ اَحَدٌ مِنَ الصَّوْاْطِ اِلَّا وَّمِنْ كَتَبَ لَهٗ عَلٰى اَنْ اَجُوْا اَزْ۔ صواعق محرقہ ص ۱۲ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ کوئی ایک شخص بھی پل صراط سے نہیں

گزر سکتا جب تک اس کے ہاتھ میں علی المرتضیٰ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پروانہ نہ ہوگا پس ظاہر ہے کہ کسی چیز کا اختیار وثیقہ وہی لکھ کر دیتے ہیں جو اس شے کے مالک و مختار ہوں ثابت ہو گیا کہ جنت کے وارث حیدر کرار ہی ہیں اس فرمان نبویؐ نے اور مہبت سے مسائل بھی حل کر دیئے فرمایا کوئی جنت میں نہیں جاسکتا۔ میں کہتا ہوں کوئی نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں جاسکتا۔ کافر، مشرک، منافق جنت میں نہیں جاسکتا۔ مومن مسلم ملاں جنت میں نہیں جاسکتا۔ ولی غوث، قطب جنت میں نہیں جاسکتا۔ پیر مرشد۔ مولائی جنت میں نہیں جاسکتا۔ رحمۃ اللہ رضی اللہ، لعنت اللہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ خلیفہ امام مفتی جنت میں نہیں جاسکتا۔ بس جنت میں وہ ہی جائے گا جس کے ہاتھ میں حیدر کرار کا پروانہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں میرے مولا کے دشمنوں کو تو جنت کی ہوا بھی نصیب نہ ہوگی۔ قیامت کو بڑا لطف آئے گا۔ جب دنیا کے پیر میرے مولا کو ہاتھ باندھ کر بالوچی کہہ کر ٹکٹ مانگیں گے لوگو! آج مولا علیؑ کو بالوچی مان لو تا کہ ضرورت کے وقت بالوچی فخر سے کہہ سکو ورنہ لوگ کہیں گے ابن الوقت آگیا ہے اس حدیث پاک میں رسول خداؐ نے حجاز یعنی ٹکٹ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حجاز یعنی ٹکٹ مفت میں نہیں ملا کرتا بلکہ قیمت دینی پڑتی ہے اور قیمت اس کو ادا ہوا کرتی ہے جس سے وہ شے حاصل کی جائے بس قیامت کو فرشتے کہیں گے جنت کے مالک کو قیمت مودۃ فی القرنیٰ دیتے جاؤ اور جنت کی ٹکٹ لیتے جاؤ رباعی عرض ہے۔

اے بیت اللہ کے متوالے تکمیل حج آسان ہیں یہ سفر ضیاع دولت ہے جب دل میں تیرا طمانین
کعبہ کو شرف حیدر بلا کعبہ صدف گوہر ہے علی ایمان کہاں بیاں کلی پر جب کامل تیرا ایمان نہیں

(صلوٰۃ) تصدق

ملاں لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کے دُنبے، بھیڑ، بکری قیامت کو پہل صراط سے اپنی قربانی دے لے کو اپنی پشت پر سوار کر کے پار لے جائیں گے میں کہتا ہوں قربانی ضرور کرو کیونکہ یہ کسی محسن کی یادگار ہے اور محسن کی یاد منانا شیعہ مذہب کا اصول ہے مسلمانو قربانی کی روایت کو جاری رکھو تا کہ جذبۂ قربانی تم میں پیدا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ام المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ اگر قرض لے کر بھی تم قربانی کرو گی تو خدا تعالیٰ جلد اس قرضہ کو ادا

کر دے گا مگر یاد رکھو جب تک جنت کے داروں سے تعلق مودہ نہیں ہوگا پل صراط سے پار نہیں جاسکو گے بھیڑ بکری پر سوار ہو کر پل صراط سے گزرنے والوں میں بھی دیکھو بال سے باریک اور تلوار سے تیز اور سواری ہے بھیڑ بکری بے شک میرا اللہ علی کل شیء قدیر ہے بھیڑ بکری کیا چیونٹی کو بھی اتنی طاقت عطا کر سکتا ہے کہ پل صراط سے لے کر بندے کو پار ہو جائے۔ مگر بظاہر سواری کمزور نظر آتی ہے یہ آل محمد کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے کہ بھیڑ بکریوں کو وسیلہ ماننا پڑا کیا یہ جانور بھی کوئی سود مند ہے اگر بکرا فائدہ مند جانور ہوتا تو حکومت کیوں زور دیتی کہ بکرے کی نسل کو ختم کر دیکونکہ یہ باغ کا دشمن ہے۔ ایک زمیندار نے مولوی صاحب سے جو پل صراط کے متعلق سنا کہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی تو اس نے کہا کہ مولوی صاحب اس پل کے ذکر کی کیا ضرورت ہے صاف کہہ دے کہ گزرنے کا راستہ ہی کوئی نہیں۔ یہ بھی کوئی پل ہے جس کو بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی پٹھان نے پنجابی مولوی سے سنا کہ قیامت کو دوزخ پر بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل ہوگی جس سے ہر بندے کو گزرنا ہوگا۔ پٹھان نے اپنا عصا سنبھالا اور مولوی صاحب سے فرمایا۔ خومولوی اچھا پل بناؤ ہم نے گزرنا ہے، خان ایسی پل سے نہیں گزرتی، مولوی ڈر گیا اور کہا خان صاحب فکر نہ کریں فلاں بزرگ جب تشریف لادیں گے تو پل ایک انچ چوڑا ہو جائے گا۔ خان نے کہا کہ میں نہیں اچھا پل بناؤ۔ شاید خان نے یہی سمجھا ہو کہ پل صراط بنانا ملاں لوگوں کا کام ہے۔ مولوی صاحب نے ڈنڈا دیکھا تو گھبرا کر کہا خان صاحب جب فلاں بزرگ تشریف لے آئیں گے تو پل دو انچ چوڑا ہو جائے گا۔ پٹھان نے کہا خومولوی میرا پاؤں بالشت چوڑا ہے اچھا پل بناؤ مولوی نے کہا کہ آپ خان صاحب فکر نہ کریں فلاں بزرگ کے آنے پر پل ایک بالشت چوڑا ہو جائے گا۔ خان صاحب نے سوتا بھی سنبھالا اور آگے بھی بڑھا کہ خان نے دوزخ سے گزرنا ہے پل چوڑا نہیں کرتی خان اس سے نہیں گزر سکتا۔ ملاں نے گھبرا کر کہا کہ جب حضرت علی تشریف لادیں گے تو پل ایک میل چوڑا ہو جائے گا۔ خان نے جلدی سے کہا ان تینوں کو ہٹاؤ اور علی کو بلاؤ کہ پل چوڑا ہو جائے اور ساری دنیا آرام سے گزر جائے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دنیا دے ملاں کے کہنے پر اعتبار کر کے بھیڑ پر سوار ہو کر پل صراط سے

پٹھان اور پل صراط

نہ ہوا کرتے

پار ہو بھی گئے توجہ کے دروازے پر جو اصحاب کہف کا کتا بیٹھا ہوگا اور بیٹھتے کا رشتہ محبت تو مشہور ہی ہے آگے اصحاب کہف کا کتا اور پیچھے پل صراط اور دوزخ، سواری کو لے کر بیٹھ پیچھے بھاگے گی پھر تقلید بیٹھ اور ملاں کی کائنات میں مشہور ہے نہ سواری بچے گی نہ سوار نہ سوار رہے گا لوگو! اگر پل صراط سے آرام سے پار گزرنا ہے تو ایک ماتہ میں قرآن لو اور دوسرے میں دامن اکل محمد تمام لو بس جنت میں آرام سے چلے جاؤ صلوٰۃ۔

معتبر روایت میں ہے کہ ایک ضعیفہ عورت نے آنحضرتؐ سے عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب فرمائے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ضعیفہ عورت جنت میں نہیں جائے گی وہ ضعیفہ عورت ایک مقام پر بیٹھ کر رونے لگی حضرت بلالؓ نے اس کا حال حضورؐ پر نور سے عرض کیا آپ نے فرمایا بلالؓ تم ضعیفہ کے بارے میں کہتے ہو مگر یاد رکھو کوئی کالا بھی جنت میں نہیں جائے گا حضرت بلالؓ اس ضعیفہ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے کہ حضرت عباسؓ حضورؐ کے چچا تشریف لائے۔ اور ان سے حقیقت حال معلوم کر کے آنحضرتؐ سے عرض کیا آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا چچا آپ ان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ مگر سنو کوئی بوڑھا بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ سن کر حضرت عباسؓ بھی بلالؓ اور ضعیفہ کے پاس بیٹھ کر رونے لگے ان تینوں کی بڑھتی ہوئی پریشانی دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا تم کیوں روتے ہو سنو بوڑھے جوان اور کالے گورے ہو کر خلد بریں میں جائیں گے صلوٰۃ مجمع الفضائل جلد ۱ ص ۵۹ اب میں ایک مشہور حدیث پیش خدمت کرتا ہوں۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا أَهْلِ الْجَنَّةِ وَابُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا ابْنِ مَاجَہ ص ۱۱ حضورؐ پر نور نے ارشاد فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے اس حدیث پاک کی تلاوت پر مولوی ہر جمعہ کے خطبہ میں کرتا ہے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں کیا جنت کا مالک خداوند قدوس نہیں ہے اگر حضورؐ فرماتے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی ہے تو ہر لالہ الا اللہ پڑھنے والا کہتا کہ جنت اللہ تعالیٰ

بوڑھے اور کالے جنت میں نہ جائیں گے

کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانتا ہوں لہذا جنت میں صرف میں ہی جاؤں گا۔
 یقیناً جنت کا مالک مختار حضور پُر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آپ نے ارشاد
 نہیں فرمایا کہ جنت میری ملکیت ہے کیونکہ اگر حضور ایسا فرما دیتے تو ہر وہ انسان جو بھی
 محمد رسول اللہ پر مٹھا جنت میں جانے کا دعویٰ کر دیتا۔ حضور نے نہیں فرمایا کہ جنت نمازیوں
 کی ہے ورنہ ہر نماز کے سیدھے بیڑے مسجدے والا جنتی ہونے کا دعویٰ کرتا۔ نبی اکرم
 نے نہیں فرمایا کہ جنت ڈاٹری بڑھانے والوں کی ہے ورنہ جن نامراد کو دس دن حجام نہ
 ملتا وہی جنتی بن بیٹھتا۔ نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ جنت حاجیوں کی ہے ورنہ ہر وہ شخص
 جو جائز ناجائز طریقے سے بیت اللہ کی زیارت کر لیتا غلہ بریں کے وارث ہونے کا
 دعویٰ کر دیتا ان تمام نیک کاموں کو چھوڑ کر ارشاد فرمایا کہ جنت کی سرداری حسن اور حسین
 کی ہے۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کوئی لاکھ نمازیں پڑھے لاکھ روزے رکھے
 لاکھ حج کرے لاکھ ڈاٹریاں بڑھائے لاکھ تراویحیاں پڑھے جب تک بتوں کے فرزندوں
 کی غلامی قبول نہیں کرے گا۔ جنت میں نہیں جاسکتا لوگو جنت میں جانا ہے تو حسین
 شریفین کی غلامی اختیار کر دو۔ صلوة لطیفہ ساربان اونٹوں پر کپاس وغیرہ بار کر کے
 شہر لے جا رہے تھے کہ ایک گاؤں سے گزرے تو چند بچیاں ایک کنویں سے پانی بھر
 رہی تھیں ایک منجلی بچہ نے ایک ساربان کے کاندھے پر کبسل دیکھا تو سہیلیوں سے کہا
 کہ دیکھو میں ایک ساربان سے کبسل لے آئی ہوں وہ دوڑی ہوئی گئی اور کبسل والے ساربان
 کو چٹ گئی اور ماما۔ ماما کہہ کر رونے لگی۔ ساربان سمجھا کہ اس بچہ نے مجھے پہچان لیا ہے
 اور میں اسے نہ پہچان سکا الحاصل ساربان نے بھی بچی سے پیار کرنا شروع کیا۔ بچہ نے
 کہا ماما گھر چلو آتی بڑی اداس ہے رات کو نسنے میں۔ بھی آپ کو یاد کر رہے تھے اباجان
 نے کہا کہ کافی دن گزر گئے ہیں تمہارے ماموں جان نہیں آئے۔ ماما گھر چلو۔ ساربان
 بچی کی بناوٹی بے چینی کو دور کرنے کے لئے کہنے لگے بیٹی اب تو میں شہر میں کپاس
 لے کر جا رہا ہوں والپسی پر ضرور گھر آؤں گا۔ بچی نے ضد کرتے ہوئے کہا کہ میں ماما تم نہیں
 آؤں گے کہا نہیں بیٹی میں والپسی پر ضرور آؤں گا۔ کہا اچھا ماموں جان مجھے کوئی نشانی دے

کے جاؤ تاکہ اتنی جان کو یقین ہو جائے کہ ضرور میرا مباحی آئے گا۔ ساربان نے کاندھے سے کسبل اتار کر کہا لو بیٹی یہ نشانی لیتی جاؤ میں ضرور واپسی پر گھر آؤں گا۔ سچی کسبل لے کر گھر آگئی ساربان اونٹ اور کپاس لے کر شہر چلا گیا شام کو واپس آیا جب اُسی گاؤں میں پہنچا تو کنوئیں پر لڑکیاں کہاں اب سوچنے لگا کہ کس سے دریافت کروں کہ میں کس کا ماما ہوں کس گھر میں مجھے جانا ہے اب لوگوں سے پوچھتا ہے لوگوں بتاؤ میں کس کا ماما ہوں لوگوں نے کہا۔ ادبے وقف اگر گھر کا پتہ معلوم کرنا تھا تو جاتے ہوئے کرنا تھا اب کون تجھے بتلائے مسلمانو یاد رکھو اب ان لوگوں کی معرفت حاصل کر لو جو جنت کے مالک و مختار ہیں ورنہ قیامت کچھ پتلا ہوگا اور پریشانی کے عالم میں دریافت کر دگے جنت کے وارث کون ہیں آج ہی معلوم کر لو کہ جنت کے وارث کون ہیں۔ ان وارثوں کی معرفت حاصل کر لو۔

موسیٰ بن خیار کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ شہر طوس میں جا رہا تھا کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی جنازہ جا رہا ہے اتنے میں کیا دیکھا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بھی پاؤں مبارک رکاب سے نکالا۔ اور سپاہ ہو کر جنازہ کے پاس تشریف لے گئے اور جنازہ کو دوش مبارک پر اٹھایا موسیٰ کہتا ہے کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ آنجناب کے آنسو بھی جاری ہیں پھر مجھ سے فرمایا اے موسیٰ جو شخص میرے کسی شیعہ کی مشابعت کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا اسی روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے جب جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام جنازہ کے پاس گئے اور لوگوں کو ہٹا دیا پھر میت کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اب اس وقت تجھے کسی قسم کا خوف نہیں ہے موسیٰ نے عرض کی اے فرزند رسول آپ تو کبھی بھی اس شہر میں اس سے پہلے تشریف نہیں لائے حضور نے کیونکر اس کو پہچانا فرمایا اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ جو روئے زمین پر حجت خدا اور امام ہیں ہر صبح و شام ہمارے شیعوں کے اعمال سامنے لائے جاتے ہیں جو کوئی قصور ہم ان کا پاتے ہیں تو خداوند عالم سے عفو کے خواستگار ہوتے ہیں اور جو اچھی بات اعمال میں پاتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے اس کی جزا چاہتے ہیں۔ صلوة۔ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۲۶۲۔

لوگوں کے اعمال امام کے سامنے

میں آج آپ کو اپنے امام ثامن و ضامن کے حالات سنا تا ہوں منقول ہے کہ جب امام علیہ السلام کی سواری خراسان کی طرف جا رہی تھی تو ایک گاؤں کے قریب پہنچی جس کا نام قریہ جہر تھا۔ اس وقت دن ڈھل چکا تھا ظہر کی نماز کے لئے حضرت رضا علیہ السلام سواری سے اترے اور وضو کے لئے پانی مانگا تو لوگوں نے عرض کیا مولا یہاں پانی موجود نہیں ہے ایک پتھر وہاں پڑا ہوا تھا امام علیہ السلام نے اُسے اٹھایا اور نیچے سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی تو فوراً وہاں سے ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت نے اور آپ کے تمام ساتھیوں نے وضو کر کے نماز ادا کی وہ چشمہ اب آج تک موجود ہے اور اُسے چشمہ رضا کے نام سے پکارا جاتا ہے صلوٰۃ محافل و مجالس ص ۲۵۱۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ دعبل خراسانی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک آپ کو وہ قصیدہ نہ سناؤں گا کسی کے سامنے نہ پڑھوں گا فرمایا اچھا پڑھو دعبل نے اپنا قصیدہ امام کے سامنے پڑھا جس کو علماء نے کتابوں میں تفصیل سے درج کیا ہے اس قصیدہ میں چند اشعار اک جھڑ کے مصائب کے بھی تھے جنہیں سن کر امام علیہ السلام رونے لگے قصیدہ کے اختتام پر امام نے فرمایا دعبل دو شعر اس میں اور پڑھا دو لہذا امام علیہ السلام نے اپنی شہادت کے واقعات اور ثواب زیارت میں دو شعر پڑھ دیئے جسے دعبل نے قصیدہ میں شامل کر لیا اس کے بعد امام گھر میں تشریف لے گئے اور ایک سوا اشرفیاء غلام کے ہاتھ دعبل کے پاس بھیجیں اور غلام سے کہا کہ دعبل سے کہنا کہ تجھے ان کی اشد ضرورت پڑے گی۔ دعبل نے عرض کیا مولا مجھے ان کی ضرورت نہ تھی اگر حضور کریم فرمانا ہی چاہتے ہیں تو اپنا کوئی خاص ملبوس عنایت فرما دیں جو میں بطور تبرک کے اپنے پاس رکھوں۔ حضرت نے ایک جتہ بھی عطا کیا اور اشرفیوں کے بارے میں تاکید کر دی کہ انہیں ساتھ لیتے جاؤ عنقریب ان کی ضرورت پڑے گی۔ الحاصل دعبل قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں چند ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹ لیا اور سب لوگوں کی مشکیں باندھ دیں۔ ڈاکو جب مال کو تقسیم کرنے لگے تو ایک ڈاکو نے ایک شعر پڑھا جو دعبل کا تھا۔ دعبل نے شعر سن کر کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شعر کس کا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں یہ شعر دعبل خراسانی کا ہے

حالات امام رضا

چشمہ رضا

دعبل خراسانی کا قصیدہ

دعبل نے کہا میں ہی دعبل ہوں اور یہ میرا ہی شعر ہے یہ سُن کر ڈاکوؤں نے سب لوگوں کو چھوڑ دیا اور ان کا مال بھی واپس کر کے چلے گئے۔ دعبل وہاں سے شہر قم میں پہنچا اور اس قضیدہ کو پڑھا اہل قم نے دعبل کو بہت کچھ انعام دیا اہل قم نے کہا کہ یہ جبہ جو امام علیہ السلام کا تیرے پاس ہے اسے بیچ ڈالو اور ایک ہزار اشرفی لے لو دعبل نے انکار کیا اور روانہ ہو گیا کچھ لوگ نوجوان تھے ان سے نہ رہا گیا وہ گئے اور جبہ زبردستی دعبل سے چھین لائے دعبل بھی واپس آئے اور جبہ طلب کیا مگر جبہ نہ ملا اور ایک ہزار اشرفی دعبل کو دی گئی اور جبہ امام علیہ السلام کو لوٹے لوٹے کر کے لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لیا جس میں سے ایک ٹکڑا دعبل کے حصہ میں بھی آیا دعبل وہاں سے وطن کو روانہ ہوا جب گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ جتنا مال متاع اُن کے گھر میں تھا سب چور لے گئے اس وقت اُسے مولا کا حکم یاد آیا۔ کہ سواشرفی اسی لئے عنایت کی تھی روایات میں ہے کہ دعبل کی ایک کنیز تھی جس کی آنکھیں آشوب کر آئیں جو ضائع ہو گئیں دعبل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے جبہ کا ٹکڑا کنیز کی آنکھوں پر رکھا جس کی برکت سے خدا تعالیٰ نے آنکھیں درست کر دیں صلوة لواعی الاحرار جلد ۲۶ ص ۲۔ بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ ایک کپڑے کے ٹکڑے سے آنکھوں کا نور کس طرح واپس آسکتا ہے معترضین کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کو تلاوت کریں: فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ اَلْقَاهُ عَنَىٰ وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ پارہ ۱۳ رکوع ۵، پس آیا ایک خوش خبری سننے والا اور اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کا کڑتہ رکھا تو بصارت پلٹ آئی۔ بس فیصلہ ہو گیا کہ معصوم کے لباس کی برکت سے بینائی آسکتی ہے تو میرے مولا امام رضا علیہ السلام کے جبہ سے بھی نور لوٹ سکتا ہے صلوة۔ بر محمد دآل محمد

محمد بن عیسیٰ بن حبیب کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شہر کی اس مسجد میں دیکھا جہاں حاجی اترتے اور نماز وغیرہ پڑھتے تھے میں نے حضرت کو سلام کیا اور حضرت کے پاس طبع دیکھا جس میں نہایت عمدہ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں میرے سلام پر حضرت نے مجھے اٹھاوا دانے کھجور کے مرحمت فرمائے میں اس خواب سے

امام رضا علیہ السلام

نور کا حوالہ

بیدار ہوا تو میں نے خیال کیا کہ میں اب صرف اٹھارہ سال زندہ رہوں گا۔ اس خواب کے بنی
 دن بعد حضرت رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے اور اسی مسجد میں اترے جس میں
 حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے خواب میں دیکھا تھا حضرت رضا علیہ السلام
 کے سامنے ویسے ہی کچھ روں کا طبق رکھا تھا میں نے سلام کیا اور حضرت نے جواب سلام
 دیا اور اپنے قریب بلا کر ایک ٹمٹی کھجوروں کی عنایت کی میں نے شمار کیا تو اٹھارہ نکلیں میں
 نے عرض کی حضور کچھ اور محنت فرمادیں آپ نے ارشاد فرمایا اے محمد بن عیسیٰ اگر میرے جد
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو زیادہ عطا کرنا تو میں بھی زیادہ دیتا۔ صلوٰۃ صواعق وقرۃ
 ص ۱۲۲ نور الابصار ص ۱۲۲ چودہ ستارے ص ۲۳۲۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاعر آل محمد وعلی خراسانی کا بیان ہے
 کہ میں ایک تہ یوم عاشورہ کے دن جناب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا
 تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین اور حزیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے حاضر ہوتے
 دیکھ کر فرمایا دعبل جلدی آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے
 پہلو میں جگہ دے کر فرمایا کہ دعبل چونکہ آج یوم عاشوراء ہے اور یہ دن ہمارے لئے
 انتہائی رنج و غم کا ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ
 سے متعلق کچھ اشعار پڑھو۔ اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر رونے یا رولائے اس کا
 اجر خدا پر لطف واجب ہے اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت
 میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔ اے دعبل جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء
 کے غم میں رونے لگا تو خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ
 سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس طرف بٹھا دیا پھر آپ میری طرف
 مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ ہاں دعبل اب میرے جد امجد کا مرثیہ شروع کرو۔ دعبل کہتے ہیں
 کہ میرا دل بھرا یا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمد میں رونے کا عظیم کہرام
 برپا تھا۔ صاحب دارالمصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ
 ہمیشہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا چودہ ستارے ص ۳۸۵

سجود کے اٹھارہ دن

روز عاشوراء اور دعبل

جلسہ عزا اور امام رضا

عزادار و ماموں ملعون نے میرے اس معصوم غریب الغریاء امام کو نہر سے شہید کیا۔ علامہ عبدالرحمن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالصلت ہمدانی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ہارون کے پائنتی کے گرد کی مٹی لاؤ جب میں مٹی لایا تو آپ نے اُسے سونگھ کر ہسینک دیا اور فرمایا کہ عنقریب میری قبر کے لئے اسی مقام کی زمین کو کھودیں گے اور ایک ایسا سخت پتھر نکل آئے گا کہ اُسے کوئی نہ کاٹ سکے گا۔ پھر فرمایا کہ ہارون کے سر ہانے کی مٹی لاؤ میں مٹی لے آیا تو آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کہ اسی مقام پر میری قبر ہوگی پھر فرمایا اے ابوالصلت کل مجھے ماموں طلب کرے گا اور میری شہادت کے لئے مجھے انگوروں میں نہر دے گا ابوالصلت کہتا ہے کہ دوسرے روز ماموں نے امام کو بلایا اور اُن کے سامنے بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا تھا اس نے مراسم تعظیم ادا کرنے کے بعد کہا کہ فرزند رسولؐ آپ نے اس سے بہتر انگور کبھی دیکھا ہے امام نے فرمایا کہ بہشت کے انگور اس سے کہیں زیادہ بہتر ہیں پھر ماموں نے ایک خوشہ انگور اٹھاتے ہوئے کہا لیجئے تناول فرمائیے امام نے فرمایا اے بادشاہ اسے کھانے کو اس وقت میرا جی نہیں چاہتا لہذا مجھے معاف کیجئے ماموں نے شدید اصرار کرتے ہوئے کہا کہ ضرور تناول کریں کیا آپ کو محمدؐ پر اعتبار نہیں ہے آخر مجبوراً امام نے خوشہ انگور سے تین دانے تناول فرمائے اور دوسرا خوشہ ہسینک کراٹھ کھڑے ہوئے ماموں نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا جہاں تو مجھے بھیجنا چاہتا ہے اس کے بعد آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور ابوالصلت ہمدانی سے فرمایا کہ تم مکان کا دروازہ بند کر دو۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور آپ بستر پر لیٹ گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک معصوم بچہ داخل خانہ ہوا میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں کہ دروازہ بند ہے اور آپ آگئے اس معصوم نے فرمایا ابوالصلت میں محمد بن علیؑ رضا علیہ السلام ہوں میرے باپ کو زہر دیا گیا ہے۔ عزادار و امیرے امام محمد تقی علیہ السلام باپ کے پاس پہنچے حضرت رضائے اپنے بیٹے کو لگے لگایا اور کچھ دیر باتیں کیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت رضائے وفات پائی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے باپ کو غسل دیا کفن پہنایا اور نماز جنازہ ادا کر کے کہا ابوالصلت اب دروازہ کھول دو عزادار و حضرت رضا علیہ السلام کے بیٹے نے مدینہ سے تشریف لا کر اپنے باپ کی آخری فرائض انجام دیئے مگر اے حسین آپ کا بیٹا سجاد۔ چودہ سارے ص ۲۶۴۔ اللعنة الله على القوم الظالمين

نہر کو وہ انگور

شہادت امام رضا

سترہویں مجلس

تحویل قبلہ۔ اُمت وسط۔ حجاج کے مظالم۔ سوسمار کا کلمہ شہادت پڑھنا۔
دشمن کو تلوار دینا۔ یونانی طبیب اور امیر المومنین۔ عثمان بن مظعون کی عبادت
فضائل و مناقب سرکار امن جناب امام حسن علیہ السلام اور مصائب و
واقعات شہادت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا
عَلَيْهَا مَقْلُوبَةً لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ پاره ۲ رکوع ۱ بڑی
جلدی کی بے دتوں نے یہ کہنے میں کہ کس نے ان کو پھیر دیا قبلہ سے کہ جس طرف اب تک
وہ منہ کر کے نماز پڑھتے تھے میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ مشرق اور مغرب اللہ
کی ہے جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اور اسی طرح کیا ہم نے
تم کو اُمت وسط تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور ہمارا رسول تم پر گواہ ہو۔ (صلوٰۃ)

تمام مروجین و مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد بھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں اٹھارہ ماہ یعنی پورے ڈیڑھ سال تک بیت المقدس
کو قبلہ سمجھ کر بیت المقدس کی ہی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور ۱۲ ہجری میں
رجب کی پندرہویں تاریخ کو جبکہ آنحضرت مسجد قبا میں (جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے)

سترہویں مجلس

نماز ظہر ادا فرما رہے تھے کہ عین حالت نماز میں جبکہ دو رکعت نماز حضور ادا فرما چکے تھے۔ ارشاد قدرت ہوا کہ اب تیسری رکعت سے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں۔ لہذا اسی وقت آنجناب نے حالت نماز ہی میں بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ تفسیر عمدة السببان جلد ۱ ص ۶۵۔ معلوم ہوا کہ تیرہ سال مکہ کی زندگی کی نمازیں اور طیڑھ برس ادائے مدینہ کی نمازیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا کی گئیں۔ بیت اللہ ہجری دہریں قبلہ بنا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ مکہ فتح ہوا ہجری آٹھ آخر ماہ رمضان المبارک میں یعنی کعبہ سے بُت ہجرتی آخر رمضان کو نکالے گئے تو بعد از قبلہ بننے کے ساڑھے چھ سال تک بُت کعبہ میں پڑے رہے تھے اور قدرت کی طرف سے کعبہ قبلہ تھا۔ جناب رسول خدا اہلبیت طاہرین اور صحابہ کرام ساڑھے چھ برس تک اس کعبہ کو منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے کہ جس کعبہ میں بے شمار بُت پڑے تھے۔ مفتیان دین، وارثان شریعت فتویٰ صادر فرمادیں کہ کیا یہ ساڑھے چھ سال کی نمازیں باطل ہیں یا صحیح۔ اگر یہ ساڑھے چھ برس برس کی نمازیں درست ہیں تو ماننا پڑے گا کہ بُت بُت رہے اور کعبہ کعبہ رہا یعنی کسی مقدس مقام پر کسی نجس شیئی کے رہنے پر نجس نجس رہتا ہے اور پاک پاک رہتا ہے۔ صلوة۔ تصدیق شیرازی کی رباعی سنو!

نہ الفت ہو تو اپنوں میں بھی کچھ اغیار ہوتے ہیں

انہیں کیا نائدہ صحبت سے جو بدکار ہوتے ہیں

مہک اپنی، مزاج اپنا محل اپنا مقام اپنا

ہمیشہ باغ میں پھولوں کے ساتھی خار ہونے ہیں (صلوة)

تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی مثال دے کر فرمایا کہ جس طرح بتوں کے درمیان کعبہ کعبہ رہا اور بُت بُت رہے اسی طرح تم بھی امت وسط ہو۔ تمہارے ادھر ادھر بھی افراط و تفریط ہے امت وسط کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں پر گواہ اور ہمارا رسول تم پر گواہ ہوگا۔ آج مجھے امت وسط کے بارے میں ذرا تفصیل سے عرض کرنا ہے سنو وسط کا لغوی معنی ہے درمیان۔ ترازو کے علاقہ کو اسی لئے وسط کہتے ہیں۔ دو مہر ہو تو وسط الشمس کہا

جاتا ہے تین کا وسط ہوگا چار کے درمیان کا تو کوئی نمبر نہیں ہے یعنی چار کا درمیان خالی ہوگا۔ پانچ کا وسط تیسرا ہے اسی طرح سات کا درمیان چوتھا ہے۔ یعنی جس کے دونوں پہلو برابر ہوں اسے کہتے ہیں وسط۔ علمائے عامہ کا بیان ہے کہ امت مصطفیٰ امت وسط ہے تو بتاؤ یہ امت کس طرح وسط ہے گنتی کے لحاظ سے ایک طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار اُمّتی ہیں اور دوسری طرف ایک امت بھی نہیں تو گنتی کے لحاظ سے تو ہرگز ہرگز یہ امت وسط نہیں ہے اگر گنتی کے لحاظ سے اس امت کو وسط کہنا ہے تو ایک لاکھ کئی ہزار نبی اور ماننے پڑیں گے اس طرح تو مرثیٰ ہونا پڑے گا تاکہ امت وسط ہو جائے۔ دوسرا کیا یہ امت اپنے عمل کے لحاظ سے امت وسط ہے کہ ایک طرف انبیاء علیہم السلام کے عمل دوسری طرف ساری کائنات کے عمل اور درمیان میں امت محمدیہ کے اعمال ہیں۔ جو امت وسط ہوگی حقیقت ہے کہ عمل کے لحاظ سے بھی یہ امت دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے پست ہے بتاؤ اس امت میں اصف بن برخیا کتنے ہیں۔ حضرت لقمان کا درجہ کتنے لوگوں نے حاصل کیا ہے۔ مریم جیسی پاک و امن کتنی بیبیاں اس امت میں ہیں اسیہ اور ہاجرہ کا درجہ کس بی بی کو نصیب ہوا ہے حضرت اسیہ وہ بی بی ہے جس کو کہ قدرت نے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور حضرت ہاجرہ وہ مقدّس خاتون ہے کہ چند قدم دھڑی تو قیامت تک ارکان حج بن کے رہ گئے۔ مگر اس امت کی مشہور بی بی بصرہ تک سعی فرماتی گئیں مگر خود اس امت کے لوگوں نے ان کے اس فعل کو اجتہادی غلطی کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ اسے عمل کے لحاظ سے تو اس امت کے لوگ نہایت ہی ذلیل و پست ہیں فرماؤ کس نبی کی امت نے اپنے رسول کی اولاد کو ذبح کیا ہے کس نبی کی امت نے اپنے پیغمبر کی بہو بیٹیوں کو قید کر کے بازاروں اور درباروں میں پھرایا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے بازی لے جاسکتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کو وہ سردار منافقین کہتا تھا اس کا قول تھا کہ اگر ابن مسعود کی قرأت پر کوئی شخص قرآن پڑھے گا تو میں اس کی گردن ماروں گا اور مصحف میں اس قرأت کو اگر سور کی ہڈی سے

جلال محمد

بھی پھیلنا پڑے تو پھیل دوں گا اس نے حضرت انس بن مالک اور حضرت سہیل بن سعد
ساعدی جیسے بزرگوں کو گالیاں دیں اور انکی گردنوں پر مہری لگائیں اس نے عبداللہ بن
عمر کو قتل کی دھمکی دی وہ اعلانیہ کہتا تھا کہ اگر میں لوگوں کو مسجد کے ایک دروازے سے
نکلنے کا حکم دوں اور وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کا خون حلال ہے
اس کے زمانہ میں جو لوگ قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کئے گئے صرف
ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے جب وہ مراہے تو اس کے قید خانوں میں
انسی ہزار بے تصور انسان کسی مقدمے اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر لٹ رہے تھے۔ خلافت
و ملکیت ص ۱۸۶۔ یہ شہر۔ یہ یزید۔ مردان۔ ابن زیاد۔ خولی۔ حوٹہ۔ حصینی۔ عمر بن سعد۔
امت وسط ہوں گے کیا سورہ منافقون کے مصداق امت وسط ہیں کیا رسول خدا کو میدان میں
چھوڑ کر بھاگنے والے امت وسط ہیں۔ آج کے مسلمان تو صرف اور صرف اتنا ہی کافی سمجھتے
ہیں کہ بس جس نے رسول خدا کی زیارت کر لی وہ امت وسط بن گیا۔ تصدق شیرازی نے ایک
رباعی میں لوگوں کی صحبت میں رہنے والے خادوں کی حقیقت کو کتنے اچھے انداز میں بیان
کیا ہے۔

کہا خادوں نے گل سے حق خدمت اسکو کہتے ہیں غلامی میں ہیں صفت بستہ حفاظت اسکو کہتے ہیں
چلی آندھی تو منہ کا نونٹے دخی کر دیا گل کا چمن میں ساتھ رہ کر بھی عداوت اس کو کہتے ہیں

(صلوٰۃ)

نہ گنتی کے لحاظ سے اور نہ عمل کے لحاظ سے یہ امت ہے امت وسط تو پھر کون
لوگ ہیں جو امت وسط ہیں۔ اب قدرے وضاحت کرتا ہوں۔ سنو وسط کا ترجمہ ہے درمیان
ایک طرف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسری طرف باقی تمام مخلوق خدا
درمیان میں امت وسط ہوگی یعنی نہ محمد مصطفیٰ کی طرح اور نہ باقی مخلوق کی مانند بلکہ درمیان
میں، یعنی ہے تو امت مگر معصوم امت ہم گنہگار و پاک و طاہر اس مقصد کو میں سہل طریقہ
سے عرض کرتا ہوں۔ مثلاً شجاعت کو ہی لیجئے کہ اس کے ایک طرف بزدلی ہے اور دوسری
طرف تہور ہے یعنی زیادتی۔ درمیان میں شجاعت ہے سنو ہر جگہ لڑنے والا شجاع نہیں

ہوتا۔ جہاں لڑنے کا مقام نہ ہو وہاں لڑنے کو کہتے ہیں تہور یعنی زیادتی جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور جہاں لڑنے کا مقام ہو وہاں سے بھاگ جانے کو کہتے ہیں بزدلی حقیقی شجاع وہ ہے کہ لڑنے کا مقام ہو تو موت کی موت نظر آئے جہاں سے بڑے بڑے جوان جی چڑا رہے ہوں وہ وہاں سے مسکرا کر لڑتا ہوا کائنات کو دکھائی دے اور اگر صبر کرنے کا مقام ہو تو چاہے فدک چھن جائے دروازے پر آگ آجائے بتول جیسی بیوی پہلو پر ہاتھ رکھ کر دربار سے خالی پلٹ آئے خاموشی سے دیکھ کر خدا کرتا ہوا نظر آئے اصحاب نواز ملاں فرمایا کرتے ہیں کہ شیعوں کا علیؑ اتنا کمزور ہے کہ اس کے سامنے فدک چھن گیا اس کی بیوی دربار سے خالی واپس آگئی اس کے گواہ جھٹلائے گئے دروازے پر آگ لگانے کی دھمکی دی گئی اس کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا گیا مگر وہ بے بس و مجبور ہی رہا۔ اور ہمارا علی قاتلِ حارث و مرحبِ عنتر عمر و بن عبدود ہے ملاں کے اس دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرت علیؑ کو بزدل مانتے ہیں کیوں مسلمانانِ ائمہ اپنے وعظوں میں بیان نہیں کرتے کہ ایک عورت نے جناب رسول خداؐ پر کھیڑ ڈالا۔ آپؐ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔ ایک آدمی نے آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر آپؐ کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر آپؐ نے درگزر کیا۔ نماز کی حالت میں حضورؐ پیمہ نورؑ پر اوجھری پھینکی گئی اور فاطمہؑ زہراؑ نے آکر ہٹائی۔ لوگ رسولؐ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور آپؐ خاموش رہتے تھے۔ حتیٰ کہ کتاب تاریخ اسلام جلد ۲۵۲ پر یہاں تک تحریر کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی زید بن لسنہ اسلام لانے سے پہلے آپؐ کے پاس اپنے کچھ قرضے کا تقاضہ کرنے آیا اور بہت کچھ بک جھک کر کہنے لگا کہ تم اولادِ عبدالمطلب بڑے ہی نادہند ہو اور وعدہ خلاف ہو اس کی اس بد اخلاق پر آنحضرتؐ مسکراتے ہی رہے مگر عمر نے اُسے جھڑک کر ایسی بے ہودہ گوئی سے روکنا چاہا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ فاروقؓ سے فرمایا کہ تو نے ہم دونوں سے وہ طرزِ عمل اختیار نہیں جو ہوتا چاہیے تھا۔ کیوں بھائی اگر ہر مقام پر لڑنے والا شجاع ہے تو اس واقعہ سے رسولؐ خدا کیا ثابت ہوئے پھر تو بقول ملاں لوگوں کے حضرت عمرؓ بہادر اور رسولؐ خدا نعوذ باللہ۔ بزدل ثابت ہو گئے۔ مسلمانو اگر جناب رسولؐ خدا کی گالیاں سن کر مشرکین کی زیادتیاں خاموشی سے برداشت کر کے نبی

تہور شجاعت بزدلی

شیخ خدا کا صبر

رہ سکتے ہیں تو میرے مولا حیدر کرار بھی مسلمانوں کی زیادتیوں پر خاموش رہ کر امام رہ سکتے ہیں۔ جو جواب حضرت خلیلؑ عمروؑ کے بارے میں حضرت کلیمؑ فرعون کے بارے میں حضرت نوحؑ اپنی قوم کے بارے میں حضرت زکریاؑ بنی اسرائیل کے بارے میں حضرت یحییٰ دشمن کے بارے میں حضرت رسولؐ لہذا البوجهیل کے بارے میں دیں گے وہی جواب حضرت علیؑ کا اپنے مخالفین کے بارے میں ہوگا۔ صلوة

ابن عباس سے مروی ہے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جو بنی سلیم سے تھا صحرا میں ایک سو سمار نکسار کیا اور آستین رکھ کر تلوار ہاتھ میں لئے پیغمبر خدا کے پاس مسجد میں آیا اور بھی اگر کہنے لگا محمدؐ بے شک آپ معاذ اللہ کاذب بھی ہیں اور ساحر بھی ہیں۔ قسم لات دُعری کی اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں اسی تلوار سے آپ کو ابھی قتل کر دیتا اس گستاخانہ کلام کو سن کر صحابہؓ ٹپ گئے اور تلواریں نیاموں سے باہر آگئیں مگر آنحضرتؐ نے انہیں منع فرمایا کہ اس وقت قتل کرنا بہادری نہیں بلکہ تہور ہے۔ حضورؐ نے اعرابی سے فرمایا کہ اگر یہ سو سمار جو تیرے پاس ہے یہ میری نبوت کی گواہی دے تو پھر مان جائے گا۔ کہ میں خدا کا رسول ہوں اس نے کہا کہ ضرور آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دے اعرابی نے کہا کہ یہ جھگل کا جانور ہے یہ تو بھاگ جائے گا آپ نے فرمایا بھاگنے والے اور مہبت ہیں اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ اعرابی نے سو سمار کو چھوڑا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے سو سمار بتا میں کون ہوں اس نے نہایت فصاحت سے کہا اِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ بے شک آپ خدا کے رسول ہیں یہ سن کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔ ضیا العینین جلد ۱ ص ۱۲۹، مجمع الفضاں جلد ۱ ص ۳۲۰ لاریع الاحزان جلد ۲ ص ۱۴۰، ہاں میں نے عرض کیا کہ شجاعت کے ایک طرف تہور ہے اور دوسری طرف ہڈی ہے اگر یہودی کو اس وقت قتل کر دیتے تو بہادری نہ تھی بلکہ تہور تھا جن لوگوں کی تلواریں یہودی کی گستاخانہ کلام سن کر نیاموں سے نکل پڑیں ان کے بارے میں قرآن مجید کا اعلان سجدہ لڑنے کا مقام تھا۔ اِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ قَوَّادُ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونًا۔ پارہ ۲۱ رکوع ۱۸۔ جس وقت آئے لشکر اُدپر تمہارے اور نیچے تمہارے سے اور جس وقت

سو سمار کا شہادت دینا

کچ ہوئیں سنبھلیں تمہاری اور پہنچ گئے دل تمہارے حلق کو۔ اور تم پر طرح طرح کا گمان کرتے تھے۔ ترجمہ ختم۔ تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بزدلی کو صاف اور واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اور جو شخص مذک چھن جلنے اور خلافت ظاہری پر نامناسب اشخاص کے قبضہ میں دیکھ کر خاموش ہے میں میدان جنگ میں گئے اَنَّهُمْ بُنَيَانٌ وَمُؤَصَّيْ پارہ ۲۸ رکوع ۹ (جیسا کہ سنیہ پلائی ہوئی دیوار ہے) کا متوہ قدرت سے حاصل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کسی جنگ میں ایک کانفر سے لڑ رہے تھے کہ کانفر کی تلوار ٹوٹی اور اس نے حضرت سے فوراً سوال کر دیا کہ یا علیٰ ہَبْ لِي سَيْفَكَ۔ اپنی تلوار مجھے عنایت فرما دیں تو فوراً حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اس کے آگے پھینک دی۔ اور خود ہتھ ہو گئے مقابل نے تلوار اٹھا کر سر جھکایا اور کچھ سوچنے کے بعد آپ کے قدم پر گر پڑا اور فوراً کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ کسی نے عرض کی یا علیؑ آپ نے یہ کیا کیا کہ دشمن کو اس خطرناک مقام پر تلوار دے دی فرمایا لوگو اس میں شک نہیں کہ میری تلوار اس کے قبضہ میں تھی مگر اس کا دل میرے قبضہ میں تھا۔ (واع الاخران جلد ۲ ص ۱۲۹، مجمع الفضائل جلد ۲ ص ۸۱)

بتلا نہیں سکتا میرے مولا کی کوئی شان سرتاج دلالت کی ولادۂ باعث ایمان
حیدر کے فضائل کی کوئی حد نہیں واللہ سمجھئے تو یہ اک نقطہ ہے پہلے تو یہ تکران
(تصدّق)

جنگ نہرواں میں حضرت امیر المؤمنین نے اپنی فوج سے فرمایا کہ آج کی لڑائی میں خارجی ہردانی صرف نو پنج سکیں گے اور میری فوج کے صرف نو آدمی شہید ہوں گے۔ الفرق جب جنگ ختم ہوئی تو نتیجہ وہی برآمد ہوا جو میرے مولانا نے جنگ شروع ہونے سے پہلے سنا دیا تھا کہ ہردانی خارجی صرف ۹ پنج گئے جو بھاگ گئے تھے اور جناب حیدر کرار کی فوج کے صرف نو آدمی شہید ہوئے تھے۔ شواہد النبوة۔ کوب درمی ص ۳۰۱۔ حضرت انام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے حلسہ سے بیان فرماتے کہ ایک روز حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک حکیم یونانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو فلسفہ اور

دشمن کو تلوار دی

دشمن

خارجی لڑنے لگے

فن طب میں کمال کا مدعی تھا اس نے کہا کہ اے ابوالحسن مجھے تمہارے صاحب و رسول محمد مصطفیٰ کے متعلق خبر ملی ہے کہ (معاذ اللہ) ان کو جنون کا مرض ہے میں ان کے علاج کے لئے آیا ہوں مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور مجھے ان کے علاج کا موقع نہ مل سکا اور مجھے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آپ ان کے عجم زاد برادر اور داماد ہیں میں آپ کی حالت دیکھ رہا ہوں کہ آپ مرض صفراء میں مبتلا ہیں۔ صفراء غالب آگیا ہے اور آپ کی پٹلیاں بہت کمزور ہو چکی ہیں جو آپ کے جسم کا بار بھی برداشت نہیں کر رہی ہیں میرے پاس مرض صفراء کی دوا تو موجود ہے مگر پنڈلیوں کے لئے کوئی علاج کی سورت نظر نہیں آتی کہ ان کو نرم کیا جائے۔ المحقر حضرت نے فرمایا یونانی صفراء کی دوا تو دیکھ لیا یونانی نے دوا نکالی اور عرض کیا اے ابوالحسن یہ دوا دو انتقال ہے اس کے ایک دانہ کھانے سے انسان مر جائے کیونکہ یہ سیم قابل ہے اس سے تو بہت تھوڑی استعمال کرنا ہوگی۔ اور گوشت سے چالیس روز تک پرہیز کرنا ہوگا۔ جناب امیر نے فرمایا یونانی یہ دوا مجھے دیکھ لیا یونانی دن دوا آپ کو دی تو آپ نے ساری دوا کو نوش فرمایا۔ لکھا ہے ذرا سپینہ آیا اور بس۔ یونانی نے دیکھا تو تھرتھرتے ہوئے کہا کہ میں ابوطالب کے فرزند علیؑ کی موت کا ذمہ دار بنایا جاؤں گا اور ان کے قتل کا الزام مجھ پر ہوگا اور کوئی شخص یہ میرا عذر قبول نہیں کرے گا کہ غلطی فرزند ابوطالب کی ہے یہ سن کر حضرت علیؑ مسکرائے اور یونانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک تین منزے مکان پر ہاتھ ڈالا اور پورے مکان کو بلند کر کے فرمایا دیکھ یہ کمزور پنڈلیوں کی طاقت ہے یہ دیکھ کر یونانی کو غش آگیا آپ نے فرمایا اس پر پانی چھڑو جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا واقعی آپ منظر العجائب ہیں۔ حقائق الوسائط ص ۲۴۲، احتجاج طبری ص ۱۱، یہ ہے حقیقی شجاع۔ رباعی۔

مولا علیؑ نام ہے کل کائنات کا منظر ہے دو جہاں میں حق کی صفات کا
بسترویا رسولؐ نے اللہ نے رضا انعام یہ بلا ہے فقط ایک رات کا
تصدق (صلوٰۃ)

وسط کی دوسری مثال سنو! ایک طرف نذرات ہے اور دوسری طرف بشارت درمیان

میں جنت ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی قدرت کا ارشاد ہے: اِنَّا
 اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو ساتھ
 حق کے خوش خبری دینے والا اور ڈرنے والا۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ
 رسول خدا نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی ہیں۔ نہ صرف ڈرانے والا کافی ہے اور نہ صرف بشارت کافی
 ہے دونوں کے درمیان جنت ہے اسی طرح دین کے ایک طرف فرعیت ہے۔ اور
 دوسری طرف رہبانیت ہے درمیان میں دین ہے وہ شخص بے دین ہے جو سیرتِ فرعون کا
 سال ہے اور وہ شخص بھی مغترب ہے جو رہبانہ زندگی گزارنے کا پروگرام رکھتا ہے۔ میں
 کہتا ہوں عبادتِ خدا بہت بڑی نعمت ہے مگر تارکِ دنیا ہونا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔
 کہ حضرت عثمان بن مظعون جو صحابی رسول تھے وہ دن رات عبادت میں مشغول رہنے لگے
 ابنِ مظعون نے دنیا کو ترک کر دیا رات کو مصلیٰ عبادت پر اور دن کو روزہ رکھتے تھے
 نہ بچوں کا خیال نہ بیوی کی پرواہ نہ قوم و قبیلہ سے کوئی واسطہ۔ غرض نہ دنیا کی فکر بس
 اللہ کا ذکر ہی ذکر کیا کرتے تھے کسی نے جناب رسول خدا سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
 عثمان بن مظعون تو دن رات عبادت میں لگے رہتے ہیں اور تارکِ دنیا ہو گئے ہیں۔
 آنجناب نے عثمان کو بلا کر تنبیہ کی کہ عثمان یہ ریش چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ کی رضا تارکِ دنیا
 ہونے میں نہیں ہے وہ دنیا بھی دین ہی ہے جو خدا کی منشا اور اس کی خوشنودی کے
 لئے کمائی اور بسائی جائے بس اعتدال کا نام ہے دین جس کے ایک طرف فرعیت ہے
 اور دوسری طرف رہبانیت ہے اس طرح کی اور بھی کافی مثالیں عرض کی جاسکتی ہیں اب
 آخری مثال ہے امتِ وسط کی سنو! اور غور سے سنو۔ ایک طرف خدائی یعنی توحید۔
 دوسری طرف کفر درمیان میں وسط ہے بس وہ بندہ تلاش کرو جس کو کچھ لوگ خدا کہہ
 کر پکاریں اور وہ خدا نہیں ہے اور دوسری طرف کچھ لوگ اسے معاذ اللہ گنہگار کہیں اور
 وہ گنہگار بھی نہ ہو۔ حقیقت میں وہ ان دونوں پہلوؤں کے درمیان ہو یعنی وسط ساری کائنات
 میں صرف حیدر کرار ہی ہیں کہ ایک طرف توحشور کو نصیری معاذ اللہ خدا مانتے ہیں۔ اور
 دوسری طرف خارجی نعوذ باللہ گنہگار جانتے ہیں میرے مولا ان دونوں پہلوؤں کے

عثمان بن مظعون کی عبادت

درمیان میں ہیں یعنی وسطِ صلوة

اور سنو! ایک سارے کائنات کے بندے دوسری طرف محمد مصطفیٰ درمیان میں امتِ وسط یعنی ساری دنیا سے افضل اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے افضل یہ ہیں امتِ وسط ساری دنیا کے یہ گواہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر گواہ یہ ہے اُمّتِ وسط - صلوة - جناب صادق آل محمد فرماتے ہیں **نَحْنُ الْأُمَّةُ الْوَسْطَى وَنَحْنُ شَهِدَاءُ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ وَحُجَّتُهُ فِي أَرْضِهِ** - تفسیر الزوار النجف جلد ۲ ص ۲۲۵ فرمایا ہم امتِ وسطی ہیں اور ہم ہی ساری دنیا کے بارگاہِ ایزدی میں گواہ ہوں گے اور ہم ہی زمین میں خدا تعالیٰ کی حجت ہیں - صلوة - ایک ہندو شاعر کہتا ہے -

علیٰ جیسا جہاں اندر کوئی مشکل کشا ہوتا بجز حیڈر کوئی تو ولی اُمّتا ہوتا
نصیری کی طرح اب تک ملک تک کرتے ہیں سجدے امامت کا یہ عالم ہے خدا ہوتا تو کیا ہوتا

یہ ہے امتِ وسط جو ساری دنیا پر گواہ ہوگی اور خدا کا حبیب ان پر گواہ ہوگا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ حقیقی شجاع وہ ہے کہ جو موقعہ کے مطابق عمل کرے چاہے اپنا کتنا ہی نقصان مالی و جانی کیوں نہ ہو جائے۔ اس پر واقعہ صلیح حدیبیہ دلیل کے لئے کافی ہے

اسی طرح دوسرا واقعہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہے کہ مسلمانوں کا خون نہ ہونے دیا حالانکہ تمام مسلمان مانتے ہیں کہ میرے مولا حق پر تھے اور نہ مقابل حق پر نہ تھا۔ میرے مولا حضرت امام حسن علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں تجرید البخاری کے ص ۵۴ پر پر مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی اور اسماء بنت عمیس میں اپنی اپنی فضیلت و کمال پر بحث ہوئی صحابی فرماتے ہیں کہ میری شان بڑی ہے اور اسماء اس بات پر مقرر ہے کہ میری شان بڑی ہے آخر دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو ناچار یہ رسالت نے فرمایا کہ اسماء بنت عمیس چونکہ حسن کی دائی ہے لہذا اس کی فضیلت زیادہ ہے میں کہتا ہوں جو انسان میرے مولا امام حسن علیہ السلام کی دائی کا مقابلہ نہ کر سکا وہ امام حسن کے باپ کا کیا مقابلہ کر سکے گا۔ اکثر ملاں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شیعہ لوگ حضرت امام حسن علیہ السلام کو نہیں مانتے یہ لوگ تو صرف امام حسین علیہ السلام اور اس کی

اولاد ہی کو مانتے ہیں۔ لوگو شیعوں کی طرف سے اس کا جواب سنو! کہ جو انسان امام حسن علیہ السلام کو دوسرا امام نہ مانے وہ جہنمی و کافرو بے دین ہے ارے شیعہ کیا امام حسن تو امام حسین کا بھی امام ہے اگر شیعہ امام حسن کو نہ مانیں تو ساری کائنات میں دوسرا امام نہیں ملتا۔ اگر شیعہ امام حسن کو نہ مانیں تو پوری کائنات میں پنج تن پاک میں چوتھا وجود نہیں ملتا۔ لوگو! شیعوں کے تو پنج تن پاک پورے ہی نہیں ہوتے اگر امام حسن علیہ السلام نہ ہوں مسلمانو اگر شیعہ امام حسن کو نہ مانیں تو ان کے چودہ معصوم بھی پورے نہیں ہوتے۔ بس شیعہ جس طرح حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو کائنات کا آقا و مولا مانتے ہیں اسی طرح حضرت امام حسن علیہ السلام کو بھی کائنات کا مولا و وارث و آقا مانتے ہیں جو امام حسن علیہ السلام کو نہیں مانتا نہ اس کا اقرار تو حید قبول ہے نہ اس کی رسالت کی شہادت اور ایمان قبول ہے بس ہر وہ بندہ بے ایمان ہے جو امام حسن علیہ السلام کو دوسرا امام نہیں مانتا۔ صلوة منقول ہے کہ ایک بار معاویہ مدینے آیا اور اس نے اعلان کیا کہ جو مجھ سے ملنے آئے گا میں اسے پانچ ہزار درہم سے ایک لاکھ درہم تک حسب لیاقت انعام دوں گا پس مدینے کے لوگ جاتے رہے اور رقمیں پاتے رہے تو امام حسن علیہ السلام سب سے آخر میں تشریف لے گئے۔ معاویہ نے کہا کہ آپ نے شاید اس لئے تاخیر کی ہے کہ میرا خزانہ ختم ہو جائے گا تو میں آپ کو کم دوں گا اور آپ مجھے بخیل مشہور کر دیں گے امام نے فرمایا مجھے کسی کی دولت سے کیا غرض و واسطہ، پس معاویہ نے اپنے غلام سے کہا کہ جتنی رقم اب تک تمام لوگوں کو دی گئی ہے اتنی ہی رقم امام حسن کو دی جائے جب وہ رقم امام کے سامنے لائی گئی تو معاویہ نے کہا اے حسن یہ رقم لے لیں کہ میں ہندہ کا بیٹا ہوں میرے مولا اٹھنے لگے تو معاویہ کے غلام نے حضرت کی جوتی سیدی کر دی کہ کریم سے کچھ تو ملے گا۔ امام نے ساری دولت اس کو دے دی اور فرمایا اے معاویہ میں فاطمہ بنت محمد کا بیٹا ہوں۔ جلد العیون جلد ۳۲۹ محافل و مجالس ص ۹۲ و شعر

ہم اہلبیت مصطفیٰ کرتے ہیں یوں عطا
سائل نہ ہم سے رکھتا ہوا امید و آرزو
جانے اگر مجھ بھی میری بخشش و عطا
ہر آئینہ اپنے عرقی فحیات میں غرق ہو۔

روایت میں ہے کہ ایک شخص ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نامی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چند سوالات کئے جن کا جواب آنحضرت سے باصواب پاکر مسلمان ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہ اب اپنی قوم کو میں مسلمان کروں گا۔ آنحضرت نے فرمایا اے ابوہریرہ عجبی اگر تو اپنے امتی قبیلوں کو مسلمان کر دے تو میں تجھے امتی اونٹ انعام دوں گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ یہ تحریر کر دیں تاکہ میری قوم کو اطمینان ہو آنحضرت نے اسے تحریر کر دیا کہ اگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے اسی قبیلوں کو مسلمان کر لے تو اسے اونٹ سرخ اُون، سفید آنکھوں والے جن کی سیاہ پتلیاں ہوں گی مین کے قیمتی مال سے لدے ہوئے معہ جہازوں کے اللہ کا رسول ادا کرنے کا ذمہ دار ہو گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تحریر مصطفیٰ لے کر اپنی قوم کی طرف چلا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد پوری قوم کو مسلمان کر کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ آیا تاکہ اپنا انعام وصول کرے لکھا ہے کہ جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت کا انتقال ہو چکا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہایت پریشان ہوا کہ اب یہ انعام کس سے وصول کروں آخر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی اس سند سنبھال رکھی ہے یہ سید ہار بار خلت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد تحریر مصطفیٰ نکال کر پیش کی۔ آپ چونکہ وارث مصطفیٰ ہیں لہذا یہ اسی اونٹ ادا کریں۔ بزرگوں نے کہا کہ اے اعرابی تو محققوں کی سی باتیں کرتا ہے رسول اللہ نے اپنے ترکہ میں ایک خچر جس کا نام دُلل ہے اور ایک گدھے کے جس کا نام یعفور ہے اور ایک تلوار کے جس کا نام ذوالفقار ہے اور زرہ کے اور چھوڑا ہی کیا ہے یہ سب چیزیں علیؑ نے لے لیں رہا فدک تو وہ ہم نے بحق مسلمین ضبط کر لیا ہے ہمارے نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہ سُن کر سلمان بول اٹھے اور کہا کہ تم نے وارثوں کو چھپے کر کے وہ کیا جو نہ کرنا چاہیے تھا۔ اس کے بعد حضرت سلمان اس اعرابی کو ساتھ لے کر حضرت امیر علیہ السلام کے دروازہ اقدس پر پہنچا اندر سے آواز آئی سلمان تم بھی آؤ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی آئے یہ سُن کر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حیران ہو گیا کہ میرا نام انہیں کس نے بتلایا ہے سلمان نے کہا اعرابی حیران نہ ہو یہ ہی تو حقیقی وارث مصطفیٰ ہے پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو حضرت نے فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا تو نے اپنی ساری قوم کو مسلمان کر لیا ہے عرض کی ہاں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

یا امیر المؤمنین، فرمایا وہ تحریر مجھے دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے لکھ کر دی تھی اس تحریر کو لے کر اُسٹھے اور سلمانؓ سے فرمایا کہ سارے مدینہ میں اعلان کرو کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین دیکھا ہو اُسے اور اسے دیکھے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام مدینہ سے باہر تشریف لائے اور ایک پہاڑ پر کچھ کہہ کر عصارِ رسول لگایا تو فوراً پہاڑ سے ایک دروازہ کھلا حضرت نے ہاتھ بڑھا کر ایک حجازی کالی اور ابو صفیہؓ کے حوالے کی اور فرمایا اپنے وعدے کے مطابق اسی اونٹ پر چڑھ کر لوگوں نے عرض کی یا حضرت یہ اونٹ پہاڑ سے کس طرح نکلی آئے فرمایا جس اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کے واسطے پہاڑ سے ناقہ نکالی تھی اسی اللہ نے وارثِ مصطفیٰ کے حکم سے یہ اونٹ نکالے ہیں پھر فرمایا یہ اونٹ حضرت صالحؑ کی ناقہ سے دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے خلق فرمائے تھے۔ صلوة۔ مجمع الفضائل جلد ۲ ص ۱۹۲، کنوز المعجزات ص ۱۷۱، المجالس المرضیہ ص ۳۱ کوکب درمی ص ۳۱، رباعی عرض ہے۔

جن کے طفیل ساری دنیا ہوتی ہے پیدا جن کے جمال اطہر پہ خالق ہوا ہے شیدا
جن کی فسیلتوں پر ترکان کی گواہی وہ نورِ نبوت ہے کائنات میں ہویدا

(نعمی)

لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام تین دن کے تھے کہ ماں کی گود میں آسمان کی طرف غور سے دیکھنے لگے اُمّ ایمن حیران ہو گئیں کہ شہزادہ ٹھٹھکی لگا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے مبادا معصوم بیمار نہ ہو یہ خیال کر ہی رہی تھی کہ جناب بتولؑ نے شہزادے کو زمین پر لٹایا اور سجدہ شکر ادا کیا اُمّ ایمن کی حیرت بڑھی اور عرض کی آنا زادی میں تو سمجھی تھی کہ شہزادہ بیمار ہے جناب سیدہ نے فرمایا نہیں اُمّ ایمن بلکہ میرا بیٹا عرش کا مطالعہ کر رہا تھا اس لئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا ہے **فِي مُسْتَدْرِكٍ حَاكِمٍ كَانَ الْحَسَنُ لِيُطَالِعَ**
الْكَوْكَبَ الْمَحْفُوظَ فِي صَغِيرٍ سَيِّدَةٍ۔ احقاق الحق ص ۱۲، چودہ ستارے ص ۱۱۲،
حضرت حسنؑ بچپن میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اسی لئے تو کسی نے بتولؑ کی گود کو کیفیت کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔ رباعی

روح محفوظ کا مطالعہ

طفل نو ایک بصر شان لئے بیٹھے ہیں باب اسلام کا عنوان لئے بیٹھے ہیں
مرجھکائے ہوئے گویا کہ تلاوت کے لئے فاطمہ گود میں قرآن لئے بیٹھے ہیں

(صلوة)

مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے انڈے بچوں کو کھائے ہیں تبائیے کہ مجھ پر کیا کفارہ واجب الادا ہوا۔ سوال کا جواب چونکہ اُن کے بس کا نہ تھا اس لئے عرقِ ندامت پیشانیِ خلافت پر آگیا ارشاد ہوا کہ اسے عبدالرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ مگر عبدالرحمن بھی اس سوال کے جواب سے معذور پائے گئے۔ سب نے کہا کہ اس کا حل حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ جب سائل حضرت علی کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے سائل سے فرمایا میرے دونوں چہرے سجے جو سامنے کھیل رہے ہیں ان سے دریافت کر لے سائل حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ و سوال دہرایا امام حسن نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونیٹیاں لے کر حاملہ کرا۔ اور جوان سے بچے پیدا ہوں انہیں راہِ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے امیر المومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ کچھ حمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کچھ بچے مر بھی جاتے ہیں۔ عرض کی بابا جان یہ تو بالکل درست ہے مگر ایسا ہی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب اور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔ محافل و مجالس^{۱۳} چودہ ستارے ص ۱۳۱۔ جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز بعض شیعہوں نے امام حسن سے عرض کیا کہ آپ اس قدر متحملِ مشقت و مصرت معاویہ کیوں ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا میں اپنے خدا کی عبادت کرتا ہوں اگر خدا سے کہوں کہ شام کو عراق اور عراق کو شام۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد کر دے تو خدا فوراً ایسا کر دے گا ایک شامی بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا امام نے فرمایا تجھے شرم

عمر فاروق کے انڈے

مرد عورت بن گیا

نہیں آتی عورت ہو کر مردوں میں بیٹھی ہے جب اس شامی نے خیال کیا تو واقعی عورت تھی حضرت نے نہ پایا اٹھ اور گھر جا تیری عورت مرد بن گئی ہے اور تجھ سے ایک بچہ منشت بھی پیدا ہوگا پس جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا واقع ہوا کچھ عرصہ کے بعد دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض و محذرت کی آپ نے دعا فرمائی تو پہلی حالت پر ہو گئے۔ صلوٰۃ۔ جلاء العیون جلد ۱ ص ۳۳۷۔ بند معتبر جناب صاؤق سے مروی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو ایک روز ایک نخلستان میں بیٹھے تھے معاویہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ پوری کائنات کا علم رکھتے ہیں اور آپ کے والد حضرت علیؑ بھی یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ سَلَوْنِی مَا سَلَسْتُ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی جو جی چاہے مجھ سے دریافت کرو امام نے فرمایا خدا تعالیٰ اپنا علم جس کو پسند کرے اپنے بندوں میں سے عطا کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ ہم آج ذرا امتحاناً پوچھتے ہیں۔ کہ فرمادیں اس کھجور میں کتنے دانے ہیں امام حسن علیہ السلام نے فرمایا معاویہ اس درخت میں چار ہزار چار خرمے ہیں۔ پس معاویہ نے حکم دیا کہ تمام خرموں کو توڑ کر احتیاط سے شمار کیا جائے جب تمام خرمے شمار ہو چکے تو نتیجہ نکلا چار ہزار تین خرمے معاویہ نے کہا کہ صرف ایک خرمے کا فرق نکلا ہے امام نے فرمایا میں نے ہر گز جھوٹ نہیں کہا اور خدا کی طرف سے خبر و روع نہیں آیا کرتی۔ لوگو تم میں سے ایک خرمہ کسی نے چھپایا ہے۔ کہو تو خود خرما۔ بول اُٹھے بس اتنا اُس نے کہ عبد اللہ ابن عامر نے کہا کہ واقعی وہ خرما میرے پاس ہے صلوٰۃ۔ جلاء العیون جلد ۱ ص ۳۳۸۔ مولا کی شان میں رباعی عرض ہے۔

خالق کے دیں کو کس نے بچایا جواب دو کس نے نظامُ اُلفت ہے بنایا جواب دو
پس ہند کے حار بلو سن لو بغور تم شام و عراق کس نے ملایا جواب دو
(نعیمی)

مگر بے مروت ظالم مسلمانوں کے ظلم کا نشانہ سبط اکبر محمد مصطفیٰ ہی بنا۔ ملاں لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ہر روز ایک عقد کرتے تھے اور دوسرے روز طلاق دے دیا کرتے تھے کیوں مسلمانو کیا رسول خدا کی یہ حدیث نہیں کہ

عرش تین وجہ سے کانپ اٹھتا ہے ایک تو یتیم کو ستانے سے دوسرا جب کوئی گنہگار بارگاہ الہی میں گر لگا کر خلوص دل سے استغفار کرے اور تیسرا بے قصور عورت کو طلاق دینے سے کیا امام حسن علیہ السلام اس حدیث سے واقف نہ تھے اور کس طرح فرزند رسولؐ بے قصور عورتوں کو طلاق دینا جائز قرار دیتے تھے دوسری طرف وہ عورتیں کیونکر آپ سے عقد کرتیں جن کو علم ہوتا تھا کہ کل طلاق ہو جائے گی۔ یہ سب بنی امتیہ کے کاسہ لیسوں کے پردیگندے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اہل محمدؐ کو بدنام کر کے حق نمک ادا کیا جائے۔ او بے مروت مسلمان حضرت امام حسن علیہ السلام نے تو اس ملعونہ کو بھی طلاق نہ دی جس نے حضرت کو کئی مرتبہ زہر دیا تھا جو اپنے جانی دشمن کو طلاق نہیں دے رہا اس نے بے قصور عورتوں کو کس طرح طلاق دینا جائز قرار دے لیا تھا روایت میں ہے کہ مخالف نے کئی مرتبہ حضرت کو زہر دلوا یا مستند روایات سے ثابت ہے کہ حضرت کو چھ مرتبہ زہر دیا گیا تین مرتبہ تو آپ کو موصلی میں ایک ملعون نے زہر دیا۔ ایک بار ایک نابینے ملعون نے زہر سے بھجا ہوا نیزہ حضورؐ کے پائے اقدس پر رکھ کر دبا دیا جس کا اثر ہو گیا تھا لکھا ہے کہ اس ملعون کو حضرت عباسؓ نے تلاش کر کے قتل کر دیا تھا چودہ ستارے ص ۱۳۱ و ۱۳۲ حضورؐ اس کے بعد مدینہ میں تشریف لائے تو مخالف نے بوساطت مروان جعدہ بن اشعث جو حضرت ابوبکرؓ کی بھانجی ام فردہ کی بیٹی تھی اس کے پاس ایک لاکھ درہم اور کہا کہ اگر تو نے امام حسنؓ کو شہید کر دیا تو اس کے علاوہ انعام و اکرام اور اپنے بیٹے کے ساتھ تیرا عقد بھی کر دوں گا۔ اس ملعون نے ایک مرتبہ حضورؐ کو خرموں میں زہر دیا۔ جب امام کو اس ملعونہ کی حرکت کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کے ہاں آنا جانا بند کر دیا ان پانچ مرتبہ کی زہر سے حضرت کا کافی اذیت اٹھانے کے بعد شفا یاب ہوتے رہے منقول ہے کہ جب مخالف کو معلوم ہوا کہ کئی بار حضرت امام حسن علیہ السلام کو کئی بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی تو اس ملعون نے بادشاہ روم سے زہر ہاہل منگو اکرم مروان کے پاس بھیجی کہ یہ زہر ہلاہل ہے اس کا ایک قطرہ اگر دریا میں ڈال دیا جائے تو تمام دریائی جانور مر جائیں گے۔ مروان نے وہ زہر جعدہ بنت اشعث کے پاس پہنچا کر کہا کہ اس کا ایک قطرہ ہی کافی ہے چونکہ امام

جنہ کا زہر دینا

علیہ السلام اس سے متنفر ہو چکے تھے اس لئے اس کی آمد و رفت بند تھی اس نے ہر چند کوشش کی۔ مگر موقع نہ پاسکی۔ بالآخر پچیسویں ماہ صفر ۳۵ھ کو وہ اس جگہ جا پہنچی جہاں امام حسن علیہ السلام سو رہے تھے۔ آپ کے قریب حضرت زینب دکلثوم بھی سو رہی تھیں اور آپ کے پانٹی کنیزیں محو خواب تھیں جبکہ اس پانی میں زہر ملا کر خاموشی سے واپس ہوئیں جو پانی حضرت کے سر ہانے رکھا ہوا تھا۔ اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد حضرت امام حسن کی آنکھ کھلی۔ آپ نے حضرت زینب کو آواز دی اور کہا مہن میں نے ابھی ابھی اپنے نانا رسولؐ اور پدر بزرگوار کو اور مادر گرامی کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں بیٹا حسن کل تم ہمارے پاس آ جاؤ گے یہ سن کر حضرت زینب رونے لگی اور حضرت نے وضو کے لئے پانی مانگا اور خود ہاتھ دھ کر سر ہانے سے پانی لے کر نوش فرمایا۔ عزا دارو! بس پانی پینے کی دیر تھی کہ حضرت ٹرپ گئے اور فرمایا یہ کیا پانی ہے جس نے میرے جگر اور حلق کو پارہ پارہ کر دیا۔ شیعوں حضرت زینب کا ردنا سن کر تمام بیبیاں تشریف لے آئیں اور جب امام حسینؑ بھائی کے پاس پہنچے تو غش کر گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا وہ پانی مجھے بھی پلا دو جو میرے بھائی کو پلایا گیا ہے۔ تاکہ میں بھی اپنے بھائی کے ساتھ اپنے نانا کے پاس پہنچ جاؤں۔ مگر امام حسن نے وہ کوزہ زمین پر دے مارا جو چور چور ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب پانی زمین پر گرا تو زمین اُبلنے لگی۔ الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسن کو قے آئی اور جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آ گئے۔ عزا دارو! دو دن تک سیدوں کے گھر میں سخت بے چینی رہی اور تیسرے دن بھائی کی گود میں بھائی نے دم توڑ دیا۔ ہر طرف سے آہ و بکا کی آواز بلند ہوئی۔ آخر حضرت امام حسینؑ نے بھائی کو غسل دیا۔ جنوط کیا کفن پہنایا اور بھائی کی وصیت کے مطابق بھائی کا جنازہ روضہ رسولؐ میں لائے۔

روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ خنجر پر سوار ہو کر آگئیں اور کہا کہ میں حسن کو کو رسولؐ خدا کے روضے میں دفن نہیں ہونے دوں گی۔ بنی امیہ نے ترکشوں سے تیر نکالے حضرت عائشہ کی ترغیب دلانے پر تیر چلے اور ستر تیر امام کی لاش میں

عنازہ پیر تیروں کی بارش

پیوست ہو گئے ادھر سے بنی ہاشم نے تلواریں کھینچ لیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم سے فرمایا میرے بھائی کی مجھے وصیت ہے کہ اگر مسلمان مجھے ماننے کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیں تو لڑائی نہ کرنا۔ بلکہ مجھے میری وادی فاطمہ بنت اسد کے پاس دفن کر دینا۔ عزارو! یہ کائنات میں ایک جنازہ ہے جو گھر سے نکل کر پھر واپس آیا۔ جب بہنوں نے دیکھا تو فرمایا ماں جائے کیا ہوا فرمایا اؤ زینب کلثوم رقیہ پہلے مل کر بھائی کی لاش سے تیر تو نکال لیں جلا العیون جلد ۱ ص ۲۷۳، چودہ سارے ص ۱۳ محافل و مجالس ص ۹۹، کربلا کی شیر ذلی خاتون ص ۱۵۵، تاریخ البو الفدا ص ۲۸۱۔

وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ
مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

اٹھارہویں مجلس

علم کی فضیلت۔ دس سائلوں کے علیحدہ علیحدہ جوابات۔ جنید اور بلال کی گفتگو۔ جھص کا موذن یہودی۔ سفیان ثوری کا صادق آلِ محمد پر بے جا اعتراض۔ سید حمیری کی توبہ۔ محمد بن حنفیہ کا زندہ ہونا۔ ہارون مکی تنور میں فضائل و مناقب۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے مصائب اور شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلُوْا لَا نَعْرِضُ مِنْكُمْ فَرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لَّيْسَتْ لَهُمْ اِلٰى الدِّيْنِ وَلِيْنٌذُرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔
پارہ ۱۱ رکوع ۲۔ ہر گز وہ سے ایک جماعت اپنے گمروں سے کیوں نہیں نکلتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو عذابِ آخرت سے ڈرائے تاکہ وہ ڈریں۔

جب سے عالم وجود میں آیا غیر موجود نے موجود ہونے کا لباس پہنا۔ کرۂ ارض پر سبز و لہلہا نے لگا۔ شواطع نے اپنے خیا باری کے دامن کو پھیلایا ہوا کی حرکت میں سرسراہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ وائیل نے بڑھ کر اپنی سیاہ زلفوں کو بکیرا سیاب سے بوند باندی کا سلسلہ جاری ہوا۔ مگر کسی نے عرشِ عظمیٰ پر استقرار پکڑا۔ ملائکہ نے قیام و رکوع اور سجد و تشہد کی حالت میں تسبیح و تہلیل کو مشروع کیا۔ انبیاء علیہم السلام کو نبوت و رسالت کے

مقدس تاج و لباس سے مزین کیا گیا۔ حوران جنت نے کوثر کے پانی سے وضو کر کے محمد و آل محمد پر درود بھیجنے کو مشغلہ زندگی قرار دیا۔ احکم الحاکمین نے لفظ کُن سے دالارض کے فرش کو بچھایا۔ اس دن سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک ہر قوم و ہر مذہب علم کا مداح خواں ہے اور مداح خواں رہے گا۔ کائنات کے ہر فرد کا متفقہ فیصلہ ہے کہ علم بڑی دولت ہے۔ علم ہی سے زمینہ کمال نصیب ہوتا ہے۔ ہر پیر ہر رہنما۔ ہر ہیرو اپنی قوم کو علم حاصل کرنے کی تاکید مزید کرتا آیا اور کرتا رہے گا۔ دنیا کے ہر ذی فہم کا فیصلہ ہے کہ دین و دنیا کی ترقی کا راز علم میں ہے۔ علم ہی کی وجہ سے ہم پہاڑوں سے کوئلہ۔ پٹرول۔ نمک۔ گیس۔ یا قوت وغیرہ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ علم کا کمال ہے کہ آج انسان ہوا کے دامن میں پرواز کر رہا ہے۔ علم ہی کی برکت سے آج چاند پر کمند ڈالنے کی فکر حضرت انسان کر رہا ہے۔ دنیا کی ہر شے کو زوال آسکتا ہے۔ مگر علم کی دولت ہمیشہ سے بے زوال ہے۔ اب ہمیشہ بے زوال رہے گی۔ منقول ہے کہ خوارج کے دس عالم جنہیں اپنے علم پر ناز تھا حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے علیؑ ہم نے سنا ہے کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا مِائِينَ شَهْرٍ عِلْمٍ ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک خدا کے رسول کا یہ فرمان حقیقت بیان ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے علیؑ پھر ہم ہر ایک پر آپ سے ایک ہی سوال کرتے ہیں اور آپ ہم سب کو علیہ علیہ جواب دیں۔ آپ نے فرمایا سوال کرو اور مکرر کرو ان میں سے ایک نے کہا کہ فرمائیں یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال آپ نے فرمایا علم بہتر ہے اس لئے علم بہتر ہے کہ مال متروکات فرعون، ہامان، قارون ہے اور علم میراث انبیاء کی ہے۔ دوسرے نے کہا یا علیؑ فرماؤں علم بہتر ہے کہ مال فرمایا علم بہتر ہے اس لئے کہ مال کی تو نگہبانی کرتا ہے مگر علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ تیسرے نے یہی سوال کیا کہ علم بہتر ہے کہ مال فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کے دوست و عزیز زیادہ ہوتے ہیں چوتھے نے یہی سوال

کیا تو فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ پانچویں نے کہا یا علیؑ فرمادیں علم بہتر ہے کہ مال۔ آپ نے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مالدار کو بخیل بھی کہتے ہیں اور صاحب علم ہمیشہ سخی کہلاتا ہے۔ جب چھٹے نے سوال کیا کہ فرمادیں یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے فرمایا علم کہ مال کے لئے ہمیشہ چور ڈاکو کا خوف لگا رہتا ہے اور علم ان سب بلاؤں سے ہمیشہ محفوظ ہے۔ ساتویں نے سوال پر فرمایا علم بہتر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مالداروں سے قیامت کو حساب لیا جائے گا اور مواخذہ کیا جائے گا اور دولتِ علم پر نہ کوئی حساب ہے نہ مواخذہ۔ آٹھویں نے کہا کہ فرمادیں یا علیؑ علم بہتر ہے کہ مال فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال عرصہ تک رہنے سے گند و خراب ہو جاتا ہے اور علم ہمیشہ روشن و تازہ رہتا ہے۔ نویں نے کہا یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے فرمایا علم بہتر ہے دلیل یہ ہے کہ علم سے قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور کثرتِ مال سے دل پر سیاہی آ جاتی ہے۔ دسویں نے کہا یا علیؑ فرمادیں علم بہتر ہے یا مال تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا علم بہتر ہے دلیل یہ ہے کہ کثرتِ مال سے فرعون۔ نمرود۔ شداد وغیرہ نے خلائی کا دعویٰ کیا اور صاحب علم ہمیشہ مسکین و خاشع ہوتا ہے اور احاطہِ عبودیت سے باہر نہیں جاتا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا قسم سجد اگر تم میری زندگی بھر یہی سوال کرتے رہو گے تو میں ہر مرتبہ علم کی فضیلت بطرزِ جدید بیان کرتا جاؤں گا۔ پس یہ سن کر وہ تمام خارجی تو بہ کر کے خالص مومن بن گئے۔ سبحان اللہ لواعج الاحزان جلد ۱۸۴ رباعی۔

وہ بندہ جس کو خاصانِ خدا نے رہنما جانا فلک پر قدسیوں نے جس کو اپنا پیشوا جانا
خدا شاہد ہے مافوق البشر ہے بندگی تیری زمانہ دستِ حق سمجھا فقیر ہی نے خدا جانا
(صلوٰۃ)

میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جوں جوں علم کی زیادتی و فراوانی ہوتی جا رہی ہے۔ توں توں مذہبی اختلاف بڑھتے جا رہے ہیں۔ علم کی بدولت تو تمام انسانوں کو ایک

دس سالوں کا عیدہ عیدہ جواب

مرکز پر جمع ہونا چاہیے تھا اس کی کیا وجہ ہے کہ کثرت علم نے اختلاف پیدا کر دیا۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وارثانِ علم نے تفصیل سے سمجھایا کہ علم کی تین منزلیں ہیں۔ پہلا علم، دوسرا ایمان اور تیسرا عمل۔ حدیث ہے اَلْعِلْمُ بِدُونِ الْعَمَلِ وَبِالْاَعْمَالِ بِدُونِ الْعِلْمِ ضَلَالٌ۔ معانی و محاسن ص ۱۵۵ فرمایا علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے ضلال یعنی گمراہی ہے۔ سنو اگر ایمان و عمل نہ ہو تو علم حاصل کرنے والا شیطانِی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ابلیس کا معاون و مدد بنتا ہے۔ دنیا بغیر سوچے سمجھے ایسے لوگوں سے علم حاصل کرنے لگ گئی ہو بطاہر علم کی قبا اور سے ہوئے تھے اور درحقیقت قرآن و حدیث سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ صرف ظاہری شکل و صورت دکھلا کر دنیا کو فریب دے کر گمراہ کرنے میں شام و سحر کوشاں ہیں اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے فیض علم سے نہ خود فیض یافتہ ہیں اور نہ مخلوقِ خدا کو دروازہ آئی محمد تک آنے دیتے ہیں۔ لطیفہ۔ میں نے علم حاصل کرنے کے لئے حیدر آباد جانا تھا۔ رختِ سفر باندھ کر ساہیوال کے اسٹیشن پر پہنچا اور ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ وہاں تہتر گاڑیاں کھڑی تھیں میں نے ایک بزرگ صورت انسان سے پوچھا بابا جی میں نے حیدر آباد جانا ہے۔ حیدر آباد جانے والی گاڑی کس نمبر پر ملے گی۔ اس بزرگ نے ڈابھری پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا تین نمبر (۱) والی گاڑی سیدھی حیدر آباد جائے گی مگر یاد رکھو کسی اور سے نہ پوچھنا ورنہ نکاح ٹوٹ جائے گا میں معمولاً بندہ ڈابھری پر اعتبار کر کے تین نمبر (۲) والی گاڑی پر بیٹھ گیا کہ حیدر آباد پہنچ جاؤں گا۔ حقیقت میں حیدر آباد جانے والی گاڑی پانچ نمبر پر کھڑی تھی۔ فرماؤ کیا یہ تین نمبر والی گاڑی پر سوار ہونے والا حیدر آباد پہنچ جائے گا اسے یہ تو کوٹ رادھا کشن جاکر اتارے گی۔ سوار کے پاس زاد راہ بھی ہے ٹکٹ بھی ہے مگر جوں جوں گاڑی چلے گی حیدر آباد سے دور ہوتا جائے گا۔ لوگو کسی کی ظاہری شکل و صورت اور رنگ و ڈھنگ پر اعتبار نہ کرو تحقیق کر لو۔ کہ محمد و آل محمد کی رضا کا علم کہاں سے ملے گا۔ ورنہ سکھ والا معاملہ ہو جائے گا۔ ایک سکھ کا واقعہ مشہور ہے کہ سکھ نے کراچی جانا تھا ٹکٹ

لطیفہ

سکھ کا واقعہ

لے کر لاہور اسٹیشن پر بغیر دریافت کئے پشاور جانے والی گاڑی پر سوار ہو گیا اور اوپر کے تختے پر چڑھ کر سو گیا۔ جب گاڑی وزیر آباد پہنچی تو کسی نے آواز دی وزیر آباد آگیا۔ سکھ حیران ہو کر کہتا ہے کہ سائٹس کے بھی قربان جانیے کہ نیچے والے پچھلے پشاور اور اوپر کے پچھلے کراچی جا رہے ہیں۔ کیوں مسلمانو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرمایا تھا اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا مَنْصِبُ اِمَامَتِ صَلَّامُ کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے پھر تم نے کیوں غیروں کے دروازے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ رباعی

تسلیم کہ تم چاند پہ جا سکتے ہو تعداد ستاروں کی بتا سکتے ہو
لیکن یہ تو بتاؤ مجھے دنیا والو حیدر سا رہبر بھی دکھا سکتے ہو
(صلوٰۃ)

میرے مولا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام علم کے بارے میں تفصیل سے فرماتے ہیں۔ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ مَا يُحْضَلُ بِالسَّمَاعِ وَقِرَآةِ الْكُتُبِ وَحِفْظِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ تَقْلِيدٌ وَإِنَّمَا الْعِلْمُ مَا يَفِضُّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمًا يَوْمًا وَسَاعَةً فَسَاعَةً فَيُكْشَفُ بِهِ مِنَ الْحَقَائِقِ مَا تَطْمَئِنُّ بِهِ النَّفْسُ وَيُنْشَرُّ لَهُ الصَّدْرُ وَيَتَنَوَّرُ بِهِ الْقَلْبُ۔ مقدمہ کو کتب درسی ص ۱، پس علم حقیقی یہ نہیں ہے جو کتابوں کو پڑھنے اور عاشقوں کے رٹنے اور علماء کے مقالات اور کتب کے الفاظ حفظ کر لینے سے حاصل ہوتا ہے یہ تو تقلید ہے اور بس۔ علم تو وہ ہے جو مومن کے قلب پر روز بروز ساعت بساعت منجانب اللہ فیضان ہو جس سے حقائق اشیاء اور معارف حقہ اس پر منکشف ہو جائیں کہ جس سے نفس کو اطمینان کل حاصل ہو جائے اور اس سے سینہ کھل جائے (شرح صدر ہو جائے) اور آئینہ دل روشن ہو جائے پس یہ تقلیدی علم کی مہربانیاں ہیں کہ رسول اللہ کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔ اِخْتَلَفَتْ اُمَّتِي رَحْمَةًؐ مواعظ حسنہ ص ۱۲۹ یعنی امت کا اختلاف رحمت ہے۔ کیوں مسلمانو کیا یہ کسی پاگل دشمن

خدا اور رسولؐ نے یہ حدیث گھر گھر جناب رسالتؐ کی طرف منسوب نہیں کی اگر یہ حدیث بھی صحیح ہے تو بہتر فرقہ میں سے ایک کیوں جنتی ہے باقی بہتر فرقوں پر کفر کا فتویٰ کیسا۔ دعا کرو کہ امت میں اختلاف بڑھے تاکہ رحمت میں کثرت و زیادتی ہو۔ ارے کون عقل مند اس حدیث کو حدیث رسولؐ مانتا ہے یہ تو قرآن مجید کی کھلی مخالفت ہے کیونکہ خدا کا حکم ہے۔ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا** پارہ رکوع ۱۰۔ اللہ کی رسی کو مل کر سب مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف پیدا نہ کرو۔ فرماؤ ان دونوں سے صحیح کون ہے اور بناوٹی کون ہے یہ ہے محمدؐ و آل محمدؐ سے روگردانی کا اثر و نتیجہ، کاش کہ مسلمان قرآن مجید سمجھتے تقلیدی علم حاصل کرنے والوں کے بارے میں قدرت کی طرف سے ارشاد ہے **وَلَقَدْ نُوِّنَ لَنَا بَنِي إِسْرَٰءِيلَ مُبَٰرَاةً ذٰلِكَ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ** پارہ رکوع ۱۰ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دلائل شام میں بہت اچھی جگہ بسایا اور انہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں تو ان لوگوں کے پاس جب تک علم نہ آیا ان لوگوں نے اختلاف نہیں کیا۔ یہ ہے وہ علم کہ جن کے ساتھ ایمان اور عمل نہ ہو تو باعث گمراہی اور ضلالت ہوا کرتا ہے جناب رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ **اَلْعِلْمُ نُورٌ وَيَقْتِذِرُ** اللہ فی قلب من یشاء عواظ حسنہ ص ۱۲ فرمایا علم نور ہے اور خدا تعالیٰ جس قلب میں چاہتا ہے ڈال کر اسے روشن کر دیتا ہے صلوٰۃ رباعی عرض ہے

بِسْمِ اَیُّ اَحْمَد تَوْعَلَّتْ مِیْنِ بَسْمِ اللہ
میں بندۂ لقلین ہوں شُکراً لِلّٰہ
ہم مرتبہ میں ہم پتہ حیدر ہو کوئی غیر
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

اب میں آپ کے سامنے دونوں درسون کے دو طالب علموں کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ حقیقت آشکار ہو سکے۔ روایت میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی حواپنے زمانہ کے کامل اکمل پیر مانے جاتے اور ہزاروں لوگ ان کے مرید بن چکے تھے اور ان کا حلقہ پیری مریدی اتنا وسیع تھا کہ خلیفہ وقت بھی ان کے عقیدہ مندوں میں شمار ہوتا اور اُسے زمین کے قطب الاقطاب کہا جاتا تھا یہ بزرگ ایک روز اپنے مریدوں کے ساتھ بغداد کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ جناب بہلولؒ سے ملاقات ہو گئی حضرت جنیدؒ نے بہلولؒ سے فرمایا کہ اے بہلولؒ میں نے سنا ہے کہ تو فقہ اہل محمدؐ میں کافی مہارت و دسترس رکھتا ہے اگر واقعی تو اُن کو اُن کے علم کے فیض سے محروم ہے تو مجھے بھی کوئی نصیحت کر تاکہ میں بھی ارشاد اہل محمدؐ سے فیضیاب ہو سکوں ممکن ہے کہ جنیدؒ کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ بہلولؒ کہے گا حضورؐ آپ مجھ سے کہیں فاضل و اعلیٰ ہیں میں تو آپ کے غلاموں میں سے ہوں مگر بہلولؒ نے عالمانہ انداز میں فرمایا کہ مجھ سے نصیحت حاصل کرنے کی کیا آپ میں قابلیت بھی ہے تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کیوں بہلولؒ! آپ نصیحت حاصل کرنے کیلئے کس قدر قابلیت کی ضرورت ہے بہلولؒ نے کہا کہ آپ سے میں ایک معمولی سا سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو میں آپ کو نصیحت کروں گا ورنہ نااہل کو کیونکر وہ تعلیم دوں گا وہ عقل نہ ہو حضرت جنیدؒ نے فرمایا سوال کرو اور شوق سے کرو۔ جناب بہلولؒ نے فرمایا کہ فرماؤں کھانا کس مقدار میں کھانا چاہیے حضرت جنیدؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے۔ بہلولؒ شریعت مصطفیٰؐ کی طرف سے ہدایت ہے کہ انسان کم کھائے تاکہ رات کو عبادت و نوافل کے لئے بیدار ہو سکے تو حضرت بہلولؒ نے فرمایا جنیدؒ تمہیں تو کھانے کی بھی تمیز نہیں پہلے کھانے کی تو تمیز کہیں سے سیکھ لے یہ کہہ کر بہلولؒ چل دیئے اور حضرت جنیدؒ مع مریدوں کے حیرانی کے عالم میں دیکھتے رہے کسی نے بڑھ کر کہا کہ حضورؐ یہ سنگ بڑا گستاخ ہے جنیدؒ نے فرمایا یہ شیعیان علی سے ہے اور یہ لوگ بزرگوں کی عزت و توقیر نہیں کیا کرتے۔ کچھ عرصہ بعد میر کہیں بغداد کے بازار میں حضرت جنیدؒ اور بہلولؒ کی ملاقات ہو گئی اور پھر

جنیدؒ اور بہلولؒ کی ملاقات

حضرت جنید نے بہلولؒ سے وہی سوال کر دیا کہ بہلولؒ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیں مگر آپ نے نظر التفات سے محروم رکھا۔ جناب بہلولؒ نے فرمایا میں اب بھی نصیحت کرنے کو تیار ہوں مگر آپ اس قابل بھی ہوں کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کر دوں۔ لو میں ایک معمولی سا سوال اب کرتا ہوں اگر تو نے اس سوال کا جواب صحیح دیدیا تو ضرور نصیحت کروں گا۔ جنیدؒ نے کہا شوق سے دریافت کر لی بہلولؒ نے کہا کہ فرمادیں بولنا کتنا چاہیے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا بہلولؒ اسکا کو کم بولنا چاہئے تاکہ نامہ اعمال میں کرنا کا تبین کم تحریر کریں یہ سن کر بہلولؒ مسکرائے اور فرمایا کہ جنیدؒ تجھے کھانے کی تمیز اور نہ تجھے بولنے کا اختیار دیتے ہیں کہ تو کھانے کے مرد و زن اور بے علم انسان کو فقہ آلِ محمد سے تعلیم دوں۔ بہلولؒ تو یہ کہہ کر چلے گئے کہ میرے درس میں پڑھنے کیلئے ابتدائی تعلیم سے فارغ طالب علم کی شرط ہے مگر جنیدؒ اور اُن کے مرید ویران رہ گئے کہ یہ دیوانہ ہمیں جاہل دے علم سمجھتا ہے آخر یہ کبکہ خاموشی اختیار کرنا پڑی کہ یہ خود دبا گل ہے ورنہ جنیدؒ حضرت جنیدؒ کی قدر مہربی کرتا۔ خیر بات نہ آئی گئی ہوگئی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد پھر کہیں بہلولؒ اور جنیدؒ کی ملاقات ہو گئی اب کی بار بھی حضرت جنیدؒ نے سابقہ روایت کو دہرتے ہوئے بہلولؒ میں نے پہلے بھی دو مرتبہ آپ سے نصیحت حاصل کر لی کہ اس بات کی تھی مگر آپ مجھے مثال ہی دیا اب کی بار ضرور مہربانی کر کے کچھ ہدایت فرمادیں حضرت بہلولؒ نے فرمایا جنیدؒ اگر اب بھی آپ میرے سوال کا جواب صحیح دیتے تو میں ضرور آپ کو کچھ کلمات ہدایت جاری کر دوں گا یہ کہہ کر حضرت بہلولؒ نے تیسرا سوال کر دیا کہ جنیدؒ فرمادیں انسان کو سونا کتنا چاہئے۔ جنیدؒ نے فرمایا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے سن بہلولؒ ہمیں تو علمائے کرام نے بھی سمجھا ہے کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے یہ سن کر بہلولؒ نے کہا جنیدؒ آپ کیوں دنیا کے یہ مرد بن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں بھلا اس انسان کو کیا حق حاصل ہے دنیا کا رہنا بننے کا جسے نہ کھانے کی تمیز ہو نہ بولنے کا حکم ہو اور نہ سونے کا پتہ ہو حقیقت ہے ان لوگوں پر جو ایسے انسان کو یہ مرد تسلیم کرتے ہیں جنیدؒ کم از کم ابتدائی مسائل شریعت تو آلِ محمد کے کسی طالب علم سے سیکھ لو یہ کہہ کر بہلولؒ تو جل دیئے مگر حضرت جنیدؒ مریدوں کو ساتھ لئے سید دربار خلافت میں پہنچے اور بارون رشید سے فریاد کی کہ اس دیوانے نے میری کیا بلکہ شریعت مصطفیٰ کی بھی توہین کی ہے۔ کیونکہ میں نے اسے خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق صحیح جواب دیا ہے اور وہ میرا مذاق اڑاتا ہے حالانکہ یہی خدا اور رسولؐ کا ارشاد ہے جو میں نے اُسے ہر تین بار سنایا اور بھیجا ہے بس یہ سن کر بارون بھی غصہ سے بھر گیا اور پیش میں آکر بہلولؒ کو بلایا جب بہلولؒ دربار میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس زمانے کے تمام علما جمع ہیں اور کسی نے بہلولؒ کے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ بہلولؒ نے کہا اے بادشاہ مجھے یہاں بلانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے بارون رشید نے کہا کیوں بہلولؒ تمہیں کیا حضرت جنیدؒ نے تیسرے ہر تین سوال کا جواب صحیح نہیں دیا بہلولؒ نے کہا اے شہنشاہ میرے سوالوں کا جواب جنیدؒ صحیح تو بت دیتا اگر اُسے کسی نے صحیح پڑھایا ہو تا اس پر تمام علماء بول اٹھتے کہ بہلولؒ تو شریعت مصطفیٰ کی توہین کرتا ہے درست و صحیح یہی ہے کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے بہلولؒ نے مزید دربار پر نگاہ ڈال کر اس وقت کے اجل عالم سے دریافت کیا کہ آپ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ انسان کم کھائے کم بولے اور کم سوئے عالمِ اجل کا جواب سن کر بہلولؒ ہنس پڑے اور فرمایا میں تو ایک جنیدؒ کو جاہل سمجھا تھا مگر تم تو سارے کے سارے قابلِ رحم ہو اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک دین سے پوری طرح بے خبر ہو۔ بہلولؒ نے اس بیان کو سن کر بارون پیش میں آگیا اور کہا بہلولؒ اگر تم سب کا جواب غلط ہے تو آپ اسکا جواب دیں اگر تیرا جواب درست نہ ہوا تو تلوار

سے آج تیرا سر قلم کیا جائے گا۔ مہلولؑ نے تمام درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے جنید سے دریافت کیا کہ کھانا کتنا چاہیے اور تم سب کا بھی یہی جواب ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کھانے میں کم زیادہ کا امتیاز نہ کرے بلکہ دیکھے کہ حلال ہے یا حرام اگر حلال ہو تو جتنا جی چاہے کھائے اور اگر حرام ہے تو ذرہ بھر بھی نہ کھائے کیوں کہ کافری دینے والو کم چاہے سو رکاوٹ کھایا جائے۔ ارے کھانے میں کم زیادہ نہ دیکھے، بلکہ حلال حرام کی تمیز کرے دوسرا میں نے اس سے دریافت کیا بولنا کتنا چاہیے تو جنید نے جواب دیا کہ کم بولنا چاہیے اور تم سب کا بھی یہی جواب ہے کیوں مفتیان دین کیا کم بولے چاہے خدا و رسولؐ کی شان میں گستاخی کرے ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ بولتے ہوئے امتیاز کرے کہ جو کچھ میں بول رہا ہوں کیا یہ خدا و رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے یا کہ خدا و رسولؐ کے حکم و رضا کے خلاف ہے اگر اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ہو تو جتنا جی چاہے بولے بلکہ زیادہ بولے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو تو ذرہ بھر زبان کو حرکت نہ دے کیوں جنید انسان کم بولے چاہے خدا و رسولؐ کو دو گالیاں دے لے۔ استغفر اللہ۔ تیسرا میں نے جنید سے پوچھا کہ سونا کتنا چاہیے اس نے کہا کہ کم سوئے اور تم بھی کہتے ہو کہ انسان کم سوئے مگر میں کہتا ہوں کہ جی بھر کر سوئے مگر سونے دت آج کے دن کا حساب کر کے سوئے اگر آج کے دن کوئی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں سے اس کے ذمہ ہے تو ہرگز نہ سوئے جب تک اُسے ادا نہ کر لے ہر دن کا کھانا صاف کر کے وضو کر کے سو جائے ساری رات سویا رہے خدا تعالیٰ اس کا سونا عباد میں شمار کرے گا کم سونے کافری دینے والو بہت سے لوگ سوئے اور بیدار نہ ہو سکے اگر حقوق خدا اور حقوق عباد کا کھانا صاف ہوا تو بیدار نہ ہونا بھی مبارک ہوگا۔ مہلولؑ کی اس تقریر و لپزیر کو سن کر حضرت جنید اٹھے اور مہلول کے ہاتھوں کے بوسے لے کر فرمایا کہ واقعی میں تیرے درس میں پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں کہتا ہوں اے مفتیان دین یہ تو علیؑ کا دیوانہ ہے اگر کسی دانا سے واسطہ پڑا تو خدا جانے تمہارا کیا حشر ہوگا۔ صلوة حضرت مہلول جیسے علما کی شان میں ہے۔ وَمَذَا الْعُلَمَاءُ خَيْرٌ مِنْ دِمَائِهِ الشَّهْدَاءُ۔

مخالف و مجالس علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے بہتر ہے۔ ہم شیعہ کسی کی عبادت و
 داہڑی دستار ظاہری سچ دھج نہیں دیکھتے بلکہ کمال دیکھتے ہیں رباعی عرض ہے
 ہجر اچھا ہے نہ وصال اچھا ہے جس رنگ میں مولارکھے وہ حال اچھا ہے
 چشم بینا سے اگر دیکھے کوئی کہہ دے گا ان لوگوں سے بلال اچھا ہے

رباعی

دوسرا واقعہ نہر البریج سے نقل کرتا ہوں کہ مدینے کا رہنے والا ایک مسلمان شہر
 حص گیا تو نماز کے وقت اس کے کان میں آذان کی آوازیوں آئی کہ اِنَّ اَهْلَ
 حِمَاصَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ وہ مسلمان اس بجڑے ہوئے فقرے
 کو سن کر حیران رہ گیا اور پیش نماز سے دریافت کرنے کا ارادہ کیا جب مسجد میں پہنچا
 تو پیش نماز صاحب نماز پڑھا رہے تھے مگر ایک ٹانگ کو علیحدہ اٹھا رکھا تھا اس مسلمان
 کی حیرانگی اور بڑھی دل میں خیال کیا کہ قاضی شہر سے ان دو باتوں کو دریافت کر دوں گا
 مگر جب قاضی کی سرکار میں پہنچا تو قاضی صاحب کے ایک زانو پر قرآن مجید ہے اور
 ہاتھ میں شراب کا جام ہے شراب کا گھونٹ نوش کر کے قرآن مجید پر ہاتھ مار کر کہتا
 ہے خدا کی قسم یہ شراب ہی تو ہے۔ اس مدنی مسلمان کی حیرت کی انتہا نہ رہی خیال
 کیا کہ یہ تو سارے ہی عجیب قسم کے مسلمان ہیں یہ تمام مسائل مفتی اعظم سے دریافت
 کروں گا۔ یہ سیدھا مفتی اعظم کے پاس پہنچا تو مفتی صاحب ایک جنازے کے ساتھ
 جا رہے تھے کہ کافی لوگ ایک چارپائی پر ایک آدمی کو جکڑے ہوئے قبرستان لے جا
 رہے تھے اور مفتی صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے تشریف لے جا رہے تھے۔

اور تعجب یہ کہ جس کا جنازہ پڑھانے مفتی صاحب جا رہے تھے وہ بے چارہ بار بار
 کہتا ہے مفتی صاحب میں زندہ ہوں میرے حال پر رحم کیجئے اس انوکھی شریعت کو
 دیکھ کر اس مدنی مسلمان سے نہ رہا گیا اور مفتی صاحب سے سوال کیا کہ یہ کس نبی کی
 شریعت ہے مفتی صاحب نے کہا کہ کیا تجھے کوئی شک و شبہ ہے اگر کوئی اشتباہ ہوا
 ہے تو بیان کر اور دلیل سن۔ مدنی مسلمان نے کہا صرف اشتباہ ہی نہیں ہوا بلکہ تمہارا
 دین تو رسول خدا کا عطا کیا ہوا دین ہی نہیں ہے مفتی صاحب نے وجہ دریافت کی

حص کا موزن کمزوری

تو مدنی نے مؤذن کی حقیقت کو بیان کیا مفتی صاحب نے کہا بھائی ہمارا مسلمان مؤذن
چھٹی پر گیا ہوا ہے ہم نے چند روز کے لئے ایک یہودی کو مؤذن مقرر کیا ہے چونکہ اس
کا تو رسول خدا پر ایمان نہیں لہذا وہ درست کہتا ہے کہ اہل حصہ کے لوگ کہتے ہیں کہ
محمد اللہ کا رسول ہے۔ مدنی مسلمان نے پیش نماز کی علیحدہ ٹانگ کر کے نماز پڑھانے
کو بیان کیا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی نماز کا وقت کم تھا اور اس کی ٹانگ ایک
نجس ہو گئی تھی اس لئے اسے علیحدہ کئے ہوئے تھا کیا ایک ٹانگ والا انسان نماز نہیں
پڑھ سکتا۔ مدنی مسلمان نے قاضی صاحب کے زانو پر قرآن مجید اور ایک ہاتھ میں شراب
کا جام کا واقعہ بیان کیا تو قاضی صاحب کے بارے میں مفتی نے فرمایا کہ ایک آدمی نے
شراب پی تھی جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ شراب نہیں ہے اس
لئے قاضی صاحب اس شراب کو پی کر قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ یہ شراب ہے۔ مدنی
مسلمان نے کہا کہ حضور آپ بھی جنازہ زندہ کا پڑھاتے تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو
مفتی صاحب نے فرمایا کہ میاں یہ بالکل درست ہے کہ وہ ایک کہتا ہے کہ میں زندہ
ہوں مگر پچاسوں انسان گواہی دے چکے ہیں کہ مفتی صاحب یہ مردہ ہے بتا ایک انسان
کی گواہی قبول کر دوں کہ ان پچاسوں کی گواہی قبول کی جائے یہ سن کر مدنی لاجول ولاقوۃ
پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اصلاح المجالس ص ۶۴۔ یہ اس لئے ہے کہ جن ہستیوں کو خدا تعالیٰ
نے مقرر کیا تھا لوگوں نے ان سے کنارہ کر کے دین میں قیاس آرائیاں کی اور دین کا
دوسرا نام قیاس رکھ لیا۔ رباعی عرض ہے۔

ہوتی نہ اگر ازل احمد اگر کا نثار ہیں جن و بشر رہتے سب بحر ظلمات میں
لوگو اگر جہاں میں ہوتے نہ اہلبیت پہچانتا نہ کوئی حق کو حق کی صفات میں
(نعمی) - صلوٰۃ -

کافی میں ہے کہ سفیان ثوری ایک دن مسجد میں آیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
بھی وہاں پر موجود تھے۔ سفیان ثوری راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے ان سے نہ رہا گیا۔
اور امام علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ ایسا عمدہ لباس تو رسول اللہ نے نہیں پہنا۔

سفیان ثوری کا حدیث اہل محمد پر ہے جاننا

اور نہ ہی حضرت علیؑ نے استعمال فرمایا آپ ان کی اولاد میں سے ہو کر ان کے طریقے پر نہیں چلتے امام عالی مقام نے فرمایا رسول اللہؐ کے زمانے میں ملک میں اتنی دولت نہ تھی عوام کا معیار زندگی بہت گرا ہوا تھا اس لئے وہ بھی عامۃ الناس کی طرح معمولی لباس پہنتے تھے اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملک کی حالت سدھر گئی ہے اس لئے کہ اللہ کے نیک بندوں کو زیادہ حق ہے کہ وہ اس کے فضل و کرم میں شریک و شہیم ہوں جب سفیان نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے سفیان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لباس کے اندر داخل کیا اور فرمایا اوپر کا لباس بخل کا الزام سے بچنے کے لئے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ورنہ نیچے وہی موٹا جھوٹا کپڑا ہے جس سے نفس آرام طلب نہیں ہوتا۔ پھر سفیان کے اوپر کے لباس کو اٹھا کر کہا دیکھ تو نے اوپر موٹا کپڑا پہن رکھا ہے اور اندر ملائم کپڑا پہنا ہوا ہے پس ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے۔ صلوٰۃ تذکرہ محمدؐ و آل محمدؑ علیہ السلام منقول ہے کہ سید حمیری جو عرب کے مشہور شاعر اور مداح آل محمدؑ تھا پہلے یہ حضرت محمد حنفیہ کی امامت کا قائل تھا۔ سید حمیری کہا کرتے تھے کہ محمد حنفیہ ہی امام ہیں اور نفردوں سے غائب ہیں۔ داؤد و ذوق کہتے ہیں کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ان کا ذکر ہوا تو فرمایا وہ کافر ہو گئے ہیں۔ ریشن کر سید خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ فرزند رسولؐ میں تو آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں اور آپ مجھے کافر کہتے ہیں جناب صادقؑ آل محمدؑ نے فرمایا اے سید حمیری یہ سب کچھ کام نہ آئے گا جب تک تم حجت خدا اور اپنے امام زمانہ کا اقرار نہ کرو گے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر امام ایک جگہ لے گئے جہاں ایک قبر تھی حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی اور قبر پر ہاتھ مارا قبر شگافہ ہو گئی اور ایک شخص سر اور داہنی خاک سے جھانٹا ہوا نکلا فرمایا تم کون ہو؟ کہا کہ محمد بن حنفیہ علی ابن ابی طالب کا فرزند ہوں۔ فرمایا میں کون ہوں۔ کہا آپ حجت خدا امام زمانہ جعفر بن محمد ہیں۔ جب سید نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اسی وقت اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی اور حضرت صادقؑ آل محمدؑ کی امامت کا قائل ہو گیا اور اسی مضمون کا ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے

محمد حنفیہ کا زندہ ہوا

تَجَعَّفَرْتُ بِإِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ
وَأَيُّقُنْتُ أَنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ

خدا کا نام لے کر اب میں نے دین جعفری اختیار کیا ہے اور اللہ بہت بڑا مہربان ہے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ خدا ضرور میرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے یہ لکھا ہے کہ جب سید کا انتقال ہوا تو حضرت نے ان کے واسطے حنوط اور کفن بھیجا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ لوائح الاحزان جلد ۲۳ اشعار جعفری باشکر خدا خواہی ورنہ درہر طریق گمراہی (صلوٰۃ)

روایت میں ہے کہ جعد بن درہم نے ایک بوتل میں مٹی اور پانی ڈال کر رکھ چھوڑا جب وہ سڑا تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔ کیڑوں کے پیدا ہونے پر جعد اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں ان کا خالق ہوں کیونکہ میں نے مٹی پانی کو ترتیب دے کر انہیں پیدا کیا ہے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ ان کیڑوں کا خالق ہے تو اُسے کہو کہ بتائے ان میں نہ کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں اگر وہ ان کا خالق ہے تو بتائے کہ ان میں سے ہر ایک کا وزن کتنا ہے اور انہیں کتنے روز کی زندگی عطا کی گئی ہے اگر وہ اس طرح کی چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو اُسے کہو کہ اس کے علاوہ بھی دوسری چیز پیدا کرے۔ کلام امام سن کر لاجواب ہو گیا اور وہاں سے جعد مبراگ گیا اسی لئے تو میں بھی کہا کرتا ہوں کہ جعد سے بھاگنے کے بڑے عادی ہوا کرتے ہیں۔ لوائح الاحزان جلد ۲۳ صلوٰۃ۔ جناب صادق آل محمد وہ عالم فقہ اور علم الہی کے مالک ہیں کہ آج اہلسنت والجماعت کے علماء فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے امام ان کے شاگرد تھے شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب امام اعظم کے ص ۶ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوحنیفہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق کے معاصر اور

کیڑوں کا خالق ہونے کا دعویٰ

ابوحنیفہ شاگرد ہے

ہمسرتھے اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چٹھی ہے امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے ہیں وَصَاحِبُ الْبَيْتِ اَذَرُ لِي بِمَا فِيهَا لَكُمْ مَا لَكُمْ بہتر جانتا ہے کہ اس گھر میں کیا ہے سبحان اللہ۔ مگر افسوس اس بات پر ہے کہ باوجود اس اقرار فضیلت کے عمل پیر بھی ابو حنیفہ کی ہی فقہ پر کیا جاتا ہے۔ خیر میری اس سے بحث مہنیں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے زمانہ میں ساری کائنات سے افضل و اکمل و کامل عالم تھے ان کا ہر قول و فعل بنی انسان کے لئے درس نجات ہے۔

لکھا ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے غلام کو مصر کی طرف تجارت کے لئے بھیجا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جو جنس وہ لایا ہے اہل مصر اس کے بہت ضرور مندوب ہیں اس نے معمول سے زیادہ نفع حاصل کیا جب وہ غلام تمام مال فروخت کر کے واپس مدینہ آیا اور حضرت کے سامنے وہ سب منافع پیش کیا تو آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ اتنی کثیر رقم کہاں سے آگئی تو غلام نے مال کی گدائی کا حال عرض کیا۔ حضرت کو یہ سن کر غصہ آیا اور فرمایا تو نے بڑی سنگدلی اور بے مروتی سے کام لیا ہے میں تو اس منافع سے ایک جیبہ تک بھی نہ لوں گا۔ یاد رکھو تلوار کی دھار پر چلنا حلال روزی کھانے سے زیادہ آسان ہے۔ صلوة، محافل و مجالس ص ۱۸۲۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی دُعائیں یہ اثر و تاثیر تھیں کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تقریر خدا بن کر چلے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت کے چچا زبیر بن امام علیؑ زین العابدین کی ہشام سے جنگ ہوئی جب حضرت زید شہید ہو گئے تو ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حکیم بن عیاش کلبی خاندان رسالت کی توہین و ہجو کرتا ہے حضرت نے فرمایا اگر تم کو اس کا کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ اس نے دو شعر سنائے جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ ہم نے زید کو درختِ شلخِ خرماء پر سولی دے دی حالانکہ ہم نے مہنیں دیکھا کہ کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو اور تم نے اپنی بے وقوفی سے علیؑ کو عثمان کے ساتھ

زیادہ منافع پر تہدید

ابن عیاش کے لئے ہذا

قیاس کر لیا حالانکہ علیؑ سے عثمان بہتر اور پاکیزہ تھے یہ سن کر حضرت امام جعفر صادقؑ نے دعا کی بالہا اگر یہ حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اپنی مخلوق میں سے کسی کلب کو اس پر مسلط فرما اور حضرت کی دعا کے الفاظ جاری ہوئے اور حکیم بن عیاش کلبی کو جنگل کے شیر نے پھاڑ کھایا جب یہ خبر امام علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے خدا کا سجدہ شکر ادا کیا۔ صلوة۔

نور الابصار ص ۱۲، تاریخ آئمہ ص ۳۲۶، چودہ ستارے ص ۲۵۶۔ شیعان حیدر کرار کو یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو سہل بن حسن خراسانی کے بارے میں مشہور ہے۔ یہ واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک بار سہل بن حسن خراسانی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا یا بن رسول اللہ آپ اہلبیت صل امام ابن امام ہیں کیا دجہ ہے کہ آپ گوشہ نشین ہیں اور یہ حق خلافت جو آپ کا حق ہے۔ اس کا دعویٰ نہیں کرتے حالانکہ اس وقت ایک لاکھ شیعہ ایسے ہیں جن کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور وہ آپ کی مدد کو تیار ہیں آپ نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہر جا پھر آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ تنور روشن کر دو، جب تنور انگاروں سے بھر گیا تو فرمایا اے خراسانی اٹھ اور اس تنور میں چلا جا اُس نے کانپتے ہوئے عرض کی یا مولا برائے خدا و رسول مجھے آگ میں نہ جلائیے۔ مولا مجھے معاف کیجئے۔ اتنے میں ہارون مکی آئے جو نعلین ہاتھ میں لئے ہوئے تھے کہنے لگے:۔ اَلْسَلَامُ عَلَیْکَ یَا بُنَّ رَسُوْلِ اَللّٰہِ۔ امام نے فرمایا تیرا سلام قبول ہے نعلین ہاتھ سے رکھ دو اور تنور میں چلے جاؤ۔ ہارون فوراً نعلین ہاتھ سے پھینک، تنور میں گھس گیا اور حضرت اس خراسانی سے خراسان کی باتیں کرتے رہے بڑی دیر کے بعد فرمایا تنور میں جا کر دیکھ کیا حال ہے خراسانی نے جو جا کر نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ ہارون تنور میں خدا کی حمد کر رہے ہیں پھر حکم امام تنور سے نکل کر امام کو سلام کیا حضرت نے فرمایا اے خراسانی سچ کہہ خراسان میں ایسے لوگ کتنے ہیں عرض کی مولا ایک بھی نہیں ہے فرمایا سچ کہتا ہے ہم لوگ کہ جب تک کہ پانچ آدمی بھی ایسے ہم کو نہ ملیں جنگ نہیں کر سکتے۔ صلوة۔ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۴۳۵

منقول ہے کہ منصور دوانیقی نے ایک دفعہ محمد بن اشعث کو کہا کہ اگر کوئی شخص

ہارون مکی تنور میں

منہایت ہوشیار و تجربہ کار ملے تو لے آؤ کہ میں اُسے ایک کام کے واسطے بھیجوں اُس نے کہا کہ میرا ماموں منہایت ہوشیار و عقلمند ہے اُسے حاضر خدمت کرتا ہوں۔ الغرض جب وہ آیا تو منصور نے اس سے کہا کہ یہ مال مدینے لے جا عبد اللہ ابن حسن اور جعفر بن محمد اور جو لوگ کہ ان کے خاندان سے ہیں ہر ایک کے پاس لے جانا اور یہ کہنا کہ میں خراسان کا رہنے والا ہوں وہاں آپ کے شیعہ کثرت سے ہیں انہوں نے یہ مال بھیجا ہے کہ آپ اس سے جہاد کا سامان خریدیں جب وہ لوگ مال لے لیں تو کہنا اس مال کی رسید بھی مجھے ملنی چاہیے تاکہ مال کے بھیجنے والے لوگوں کو اعتبار و تسکین ہو۔ غرض جب وہ مدینہ میں مال لے آیا تو سب نے روپیہ لے لیا اور رسید بھی لکھ دی مگر جب وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مسید رسول میں نماز پڑھ رہے تھے جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو اس کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا اے شخص خدا سے ڈر اور اہلبیت رسول کو فریب نہ دے جس نے تجھے بھیجا ہے اس سے کہہ دے کہ اہلبیت پیغمبر کو کیوں فریب دیتا ہے۔ لکھا ہے کہ جب وہ پھر کر گیا اور منصور سے سب ماجرا بیان کیا تو منصور نے کہا اے ابن مہاجر اہلبیت نبوت میں ایک شخص محدث ہوا کرتا ہے اور اس زمانہ کا محدث جعفر بن محمد ہے۔ لوائح الاحزان جلد ۲۸ محافل و مجالس ص ۱۹۶۔ میرے مولا کو منصور ملعون نے کئی بار مدینہ سے طلب کیا۔ کئی بار قتل کرنے کی تجویزیں کی گئیں جو کامیاب نہ ہو سکیں۔ ایک مرتبہ منصور نے بابل سے جادوگر بلائے اور انہیں کہا کہ میں تمہیں دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ میں عنقریب اپنے ایک دشمن کو بلانے والا ہوں جب وہ دربار میں آئے تو تم اس کے ساتھ کوئی کتر بلیا کرنا جس سے وہ ذلیل ہو جائے یہ پروگرام مرتب کر کے اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دربار میں بلایا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ستر شیر دربار میں بیٹھے ہیں اور حضرت کی طرف دیکھ کر گھٹورنے لگے۔ حضرت کو غصہ آیا آپ نے نگاہ کی تو دو تصویریں شیروں کی دیکھیں فرمایا اپنے بنانے والوں کو نگل لو۔ بس تصویریں مجسم ہو گئیں اور انہوں نے سب کا ہنوں کو نگل لیا یہ دیکھ کر منصور کانپنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد عرض کیا اے

عزیز زمانہ

جادوگر کو شیعہ بنائے

فرزند رسولؐ ان شیروں کو حکم دیجئے کہ ان جادوگروں کو اُگلی دیں آپؐ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا اگر عصائے موسیٰؑ نے سانپوں کو اُگل دیا ہوتا تو یقین ہے یہ بھی اُگلی دیتے صلوة۔
 دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۵۱۳ چودہ ستارے ص ۲۸۸ منصور نے حضرت کے قتل کی تدبیروں میں مسلسل ناکام رہنے کے بعد آخر وہی خفیہ سازشیں اختیار کیں جو ہمیشہ بادشاہانِ جورِ اولیائے خدا کی جان لینے کے لئے کرتے چلے آئے ہیں اپنی حکومت کے دسویں برس ۴۸ھ میں اس نے والی مدینہ محمد بن سلیمان کو زہر بھیجا کہ کسی طرح انگوروں میں زہر ملا کر حضرت کو کھلائے حاکم مدینہ محمد بن سلیمان نے انگوروں میں زہر ملائی اور امام کو کھانے کی دعوت دی کہ یہ انگور خاص قسم کے بادشاہِ وقت نے بھیجے ہیں اُدھم دونوں مل کر کھائیں برتن میں ایک طرف زہر اکودانے رکھے تھے اور دوسری طرف بغیر زہر کے پس اس ملعون نے وہ دانے حضرت کے ساتھ کھانے شروع کئے جن میں زہر نہیں ملایا گیا تھا۔ عزادارو! جب حضرت نے چند دانے تناول فرمائے تو زہر نے فوراً اثر کیا اور آپ کھڑے ہو گئے ابن سلیمان نے کہا کہ حضور اور تناول فرمائیے آپ نے فرمایا تمہارے مطلب و مقصد کے لئے یہی کافی ہیں اس کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے اور زہر تمام بدن میں پھیل گیا۔ لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی دو لڑکیاں تھیں جن سے آپ حد درجہ مانوس تھے جب ان دونوں صاحبزادیوں کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے بابا جان کو زہر دیا گیا ہے اور زہر کا اثر جسم مبارک میں ہو گیا ہے آپکی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے تو ان بچیوں کے رنج و غم کی انتہا نہ رہی دونوں بچیوں کو بابے کی حالت دیکھ کر غش پہ غش آنے شروع ہو گئے۔ عزادارو! میرے مظلوم مسموم امام نے دونوں بچیوں کو چھاتی سے لگایا اور انہیں تسکین دی اور کلماتِ صبر تلقین فرمائے۔ لیکن شفیق باپ کی جدائی کا تصور انہیں کہاں چین سے بیٹھنے دیتا تھا۔ دونوں بچیاں حضرت امام موسیٰ کاظم اور دوسرے خاندانِ والوں سے کہتی تھیں کہ جلد کوئی ایسی تدبیر کرو کہ ہمارے باپ کی جان بچ جائے مگر ہائے میرے کر بلا کے مظلوم امام آپ کی بچیاں درخیمہ پر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہیں اور سر پر قرآن رکھ کر مسلمانوں کو دُعا کرتی رہیں مگر کسی نے ایک نہ سُنی

انگوروں میں زہر

بلکہ جب باپ کی لاش پر قیدی ہو کر آئیں تو مسلمانوں نے رونے تک نہ دیا اور شمر ملعون بچپن کو طمانچے مار کر جدا کرنے لگا۔ لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حالت لحظہ بہ لحظہ بدلتی چلی گئی۔ جب آپ نے سمجھ لیا کہ اب وقت آخر قریب ہے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر اسرارِ امامت تعلیم فرمائے اور کہا بیٹا آج سے تم امام ہو اور یہ دل شکستہ بہنیں تمہارے سپرد ہیں اسرارِ امامت تو میرے مولا حسینؑ نے بھی حضرت سجادؑ کو تعلیم فرمائے تھے مگر سجادؑ باپ کی آخری وقت زیارت نہ کر سکے لکھا ہے کہ جب میرے مولا حسینؑ علیہ السلام نے استغاثہ فرمایا۔ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا تو یہ آواز میرے بیمار مولا کے کانوں میں پہنچی حضرت سجادؑ بیٹا کے عالم میں اٹھے اور ایک ٹوٹا ہوا نیزہ لے کر میدان کو چلے۔ عزا دارو! جو نہی میرے مولا کی سجادؑ پر نگاہ پڑی تو آواز دے کر فرمایا بہن کلثومؑ سجادؑ کو روکو کہیں زمانہ حجت خدا سے خالی نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثومؑ سجادؑ کو روکنے کے لئے آگے بڑھی تو سجادؑ نے فرمایا پھر بھی اماں مجھے نہ روکو دیکھتی نہیں ہو کہ میرا مظلوم باپ استغاثہ کر رہا ہے۔ حضرت کلثومؑ نے فرمایا بیٹا سجادؑ اگر تم بھی شہید ہو گئے۔ تو ان دکھیا ماؤں بہنوں کو کون مدینے پہنچائے گا۔ پس حضرت سجادؑ پر مہرِ بخارا کی غشی طاری ہو گئی۔ پھر اس وقت آنکھ کھلی جب بھوپھی زینبؑ نے سب سے پہلا مسئلہ اگر دریا تھا کیا کہ امام زمانہ تباؤ اب آپ کی شریعت کا کیا حکم ہے باہر نکل جائیں یا جہل کر رہ جائیں عزا دارانِ حسین! میں آپ کے سامنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے واقعات عرض کر رہا تھا لکھا ہے کہ میرے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مدینے میں کہرام مچا رہا۔ آخر امام موسیٰ کاظمؑ نے آپ کو غسل دیا اور حنوط کیا۔ اور جن چادروں کو حج بیت اللہ کے وقت احرام میں استعمال فرمایا کرتے تھے ان کا کفن دیا گیا۔ اس کے علاوہ نہایت قیمتی اور بھی کپڑا کفن میں لگایا گیا تھا مگر ہائے حسینؑ میرے ہائے مظلوم امامؑ کو بلا کے میدان میں مسلمانوں نے آپ کو کفن تو کیا پہنایا تھا بلکہ جو بوسیدہ لباس مہین کر خیام سے آئے تھے مسلمانوں نے وہ بھی اتار لیا۔ محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں

کہ گیارہویں تاریخ محرم کو دوپہر تک عرس سجد نے قیام کر کے اپنے کشتگان نجس کو کفن و دفن کیا اور شہداء کو بلا کو اسی طرح بے غسل کفن خاک و خون میں غلطان زمین کر بلا پر چھوڑ دیا اور سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جب اہلبیت کو اسیر کر کے اعداء لے چلے تو مخدرات عصمت نے کہا برائے خدا ہم کو قتل کی جانب سے لے چلو جب بی بیاں مقل شہداء میں پہنچیں دیکھا کہ سب شہداء سر کٹائے خاک و خون میں نہائے جا بجا پڑے ہیں یہ دیکھ کر سب بیبیاں چلا چلا کر رونے لگیں۔ اور منہ پیٹنے لگیں۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم مجھے جناب زینب کا ٹرپا نہیں بھولتا کہ اپنے بھائی کے لئے کس دُرف سے بین کرتی تھیں اور مدینہ کو منہ کر کے کہتی تھیں یا رسول اللہ آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کا نواسہ آپ کے دوست پر سوار ہونے والا حسینؑ خاک و خون میں غلطان سر بریدہ پڑا ہے اور آپ کی بیٹیاں قید ہو گئیں یا رسول اللہ! مسلمانوں نے آپ کے بیٹے حسینؑ کا سر تن سے جدا کیا اور ان کے عمامہ اور رداء کو لوٹ کر لے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی سیدائیاں اپنے عزیزوں کی لاشوں پر بین کر رہی تھیں کہ ملعون آگے بڑھے اور بیٹیوں کو نیزوں سے شہداء کی لاشوں سے جدا کرنے لگے۔ لواء الحزان جلد ۶ ص ۳۴۔ محافل و مجالس ص ۱۹۔

اللعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا ائى منقلب ينقلبون

نوحہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت پر حسب ذیل درج ہے
جسے محافل و مجالس سے نقل کیا گیا ہے۔

نوحہ

اہل حرم میں ماتم و آہ بکا ہے آج
ہائے ہائے امام جعفر صادق گزر گئے
زہر و عناسے قتل کیا ہے امام کو
گھر سے نکل رہا ہے جنازہ امام کا
ہیں سینہ چاک باپ کے ماتم میں بیٹیاں
فریاد بیبیوں کی یہ ہے وامحدا
جنت میں نوحہ خواں ہیں نبی و علیؑ بہم
حنین بدحواس ہیں عابد ملول ہیں
جس سے فروغ مذہب حقہ تھا وہ امام
سپریش کیوں نہ مجلس و ماتم میں مومنین
ان کے چھٹے امام کی بزم عزا ہے آج

نوٹ : اس نوحہ کے چند الفاظ کو بڑھا گھٹا کر ہر معصوم کی شہادت پڑھ سکتے ہیں۔

مؤلف نعیمی

انیسویں مجلس

باب مدینۃ العلم کی تعظیم کے لئے جبرائیل امین کا کھڑا ہونا۔
 منافقین کی پہچان۔ ابوہریرہ سے احادیث مرویہ۔ اہل الذکر سے کون مراد
 ہیں۔ دو عورتوں کے جھگڑا کا فیصلہ۔ عزیز مصر ستر زبانوں سے واقف تھا۔
 ہشام کا کنواں کھدوانا۔ مردہ باپ سے ملاقات۔ امام محمد باقر کی تیر اندازی
 شاعر کو انعام دینا۔ درخت کا چلنا۔ راسب کے سوالات کے جوابات۔
 منساب و شہادت امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ پارہ ۱۲ رکوع ۱۴ پارہ ۱۴
 رکوع ۱۔ پس جس شے کو تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے دریافت کر لیا کرو۔

دنیا میں بے شمار علوم کے خزانے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً علم فقہ، علم ہندسہ،
 علم منطق، علم فلسفہ، علم ہیئت، علم تاریخ، علم صرف، علم نحو، علم اصول، علم ریاضی
 اسی طرح بے شمار کائنات میں زبانیں بھی ہیں۔ مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، اردو، ہندی
 مہاشہ، چینی، بنگالی، پشتو، سندھی وغیرہم اور اس کے علاوہ بے شمار اقسام کے
 حیوان قدرت نے پیدا فرمائے ہیں اس کے ساتھ لاتعداد اقسام حشرات الارض کی بھی ہے
 پھر دریاؤں، مخلوق اور جن دیو، فرشتے، حوران، جنت، غرضیکہ کائنات میں بے شمار علوم
 اور بے شمار زبانیں قدرت نے پیدا کی ہیں جن کی تعداد خالق کائنات رب العالمین ہی

بہتر جانتا ہے ان تمام زبانوں اور تمام علوم پر مطلع ہونا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ انسان تو بس دو چار دس بیس زبانوں اور علوم سے ہی واقف ہو سکتا ہے۔ آج تک کسی غیر معصوم نے دعویٰ نہیں کیا کہ میں کائنات کے ہر علم سے واقف ہوں۔ مگر قدرت کا ارشاد ہے کہ جس شے کو تم نہیں جانتے وہ اہل الذکر سے دریافت کرو تو معلوم ہوا کہ اہل الذکر سے ہم جو بھی سوال کریں گے وہ ہمیں شافی و دانی جواب سے سرفراز فرمادیں گے اہل الذکر سے مراد ملاں نہیں ہے کہ ہر حق جو بھی کرتا ہو وہ اہل الذکر ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی رو سے اہل الذکر وہ ہو گا کہ جو ہر سوال کا جواب دے سکے اگر کائنات میں کسی نے کسی وقت بتانے سے معذرت کی یا اپنی بچی کا سہارا لیا (الفاروق ص ۵۳۹) تو جان لو کہ یہ بے چارہ اہل الذکر نہیں ہے بلکہ اہل الذکر کا محتاج ہے ارے اہل الذکر تو فرشتے بھی نہیں بلکہ فرشتوں کا سر وار حضرت جبرئیل بھی اہل الذکر نہ بن سکا۔ کیونکہ قدرت کا ارشاد ہے کہ اہل الذکر سے دریافت کرو یعنی جو بھی کسی سے کوئی مسئلہ دریافت کرے وہ اہل الذکر نہیں ہے اور حضرت جبرئیل کو دیکھو اہل الذکر کا محتاج نظر آتا ہے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین جناب رسول خدا کے پاس بیٹھے تھے کہ قبلہ دنیا و دین جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لائے۔ جناب جبرئیل حضرت کو آتا دیکھ کر تعظیم کو کھڑے ہوئے تو جناب رسول خدا نے فرمایا اے جبرئیل اَنْتَ اَنْتَ اَلْهٰذَا الْفَعْلٰی۔ تم اس نوجوان کی تعظیم کرتے ہو۔ جبرئیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ پر اس کا حق تعلیم ہے فرمایا یہ کیونکہ عرض کی جس وقت خلاق عالم نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے اور تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے میں اس کے جواب میں متحیر ہوا۔ اور ساکت رہ گیا اس وقت میں نے اسی جوان کو عالم انوار میں دیکھا کہ تشریف لائے اور مجھے جواب تعلیم فرمایا اور اشارہ کیا کہ کہو اَنْتَ الرَّبُّ الْجَلِيلُ وَاَسْمُكَ الْجَلِيلُ وَاَنَا الْعَبْدُ الدَّلِيلُ وَاَسْمِیْ جِبْرِیْلُ (تو پروردگار بزرگ ہے اور تیرا نام جلیل ہے اور میں بندہ ذلیل ہوں اور میرا نام جبرئیل ہے) اس لئے میں اس جوان کی تعظیم کو کھڑا ہوا ہوں جناب رسول خدا نے دریافت فرمایا اے جبرئیل

جبرئیل کا تعظیم کرنے کا حکم

تمہاری عمر کیا ہوگی۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ستارہ جانب عرش سے تیس ہزار برس
برس کے بعد طلوع ہوا کرتا ہے اور میں نے اس کو تیس ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے
صلوٰۃ۔ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۲۰۳۔ رباعی عرض ہے۔

تھا نور علی شمس و قمر سے پہلے مخلوق ہوئے ابو البشر سے پہلے
حیران ہیں خلقت علی سے آدمؑ موجود تھا فرزند پدر سے پہلے
میں کہتا ہوں کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اہل الذکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر تعلیم حاصل کرنے
والا دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے اور یہ اختلاف رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان
کو رضائے الہی کا یقینی علم نہیں ہے آج کے درس کو چھوڑیے بلکہ محفل مصطفیٰ میں
بیٹھنے والے بزرگوں کی قرآن مجید اس طرح ترجمانی فرماتا ہے سَنُوْا مِنْهُمْ مَّا
كُنْتُمْ اِلَيْهِ جَاحِثِيْنَ اِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ
مَاذَا قَالُوْا اِنْغَا۔ پارہ ۲۶ رکوع ۶۔ اور بعض ان میں سے وہ شخص ہیں کہ آپ کی بات
سننے ہیں اور جب تجھ سے جدا ہوتے ہیں تو جن کو علم دیا گیا ہے ان سے دریافت کرتے
ہیں کہ خدا کے حبیب نے ابھی کیا فرمایا ہے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اصحاب رسولؐ
سے جو مناقب تھے اُن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی
بات سنتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اور نہ ہی اُسے یاد رکھتے تھے اور جب آنحضرت
کے پاس سے نکل کر باہر جاتے تو مومنین سے دریافت کرتے کہ محمد مصطفیٰ نے ابھی
ابھی کیا فرمایا ہے اور تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المومنین سے منقول ہے کہ ہم
جناب رسول خداؐ کے پاس ہوتے اور حضرت ہم کو وحی کی باتیں سناتے تو میں ان کو یاد
رکھتا اور اللہ اور دل کو بھی کچھ یاد نہ رہتا اور جب حضرت کی خدمت سے اٹھ کر باہر
آتے تو مجھ سے دریافت کرتے کہ حضرت نے ابھی کچھ فرمایا تھا۔ قرآن مجید۔
ترجمہ مقبول احمد حاشیہ ج ۱۰، تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۲۵۵۔ جب محفل مصطفیٰ
میں بیٹھنے والے بزرگوں کی یہ حالت ہے کہ آج کے کسی مولوی صاحب کا کیا اعتبار ہے
دین میں تفرقہ اس لئے پڑ گیا کہ جو اہل الذکر نہ تھے دنیا نے انہیں اہل الذکر سمجھ کر دین

مناقض و احوال

ان سے حاصل کیا اور خدا تعالیٰ نے جنہیں اہل الذکر مقرر کیا تھا ان کو پس پشت ڈال دیا۔ میرے اس قول کی تصدیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ آپ کتب اسلام ملاحظہ فرمادیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پانچ ہزار دو سو چوبتر سے زائد حدیثیں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام سے پانچ صد چھیاسی حدیثیں مروی ہیں اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کل پانچ حدیثیں مروی ہیں اور وہ بھی اعتراض کے طور پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کل دو حدیثیں مروی ہیں۔ حالانکہ مسلم خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لئے کہتے ہیں لِأَنَّهُ بَقَرُ الْعُلُومِ بِقَرَّةٍ۔ یعنی اپنے علم کے دریا بہا دیئے تھے۔ مواعظ حسنہ ص ۲۶۶

خلفاء اربعہ سے جتنی حدیثیں مروی ہوئیں ہم نے ان سب کو گنا تو ان چاروں کی حدیثیں ابوہریرہ کی حدیثوں کی نسبت (۲۷) ستائیس فی صد نکلیں اس لئے کہ حضرت ابوبکر کی کل روایت کردہ حدیثیں یکصد بیالیس ہیں۔ حضرت عمر کی پانچصد ستائیس، حضرت عثمان کی یکصد چھیالیس اور حضرت علیؑ کی کل روایتیں پانچصد چھیاسی ہیں۔ ان سب کا مجموعہ چودہ صد گیارہ حدیثیں ہوتا ہے اس چودہ صد گیارہ حدیثوں کو ابوہریرہ کی پانچہزار چوبتر کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو سو میں ستائیس حدیثیں ان چاروں خلفاء کی ہیں اور بہتر فیصد صرف اکیلے ابوہریرہ کی کتاب ابوہریرہ ص ۴۴ میں اس مقام پر صرف حضرت ابوہریرہ ہی کا بیان حقیقت عیاں تحریر کرتا ہوں جس سے بالکل آسانی سے اندازہ لگایا جاسکے گا کہ حضرت ابوہریرہ کس مرتبہ کے ثقہ تھے۔ سنو۔ حضرت ابوہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اس طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہیں ورنہ عمر دے مارتے تھے اور امام اعظم ص ۱۹ پر شمس العلماء شبلی نعمانی نے اعتراف کیا ہے کہ خود صحابہ کے عہد میں اہل بدعت نے سینکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں اس کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے علامہ عبداللہ صاحب المغنی منری سعودی عرب میں کتاب ابوطالب مومن قریش کے ص ۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ فکری اعتبار سے کمزور اور عقلی لحاظ سے بڑا ضعیف تھا۔ ابتدائے عمر میں ایک بے ارزش انسان تھا۔ اس لئے معاذیر

تذکرہ اہل بیت
عبداللہ

کے تقرب کے بعد اس کے حواس جاتے رہے کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ شاید اس کے جواز کے لئے رسول اکرم سے حدیثیں بھی بیان کرتا رہا ہو۔ خصوصاً ایسے ماحول میں جب حدیثوں کی تجارت کا بازار پورے شباب پر تھا اور ایسی ایسی حدیثیں وضع ہوتی تھیں مثلاً جس نے مکہ کی پیاز کھائی گو یا مکہ کی زیارت پائی۔ ان دو نامور علماء کے بیانات حضرت ابوہریرہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں کافی دوائی ہیں تو اب اندازہ لگاؤ کہ یہ لوگ اہل الذکر کس طرح ہوتے ہیں۔ مسلمانوں نے تو مردان سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ عبداللہ ابن عمر جس نے یزید کی بیعت ہی صرف نہیں کی تھی بلکہ اسے بیعت رسول کہا تھا۔

مسلمانوں نے اس سے نصف دین لیا ہے دیکھیں بخاری شریف جلد ۲ ص ۴۷۸ یہی وجہ ہے کہ آج دین کے تہتر فرقے نظر آ رہے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت میں متواتر تیس برس تبلیغ فرماتے رہے جیسے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کے جمع میں صاف الفاظ میں ہزاروں مرتبہ دہرایا اور امت کو بار بار کر کے دکھلایا جب نماز جیسی واضح تبلیغ میں سینکڑوں اختلاف ہیں تو باقی امور دین کا کیا اعتبار و یقین رہا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ پاره ۲۸ رکوع ۴ تو اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اِنْ تَوَسَّعْنَا عَلَيْنَا وَكِدْنَا أَرَاكُمْ فَأَعْلَيْنَا تَجِدُوهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا يَأْخُذُ بِكُمْ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ اگر تم علی کو امیر بناؤ گے اور میں نہیں دیکھتا کہ تم بناؤ گے اگر بناؤ گے تو ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے گا۔ منصب امامت ص ۴۹ فرماؤ رسول خدا نے ابوہریرہ کو ہادی و مہدی فرمایا یا حیذر کر اگر کو ہادی و مہدی کا خطاب عطا کیا ہے۔ رباعی عرض ہے۔

حیذر کو فضیلت میں سوا مان لیا ہے جو ہم سے محمدؐ نے کہا مان لیا ہے
پوچھو نہ تعجب سے عقیدے کو ہمارے کتنوں نے تو گمراہ کے خدا مان لیا ہے

(صلوٰۃ)

اب میں قرآن پاک سے اہل الذکر ثابت کرتا ہوں، سنیے! قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا هُوَ سُوْرَةٌ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ۔ پاره ۲۸ رکوع ۱۸۔ یقیناً اللہ

نے تمہاری طرف ذکر رسولؐ بنا کر بھیجا جو تم کو خدا کی کھلی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے
تفسیر قادری ۲ ص ۵۱ پر منقول ہے کہ ذکر سے مراد جناب رسولؐ اور العیون میں
حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ذکر سے مراد رسولؐ
ہے اور اہل الذکر ہم اہل رسولؐ ہیں۔ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد صاحب حاشیہ ص ۱۱۵،
تفسیر عمدة السببان جلد ۳ ص ۴۱۹ ایک اور مقام پر قدرت کا ارشاد ہے وَ أَنْزَلْنَا
إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ اور تمہاری
طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اُسے تم لوگوں کے سامنے
کھول کر بیان کرو۔ بصائر میں جناب امام محمد باقرؑ سے اور کافی میں جناب امام جعفر
صادقؑ سے منقول ہے کہ الذکر سے یہاں قرآن مجید مراد ہے اور اس کے اہل ہم
آل محمد ہیں جن کی معیت اس کے ساتھ حوض کوثر پر پہنچنے تک کے لئے جناب رسولؐ
نے بیان فرمادی تھی اور ہم ہی سے سوال کرنے کا حکم ہے نہ کہ جاہلوں سے حاشیہ
قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد ص ۵۲، اسی طرح تفسیر قادری جلد اول ص ۵۶ پر اس آیت
کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ یہاں الذکر سے مراد قرآن مجید ہی ہے تو اب ثابت ہو گیا ہے
کہ اہل الذکر کچھ مخصوص لوگ ہیں جو قرآن کے اہل ہیں۔ اس مقام پر حضرت امیر المومنین
علیؑ ابن ابی طالب کا ارشاد حقیقت کو واضح کر دے گا۔ اَنَا الصِّدِّيقُ الْاَكْبَرُ
لَا يَقُولُهَا بَعْدِي اِلَّا كَذَّابٌ وَاَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ۔ فرمایا میں
صدیق اکبر ہوں میرے بعد یہ لفظ سوائے کذاب کے کوئی نہ کہیگا اور میں قرآن ناطق
ہوں منصب امامت ص ۴۴ حضرت امیر علیہ السلام نے اور فرمایا وَالَّذِي خَلَقَ الْجَنَّةَ
وَبَرَاءَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا هَذَا الْقُرْآنُ اس ذات کی قسم جس نے جنت
کو اور جان کو پیدا کیا ہے سوائے قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے
جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف اس مقصد کو صاف اور عین
کر رہی ہے۔ اِنِّي تَارِكٌ فَيْكُمْ الثَّقَلَيْنِ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمَا بِهِمَا لَنْ تَضِلَّا
بَعْدِي كِتَابُ اللَّهِ وَعَثَرَتِي اَهْلُ بَيْتِي۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ

جاتا ہوں جب تک میرے بعد انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ ہو گے وہ ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے میرے اہلبیت۔ منصب امامت پس ثابت ہوا کہ ذکر رسول خدا ہیں تو اہل الذکر اہلبیت مصطفیٰ ہوئے اور اگر ذکر سے مراد قرآن مجید ہے تو بھی اہلبیت محمد ہی اہل الذکر مراد ہوئے۔ صلوٰۃ۔ اب قرآن پاک سے ایک اور آیت پیش کرتا ہوں۔ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى۔ پارہ ۱۶ رکوع ۱۶ جو میرے ذکر سے روگرداں رہے گا اس کی زندگی بھی عقیق میں بسیر ہوگی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ روگردانی کرنے والا ذکر خدا سے وہ ہے جو دوستی علیؑ سے روگردانی کرتا ہے اور وہ اندھا قیامت کو محسوس ہوگا جیسا کہ دنیا میں دلائے علیؑ سے دل کا اندھا تھا اور وہ حیران ہوگا قیامت میں اور کہے گا خداوند کس واسطے تو نے مجھے اندھا اٹھایا ہے میں تو دنیا میں بینا تھا۔ تو حکم ہوگا کہ تو نے ہماری آیات کو کہ وہ آئمہ معصومین ہیں ترک کیا اور ان کی پیروی نہ کی اور ان کے قول کو نہ سنا۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۳۲۵ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب ص ۶۳، رباعی عرض ہے۔

حکم خدا سے حیدر دنیا کا رہنا ہے بعد از رسولؐ عربی نبیوں کا ناخدا ہے
نوسلموں کی صف میں حیدر کو دیکھتا ہے اوبہ انبیب تیری جفا کی انتہا ہے

(نعمی) صلوٰۃ

کافی میں ہے کہ کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اہل الذکر سے مراد نصاریٰ ہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ ان کو اپنے دین کی دعوت دیتے رہتے ہیں پھر اپنے دست اقدس سے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اہل الذکر ہم ہیں اور ہر چیز ہم سے دریافت کی جاسکتی ہے۔ حاشیہ ترجمہ مقبول احمد صاحب ص ۶۳۲۔ پس اہل ذکر سے جو کچھ دریافت کرو گے درست و صحیح جواب پاؤ گے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے جناب

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے مرتے وقت نصیحت کی تھی کہ اس کے مال سے ایک جزو فقراء کو تقسیم کیا جائے فرما دیں کہ کتنا مال فقراء کو دینا چاہیے فرمایا کہ اس کے مال سے دسواں حصہ فقراء کو تقسیم کر دو سائل کو شک گزرا اور دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ کیا قرآن سے بھی اس کا ثبوت مہیا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا میں ہی تو ناطق قرآن ہوں کیا تم لوگوں نے قرآن پاک سے حضرت ابراہیم کا قصہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِنَّكَ شَاقِعٌ بِمَا أَصَلَّيْتَ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءٌ ثُمَّ أَدْعَاهُنَّ لِأُتَيْنَكَ سَعْيًا

پارہ ۳ رکوع ۳ کہا چار پرندے لے اور ان کو مخلوط کر کے ان کا ایک جزو ہر ایک پہاڑ پر رکھو پھر ان کو بلاتو وہ تیرے پاس دوڑ کر آئیں گے فرمایا کہ وہ پہاڑ دس تھے جن کو قدرت نے جزو فرمایا ہے اور ان پر حضرت خلیلؑ نے جزو ہی رکھا تھا لہذا جزو سے مراد جبکہ کوئی قید و خصوصیت نہ ہو دسواں حصہ ہے۔ مواظبت ص ۲۴۷ ان پرندوں کا واقعہ آپ لوگ سن چکے ہوں گے کہ حلال سے حرام ملایا گیا بلکہ کوٹ کر گوشت ایک کر دیا گیا۔ مگر جب حضرت نے بلایا تو ہر جزو جدا ہو کر پزندہ بن کر پہاڑ سے پیغمبر کے بلانے پر دوڑتا آیا۔ خلیلؑ نے تو پرندوں کو بلایا جن کا قیمہ بھی ہو چکا تھا پہاڑوں سے دوڑتے ہوئے خلیلؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے مگر ہمارے رسولؐ اُحد کے میدان میں اپنے امتیوں کو بلاتے رہے مگر انہوں نے مڑ کر دیکھنا مناسب نہ سمجھا۔ صلوة

روایت میں ہے کہ ایک بار دو کنیزیں ایک لڑکے اور لڑکی میں جھگڑا کرتی ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس آئیں ان میں ہر ایک کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی اس کی ہے حضرت عمرؓ اس فیصلہ سے عاجز آئے اور حضرت علیؓ کے پاس انہیں بھیج دیا کہ وہ ان میں فیصلہ کر سکتے ہیں حضرت امیر المؤمنین نے دونوں عورتوں کو سمجھایا کہ سچ سچ بیان کرو مگر وہ دونوں اس ضد پر رہیں کہ لڑکا میرا ہے حضرت نے دوہم وزن شیشیاں منگائیں اور ان سے فرمایا کہ ان کو اپنے اپنے دودھ سے بھر دو پھر ان دونوں شیشیوں کو وزن کیا۔ جو شیشی وزنی نکلی اس کو آپ نے لڑکا دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا ابا الحسن کیا

قرآن پاک میں بھی اس فیصلہ کی کوئی مثال و اشارہ ہے۔ فرمایا علیؑ نے قرآن مجید ہی سے فیصلہ کیا ہے کہا کہ قرآن مجید میں کہاں ہے فرمایا پڑھو۔ **يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي الْأَوْلَادِ لِلَّذِ كَرِهَ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثَيَيْنِ**۔ پارہ ۴ رکوع ۱۳۔ وصیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے بارے میں کہ مرد کا حق عورت سے دوگنا ہے فرمایا جب اللہ تعالیٰ میراث میں دوگنا حق مرد کو دیتا ہے تو خوراک میں نہ دیتا ہوگا۔ صلوٰۃ۔

قضایائے امیر المؤمنین ۲۵ھ پس اہل الذکر وہی لوگ ہوں گے جو ہر مسئلے کا جواب قرآن مجید سے پیش کریں نہ کہ قیاس کرنا دین کا جزو قرار دیں۔ ہمارے بارہ اماموں میں سے کبھی کسی ایک نے بھی کسی مسئلہ میں ایسا نہیں فرمایا کہ اس مسئلے میں میرا یہ خیال یا رائے ہے بلکہ جس نے بھی سوال کیا تو انہوں نے قرآن مجید ہی کو پیش کیا اور فخر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے وصیت کی کہ اس کا ہر ایک غلام قدیم آزاد کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو غلام ششماہہ ہے یعنی اس کے پاس جس کو پھر ماہ ہو گئے ہیں وہ آزاد ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ فرزند رسولؐ آپ اس کی قرآن مجید سے دلیل پیش فرمادیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ کائنات کا بادی مقرر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہی منشا سے اس کی خلق میں فیصلے فرمایا کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ **وَالْقَمَرَ قَدْ رَزَقْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ** پارہ ۲۳ رکوع ۲۔ ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ پھر لوٹ کر مثل پُرانی شاخ نخل کے ہو جاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ شاخ کبھور چھ ماہ تک مثل ہلال ہو جاتی ہے اور اس کو عرجون قدیم کہتے ہیں لہذا قدیم سے مراد ششماہہ ہی ہوگا۔ صلوٰۃ۔

مواعظ حسنہ ۲۴۔ پس اہل الذکر وہی لوگ ہوں گے جو درس الہی سے پڑھ کر آتے ہیں ان کے پاس علم کبھی نہیں ہو کرتا بلکہ وہ درس الہی سے علم کا تاج مہین کر دُنیا میں تشریف لاتے ہیں لکھا ہے کہ عزیز مصر ستر زبانیں جانتا تھا اور اُس نے ہر زبان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی کہ جناب یوسفؑ نے عزیز مصر کو اُسی زبان میں

میر غلام قدیم آزاد ہے

عزیز مصر ستر زبانوں سے واقف تھا

جواب دیا کہ جس زبان میں وہ سوال و گفتگو کرتا تھا۔ جب ستر زبانوں میں گفتگو کر کے جواب لے چکا تو خاموش ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا عزیز آگے بڑھو تو عزیز نے کہا کہ اے یوسفؑ میں تو بس اتنا ہی جانتا تھا حضرت نے فرمایا تیری تو انتہا ہو گئی اور میں اب ابتداء کرنے لگا ہوں۔ پھر حضرت یوسفؑ نے کسی زبان میں کلام شروع کی تو عزیز نے معذرت کی کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ حضرت نے فرمایا عزیز میں کائنات کے ہر علم سے واقف ہوں۔ عزیز مصر نے حیران ہو کر عرض کی کہ اے یوسفؑ دنیا میں آپ سے زیادہ عالم بھی کوئی ہے کہا عزیز میرا علم محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسا کہ ایک قطرہ پانی کا سات سمندروں کے سامنے ہے صلوٰۃ۔ کتاب یوسفؑ زلیخا ص ۳۲۔ ہم شیعانِ حیدر کرار کے چودہ ایسے پیشوا ہیں کہ جو فخر سے فرماتے ہیں لوگو جو کچھ پوچھنا ہے ہم سے پوچھو ہم زمینوں کے راستوں سے آسمان کے راستے زیادہ جانتے ہیں۔ اسی لئے تو ہم فخر سے کہا کرتے ہیں۔ رباعی۔

مولا علیؑ امام ہے کل کائنات کا منظر ہے دو جہاں میں حق کی صفات کا
بستر ملا رسولؐ کا اللہ کی رضا انعام یہ ملا فقط ایک رات کا

تصدق شیرازی

فارسی کی رباعی عرض ہے ۷

گر پرسدت کسے کہ علیؑ را نظیر سست باؤ بگو کہ آبِ بوئے گلاب نیست
در نزد کبریا بجز از ختمِ انبیاء کس را مقام منزلتِ بو تراب نیست

(صلوٰۃ)

آج میں اپنے مولا و آقا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واقعاتِ زندگی سے چند واقعات عرض کرتا ہوں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر حضرت محمد باقر کی ولادت سے تقریباً چھیالیس برس قبل جناب جابر بن عبد اللہ کے ذریعہ سے جناب امام محمد باقر کو سلام کہلایا تھا امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آل محمدؐ میں سے کوئی بھی اس کی ہمہری نہیں

کر سکتا۔ چودہ ستارے ۲۲۸، مطالب السؤل ص ۲۶۲۔ مورخین کا بیان ہے کہ سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ آپ کے صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم و حکمت سے بھرپور ہوگا۔ اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے اور اس وقت تک زندہ رہو گے۔ جب تک وہ دنیا میں پیدا نہ ہو جائے۔ اے جابر دیکھو جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا سلام کہہ دینا۔ جابر نے اس خبر و پیش گوئی کو کمال مسرت سے سنا اور اسی وقت سے جناب امام محمد باقرؑ کی انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک چشم انتظار پتھر اگئیں۔ اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ جب تک آپ بیٹا تھے ہر مجلس و محفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا۔ تو زبان سے پکارنا شروع کر دیا آپ کی زبان پر جب ہر وقت امام محمد باقر کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت آ ہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ جابر کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں امام علیؑ زین العابدین تشریف لائے آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند جناب امام محمد باقرؑ بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ بیٹا تم جابر بن عبد اللہ انصاری کو سر کا بوسہ دو۔ جناب امام محمد باقرؑ نے تعمیل ارشاد کیا جابر نے ان کو سینے سے لگا لیا اور پیار کرنے لگے حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ اے جابر پہلے میرے جد کا سلام تو مجھے کہہ لو۔ جابر نے یہ سن کر سر اقدس کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں رسول خداؐ نے آپ پر سلام کہا ہے فرمایا رسول خداؐ پر بھی ہمارا سلام ہو جب تک آسمان و زمین قائم ہیں اور جابر تم نے جو سلام پہنچایا تو تم پر بھی ہمارا سلام ہو اس کے بعد امام نے فرمایا اے جابر مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو کہ تم نے امانتِ مصطفیٰ کو ادا کیا ہے جابر نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ کی اور آپ کے جد کی شفاعت چاہتا ہوں آپ سے ضمانت کی درخواست ہے کہ بروز

اے جابر محمد باقرؑ کو میرا سلام پہنچانا

قیامت میری نجات ہو جائے۔ امام باقرؑ نے فرمایا اے میرے جد کے صحابی تیری بخشش کا میں ذمہ دار ہوں اور میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں۔ صواعقِ خرقہ ص ۱۲، مطالب السؤل ص ۲۴، وسیلہ النجات ص ۲۳، لواعج الاحزان جلد ۱ ص ۲۱، چودہ ستارے ص ۲۲، مائثر الباقریہ ص ۳۶۔ منقول ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک بادشاہ ہوا تو لوگوں نے درخواست کی کہ شام و عراق سے آنے والے حاجیوں کو مکہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہوئی ہے اور اکثر لوگ وہاں پیاس کی وجہ سے مر جاتے ہیں لہذا وہاں ایک کنواں کھدوایا جائے۔ ہشام نے یہ درخواست منظور کی اور کنواں کھدنے کا انتظام ہونے لگا لیکن زمین اتنی سخت تھی کہ دن بھر کھدائی ہونے کے باوجود ہر دو ہاتھ سے زیادہ نہ کھد سکتی تھی۔ خدا خدا کر کے لگاتار کوشش کرنے کے مدت بعد جب پانی کی سطح پر پہنچے تو قدرتِ خدا سے پانی کی بجائے وہاں سے ایسی گرم ہوا جھلس دینے والی نکلی کہ وہاں جتنے مزدور کام کر رہے تھے سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی تحقیق حال کو جو پہنچا وہ بھی وہیں کا ہو رہا۔ جب یہ خبر ہشام کو پہنچی تو سخت متفکر ہوا۔ اور ارکانِ سلطنت سے مشورہ کیا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ ہشام سخت متردد تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے بہت سارے ضائع ہو چکا ہے اور بہت سے آدمی بھی مر گئے تھے خیال کرتا کہ اگر اس کام کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو شکایت بدستور رہے گی اور اگر دوسری جگہ کھدوایا جائے تو پھر اتنا ہی روپیہ درکار ہوگا۔ اور معلوم وہاں کیا صورت پیش آئے غرضیکہ اس کی حالت و طبیعت نہایت ہی پریشان تھی کہ کسی نے کان میں کہہ دیا اہل الذکر سے دریافت کرو۔ ہشام نے کہا وہ کون ہستی ہے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام۔ ہشام کی جان میں جان آگئی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا امام نے فرمایا یہ راز خدا ہے میں اس مقام کو دیکھ کر تمہیں اس کا حل بتاؤں گا چنانچہ حضرت وہاں تشریف لائے اور اس جگہ کو دیکھ کر فرمایا یہ تو اہلِ احقاف کے رہنے کی جگہ ہے اور یہ وہ گروہ تھا جس پر گزشتہ زمانہ میں عذابِ الہی نازل ہو چکا ہے یہ وہی مقام ہے جہاں ان کی آبادی تھی یہیں وہ عذاب

ہشام نے کنواں کھدوایا

الہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ خدا کی قدرت سے اس عذاب کا اثر اب تک باقی ہے۔ یہ گرم ہوا جو لوگوں کی ہلاکت کا باعث ہے وہی اَلْبَرِيْخُ الْعَقِيْمُ ہے جس کا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۲۷ رکوع ۱۷ میں موجود ہے اب بہتر یہ ہے کہ اس کنوئیں کی کھدائی کو بند کر دیا جائے اور یہاں سے کچھ فاصلہ پر دوسرے کنواں کھودا جائے۔ انشاء اللہ وہاں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی اور آسانی سے پانی نکل آئے گا چنانچہ حضرت کی رائے پر عمل کر کے کامیابی حاصل کی گئی۔ کسی نے عرض کی کہ فرزند رسولؐ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ اہل احتقاف یعنی قوم عاد کی جگہ ہے فرمایا ہم اہل الذکر ہیں ہم سے جو بھی سوال کرو گے اس کا صحیح جواب پاؤ گے۔ اثر الباقربہ ص ۴۲، محافل و مجالس ص ۱۵۹۔ منقول ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا باپ فاسق و فاجر اور ناصبی تھا۔ وہ مر گیا ہے اور اپنا مال مجھ سے چھپا کر کہیں دفن کر گیا ہے حضرت نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اُسے دیکھے اور اپنے مال کو اس سے دریافت کرے اس نے کہا کہ میں محتاج و فقیر ہوں اگر مال مل جائے تو آپ کی بڑی شفقت و مہربانی و کرم نوازی ہوگی حضرت نے ایک خط پوست سفید پر سہ دراپنی مہ کی اور فرمایا اس نوشتہ کو آج شب بقیع میں لے جانا جب بیچ میں پہنچو تو یہ کہہ کر پکارنا۔ یا اُذْ حَاجِّیْ۔ غرض اس نے ایسا ہی کیا تو ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس نے وہ خط دیا جب اس نے پڑھا تو کہا اچھا تو اپنے باپ کو ملنا چاہتا ہے تو میں کھڑا رہ میں تیرے باپ کو ابھی لے آتا ہوں پس تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص اس کے باپ کو ساتھ لے کر آیا وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بالکل سیاہ ہے جس کے بدن پر سیاہ لباس ہے اس کی گردن میں سیاہ رستی بندھی ہوئی ہے زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور مانپ رہا ہے لانے والے نے کہا کہ اے مرد خدا تیرا باپ یہی ہے جہنم کی آگ اور دھوئیں سے آب گرم پینے سے اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ استغفر اللہ یٰ زکیٰ۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ یہ عذاب کس وجہ سے تجھے ہو رہا ہے کہا اے فرزند میں اپنی زندگی میں بنی اُمیہ کو دوست رکھتا تھا چونکہ تو اہلبیت رسولؐ کو دوست رکھتا تھا اس وجہ

مردہ باپ کی زندہ بیٹے سے ملاقات

سے میری تیرے ساتھ دشمنی تھی اور اپنا مال سب دفن کر دیا اور تجھے نہ بتلایا اب میں بہت نادام ہوں۔ خیر تو میرے باغ میں جا۔ اور زیتون کے درخت کے نیچے سے کھودنا۔ وہاں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار ہیں۔ ان میں سے پچاس ہزار دینار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دینا اور باقی اپنے پاس رکھنا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا کہ پچاس ہزار دینار حضرت کی خدمت میں پہنچا دیئے آپ نے اس سے اپنا دین ادا کیا اور فرمایا اے شخص جس کسی نے ہماری محبت میں کمی کی اور ہمارا راہ حق ضائع کیا اور مرنے کے بعد نادام ہوا۔ البتہ اس کی ندامت اس کو نفع پہنچائے گی۔ یعنی اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

ماثر الباقریہ ص ۵۲، لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۴۲۶۔ اسی لئے ہم فخر سے کہا کرتے ہیں کہ لوگو ہمارے امام وہ ہیں جو بحکم خدامردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور ملائکہ پر حکمرانی کرتے ہیں۔ کائنات میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں اور کائنات کی ہر زبان سے واقف ہیں میرے مولا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ عَلَيْنَا مَنَطِقَ الطَّيْرِ وَ اَوْتَيْنَا مَرْثَ كُلِّ شَيْءٍ۔ مناقب شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۰ چودہ ستارے ص ۲۳۴ ہمیں طائروں تک کی زبان سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا۔ صلوة۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں حج کے موقع پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنایا اور ہمیں حضرت کے سبب سے گرامی قرار دیا پس ہم خدا کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں اور روئے زمین پر اس کے خلیفے ہیں جو شخص ہماری اطاعت کرے گا وہ سعید ہوگا جو مخالفت کرے گا وہ شقی اور بد بخت ہوگا۔ یہ کلمات کسی نے ہشام تک پہنچا دیئے اس نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے جعفر صادق کو ہمارے پاس دمشق بھیج دے چنانچہ حاکم مدینہ نے تعمیل حکم کی اور دونوں باپ بیٹے کو دمشق روانہ کر دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق پہنچے تو تین روز تک ہشام نے ہم کو حاضر ہونے کی اجازت نہ دی

چوتھے دن بلایا ہم نے دیکھا کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھا ہے اور مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہیں محل کے اندر ایک تیر اندازی کا تودہ بنا ہوا ہے جس پر اس کے ارکان سلطنت باری باری تیر اندازی کر رہے ہیں۔ میرے پدر بزرگوار مجھ سے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا کہ ہشام نے ان سے کہا کہ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تیر لگائیں۔ حضرت نے فرمایا میں ضعیف ہو گیا ہوں اب مجھ سے تیر اندازی نہیں کی جاتی۔ اس نے اصرار کیا اور سرداران بنی امیہ میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا تیر کمان ان کو دے دو۔ حضرت نے مجبوراً لے لیا اور تیر کو کمان میں جوڑ کر بزور امامت نشانہ پر لگایا تو تیر سیدھا بیچ میں جا کر لگا پھر دوسرا تیر جوڑ کر پہلے تیر کے سپکان پر ملا۔ جو پہلے تیر کی پشت پر جا لگا اور اس کو پھیرتے ہوئے پیوست ہو گیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ نے نو تیر چلائے جو ہر تیر اپنے پہلے تیر پر پڑتا تھا اور اس کو شق کر دیتا تھا۔ ہشام نے دانتوں میں انگلی دے لی اور کہنے لگا کہ اے ابو جعفر آپ کیا خرب نشانہ پر تیر لگاتے ہیں اس فن میں آپ تو تمام عرب و عجم سے زیادہ ماہر معلوم ہوتے ہیں پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں اب ضعیفی کی وجہ سے قادر نہیں ہوں۔ حضرت نے فرمایا دنیا ہم کو ذلیل و خوار کرنا چاہتی ہے مگر خدا ہمارے وقار کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

ماثر باقریہ ص ۹۰، محافل و مجالس ص ۱۶۱، روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض یا بنی رسول اللہ مجھے ایک اشد ضرب ہے آپ مبری کچھ مالی امداد فرما دیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے جابر اس وقت میرے پاس از قسم مل و دولت کے کوئی چیز نہیں ہے جابر کہتا ہے کہ میں امام کے پاس بیٹھ گیا تو ایک شاعر حاضر خدمت ہوا۔ اور اس نے امام علیہ السلام کو سلام کر کے عرض کی کہ فرزند رسول میں نے آل محمد کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے اسے پیش کروں امام نے اجازت دے دی تو اس شاعر نے ایک قصیدہ پڑھا۔ جب وہ قصیدہ پڑھ چکا تو امام نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جھڑے کے اندر سے روپوں کا کیسہ اٹھالا۔ جب غلام نے وہ مقبلی حاضر کی تو امام نے اس شاعر

کے حوالے کر دی جب شاعر نے وہ کیسہ پُر از زر دیکھا تو عرض کی یا بن رسول اللہ اگر اجازت ہو تو دوسرا قصیدہ بھی جو منقبت آل محمد میں جسے میں نے لکھا ہے پڑھوں۔ حضرت نے اجازت دی اور اس نے دوسرا قصیدہ پڑھا۔ جب وہ پڑھ چکا تو حضرت نے پھر غلام سے فرمایا کہ دوسرا کیسہ روپوں کا اٹھا کر اس کے حوالے کر دو پس غلام نے دوسرا کیسہ بھرے سے لا کر شاعر کے حوالے کر دیا۔ پھر شاعر نے عرض کی کہ مولا حکم ہو تو تیسرا قصیدہ بھی آپ کی شان کا پڑھوں حضور نے فرمایا ہاں ضرور پڑھو۔ اس نے تیسرا قصیدہ بھی آپ کے سامنے پڑھا تو آپ نے تیسرا کیسہ روپوں کا بھرے سے منگا کر اس شاعر کے حوالے کر دیا یہ حال دیکھ کر شاعر امام کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کی مولا میں نے مال و دولت کے لئے یہ قصیدے نظم نہیں کئے بلکہ آخرت کے لئے میں نے انہیں ترتیب دیا ہے۔ میری نظر میں مال و دولت کوئی چیز نہیں ہے اور حق اطاعت آپ کا منجانب اللہ مجھ پر واجب و لازم ہے اور اس کا حق ادائیگی کا مجھ میں پورے طور پر ہرگز مقدور نہیں اس لئے ان حقوق مفروضہ کی حق ادائیگی کے عوض میں محمد اہل محمد کی مدحت سرائی میں اشعار عرض کرنا ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔ اس شاعر کی عقیدت و ارادت کا یہ کلام سن کر آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ جو سالہ واقعہ دیکھ رہے تھے آگے بڑھے اور خدمت امام عالم مقام میں عرض کرنے لگے کہ آپ تو ابھی ابھی فرماتے تھے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر اتنی جلدی رقم کہاں سے آگئی جو آپ نے شاعر کو عطا فرمائی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا جابر! مجھے اس کے اندر جا کر دیکھو کہ وہاں کیا کچھ ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ حسب ارشاد میں مجھے یہ سن گیا تو وہاں درہم و دینار کے کچھ آثار و نشان نہیں پائے وہاں سے لوٹ کر میں نے خدمت امام میں عرض کی کہ وہاں تو کسی قسم کا کوئی مال نظر نہیں آتا۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تم لوگوں پر ظاہر و باہر مگر اسرار باطن جو ہم پر حکم خالق کشوف ہیں وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں جو ہر ایک کے سامنے ظاہر نہیں کئے جاتے جابر تمہاری حاجت برآری کا یہ وقت نہیں ہے مگر فکر نہ کر تمہارا کام

بھی ہو گیا ہے جاڑ کہتے ہیں کہ جب میں گھر میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ جس شخص پر میرے بیٹے دینار قرض تھے وہ دے گیا ہے۔ اب میں مصلحت امام کو کچھ سمجھا کہ شاعر کو دینے میں مصلحت تھی اور مجھے نہ دینے میں بہتری تھی۔ ماثرباقریہ ص ۵۵، محافل و مجالس ص ۱۷۱ شواہد النبوة۔ صلوة۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ فرمادیں مومن کا حق خدا پر کیا ہے۔ عبد اللہ حضرمی راوی کہتا ہے کہ میں نے مکرر سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر اس درخت سے (درخت کی طرف اشارہ کر کے) کہے کہ یہاں آ جا تو درخت چلا آئے پس امام کا اشارہ پاتے ہی درخت نے حرکت شروع کی اور اپنی جگہ سے چلا آپ نے فرمایا میہیں رُک جا میں تو اسے مثال دے رہا تھا۔ سبحان اللہ! پس درخت وہیں رُک گیا۔ ماثرباقریہ ص ۵۶، محافل و مجالس ص ۱۷۲، کنوز المعجزات ص ۶۹، صلوة۔

اب میں ایک واقعہ راہب کے مسلمان ہونے کا پیش کر کے دامن تقریر سمیٹ لیتا ہوں۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب شام سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا آپ نے تفصیل حال کیا تو معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے آج اس کے نکلنے کا دن ہے یہ سن کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے راہب جو انتہائی ضعیف تھا مقررہ وقت پر برآمد ہوا اور وہ چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا کیا آپ ہم میں سے ہیں امام نے فرمایا منہیں میں امت محمدیہ میں سے ہوں۔ راہب نے کہا آپ علماء سے ہیں یا خجلاء سے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔ راہب نے کہا کیا آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کیلئے آئے ہیں۔ فرمایا منہیں۔ راہب نے کہا کہ جب آپ عالم ہیں تو میں آپ سے کوئی سوال کر سکتا ہوں۔ فرمایا ضرور پوچھئے۔ یہ سن کر راہب نے سوال کیا فرمادیں شب و روز میں وہ وقت کونسا ہے جس کا نہ شمار دن میں ہے اور نہ رات میں فرمایا وقت

سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں ہے وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ درد کو سکون ہو جاتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اُسے بھی اس لمحہ نیند آجاتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لئے خاص الخاص ہے پھر راہب نے دوسرا سوال کیا فرمادیں آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں بول و ہوا نہیں ہوگا کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ امام نے فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔ راہب نے تیسرا سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنت کے میوے کھانے سے کم نہیں ہوں گے۔ اس کی یہاں کوئی مثال ہے امام نے فرمایا ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی پھر راہب نے چوتھا سوال کیا کہ وہ کون سے دو بھائی ہیں۔ جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال دوسرے کی ڈیڑھ سو سال تھی امام نے فرمایا یہ عزیر اور عزیرہ بنو نوح ہیں یہ دونوں ایک ہی روز پیدا ہوئے مگر جب تیس سال گزرے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو موت دے دی جو سو سال تک مرا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرہ کو زندہ کر دیا اور دونوں بھائی پھر بیس سال تک زندہ رہ کر اکٹھے ہی انتقال کر گئے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کے تیسرے پارے میں موجود ہے) یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا۔ سب کو چاہیے کہ اسی عالم زمانہ سے سوال کرے بس اتنا کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ جلاء العیون ص ۲۶۱، کنوز المعجزات ص ۸۶، تذکرہ محمد و آل محمد جلد ۳ ص ۱۷۱،

مسلمانو! دو مرتبہ میرا مولا شام گیا ہے ایک مرتبہ تو تین ساڑھے تین سال کے سن میں جب کہ کربلا میں سے ہو کر قید کے عالم میں اپنے مظلوم باپ کے ساتھ شام گئے تھے اور دوسری مرتبہ ہشام نے آپ کو بلایا تھا۔ لکھا ہے کہ ہشام ملعون نے کئی بار امام کو شہید کرنے کی کوشش کی جب کامیابی نہ ہوئی تو اس ملعون نے

ایک زین بنوائی جس میں زہر قاتل ملائی گئی اور زید بن حسن مثنیٰ سے کہا کہ یہ زین امام محمد باقر کو پہنچا کر کہو کہ اسے ضرور استعمال کریں اگر وہ اس زین کو استعمال نہیں کریں گے تو شاہی عطیہ کی توہین میں قتل کر دیئے جائیں گے اور اگر اس زین کو استعمال کریں گے تو اس میں زہر قاتل تعبیه کی گئی ہے اس کے اثر سے شہید ہو جائیں گے۔ لکھا ہے کہ جب زید بن مثنیٰ زین امام کی خدمت میں لایا تو امام علیہ السلام نے زید سے فرمایا دلائے ہو تجھ پر تو نے کس امر عظیم کا قصد کیا ہے اور کیا فعل بد تیرے ہاتھ سے جاری ہوتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تو کیا کرتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ جس لکڑی سے یہ زین بنی ہے میں اُسے بھی جانتا ہوں اور جو کچھ اس میں تعبیه کیا گیا ہے میں اُسے بھی جانتا ہوں۔ مگر میری شہادت اسی طور سے مقدر ہے جس میں کوئی چارہ کار نہیں ہے الغرض اس زین کو گھوڑے پر رکھ کر آپ سوار ہوئے اس میں ایسا زہر تعبیه کیا گیا تھا کہ فوراً تمام بدن مبارک میں سرایت کر گیا۔ عزادارو! جب امام گھوڑے سے اترے تو سم قاتل کے اثر سے تمام جسم آپ کا ورم کر چکا تھا۔ اس زہر کے اثر کی وجہ سے تین روزہ امام زمانہ تڑپتے رہے جب امیدِ زیست منقطع ہو گئی تو آپ نے اپنا کفن منگوایا جس میں وہ چادر بھی تھی جس کو پہن کر احرام باندھا کرتے تھے فرمایا مجھے یہی کفن دینا۔ عزادارانِ امام تین دن کے بعد امام علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ علامہ مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اٹھ صد درہم میری عزاداری اور ماتم پر صرف کرنا اور یہ انتظام کرنا کہ دس سال تک منیٰ میں بزمانہ حج میری مظلومیت کا ماتم کیا جائے اور ہر سال ماتم داری میں تجدید کریں اور میری مظلومیت پر رویا کریں۔ ماثراً باقریہ ص ۱۲۵، منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک صاحبزادی تھیں جن سے حضرت کو بہت زیادہ انس تھا آپ نے اپنی شہادت سے پہلے ان کو بلا کر سینے سے لگایا فرمایا بیٹی اب تیرا باپ تجھ سے جدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد جناب امام جعفر صادق سے فرمایا۔ اس

مصائب و شہادت امام محمد باقر علیہ السلام

بچی کو کوئی تکلیف نہ ہونے دینا بیٹیا اپنی بہن کا خیال رکھنا۔ محافل و مجالس ص ۱۷۶۔
 ہائے مجھ اس وقت کربلا کی وہ مظلوم بچی یاد آگئی جس کے باپ کی شہادت کے
 بعد شمر نے طمانچے مارے اور کانوں سے دُر جھین لئے اس مظلومہ کا کوئی پُرساں
 حال نہ تھا بلکہ اشقیاء نیزے مار مار کر رونے سے روکتے اور خاموش کراتے تھے
 اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَمَّیْ
 مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مسدس

اے عبد خدا حق نے تجھے عقل عطا کی غم کس کا کیا کرتے ہیں سب نوری و خاکی
 خنجر کے تلے شہ تے محبتوں کو دُعا کی گریہ نہ کیا کرتے تو بس عین خطا کی
 درویش میری بات کو ہرگز نہ بھلائیں
 بس جن کا نکاح ٹوٹے وہ مجلس میں نہ آئیں

بیسویں مجلس

شکر، حمد اور کفر کی تعریفات - نعمت کی وضاحت - جناب فضہ کی تین دعائیں - حضرت سلیمان کی دعوت اور ایک مچھلی - بتول عذراء کی عظمت - ایک لطیفہ - امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات - سید سجاد کے مصائب اور واقعات شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِذْ تَاَذَنَ رَبُّكَ لَیْسَ شَکْرُکُمْ لَآ زَیْدَ تَکْمُوْا وَلَیْسَ کُفْرُکُمْ اِنْ عَذَبْنِیْ لَشَکْرِیْدٌ - پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ - یہ یاد ہو گا کہ تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اگر تم میرے انعام پر شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفر کیا تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے - صلوٰۃ -

قانون متبادل پر دنیا قائم و دائم ہے - کائنات کا ہر نظام تبادلے کی بدولت جاری و ساری ہے اگر دنیا میں سلسلہ بدل نہ ہو تو ساری دنیا ہی بدل جائے - دن بھر محنت سے کام کرنے والا مزدور شام کو بدل مانگتا ہے - دکاندار گاہک کو سودا دے کر بدل مانگتا ہے - حکیم مریض کو دوا دے کر بدل چاہتا ہے - جہینہ بھر دفتر میں کلرک کام کرنے کے بعد حکومت سے بدل مانگتا ہے - بھینس کو چارہ ڈال کر بصورتِ دودھ صبح و شام مالک بدل مانگتا ہے - ذاکر و واعظ مجلس پڑھنے کے بعد دینی زبان سے بدل بنام نذرانہ مانگتا ہے مسلمان نماز تمام کرنے کے بعد ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے خالق سے بدل مانگتا ہے - محمد مصطفیٰ امت کو دین سکھانے کے بعد قدرت کے

شکر، حمد اور کفر کی تعریف

زور سے اٹھتی ہے۔ چونکہ کاشت کار بیج کو چھپاتا ہے اس لئے اُسے کافر کہا گیا ہے
 معلوم ہوا کہ کافر کا صحیح ترجمہ ہے چھپانے والا تو اس آیت میں ہے کہ اگر تم نے میری
 نعمت کو چھپایا یعنی اس کا شکر ادا نہ کیا تو تمہیں عذاب شدید کیا جائے گا۔ اور اگر تم نے
 اس کا شکر ادا کیا تو نعمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ صلوٰۃ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی
 نعمت ہے جس کا خدا تعالیٰ ہم سے شکر چاہتا ہے۔ مسلمانو قدرت کی تو عطا کی ہوئی
 ہر چیز نعمت ہے اور خدا تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ وَإِنْ
 تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا۔ پارہ ۱۳ رکوع ۱۷۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی
 نعمتوں کا شمار کرو تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔ ہر انسان پر واجب و لازم ہے کہ خدا تعالیٰ
 کی ہر نعمت پر اس کی حمد کرے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر انسان کے لئے ہر شے نعمت
 نہیں ہوا کرتی کیونکہ ہر ایک کی اپنی پسند ہے جو شے جس کو پسند آگئی اس کے لئے وہ
 نعمت ہے مثلاً سورج ساری دنیا کے لئے نعمت ہے مگر چمکاؤ اور آلو کے لئے زحمت
 ہے چمکاؤ اور آلو تو دعائیں مانگتے ہیں پالنے والے اس زحمت سے ہمیں بچا۔ چاند
 دنیا کے لئے رحمت ہے اور چور ڈاکو کے لئے زحمت ہے کیونکہ ان کی حرکتوں کو
 چھپاتا جو ہمیں چور ڈاکو تو دعائیں مانگتے ہیں کہ چاند نہ نکلے، سورج کی حکومت ہو تو
 اکثر چور ڈاکو خاموش رہتے ہیں۔ بلکہ جگے بھگت نظر آتے ہیں اور سورج غروب ہوا
 اور چور میدان میں نکل آئے اور ظلم کرنے شروع کر دیئے غالباً اسی مناسبت
 سے قدرت نے فرمایا ہے وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا۔ پارہ ۳۰
 قسم ہے مجھے چمکنے والے سورج کی اور قسم ہے مجھے پیچھے آنے والے چاند کی۔
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں والشمس سے مراد رسول خدا
 اور قمر سے مراد حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ قرآن مجید ترجمہ مقبول احمد ص ۱۸
 ص ۱۸۰ صلوٰۃ۔ ہاں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پسند اپنی اپنی ہے جو شے جس کو پسند آگئی
 اس کے لئے وہ نعمت ہے مثال کے طور پر پھولوں کا ڈھیر لگا پڑا ہے آپ نے فرمایا
 اپنی اپنی پسند کا پھول اٹھاؤ۔ جو ان نے چنبلی کا پھول اٹھایا حکیم صاحب نے گلاب

نعمت کی وضاحت

اٹھائے کہ گلقد بناؤں گا۔ ملاں نے گوبھی کا پھول اٹھالیا کہ سالن پکائیں گے آپ جس سے بھی سوال کریں گے وہی کہے گا کہ حضور میرے لئے تو یہی نعمت ہے۔ سنو! دولت حکومت کو کون انسان ہے جو نعمت نہیں سمجھتا۔ ہر انسان اس دولت کی خاطر دن رات بھاگ بھاگ اور خون پسینہ ایک کرتا ہے کہ کسی طرح دولت حکومت ہمیں مل جائے مگر فضلہ کی پسند اپنی ہے سبحان اللہ! جناب فضلہ وہ مقدس خاتون ہے جس نے اپنے کردار عالیہ اور صفات کمالیہ کی وجہ سے حسنین علیہم السلام سے ماں کہلو الیا حبشہ کی شہزادی نے حکومت کو ٹھوکر مار کر آل محمد کی غلامی قبول کی اور اس درجہ اس غلامی میں رنگ بھرا کہ قیامت تک ان کا نام نامی آل محمد کے تذکروں میں مہتاب کی طرح نظر آتا رہے گا کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے جناب فضلہ سے فرمایا کہ اے فضلہ میں تم سے بہت خوش جا رہا ہوں اگر کوئی تمنا ہے تو آج مجھ سے مانگ لے جناب فضلہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کبیری بتول سے بہتر کوئی چیز ہی نہیں سمجھتی اب کس نعمت کا سوال کروں حضور پر نور نے فرمایا فضلہ تیری تین دعائیں قبول ہیں جو جی میں آئے مانگ لے اللہ تعالیٰ تیری تین دعائیں قبول فرمائے گا فضلہ نے دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ اگر میری تین دعائیں قبول ہیں تو ایک تو یہ دعا مانگتی ہوں میں گھر میں کبھی کبھار دیکھتی ہوں کہ جناب حسینؑ اور بی بی زینبؑ دونوں بہن بھائی علیحدہ بیٹھ کر مشغول کرتے ہیں کہ ہم کربلا میں جائیں گے اور کشتی اسلام کو بچوں کا خون دیکر بچانا ہوگا۔ زینبؑ تو چادر دنیا میں حسینؑ سر دونگا۔ مولا میری ایک عرض ہے کہ اس زمانے تک جب دونوں بہن بھائی کربلا جائیں تو میں بھی اس وقت تک زندہ رہ جاؤں اور دوسری دعا یہ ہے کہ مولا حسینؑ مجھے ساتھ بھی لے جائیں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ کچھ جسم میں تو انائی اور قوت بھی ہو کہ سیدوں کی غلامی میں کام آسکوں یہ سن کر جناب رسول اللہؐ آپ دیدہ ہو گئے اور فرمایا فضلہؑ یہ تیری تینوں دعائیں بارگاہ احدیت میں قبول و منظور ہیں کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے فضلہؑ پر اعتراض کر دیا کہ اے فضلہؑ تجھے تو مانگنے کا ڈھب

ہی نہیں آیا۔ اگر حضورؐ مجھ سے فرماتے کہ تین دعائیں جو جی چاہے مانگ لو میں وہ کچھ مانگتا کہ دنیا قیامت تک مجھے داد تحسین دیتی۔ فتنہؑ نے کہا کہ آپ کیا مانگتے۔ کہا میں ایک تو قیامت تک کی زندگی مانگتا دوسرا قیامت تک دینا کی بادشاہی مانگتا اور تیسرا مرنے کے بعد جنت مانگتا۔ ادھر سے دامن پڑا اور ادھر بھی کامیابی دکا مرنی ہوتی فتنہؑ نے اس کا سوال سُن کر جواب دیا۔ جسے کسی بھائی نے ایک رباعی میں بیان کیا ہے

بلبل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند ہم بو ترابیوں کو ہے خاکِ شفا پسند
اپنی اپنی طبع ہے آٹے ساکنانِ غلہ تم کو ارم پسند ہمیں کر بلا پسند

(صلوٰۃ)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی نعمتِ خاص ہے جس کا خدا تعالیٰ ہم سے شکر چاہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی اور طرح کی نعمت کا شکر کرتے رہیں اور خالقِ کائنات کسی اور شے کا شکر چاہتا ہو۔

میں اس سلسلہ میں ایک پیغمبر کا واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ معاملہ آسانی سے صاف ہو جائے۔ منقول ہے کہ ایک بار جناب سلیمان علیہ السلام کو یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوندِ عالم نے مجھے مشرق و مغرب کا بادشاہ بنایا ہے اور تمام دنیا کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے تو میں بھی اس کی اس مہربانی و کرم نوازی کا کما حقہ شکر یہ ادا کروں عند اللہ العالیٰ بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ عالم کے پانے والے میں چاہتا ہوں کہ ایک وقت تیری اس تمام مخلوق کی دعوت کروں جو میرے تحت حکومت ہیں۔ نذا آئی اے سلیمان کس لئے ایسا کرنا چاہتے ہو۔ عرض کی ادائے شکر کے لئے فرمایا اے سلیمان یہ کام تمہارے تو بوتہ کا نہیں ہے اپنی مخلوق کو ہم ہی خوب کھانا کھلانا جانتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے عرض کی پانے والے یہ بالکل صحیح ہے مگر میرا دل اس سعادت کا آرزو مند ہے۔ محکم ہوا اچھا تم چاہتے ہو تو خوشی سے انجام دو۔ اجازت ملتے ہی حضرت سلیمان نے انتظام شروع کر دیا اور اہتمام دعوت میں مصروف ہو گئے۔ ہوا کو حکم دیا کہ جس طرف سے تیرا گزر ہو ہر ذی حیات سے کہہ دے کہ فلاں وقت اور فلاں روز

فلاں مقام پر سلیمان نبی نے تم کو دعوت میں بلایا ہے اس کے بعد آدمیوں اور جنوں کو حکم دیا کہ جہاں کہیں جو چیز کھانے کی قسم سے نظر آئے جمع کرنی شروع کرو بس حکم کی دیر تھی کہ ہر قسم کی غذا کے انبار لگ گئے۔ پہاڑ کھڑے ہو گئے اور وقت معین پر انبار مہمان آنے شروع ہو گئے۔ حضرت سلیمان کا تحت ایک دریا کے کنارے بچھا ہوا تھا ارکان سلطنت ارد گرد اپنے اپنے مقام پر بیٹھے تھے۔ جناب سلیمان اپنے مہازوں کو عجیب و غریب ہیٹوں میں دیکھ کر قدرت کی صنایع پر حیران تھے اسی اثناء میں ایک مچھلی نے دریا سے سر نکالا اور اپنی روزی طلب کی۔ حضرت سلیمان نے فرمایا۔ اے مخلوق خدا ذرا صبر کر سب کے ساتھ تجھے بھی ملے گا یہ سن کر وہ مچھلی ناراض ہو کر واپس ہونے لگی حضرت سلیمان نے مچھلی سے ناراضگی کا سبب دریافت کیا اس نے کہا بس خدا اور بندے کے دینے میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے کہ وہ بن مانگے دیتا ہے اور یہاں مانگنے سے بھی نہیں ملتا۔ مچھلی کی اس گفتگو کا جناب سلیمان پر بڑا اثر ہوا فرمایا اچھا ٹھہر ابھی تیری غذا تجھے ملتی ہے بتا کیا کھانا چاہتی ہے۔ اس نے اپنی غذا بتلائی۔ حضرت نے حکم دیا کہ اس کو سیر کر دو ایک جن اٹھا اور ایک ٹوکرا غذا لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔ مچھلی نے پہلی ہی داریں اسے صاف کر دیا۔ اب کیا تھا لوگ لاتے رہے اور وہ مچھلی کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ کئی انبار ختم ہو گئے اب تو سلیمان گھبرائے کہ جب ایک مہمان نے اتنا کھا لیا ہے تو اور وہ کو کیا کھلاؤں گا پوچھا۔ اے مخلوق خدا تجھے کتنا اور کھانا ہے۔ اس نے کہا اے نبی خدا میں دسترخوان قدرت سے اڑھاٹی لقمے پایا کرتی ہوں۔ ابھی اس میں سے آدھا بھی نہیں کھا پانی یہ سن کر حضرت سلیمان کے ہوش اڑ گئے اور سجدے میں گر کر کہنے لگے پالنے والے سلیمان کی کیا طاقت ہے کہ تیری مخلوق کو کھانا کھلا سکے نہ آئی اے سلیمان تم نے جب ان کو بنایا ہی نہیں تو ان کے سیر کرنے کا طریقہ کیا جانو ہم صرف ایک دانے سے اس مچھلی کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ کیوں ہم نے نہ کہا تھا کہ یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے اے سلیمان ہم نے اپنی نعمتیں جس طرح

حضرت سلیمان کی دعوت اور ایک مچھلی

اپنی مخلوق کو کھلائی ہیں اُسے ہم ہی جانتے ہیں کسی کی کیا طاقت ہے کہ ان کے لحاظ سے ہمارا شکر ادا کر سکے سلیمان اگر ہم اپنی مخلوق کی رزق رسانی کا کام اپنے بندوں سے متعلق کہ دیں تو سب دودن میں مرجائیں۔ اے سلیمان انسان اپنی عبادت پر فخر کرتا ہے اور ہماری بے شمار نعمتوں پر نظر نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ نبی ہونا اور بات ہے اور رازق کائنات ہونا اور بات ہے۔ صلوٰۃ، محافل و مجالس ص ۱۲۲۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میرا شکر ادا کرو تو میں نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔ اس اضافہ کو دیکھ کر جناب رسول اللہ نے نعمت نبوت کا شکر ادا کیا کہ قدرت کی طرف سے اضافہ ہو۔ حکم ہوا میرے حبیب نبوت کا دروازہ بند کر چکا۔ اس میں اضافہ کی گنجائش ہی نہیں تو حضور پر نور نے قرآن مجید نامی نعمت کا شکر ادا کیا کہ شاید اس میں اضافہ ہو۔ قدرت کی طرف سے ارشاد ہوا۔ ذَلِكْ اَلْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰتُوْهُم مَّا كُنْتُمْ لَكُمْ وِدَّيْكُمْ وَاَنْتُمْ عَلٰیكُمْ بِرَحْمَتِيْ وَاَرْضِيْتُمْ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ پارہ ۶ رکوع ۵ (آج کے دن ہم نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر تمام نعمتیں پوری کر دیں اور میں دین اسلام سے راضی ہو گیا) اس میں اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر نبی نے گھر میں نگاہ دوڑائی تو عصمت بتولؑ دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑی نعمت عطا کی ہے۔ نبی نے خوشی سے فرمایا۔ فَاِطْمَآءٌ بِضَعْتُمْ مِّنِّيْ فَاَطْمَآءٌ هِيَ تُوْمِرُ اَنَاثَتَهُ۔ یعنی فاطمہؑ میرا حصہ ہے فاطمہؑ میری کل کائنات ہے۔ اس نعمت بتولؑ کا اس انداز سے شکر ادا کیا کہ دروازے پر جا کر سلام کیا کرتے تھے۔ دنیا کا سب سے بڑا ولی فخر سے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے ص ۳۶ باب تعظیم و تکریم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کبھی جناب فاطمہؑ اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائیں تو حضور پر نور کھڑے ہو جاتے اور بتولؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر اپنی جگہ پر بیٹھتے۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کیوں مسلمانو! آپ لوگ تو بڑے مناظرے کرتے ہیں کہ رسول خدا کی چار بیٹیاں تھیں۔ میں کہتا ہوں چار نہیں بلکہ چار ہزار تھیں مگر خدا کے واسطے فرماؤ

بتول غدر راء کی عظمت

جن کی تشریف آوری پر نبی اکرمؐ کھڑے ہو جاتے تھے وہ کتنی تھیں۔ بوقت عقد ستارہ کتنی بچیوں کے گھر پیغامِ خدا لے کر نازل ہوا۔ میں کہتا ہوں احد کے میدان میں خبر و نفا نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر کتنی میدان کو روتی ہوئی چلیں فرماؤ! مسلمانو! میدانِ مبارکہ میں کتنی نبی کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ چادرِ تطہیر کے نیچے کتنی بیٹیوں کو خدا کے رسولؐ نے بلایا چلو سب کچھ مہلاد د مگر اتنا تو بتاؤ کہ کتنی بیٹیوں کی اولاد نے خدا تعالیٰ کی توحید اور نبی کا دین اور قرآن مجید کو بچانے کے لئے اپنا گھر بار مال و اولاد سب کچھ قربان خدا کیا۔ پھر اگر کوئی مجھے کہے کہ میں آپ کا بھائی بنتا ہوں۔ مجھے بھائی کہا کرو نہ میں زمین سے حصہ لوں گا نہ مکان سے۔ نہ مال میں میرا حصہ ہوگا اور نہ آل میں تو اس طرح تو چاہے سا زمانہ میرا بھائی بن جائے مجھے کیا فرق پڑتا ہے ہاں اگر کوئی بتولؑ کے دوش بدوش ہے تو بتلاؤ۔ دکھاؤ اور میدانِ عصمت بہادر میں لاؤ۔ بتولؑ کے بچوں کے ساتھ ملاؤ۔ منواؤ ہم مانتے کو تیار ہیں۔ منقول ہے کہ عبداللہ ابن عثمان جو رقیۃ کے بطن سے تھا چھ سال کی عمر میں اس نے مرغ سے جنگ کیا۔ مرغ نے ٹھونگ ماری اور وہ شہید ہو گیا۔ مناقب شہر آشوب جلد ۶۹ ان بہادروں کا اولاد بتولؑ سے مقابلہ کراؤ گے ارے یہ بتولؑ ہی کی عظمتِ توقیر ہے ستارے بوقت عقد نکاح آسمان سے اتر رہے ہیں۔ شعر

در سیہ کی یہ عظمت ہے ورنہ زمین پر ستارے کی منزل نہیں ہے
چند اشعار بتولؑ کے بیٹے کی شان میں بھی ملاحظہ ہوں۔ صلوة مجاہد محمدؐ۔ نظم
انسان اس حسین کی توصیف کیا کرے جس کے پرنے کعبہ کو کعبہ بنا دیا
بچوں نے جس کے معرکہ کارزار میں مرنے کو اک کھیل و تماشہ بنا دیا
جس کے سپاہیوں نے تین دن کی بھوک میں تیغ سنا کو منہ کا نوالہ بنا دیا
بھائی نے جس کے لئے علم جوشِ جنگ میں اتنا کیا بلند کہ طوبیٰ بنا دیا
خود جس نے دو پہر میں ہمیشہ کے واسطے جنگلی میں کر بلائے مُعلیٰ بنا دیا

(صلوة)

جب رسول خدا نے عصمتِ نبوت کا دروازے پر جا کر شکر ادا کیا تو قدرت نے حسن نامی نعمت کا اضافہ کر دیا۔ اب اس نعمتِ حسن کو دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر ادا کرنے کا انداز بدلا۔ حضرت نبوت کے دروازے پر حضور جا کر سلام کرتے تھے۔ عام خاص علماء نے لکھا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ سید نبوت کے دروازے پر تشریف لے جاتے اور آیت **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** پارہ ۲۲ رکوع ۱۔

اے اہلبیت محمد اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم سے ہر رجس کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے (تلاوت فرما کر سلام کرتے۔ اب حسن نامی نعمت کو کاندھے پر اٹھا کر مسجد کو نماز کی خاطر جاتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتے کہ پالنے والے تیری اس نعمتِ عظمیٰ کو اپنے دوش پر بلند کر کے تیرا شکر ادا کر رہا ہوں۔ صحابہ کرام نے کئی مرتبہ دیکھا کہ تاجدارِ رسالت کی زلفیں امام حسن کے ہاتھ میں بچپنے کے زمانہ میں بٹھا کر تکیہ تھیں اور تبھی فرماتے تھے شعر

تھام لو زلفوں کو میری چلبے تجھ کو لگام میں اودھڑ جاؤں گا تم نے جدھر مڑا مجھے معاویہ نواز ملاں کہتے ہیں کہ اب امام حسن حکومت کی باگ ڈور نہیں سنبھال سکتے تھے کیوں مولویو! جو بچپنے میں نبوت کی باگ سنبھال سکتا ہے کیا وہ جوانی میں حکومت نہیں چلا سکتا۔ یہ تو میرے مولا امام حسن ہی بہتر جانتے تھے کہ مسلمانوں کا خون نہ ہونے دیا اور حکومت کو ٹھوکر مار کر روضہ رسولؐ کی عبادت کو افضل سمجھا۔ رباعی عرض ہے

بحکم حق کہیں پر صلح کر لیتے ہیں دشمن سے

کہیں پر جنگ خاموشی جواب سنگ ہوتی ہے

زمانہ یہ سبق لے فاطمہ کے دل کے ٹکڑوں سے

کہاں پر صلح ہوتی ہے کہاں پر جنگ ہوتی ہے (صلوٰۃ)

حسن نامی نعمت کا کامل طریقے سے شکر ادا ہوتا دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حسن نامی نعمت کا اضافہ کر دیا تو اب اس نعمتِ حسین کا شکر ادا کرنے میں نبی اکرمؐ نے اور

نرالا انداز اختیار فرمایا۔ بتول کے دروازے پر نماز کے بعد تشریف لے جا کر شکر ادا کرتے تھے۔ رخصت کو نماز عید کو جاتے ہوئے دوش مقدس پر بلند کر کے لے جاتے تھے۔ اب حسین نامی نعت کو عین حالت نماز کے سجدے میں دوش پر جگہ دے کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ چودہ ستارے ص ۱۵۔ اس عظمت پر ملاں لوگ کیوں غور کریں۔ ان بچاروں کو تو صرف اپنے پیٹ کا ہی دھندا ہے۔ ہر حدیث۔ ہر آیت اپنے لئے ہی تجویز فرمایا لیا کرتے ہیں۔ لطیف۔ ملاں کہتے ہیں کہ کسی جگہ چار مولوی واعظ کے لئے اکٹھے ہوئے تقریروں میں چاروں نے قرآن مجید کی آیت **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** پارہ ۲۶ رکوع ۱۳ (کہ سوائے اس کے نہیں کہ مومن بھائی بھائی ہیں) پر زور دیا صاحب خانہ نے سمجھا کہ ان بزرگوں کا آپس میں بڑا اتفاق ہے اور آیت بھی اتفاق و اتحاد کی پیش کرتے رہے ہیں تو اس نے ایک پر ات میں حلوہ شریف چاروں حضرات کے سامنے رکھا۔ اور ان سے فرمایا بسم اللہ شروع کریں۔ اب چاروں نے حلوے اور اس کے اندر ضرورت سے زیادہ گہی پر نگاہ ڈالی تو ہر ایک نے سوچا کہ اس سے تو موت بہتر ہے۔ کہ میرے سامنے یہ ملاں گہی ہضم کر لیں۔ یہ سوچ کر ایک مولوی نے صاحب خانہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ **إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ**۔ پارہ ۳۰ کا ترجمہ ہے کہ قیامت کو ایک کوثر کی نہر ہوگی۔ زبان سے کوثر کا نام لیا اور ہاتھ سے حلوے میں لکیر کیچنچ کر دکھلایا۔ دل میں غرض تھی کہ لکیر میں گہی میری طرف آجائے۔ صاحب خانہ نے تو سمجھا کہ قرآن پاک کی تفسیر کر کے ہمیں کوثر کی خوشخبری دے رہا ہے۔ مگر دوسرے ساتھی اس کی اس حرکت کو سمجھ گئے۔ دوسرے نے صاحب خانہ سے فرمایا حضور صرف ایک ہی مہینہ ہوگی بلکہ قرآن مجید میں ہے۔ **مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ**۔ پارہ ۲۷ رکوع ۱۱۔ قیامت کو ایک نہیں بلکہ دو نہریں ہوں گی کی تو اس نے بھی قرآن مجید کی تفسیر مگر غرض یہ تھی کہ دو لکیروں میں کیچنچ کر گہی اپنی طرف کر لوں۔ اب تیسرے کی باری آئی، تو اس نے کہا میں سب کچھ ٹھیک ہے مگر قرآن مجید میں تو صاف ہے **جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَادُ** پارہ ۲۰۔ رکوع ۱۰۔ ارے جنت میں تو

غلط فہم

بے شمار منہریں ہوں گی یہ کہہ کر پانچ لکیریں حلوے میں کھینچ لیں واحد - تثنیہ - جمع جب خرچ ہو گیا تو چوتھے نے بھی قرآن پاک پیش کیا کہ لوگو! تم جنت کی باتیں کرتے ہو پہلے قیامت کا زلزلہ یقیناً آئے گا۔ یہ کہہ کر اس نے پڑھا: اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا بس یہ کہہ کر دونوں ہاتھ مار کر سب کچھ رلا ملا دیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان چاروں بزرگوں نے قرآن مجید کی ہی تلاوت کی اور ترجمہ بھی صحیح کر کے دکھلایا مگر کام اپنا چلایا اور ایمان گنویا۔ تو ایسے لوگوں پر کیا توقع ہے کہ ان کی تعریف و توصیف کریں جو صرف اور صرف خدا رسولؐ کی خوشنودی کے لئے زندگی بسر کرنے کا سبق دیں۔ صلوٰۃ۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کی حالت میں دوش پر بلند کر کے اس نعمت کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے سجدے کی مناسبت سے نعمت سید الساجدین کا اضافہ کر دیا۔ مسلمانو! ساجد ہونا اور بات ہے اور سید الساجدین ہونا اور بات ہے۔ عابد ہونا اور بات ہے اور زین العابدین ہونا اور بات ہے بس رسولؐ شکر کرتے گئے اور اللہ تعالیٰ اضافہ کرنا گیا۔ جب بارہ پر نوبت پہنچی تو خدا نے فرمایا بس حبیب تیرا شکر دائم اور میرا اضافہ قائم۔ صلوٰۃ۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام علیؑ زین العابدین علیہ السلام جس حجرے میں نماز ادا فرما رہے تھے اسی حجرے کو آگ لگ گئی جب آگ کے شعلے بھڑکے تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور لوگوں نے آگ کو بجھا دیا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے عرض کیا یا بن رسول اللہؐ آپ کو معلوم ہی نہ ہوا کہ اسی حجرے کو آگ گھیرے ہوئے ہے مولا آپ کو اتنا بے خبر کس نے بنا دیا فرمایا آخرت کی آگ نے محافل و مجالس ص ۱۳۔ کہنے کو تو یہ ایک واقعہ ہی ہے مگر سوائے حضرت خلیل اللہ کے پوری کائنات میں اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ آگ کے شعلوں میں حمد خدا سکون قلب سے جاری و ساری ہو۔ صلوٰۃ۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کھیتے ہوئے کنوئیں میں (جو مدینہ میں آپ کے گھر میں نہایت عمیق تھا) گر گئے (ایسے واقعات خاصانِ خدا دنیا کو سبق دینے کی خاطر ظاہر

مجاہد کی نماز

فرمایا کرتے ہیں) ان کی والدہ دوڑیں اور کنویں کے پاس آکر فریاد کرنے لگیں اور کہتی تھیں یا بن رسول اللہ آپ کاڑھ کا کنویں میں گر گیا جلد تشریف لائیے مگر حضرت نہایت خضوع و خشوع سے نماز ادا کرتے رہے۔ جب حضرت نے نماز کو نہ توڑا تو ان کی زوجہ نے اپنی فریاد کی شدت کو بڑھایا۔ پھر بھی آپ نے کچھ خیال نہ کیا اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز کو تمام کیا۔ بعد اس کے کنویں کے پاس آئے جس کا پانی بہت بڑی لمبی رسی سے نکالا جاتا تھا اس کنویں میں ہاتھ ڈالا اور اپنے فرزند محمد باقر کو نکال لیا۔ یوں سمجھو کہ پانی نے حضرت کی امانت آپ کو واپس کرتے ہوئے دستِ امامت کے لب سے لٹے۔ جب حضرت باقر علیہ السلام کو دیکھا تو آنجناب کا کپڑا تک نہ بھیگا۔ امام نے اپنی بیوی سے فرمایا اے ضعیفہ یقین ماں نے بچے کو گود میں لیا تو بہت خوش ہوئیں مگر حضرت کے ضعیفہ یقین کہنے پر رونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اس کی درگاہ سے منہ پھیر لیتا تو وہ بھی میری جانب سے منہ پھیر لیتا۔ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۴۱۲۔ حضرت امام علی زین العابدین کی عبادت اور خوفِ خدا میں دُعا کرنا حضرت کا صحیفہ کاملہ جس کو علامہ کرام نے زبورِ آلِ محمد کا لقب دیا ہے کافی دانی ہے محققین فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں صحیفہ کاملہ نہ ہوتا تو دنیا کو معلوم ہی نہ ہو سکتا کہ بارگاہِ الہی میں دعا کیسے کی جاتی ہے اور اگر منہج البلاغہ حضرت امیر المومنین کے خطبات نہ ہوتے تو حقیقتِ توحید کا غم ہی نہ ہوتا۔ منقول ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو آپ کے غلاموں سے جو جو قصور اس مہینے میں ہوتے وہ آپ سب لکھتے جاتے تھے جب آخر شب رمضان کی ہوتی تھی تو آپ سب غلاموں کو بلاتے تھے۔ اور کاغذ نکال کر ہر ایک سے دریافت فرماتے تھے کہ اے فلاں تو نے یہ قصور کیا تھا اور میں نے سزا نہیں دی۔ وہ سب اقرار کرتے جاتے تھے اس کے بعد آپ اُٹھ کر ان سب کے بیچ میں کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے کہ تم سب باوازا بلند کہو کہ اے علی بن الحسین کہ آپ کے اعمال کو بھی خدا تعالیٰ نے لکھا ہے جس طرح آپ نے ہمارے گناہوں کو لکھا ہے آپ ہمارے گناہوں کو معاف کریں خداوند تعالیٰ آپ کے اعمال کو بھی قبول کرے گا یہ فرما کر آپ رونے لگتے اور سب غلاموں کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر۔ ہم شیعیانِ حیدر کو چاہیے

صحیفہ سجاد اور منہج البلاغہ

کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے سبق حاصل کریں۔ صلوة۔ علامہ مجلسی رقم طراز ہیں کہ بلخ کا رہنے والا ایک محب آل محمد ہمیشہ حج کیا کرتا تھا اور جب حج کو آتا تو مدینہ جا کر حضرت امام زین العابدین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حج سے لوٹا تو اس کی بیوی نے کہا کہ تم ہمیشہ اپنے امام کی خدمت میں تحفہ و تحائف لے جاتے ہو مگر انہوں نے آج تک تم کو کچھ نہ دیا اس نے کہا کہ توبہ کرو تمہارے لئے یہ کہنا سزاوار نہیں ہے وہ امام زمانہ ہیں وہ مالک دنیا و دنیا ہیں وہ فرزند رسول ہیں یہ سنی کہ وہ خاموش ہو گئی۔ اگلے سال جب وہ حج سے فراغت حاصل کر کے امام زین العابدین کی خدمت میں پہنچا اور سلام و دست بوسی کے بعد آپ کے پاس بیٹھا تو آپ نے کھانا طلب فرمایا۔ حکم امام سے مجبور ہو کر اس نے حصّیت میں کھانا کھایا جب دونوں کھانا کھا چکے تو امام کے اس بلخی نے ہاتھ دھلانے کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا تو جہان سے یہ تیرا کام نہیں ہے اس نے اصرار کیا اور ہاتھ دھلانے شروع کر دیئے جب طشت بھر گیا تو آپ نے پوچھا کہ طشت میں کیا ہے اس نے کہا کہ پانی حضرت نے فرمایا نہیں یہ سُرخ یا قوت ہیں جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ طشت یا قوت سُرخ سے پُرتھا اسی طرح دوسری مرتبہ فرمایا پانی ڈال اب پانی ڈالنے کے بعد دیکھا تو زرد و سبز ہو گئے پھر تیسری مرتبہ، حضرت نے پانی ڈالنے کو فرمایا اب جو دیکھا تو دُرّ ابیض سے پُرتھا یعنی تین بار امام کے ہاتھ کا پانی یا قوت سُرخ زرد و سبز اور دُرّ ابیض ہو گئے یہ معجزہ امام دیکھ کر بلخی حیران ہو گیا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لینے لگا حضرت نے فرمایا کہ اسے لیتے جاؤ اپنی بیوی کو دیدینا اور کہنا کہ ہمارے پاس کچھ اور مال دنیا سے نہیں ہے وہ شخص شرمندہ ہو کر بولا آپکو میری بیوی کی بات کس نے بتادی امام نے فرمایا ہمیں سب معلوم ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو کر بیوی کے پاس پہنچا اور اُسے جواہر دیکر سارا واقعہ سنایا بیوی نے کہا کہ آئندہ سال میں بھی حضرت کی زیارت کو جاؤں گی جن کے ہاتھ کا دھون جواہر بنتے ہیں جب دوسرے سال بیوی ہمراہ روانہ ہوئی تو مدینہ میں پہنچتے ہی اس کا انتقال ہو گیا وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بیوی کی موت کی خبر سنائی امام نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ تیری بیوی زندہ ہو جائے اس نے عرض کی کہ مولا کیا وہ بھی زندہ ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا خداوند کریم علیٰ کلّ شئیٰ قدیر ہے اس کے بعد امام نے دو رکعت نماز ادا فرما کر دُعا کی اور فرمایا جاتیری بیوی زندہ ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ

زین العابدین کے ہاتھوں کا پانی خواہ امت زمانہ تک

محب کی ہر وہ بیوی کہ زندگی دلا

اکثر حاجی درندے نظر آئے

سید سجاد اور عبد الملک کراچی

سید سجاد اور محمد بن خلفیہ میں نزاع

حجر اسود کا امامت کی گواہی دینا۔

اَنْ تَكُوْنُ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ اے محمد خدا سے ڈرو اور جن چیز کے تم مستحق نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو جانا فرمایا ہے چچا میرے باپ نے قبل عراق جانے کے مجھے اپنا دھی فرمایا تھا اگر تم کو تامل ہو تو حجر اسود کے پاس جلد وہ جس کی امامت کی گواہی دے دے بس وہی امام ہے چنانچہ دونوں حجر اسود کے پاس آئے پہلے محمد ضیف نے کلام کیا اس کے کلام کرنے سے حجر اسود کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا حضرت سجادؓ نے فرمایا چچا اگر تم وہی امام ہو تے تو ضرور جواب دیتا محمد حنفیہ نے کہا اچھا اب آپ سوال کریں حضرت نے پہلے درگاہ خدایں عرض کی بعد اس کے حجر اسود کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھ میں سب انبیاء اور کلی آدمیوں کا میثاق و امتحان قرار دیا ہے تو یہ بتا کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد کون امام زمانہ اور وہی ہے اس وقت حجر اسود کو اس طرح جنبش ہوتی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے باہر نکل آئے بعد اس کے زبان عربی میں گویا ہوا اللّٰهُمَّ اِنِّیْ الْوَصِیْلَةُ وَالْاِمَامَةُ بَعْدَ الْحُسَیْنِ لَعَلِّیْ الْاِبْنُ فَاطِمَةَ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ (یعنی خدا وصیت و امامت بعد امام حسین کے علی ابن الحسین بن فاطمہ بنت رسول خدا کا حق ہے۔ روضۃ کنوز المعجزات ص ۶۹، لوائح الاخران جلد ۱ ص ۲۰۶) ایک مرتبہ ہشام ابن عبد الملک جو ابھی تک ولی عہد تھا حج کے لئے مکہ آیا طواف کعبہ کر کے جب بوسہ دینے کے لئے حجر اسود کی طرف بڑھا تو کثرت حجاج کی وجہ سے وہاں تک نہ جاسکا۔ آخر ایک طرف بیٹھ گیا اور منظر حجاج دیکھنے لگا اتنے میں حضرت امام علی زین العابدینؓ شتر لائے جو نہی لوگوں نے ان کو دیکھا مجمع کافی کی طرح پھٹ گیا اور آپ نے اطمینان سے حجر اسود کو بوسہ دیا اس پر ہشام کے کسی ساتھی نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کا عامۃ الناس اتنا احترام کرتے ہیں ہشام نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے کہا کوئی ہوگا میں نہیں پہچانتا۔ فردق شاعر جو حکمت کے دربار سے تعلق رکھتے اور وظیفہ بھی پاتے تھے اس وقت وہیں موجود تھے ان سے نہ رہا گیا انہوں نے ٹوک کر کے ایک برجستہ قصیدہ پڑھا جس میں حضرت کا تعارف و فضائل کا تذکرہ سب کچھ ہی تھا جس کے چند اشعار عرض خدمت ہیں۔ سبحان اللہ!

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ
هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَمَّتَهُ

ترجمہ: یہ وہ بزرگ ہیں جن کے قدموں کی چاپ بے لعل و بیچا پاتا ہے خانہ کعبہ جانتا ہے حل و حرم اس سے واقف ہے یہ اس کا پسر ہے جو خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے یہ پرہیزگار ہے برگزیدہ ہے پاکیزہ مشہور ہے۔ یہ عورتوں کی سردار فاطمہؓ کے فرزند ہیں یہ اس وہی رسولؐ کے بیٹے ہیں جن کی تلوار دشمنوں کیلئے آفت ہے یہ وہ ہیں جن کے والد ماجد احد فخر ہے جب تک قلم چلتے رہیں گے ان پر خدا کی رحمت نازل ہے۔ انہوں نے تشہد کے علاوہ کبھی لایعنی نہیں۔ نہیں کہا۔ تشہد میں اگر لانا ہوتا تو یہ کبھی لایعنی نہ کہتے بلکہ ہاں یعنی نعم ہی کہتے۔ اس طرح کے اور بہت سے اشعار ہیں جب فردق قصیدہ سنا چکا تو ہشام نے فردق کو قید کر دیا حضرت سجادؓ سے کسی نے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے بارہ ہزار درہم ان کے پاس بھیجے فردق نے یہ کہہ کر واپس کر دینے کہ میں نے دنیاوی اجرت کے لئے قصیدہ نہیں کہا بلکہ اس میں کسب آخرت کا ارادہ رکھتا ہوں حضرت

فردق کا ہشام کے سامنے قصیدہ پڑھنا

نے فرمایا ہم آل محمد کا یہ اصول ہے کہ جو چیز دے دیتے ہیں اُسے واپس نہیں لیتے تم اسے نہ لو خدا تمہیں تہا کی نیت کا اجر بھی دے گا۔ خدا تعالیٰ علیہم بذات الصدور ہے۔ فرزوق نے یہ رقم قبول کر لی۔ قید سے فارغ ہونے کے بعد فرزوق خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے مولا میرا وظیفہ حکومت نے بند کر دیسا ہے آپ نے فرمایا تیرا سالانہ وظیفہ کتنا تھا اس نے بتلایا تو امام نے چالیس سال کا اکٹھا دیدیا اور فرمایا تجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑیگی تیریں زندگی کیلئے کافی ہے جب چالیس سال پورے ہو گئے تو فرزوق نے انتقال کیا۔ صلوٰۃ۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ امام زمانہ فرزوق کی زندگی پر نگاہ ڈال کر درہم و دینار عطا فرما رہے تھے۔ کنوز العیون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷، چودہ ستارے صفحہ ۲۱۹۔

آج کل مسلمانوں میں معرکتہ آراء مسئلہ ہے کہ کیا ائمہ غائب جانتے تھے یا کہ نہیں جو بزرگ علم غائب معصوم کی نفی فرماتے ہیں میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اس قدر علم غائب عطا کیا ہے کہ جس کا احصاء ان کے بس کا۔ وہ نہیں ہے اور اگر کسی بزرگ کو انکار ہے تو ان واقعات کو جو میں نے عرض کئے ہیں اپنی کتاب سے نکال کر پڑھ کر دے ہاں ان واقعات سے جو بڑے علوم آل محمد سے انکار کرنا حقیقت کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے بس ابی امام علیہ السلام کا جنگل کے حیوانوں سے شفقت و محبت کے واقعات عرض کرتا ہوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مع اہلبیت اور اصحاب ایک باغ میں تشریف لائے آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا جب دسترخوان بچھ گیا تو ایک بہن غلغلی صورت میں صحرے سے آکر میرے والد کے قریب ہو گیا لوگوں نے عرض کی مولا یہ بہن کیا کہتا ہے فرمایا بہن نے کہا کہ حضور میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ دیکھو اس کو ہاتھ نہ لگانا بلکہ اس کو بلاؤ کہ وہ بھی ہمارا ساتھ کھائے اس کے بعد آپ نے بہن کو اٹھا لیا وہ امام کے پاس آگیا اور حضرت کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا ایک شخص نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا وہ ڈر گیا آپ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم اب یہی بے ادبی نہیں کروں گا۔ حضرت نے بہن کو بلایا اور کھانا اُسے کھلایا اور کھانے کے بعد کچھ کہتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا حضور اس بہن نے کیا کہا ہے فرمایا تمہیں دعائیں دیتا جا رہا ہے۔ کنوز العیون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷۔ یہی نہیں بلکہ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں بحوالہ بصائر الدرجات نقل کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ جب میرے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وقت وفات آیا تو کہا کہ وضو کیلئے پانی لاؤ جب پانی حاضر کیا گیا تو فرمایا اس میں کوئی مردہ جانور ہے امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب پانی کو روشنی میں دیکھا گیا تو واقعی اس میں چوہا مردہ تھا۔ بعد اس کے دوسرے پانی سے حضرت سجاد نے وضو فرمایا پھر کہا اسے فرزند یہ وہ شب ہے کہ جس شب میں میرا وعدہ وفات ہے میرے نانا کو اس کی جگہ باندھ دو اور کچھ چارہ اس کے آگے ڈال دو حضرت صادق فرماتے ہیں کہ جب حضرت کو دفن کیا گیا تو ناناہ رسی توڑا کہ انہی جگہ سے بھاگا اور حضرت کی قبر پر جا کر اپنا منہ قبر پر رکھ کر رونا شروع کر دیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا چپ رہ بھرا خدا تجھے برکت دے یہ سن کر ناناہ اٹھ کر اپنی جگہ پر چلا گیا دوسرے روز پھر حضرت کی قبر پر آکر ناناہ نے رونا شروع کر دیا اس مرتبہ لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جو اس کا حال بیان کیا تو فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ بہت بے تاب ہے بس تیسری مرتبہ روزہ ناناہ حضرت کی قبر پر روتے روتے مر گیا۔ اللہ اکبر! جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۳۱، عزادار و ساری کاٹنا میں ایسا نوحہ خوان آچو کہ نہیں ملے گا جس کے حیوان بھی ساری زندگی ماتم شبیر کرتے رہے۔ ۱۸۷ صفحہ ۹۵۔

علم غائب

میرے بہن کو کھانا کھلایا

ناناہ کا قبر پر رونا

تک پورے پینتیس سال حضرت سجادؑ اپنے مظلوم باپ کو روتے رہے تقریبات، مسرت میں آپ نے جانا چھوڑ دیا۔ بازار سے گزرنا ترک کر دیا اور کبھی حضورؐ بازار سے گزرتے بھی تو قصاب اپنے ذبیحہ پر کپڑا ڈال کر چھپا دیتے تھے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سجادؑ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ قصاب کو حضرت کے آنے کا علم نہ ہو سکا۔ جوں ہی حضرت کی نگاہ ذبیحہ پر پڑی تو آپ نے رو کر فرمایا اے مرد خدا کیا تو نے اسے پانی پلا کر ذبح کیا تھا اس نے عرض کی ہاں فرزند رسولؐ میں نے اس جانور کو سیراب کر کے ذبح کیا ہے حضرت کی چیخ نکلی گئی ہائے میرے مظلوم باپ آپ کو تین دن کا پیاسہ ہی ذبح کیا گیا ہے حضرت اس قدر روئے کہ حضرت کو غش آگیا۔ تصدق شیرازی کا مدرس پیش کرتا ہوں۔

تجھ سامنین جہاں میں بے مثل سو گوار گردن میں طوق کُل شرافت کا شاہکار
سجادؑ تیرے منظر دربار پر نشاں آنکھوں میں خون لب پہ رہا شکر کردگار
موت میں اب بھی آنکھ تیری اشک بار ہے
تو کائنات درد کا پروردگار ہے

منہال کو فی کہتا ہے کہ میں ایک روز مدینہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت رو رہے تھے میں نے عرض کی مولا سب سے زیادہ مظلوم کہاں ہوئے آپ نے رو کر فرمایا انشام انشام انشام منہال نے عرض کی مولا شہید ہونا راہ خدا میں تو انبیاء و اوصیاء کی میراث ہے حضورؐ نے فرمایا منہال تو نے میرے معللے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ منہال قتل ہونا تو پہلوی میراث ہے مگر رسول اللہ کی بیٹیوں کو درباروں میں ننگے سر بھرانا بھی کیا ہماری میراث ہے۔ امام نے فرمایا منہال آج کل کو فہ میں کیا ہو رہا ہے عرض کی کہ خدا کا شکر ہے مختار قاتلان حسین کو چن چن کر قتل کر رہا ہے فرمایا۔ خدا مختار پر رحمت نازل کرے کہ اس نے ہم اہلبیت پر احسان کیا ہے۔ اے منہال جب تم کو فہ جاؤ تو مختار سے کہنا کہ کوشش کر کے حرمہ کو گرفتار کر کے پہلے اس کے بازو قلم کرنا اور پھر اس کا سر قلم کرنا۔ کیونکہ اس نے ہم اہلبیت پر بڑا ظلم کیا ہے۔ منہال کو فہ میں پہنچ کر مختار کے دربار میں گیا۔ تو یکایک شور مچا کہ حرمہ شقی کو لایا جا رہا ہے حرمہ مختار کے سامنے پیش ہوا۔ تو مختار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کہا تبا ملعون تو نے کربلا میں کیا کام کیا ہے حرمہ نے کہا کہ اے امیر میرے ترکش میں تین تیر تھے ایک میں نے مشک سکیٹھ کو مارا اور دوسرا تیر علی اصغر کے گلے پر مارا۔ اور تیسرا تیر میں نے امام حسین کی پیشانی پر مارا۔ جس کی وجہ سے حضرت گھوڑے سے زمین پر آئے یہ سن کر مختار غصے سے کانپنے لگا اور حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ قلم کر دو اور پھر اسے زمین پر لٹا کر اس کے جسم میں کیلیں گاڑ کر اتنے تیر مارو کہ اصل جہنم ہو جائے یہ دیکھ کر منہال نے سجدہ شکر ادا کیا اور مختار کو حضرت سجادؑ کا حکم سنایا جسے سن کر تمام لوگ شدت سے روئے مگر میرے سجادؑ امام کو ولید بن عبد الملک ملعون نے خفیہ طور پر زہر دلو کر شہید کر دیا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ نے غسل و کفن دے کر جنت البقیع میں دفن کیا۔ محافل و مجالس ۱۴۹۔ **اللعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا اني مُنقلبٌ يَنْقَلِبُونَ**۔